# درویشانِ احمدیت

......جلداوّل......

☆

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے

الہام: ''یَنصُرُکَ رِجَالٌ نُوحِی اِلَیھِم مِنَ السَّمَاءِ''

کے

## رُوح پرور نظارے

از قلم

فضل الٰہی انوری

# درویشانِ احمدیت

## ..... جلداوّل .....

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے الہام:

"یَنصُرُکَ رِجَالٌ نُوحِی اِلَیھِم مِنَ السَّمَاءِ"

کے

## رُوح پرور نظارے

از قلم

فضل الٰھی انوری

نام کتاب: **درویشان احمدیت**، جلد اوّل

طبع اول: سال ۲۰۰۵ء

تعداد: ایک ہزار

مطبع:

## مجوزہ زیر تالیف کتب سلسلہ ھٰذا:

**درویشان احمدیت**، جلد سوم (حفاظت الٰہیہ، یعنی بزرگان سلسلہ کے وجودوں میں ظاہر ہونے والے غیبی حفاظت کے واقعات)

**درویشان احمدیت**، جلد چہارم (نصرت سماویہ، یعنی افراد جماعت کے حق میں رونما ہونے والے مالی نصرت و دیگر تائیدات الٰہیہ کے اعجازی نمونے)

**درویشان احمدیت**، جلد پنجم (اخبار غیبیہ، یعنی غلامان احمد کو ملنے والی آسمانی اخبار و بشارات کے ایمان افروز واقعات)

**درویشان احمدیت**، جلد ششم (قبولیت دعا کے اعجازی نمونے)

**درویشان احمدیت**، جلد ھفتم (غیرت الٰہی کے عبرتناک نمونے)

**وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم**

.........☆.........

نوٹ: درویشان احمدیت، جلد دوم (جو حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام کی پیشگوئی کہ ''میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے علم اور معرفت کے رو سے سب کا منہ بند کر دینگے'' کی عملی تعبیر کے سلسلے میں رونما ہونے والے واقعات کا مجموعہ ہے) طبع ہو کر قبول عام کی سند حاصل کر چکی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ☆ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

# عرض حال

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا ۱۸۸۲ء کا ایک الہام ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ:

يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُوحِي اِلَيهِمْ مِنَ السَّمَاءِ

**یعنی**

''تیری مدد کو وہ لوگ آئیں گے جن کے دلوں پر ہم آسمان سے وحی نازل کریں گے''

یہ اس زمانے کا الہام ہے جب آپؑ نے نہ کسی جماعت کی بنیاد رکھی تھی اور نہ ابھی سلسلۂ بیعت شروع ہوا تھا۔ مگر آسمان کے خُدا نے پہلے ہی آپ کو اس امر کی خوشخبری بہم پہنچادی کہ وہ آپ کے سپرد ایک بہت ہی اہم کام کرنے والا ہے اور یہ کہ اس کام میں آپ کا ہاتھ بٹانے اور آپ کی مدد کرنے کیلئے وہ خود لوگوں کے دلوں میں آسمان سے تحریک فرمائے گا۔

اس الہام کی عملی تعبیر اگرچہ آپ کے متبعین کی وہ ساری جماعت ہے جو ہزارہا مخالفتوں اور مشکلات کے باوجود آپ کے سلسلہ میں داخل ہو کہ اصلاح نفس اور اشاعتِ دین کے کاموں میں ہمہ تن مصروف ہے، تاہم ان میں بے شمار وہ خوش نصیب بھی ہیں جنہیں خُدا الہام کر کے احمدیت کی طرف لے آیا، یا رؤیاء صالحہ یا کشف صریح کے ذریعے انہیں اس امر کی اطلاع دی کہ امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں اور وہ جائیں اور اسکی بیعت میں شامل ہو جائیں۔ یا پھر کسی کو خواب میں یہ دکھایا گیا کہ وہ کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کر رہا ہے۔ اور جب اس نے حضرت بانیٔ سلسلہؑ کو دیکھا یا آپکی تصویر پر نظر پڑی تو وہ پکار اُٹھا کہ یہ تو وہی بزرگ ہیں، جنہیں وہ خواب میں دیکھ چکا ہے۔ کسی کو خواب کے اندر قادیان کا نام بتایا گیا اور کہا گیا کہ اس کی ہدایت

کے سامان وہاں موجود ہیں۔ بارہا ایسا بھی ہوا کہ کوئی شخص جو حضرت بانیٔ سلسلہؑ یا آپکے خلفاء کے حق میں بدزبانی کرتا تھا، رؤیا کے اندر اُس نے کوئی ایسا خوفناک منظر دیکھا جو اسے راہ راست پر لانے کا موجب بن گیا۔

غرض اس الہام کی صداقت اُس وقت سے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اپنے سلسلہ کی بنیاد رکھی، مختلف رنگوں اور صورتوں میں ظاہر ہوتی چلی آرہی ہے۔ ایسے بیشمار لوگ ہیں جو الہامات، کشوف اور رؤیا ہائے صالحہ کے ذریعے خبریں پاکر دنیا کی چاروں اطراف سے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہو رہے ہیں اور اس طرح آپ کی مامورانہ زندگی پر زندہ گواہ بن رہے ہیں۔ حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی صداقت معلوم کرنے کا یہ ایک ایسا آسمانی پیمانہ ہے جس کا کوئی صاحب عقل اور صاحب بصیرت شخص انکار نہیں کرسکتا۔ بلکہ اگر اختلافی مسائل کو ایک طرف رکھ دیا جائے تو یہ ایک ہی امر آپ کے دعاوی کی صداقت کو ہر شک وشبہ سے پاک کرنے کیلئے کافی ہے۔

کتاب کے متن میں مستند حوالوں کے ساتھ ایسے متعدد واقعات درج کئے گئے ہیں جو امام زمانہ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام، کو دیئے جانے والے اس آسمانی وعدہ کی صداقت کا زندہ اعلان اور آپ کے منجانب اللہ ہونے کا مُنہ بولتا ثبوت ہیں۔

جیسا کہ متن کتاب میں درج شدہ واقعات سے معلوم ہوگا، اللہ تعالیٰ کے بندوں کو صداقتِ احمدیت کے حق میں دکھائے جانے والے یہ نظارے دو قسم کے واقعات پر مشتمل ہیں۔ ایک وہ ہیں جن میں خُدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی جمالی صفت کا اظہار کیا، یعنی انہیں کوئی ایسا حسین منظر دکھایا جس سے ان کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ افتاں وخیزاں احمدیت قبول کر کے انصارِ مہدی میں شامل ہوگئے۔ دوسری قسم وہ ہے جس میں ربّ ذوالجلال نے ان پر اپنی جلالی صفت کا اظہار کیا، یعنی انہیں کوئی ایسا منذر خواب دکھایا، جس میں ان کو بتلایا گیا کہ اگر انہوں نے امام مہدی علیہ السلام کی بیعت نہ کی تو انہیں دوزخ میں پھینک دیا جائیگا۔ یا انہیں خواب کے اندر ہی کوئی اذیت ناک احساس ہوا جس کا اثر انکے بیدار ہونے پر بھی انکے دل ودماغ یا جسم پر موجود تھا، تاہم ان دونوں قسم کے روحانی نظاروں کا مقصد ایک ہی تھا یعنی انہیں اپنے مامور کے قائم کردہ سلسلہ حقّہ کے ساتھ وابستہ کرنا۔ متن کتاب کے اندر متعدد ایسے واقعات درج کئے گئے

ہیں، جو اِن جملہ قسم کے روحانی تجربات کی عکاسی کرتے ہیں۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کی جمالی صفت کے بھی مظہر ہیں اور وہ بھی ہیں جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی جلالی صفت سے ہے۔ علاوہ ازیں اُن واقعات کو جو دُنیا کے دیگر ممالک میں ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں، انہیں ایک الگ باب کی صورت میں جمع کر دیا گیا ہے تا معلوم ہو کہ سلسلہ حقہ احمدیہ کی تائید و نصرت میں کام کرنے والے ملائکہ کس طرح دنیا بھر کی سعید روحوں کو پکڑ پکڑ کر دین محمدی ﷺ کی طرف لا رہے اور ان کو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی غلامی میں داخل کر رہے ہیں۔ وَمَا توفیقی اِلّا باللّٰہ!

یہاں ایک اَور حقیقت بھی بیان کرنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ ملائکہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کی رہنمائی کا یہ سلسلہ اگرچہ قرآنی آیت اِنّ الَّذِینَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ استقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَیھِمُ المَلائِکَۃُ اَلّا تَخَافُوا وَلا تَحزَنُوا ...... کے مطابق روزِ اوّل سے جاری و ساری ہے، تاہم کسی نبی کی بعثت کے وقت اس کے اندر ایک خاص شوکت اور عظمت پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:

> ”جب دنیا میں کوئی امام الزمان آتا ہے تو ہزارہا انوار اس کے ساتھ آتے ہیں اور آسمان میں ایک صورت انبساطی پیدا ہو جاتی ہے اور انتشار روحانیت و نورانیت ہو کر نیک استعدادیں جاگ اٹھتی ہیں۔ پس جو شخص الہام کی استعداد رکھتا ہے، اسکو الہام شروع ہو جاتا ہے اور جو شخص فکر اور غور کے ذریعہ سے دینی تفقّہ کی استعداد رکھتا ہے، اسکے تدبّر اور سوچنے کی قوت کو زیادہ کیا جاتا ہے اور جسکو عبادات کی طرف رغبت ہو، اس کو تعبد اور پرستش میں لذّت عطا کی جاتی ہے...... اور یہ تمام باتیں درحقیقت اسی انتشار روحانیت کا نتیجہ ہوتا ہے جو امام الزمان کے ساتھ آسمان سے اترتی اور ہر ایک مستعد دل پر نازل ہوتی ہے“

(ضرورۃ الامام، روحانی خزائن جلد ۱۳، ص ۴۷۵)

دوسرے، جس بندۂ خدا کی بدولت فی زمانہ یہ انتشار روحانیت ہوا، اور ہو رہا ہے یعنی وہ امام الزمان جسکے قائم کردہ سلسلہ کی نصرت اور تائید کیلئے خوابوں، کشوف اور الہامات کا یہ وسیع سلسلہ جاری ہے، اسکے عند اللہ اپنے مقام کا اندازہ کرنے کیلئے یہاں آپکا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے، جس میں آپنے خدا تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی اس نعمت کو آنحضرت محمد ﷺ کی قوت قدسیہ کی

طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا:

''میرے لئے اِس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر مَیں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا، اس پیروی سے پایا۔ اور مَیں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اُس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲، صفحہ ۶۴ تا ۶۷)

اور پھر اس طور پر نصیب ہونے والی تائیداتِ سماویہ اور نشاناتِ ربانیہ کی بے پناہ دولت کو اپنے منجانب اللہ ہونے کے ثبوت میں اپنی کتب میں پیش فرما کر آپ نے ہر اُس شخص کو جو آپ کو اس کے باوجود جھوٹا اور مفتری خیال کرتا ہے، مباہلہ کی دعوت دی کہ وہ آپ کے مقابل پر آکر مؤکد بعذاب قسم کھا کر کہے کہ

''اے خدائے قادر، اگر تیرے نزدیک یہ شخص صادق ہے اور کذّاب اور مفتری اور کافر اور بے دین نہیں ہے تو میرے پر اس تکذیب اور توہین کی وجہ سے کوئی عذاب شدید نازل کر، ورنہ اس کو عذاب میں مبتلا کر، آمین'' [۱]

مگر نہ آپ کی زندگی میں اور نہ آپ کی وفات کے بعد آج تک کوئی آپ کے مقابل پر آیا، جو اس امر کا زندہ ثبوت ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے سچے فرستادہ اور زمانے کے مامور تھے۔

آخر پر خاکسار، مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے (مرحوم) مؤلف اصحاب احمد اور دیگر مدیران جرائد سلسلہ احمدیہ کا شکریہ ادا کرنا اور ان کیلئے جزاھم اللہ احسن الجزا کی دُعا کرنا ضروری سمجھتا ہے جنکے رشحاتِ قلم سے استفادہ کرتے ہوئے خاکسار کو یہ مجموعہ تیار کرنے اور احباب جماعت تک پہنچانے کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر لحاظ سے نافع الناس اور نافع الدین بنائے۔ آمین!

خاکسار

فضل الٰہی انوری

مورخہ یکم اکتوبر ۲۰۰۴ء

[۱] حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام نے اس قسم کے دو صد سے اوپر نشانات کو تفصیل کیساتھ اور عینی شہادات کی روشنی میں

اپنی کتاب ''حقیقۃ الوحی'' اور بعض دیگر کتب میں درج فرمایا ہے۔

# باب اوّل

## کبار صحابہ کے واقعات

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے سلوک نرالا ہے۔ کہیں اس کا جمال غالب آتا ہے تو وہاں وہ اپنے بندوں کو اپنی جمالی صفت کے نظارے دکھلاتا اور ان کی رہنمائی فرماتا ہے۔ کبھی اس کا جلال غالب آتا ہے تو وہ ان پر اپنی جلالی صفت کا اظہار کرتا اور انہیں ایسے نظارہ دکھاتا ہے جو ان کی دونوں جہان میں کامیابی اور فلاح کا موجب بن جاتے ہیں۔ حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے الہام ''ینصرک رجالٌ......'' کی عملی تعبیر میں بھی بارہا ایسا ہوا کہ کبھی اس نے اپنی جمالی صفت سے کام لیتے ہوئے اپنے بندوں کے ساتھ اپنے حُسن و جمال کا سلوک فرمایا، جس سے متاثر ہو کر اور جس سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے وہ افتاں وخیزاں حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے قدموں میں پہنچ کر آپؑ کے سلسلۂ بیعت میں شامل ہو گئے، اور کبھی اس کی جلالی صفت نے جوش مارا جس نے آن کی آن میں نظارہ دیکھنے والے شخص کی کایا پلٹ کر رکھ دی اور جس کی بدولت وہ اپنی اِنا، سرکشی اور کدورت کو یکسر بھلا کر احمدیت کا ایسا گرویدہ بن گیا کہ احمدیت پر اپنی جان و مال اور اولاد تک نچھاور کرنے لگا۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے بعض ابتدائی احمدیوں کا ذکر کیا جاتا ہے، جن میں سے اکثر وہ ہیں جنہیں حضرت امام الزمان علیہ السلام کی مبارک زندگی میں ہی خوابوں اور الہامات کے ذریعہ سلسلہ میں داخل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی اور وہ آپ کے دامن سے وابستہ ہو کر ''صحابہ'' کے معزز لقب سے نوازے گئے۔

☆ ☆ ☆

## پہلا واقعہ

### ''سونے اور چاندی کی کلہاڑیاں''

## حضرت محمد شعبان ریشیؓ کا قبول احمدیت

حضرت محمد شعبانؓ آسنور (کشمیر) کے ریشی خاندان کے پہلے احمدی تھے۔ آپ کے قبول احمدیت کا واقعہ یوں ہے کہ جب حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے دعویٰ کا چرچا آسنور میں ہونے لگا تو آپ نے خواب میں دیکھا کہ

''ایک بہت بڑا مکان ہے جو چاروں طرف سے بند ہے اور اس کے دروازے پر دو پٹھانوں کا پہرہ ہے۔ اس کے اندر آگ لگی ہوئی ہے۔ ایک شور مچا ہوا ہے اور مکان کے اندر سے سونے اور چاندی کی خوبصورت کلہاڑیاں باہر پھینکی جا رہی ہیں۔ کلہاڑی سونے کی ہے تو دستہ چاندی کا ہے، اور کلہاڑی چاندی کی ہے تو دستہ سونے کا ہے۔ اُنہوں نے پوچھا کہ یہ مکان کس کا ہے تو کہا گیا کہ یہ مرزا غلام احمد قادیانی کا مکان ہے''

صبح بیدار ہوئے تو اس خواب کی تعبیر انہوں نے مولوی محمد حسین شاہ صاحب سے جا کر پوچھی جو اگرچہ احمدیت کے مخالف تھے مگر انہوں نے اس کی تعبیر ایسی بتائی جو حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی صداقت اور آپکے منجانب اللہ ہونیکی دلیل بنتی تھی۔ انہوں نے کہا کہ آگ اور شور سے تو یہ مراد ہے کہ مرزا صاحب کی وجہ سے دُنیا میں آگ لگی ہوئی ہے اور شور برپا ہے اور مکان کے اندر سے جو خوبصورت کلہاڑیاں نکل رہی ہیں، وہ اُن کی وہ کتابیں اور رسالے ہیں جو مرزا صاحب لکھ لکھ کر شائع کر رہے ہیں۔

اس رؤیاء سے آپکو احمدیت کی صداقت کا ایسا یقین ہو گیا کہ آپ نے قادیان جا کر بیعت کر لی۔ یہ 1901ء کا واقعہ ہے۔ آپکے بیعت کر لینے کے بعد آپکے بھائی امیر الدین ریشی نے مولوی محمد حسین شاہ صاحب سے پوچھا کہ میرا بھائی بیعت کر کے آ گیا ہے، اب میرے دل میں بھی تحریک ہو رہی ہے تو بتائیں میں کیا کروں؟ اس پر مولوی صاحب کہنے لگے کہ ابھی صبر کرو، میں خود قادیان جا کر دیکھ آؤنگا امیر الدین صاحب بڑے حاضر جواب تھے، وہ کہنے لگے کہ مولوی صاحب! آپ تو کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ آسمان سے آئیں گے، اب آپ خود قادیان جا کر کیا دیکھیں گے۔ بہرحال انہیں یقین ہو

گیا کہ دراصل حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اور مرزا صاحب کا دعویٰ سچا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بھی بیعت کر لی۔ اور یوں یہ دونوں بھائی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں آ کر آپکے انصار میں شامل ہو گئے۔

آپ کے تقویٰ وطہارت سے متاثر ہو کر آپ کے باقی افراد خاندان نے بھی بیعت کی سعادت حاصل کر لی۔ آپ وجیہہ صورت وشکل کے بااخلاق انسان تھے۔

(تاریخ احمدیت جموں وکشمیر، صفحہ ۳۶)

☆ ☆ ☆

## حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی لطیف تصریح

الہام، کشف اور رؤیا صادقہ کے بارے میں آپ اپنی کتاب ازالہ اوہام" میں فرماتے ہیں:

"الہام اور کشف کی عزت اور پایۂ عالیہ قرآن شریف سے ثابت ہے..... یہی ایک صداقت تو اسلام کیلئے وہ اعلیٰ درجہ کا نشان ہے جو قیامت تک بے نظیر شان وشوکت اسلام کی ظاہر کر رہا ہے۔ یہی تو وہ خاص برکتیں ہیں جو غیر مذاہب والوں میں نہیں پائی جاتیں"

☆

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"آپ بکثرت خدا کے سچے بندوں کی تائید رؤیائے صالحہ کے ذریعے دیکھیں گے۔ اور یہ جو کثرت کے ساتھ سلسلہ پھیلتا چلا جا رہا ہے، اس میں سچی خوابوں کا بہت گہرا تعلق ہے۔ کچھ پہلے دکھائی جاتی ہیں جن کے نتیجے میں پھر لوگ آگے ایمان لاتے ہیں۔ اور کچھ نئے ایمان لانے والوں کو دل کی تقویت کی خاطر سچی خوابیں دکھائی جاتی ہیں۔ غرضیکہ یہ سلسلہ ہے جو بڑھتا اور پھیلتا چلا جا رہا ہے"

(خطبہ جمعہ، فرمودہ ۲۹/اگست ۱۹۹۹ء)

☆

## دوسرا واقعہ

### ''حضورؑ نے اپنے ہاتھ سے شربت پلایا''

## حضرت راجہ عطا محمد صاحبؓ کا قبول احمدیت

حضرت راجہ عطا محمد صاحبؓ، یاڑی پورہ (کشمیر) کے پہلے احمدی تھے اور تقویٰ وطہارت میں بلند مقام رکھتے تھے۔ آپ کو جب حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے دعویٰ ماموریت کی خبر پہنچی تو چونکہ آپ خود اپنی بیماری کی وجہ سے قادیان جانے سے معذور تھے، آپ نے اپنے چھوٹے بھائی راجہ محمد حیدر خان مرحوم کو قادیان بھیجا کہ حضور کو میرا اسلام پہنچائیں اور مزید معلومات لے کر آئیں۔ اُن دنوں راستے بڑے دشوار گذار تھے۔ راجہ محمد حیدر خان صاحب پا پیادہ پیر پنجال اور پہاڑیوں کے اُوپر سے گذر کر براستہ جموں وسیالکوٹ قادیان پہنچے اور اکیس (۲۱) دن قادیان رہ کر حضور کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بیعت کرنے کے بعد جلد گھر پہنچے اور تمام حالات اپنے بھائی راجہ عطا محمد خان صاحب کو پہنچائے۔ آپ (راجہ عطا محمد صاحب) ان حالات کو سُن کر زاروزار رونے لگے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے کہ انہوں نے مسیح ومہدی علیہ السلام کا زمانہ پایا اور اُنہیں ماننے کی توفیق مل گئی۔ چنانچہ بیمار ہونے اور راستہ کی گونا گون مشکلات کے باوجود آپ چند مخلص ملازموں اور محبوں کو ساتھ لیکر اپنے بڑے بیٹے راجہ یار محمد خان مرحوم (جن کی عمر اُس وقت بیس سال کے قریب تھی) کے ہمراہ قادیان کے لئے روانہ ہو پڑے۔ قادیان کے قریب بعض لوگوں نے آپکو بہکانے کی کوشش کی کہ مرزا تو ٹھگ ہے۔ واپس جاؤ مگر آپ نے کہا کہ مِلے بغیر نہیں جائیں گے۔ جب قادیان پہنچ کر حضرت مرزا صاحب سے ملے اور مصافحہ کیا تو فرطِ جذبات میں زمین پر گر پڑے۔ حضور نے اپنے ہاتھ سے آپ کو اُٹھایا اور شربت منگوا کر پلایا اور تسلی وتشفی دی۔ اس کے بعد راجہ صاحب نے معہ رفقاء کے حضور کے ہاتھ پر بیعت کی اور کچھ مدت قادیان میں رہے۔ آپ نے آنکھوں کی تکلیف کا ذکر کیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ آنکھوں کے علاج کیلئے لاہور چلے جائیں، انشاءاللہ آپ کی آنکھیں اچھی ہو جائیں گی۔

مامور من اللہ کا فرمان فی الواقعہ آپ کی جسمانی شفا کا موجب بن گیا۔ چنانچہ جب راجہ صاحب آنکھوں کے علاج کیلئے لاہور گئے اور علاج کروایا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کی برکت

سے آپ کی آنکھیں اچھی ہوگئیں۔ لاہور سے پھر قادیان آ کر آپ نے مزید کچھ عرصہ یہاں قیام فرمایا اور روحانی فیوض اور برکات سے مالا مال ہو کر براستہ ایبٹ آباد اور مظفر آباد واپس کشمیر پہنچ گئے۔ یہ امر قابل ذِکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو ایک پاکیزہ اور نیک رُوح دیکھ کر اجازت دے دی کہ وہ آپ کے نام پر لوگوں سے بیعت لے لیا کریں۔

چنانچہ کشمیر پہنچ کر آپ نے سلسلہ تبلیغ شروع کیا۔ چونکہ آپ کی نیکی اور راستبازی مسلم تھی۔ اس لئے آپ کے بہت سے اقرباء، ملازمین اور دوسرے احباب نے بھی آپ کے ہاتھ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی۔ آپ نے ایک جلسہ بھی کیا جس میں آپ نے قادیان کے سارے حالات سُنائے۔ اس جلسہ کے بعد شام تک ساٹھ (۶۰) سے بھی زائد آدمیوں نے بیعت کی۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جموں وکشمیر، ص: ۲۷ تا ۲۹)

..........☆..........

تعارف: حضرت راجہ عطا محمد صاحب ؓ ریاست میں تحصیلدار کے عہدے پر فائز تھے۔ پھر ڈپٹی کمشنر ہو کر گلگت میں آ گئے۔ اسی علاقہ میں اپنی آخری عمر گذاری اور آخر وقت تک سلسلہ کی تبلیغ میں بھی مشغول رہے۔ آپ صاحب رؤیا وکشوف بزرگ تھے۔ نیز آپ ان چند افراد میں سے تھے جنہیں حضورؑ نے اپنے نام پر بیعت لینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ ۱۴/اپریل ۱۹۲۰ء کو ۱۲۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے

قادیان سے واپسی کے دوران جب آپ ابھی راستے ہی میں تھے، تو کس طرح آپ کے ایک دیرینہ دوست نے محض مولویوں کے اکسانے پر آپ کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا اور پھر کس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی غیبی حفاظت کا سامان بہم فرما کر آپ کو بال بال بچا لیا، یہ ایمان افروز روئداد اسی سلسلہ کتب یعنی ''درویشان احمدیت'' کی جلد سوم بعنوان ''حفاظت سماویہ'' میں بیان کی گئی ہے''

..........☆..........

نوٹ: یاڑی پورہ (کشمیر) میں اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے یک مضبوط جماعت قائم ہے۔ جماعت کے خلاف حالیہ فسادات کے دوران جماعت کے مردوں، عورتوں اور بچوں نے جس ایمانی قوت، جرأت اور استقامت کا شاندار نمونہ دکھایا، وہ قابل صد ستائش ہے۔ دوسری طرف شر پسندوں کو جس قسم کی عبرتناک سزاؤں سے دوچار ہونا پڑا، تو وہ بھی ایک عبرت انگیز حقیقت ہے، جس کا کسی قدر تذکرہ ''درویشان احمدیت'' کی جلد ہفتم میں ''عبرت انگیز واقعات'' کے ضمن میں کیا گیا ہے

☆ ☆ ☆

## تیسرا واقعہ

### ''امام مہدی قادیان میں آئے ہیں''

## حضرت میاں منگا صاحبؓ کا قبول احمدیت

حضرت میاں منگا صاحبؓ، لوہار کہ متصل چارکوٹ (کشمیر) کے رہنے والے تھے۔ آپ قبول احمدیت سے قبل ہی نیک اور عبادت گذار تھے۔ آپ اپنے قبول احمدیت کی داستان بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''میں ایک دن اپنی مسجد میں تہجد پڑھنے کے لئے آیا تو مجھ پر غنودگی طاری ہوئی جس میں مَیں نے غیب سے آواز سنی کہ

'امام مہدی قادیان میں آئے ہیں'

میں نے آس پاس اور اندر باہر دیکھا کہ یہ آواز کس نے دی۔ جب کوئی بھی نہ پایا تو یقین کرلیا کہ یہ آواز غیب سے آئی ہے۔ اس کے بعد مجھے قادیان جانے کا فکر ہوا۔ کیونکہ سنتا تھا کہ قادیان میں مرزا غلام احمد قادیانی نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ قادیان میں پہنچا تو حضرت مرزا صاحب موصوف تو وفات پا چکے تھے۔ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب اُن کے جانشین تھے۔ چنانچہ میں نے پوری تسلی کر کے بالآخر بیعت کرلی اور بیعت کر کے واپس گاؤں آ گیا''

قبول احمدیت کے بعد آپ پر تقویٰ اور طہارت کا ایک اَور ہی رنگ چڑھا۔ آپ پہلے سے بھی زیادہ عبادت گذار اور تقویٰ شعار بن گئے اور جلد ہی اپنے علاقہ میں مستجاب الدعوات مشہور ہو گئے۔ لوگ باوجود یہ جاننے کے کہ آپ احمدی ہیں، آپ کے پاس آتے اور دعائیں کرواتے۔ آپ نے لمبی عمر پائی اور قریباً ایک سو بیس سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جموں و کشمیر، ص: ۷۷-۷۶)

☆ ☆ ☆

## چوتھا واقعہ

### ”کتابوں کے اندر سے نور کے شعلے نکل رہے ہیں“

# حضرت قاضی محمد اکبرؓ کا قبول احمدیت

حضرت قاضی محمد اکبر صاحبؓ بھی چارکوٹ (کشمیر) کے رہنے والے تھے۔آپ اپنے علاقہ کے امام تھے اور لوگوں کی دینی تعلیم وتدریس کا کام کرتے تھے۔آپ اپنے دینی علم کی بنا پر پہلے سے ہی اس امر سے آگاہ تھے کہ امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا زمانہ قریب ہے۔ چنانچہ جب ۱۸۹۴ء میں کسوف و خسوف کا نشان ظاہر ہوا تو آپ کے طلبہ اور حلقہ احباب میں بھی اس کا عام تذکرہ ہونے لگا۔آپ کی سلسلہ حقّہ کی طرف رہنمائی کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ آپ کے حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمیؓ [ا] کے ساتھ پہلے ہی دوستانہ مراسم تھے۔اُن ایام میں چارکوٹ کے لوگ سودا سلف خریدنے جہلم آیا کرتے تھے۔محترم قاضی صاحب نے جہلم آنے والے احباب کے سپرد یہ کام بھی کیا کہ حضرت مولوی برہان الدین صاحبؓ سے ملاقات کریں اور اُن سے پوچھ کر آئیں کہ کسوف وخسوف کا نشان تو پورا ہو گیا ہے، آپ امام مہدی علیہ السلام کے بارہ میں ہماری راہنمائی فرمائیں۔ چنانچہ وہ لوگ حضرت مولوی صاحب سے ملے۔ حضرت مولوی صاحب نے چند کُتب دے کر انہیں ایک خط کے ہمراہ حضرت قاضی صاحب کی طرف بھجوا دیا۔

خط اور کُتب کی وصولی سے قبل اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تقریب پیدا ہوئی کہ آپ نے رؤیاء میں دیکھا کہ کسی نے آپ کو تین کتابیں پڑھنے کے لئے دی ہیں۔اُن میں سے پہلی کتاب پڑھنے کے لئے جب آپ نے کھولی تو کیا دیکھتے ہیں کہ اُس کے اندر گند بھرا ہوا ہے اور بدبو آرہی ہے۔اس پر آپ نے وہ کتاب پھینک دی۔ پھر دوسری دو کتابوں کو دیکھا تو ان کے اندر سے نور کے شعلے نکلتے ہوئے آپ کو نظر آئے۔اب حضرت مولوی برہان الدینؓ کی طرف سے بھجوائی ہوئی کُتب کی وصولی پر آپ کا یہ رؤیاء اس طرح پورا ہوا کہ انہوں نے جو کتب آپ کو بھجوائی تھیں، ان میں سے دو کتابیں تو حضرت مسیح موعودؑ کی

---

[ا] حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمیؓ، حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے ابتدائی صحابہ اور جہلم کے اوّلین احمدیوں میں سے تھے۔حضرت مولوی عبدالمغنی صاحبؓ، سابق امیر جماعت احمدیہ جہلم، آپ ہی کے صاحبزادے تھے۔

اپنی تصنیفات تھیں اور ایک کتاب کسی معاند احمدیت کی لکھی ہوئی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کی تردید میں تھی۔ اتفاق سے آپ نے پہلے اِسی کو پڑھنا شروع کیا۔ جب آپ نے اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق دلآزار الفاظ دیکھے تو آپ نے اس کا پڑھنا ترک کر دیا۔ اس کے بعد دوسری دو کُتب اور خط پڑھے تو انہیں اپنی رؤیاء کے عین مطابق پایا۔ اس پر آپ کو تحقیق کی مزید تحریک ہوئی۔ چنانچہ آپ نے اس غرض کے لئے تین افراد پر مشتمل ایک وفد قادیان بھجوایا، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں: مولوی عبدالواحد رضی اللہ عنہ، میاں غلام قادر رضی اللہ عنہ اور میاں دیوان علی رضی اللہ عنہ۔ ان تینوں اصحاب نے قادیان پہنچ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی اور اس طرح احمدیت میں شمولیت کی سعادت حاصل کی۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جب یہ وفد بٹالہ پہنچا تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے انہیں روک لیا۔ کچھ خاطر و مدارت بھی کی اور کہا کہ آپ لوگ خواہ مخواہ کئی دنوں کے پیدل سفر کی تکالیف برداشت کر کے قادیان جا رہے ہیں۔ آپ چونکہ دور دراز علاقوں کے رہنے والے ہیں، اس لئے آپ کو صحیح علم نہیں ہے۔ مرزا صاحب کا سارا کاروبار جھوٹا ہے، اس لئے آپ لوگ واپس چلے جائیں۔ چنانچہ مولوی صاحب انہیں واپس کرنے کیلئے شہر سے باہر تک ان کے ساتھ گئے۔ مگر ان سے رخصت ہونے کے بعد یہ بزرگ واپس ہونے کی بجائے قادیان پہنچ گئے۔

یہ تینوں بزرگ بیعت کرنے کے بعد قادیان میں کچھ عرصہ قیام کر کے چارکوٹ واپس پہنچے اور حضرت قاضی صاحب سے تمام حالات بیان کئے اور کچھ لٹریچر بھی ساتھ لائے۔ حالات سننے کے بعد حضرت قاضی صاحب نے پہلے تحریری بیعت کی اور پھر جلد ہی خود بھی قادیان پہنچ کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل کر لیا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جموں وکشمیر، ص: ۵۷ تا ۵۸)

☆

تعارف: حضرت قاضی محمد اکبر صاحبؓ بیعت کر کے واپس آئے تو آپکے خلاف ایک طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا۔ مولویوں سے کفر کے فتوے منگا کر سب احمدیوں کا بائیکاٹ کر دیا گیا۔ مناظرے بھی ہوئے۔ پھر جلد ہی آپکے تقویٰ اور طہارت کی وجہ سے جس کا پہلے ہی عوام پر بڑا اثر تھا، یہ مخالفت ختم ہو گئی۔ آپکی زیرِ قیادت نہ صرف چارکوٹ کی جماعت نے ترقی کی بلکہ آپکے ذریعہ رہتال اور بڈھانوں میں بھی جماعتیں قائم ہو گئیں۔ آپکی وفات چارکوٹ میں ہی ہوئی۔

## پانچواں واقعہ

## ”آسمان سے پالکی کی شکل میں کوئی چیز آرہی ہے“

# غازی محمد صدیقؓ کا قبول احمدیت

حضرت غازی محمد صدیقؓ بھی کشمیر کے ابتدائی صحابہ میں سے تھے۔آپ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ کے بھائی حاجی امیر عالم صاحبؓ حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے پہلے ہی زمرہ صحابہ میں شامل ہو چکے تھے۔تاہم جب آپ نے بیعت کی تو آپ کے بہنوئی آپ کے سخت مخالف ہو گئے۔چنانچہ آپ نے دُعا کی کہ اے اللہ! تو مجھے بتا کہ آیا احمدیت سچی ہے جس پر میرا بھائی قائم ہے یا وہ راستہ سچا ہے جس پر میرا بہنوئی (حکیم فیروز الدین) چل رہا ہے۔فرماتے ہیں، چند دنوں کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ

”آسمان سے کوئی چیز پالکی کی شکل میں اتر رہی ہے۔جب میں اس طرف جانے لگا تو دیکھا کہ سامنے ایک مکان ہے۔اس مکان کے درمیان ایک کمرہ ہے اور کمرہ کے درمیان ایک کھڑکی ہے۔کمرہ میں میرے علاوہ اَور بہت سے آدمی بھی ہیں۔ہر ایک کی خواہش معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس کمرہ سے باہر نکل کر آسمانی پالکی کو دیکھے۔میرا بڑا بھائی (حاجی امیر عالم) اور حکیم فیروز دین (میرے غیر احمدی بہنوئی) بھی ہیں۔حاجی امیر عالم تو اپنی باری پر کمرے سے گذر کر باہر نکل آتے ہیں مگر حکیم فیروز دین اس کمرہ کی کھڑکی سے باہر نہ نکل سکے۔میں بھی نکل آتا ہوں۔کیا دیکھتا ہوں کہ وہ پالکی باہر کار کی صورت میں کھڑی ہے۔اس میں سامنے کی سیٹ پر حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے دائیں طرف حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل، مولانا حکیم نورالدین صاحب بھیرویؓ، ہیں مرزا صاحب نے کہا کہ کسی آدمی کو اس کار کا ہینڈل چلانے کی جانچ ہے؟ میں نے آگے بڑھکر کہا، ہاں مجھے تجربہ ہے۔چنانچہ میں نے ہینڈل ہاتھ میں لیکر گھمانا شروع کیا۔کافی جدوجہد کے باوجود کار سٹارٹ نہیں ہوئی۔حضرت صاحب نے کہا، کیا بات ہے؟ حاجی امیر عالم نے کہا، حضور! یہ کمزور آدمی ہے۔اس پر حضرت مرزا صاحب نے مجھے اپنے

پاس بلایا اور میری پشت پر داہنے ہاتھ سے تھپکی دی اور فرمایا، جاؤ ہینڈل گھماؤ۔ میں نے جا کر ہینڈل گھمانے کا اشارہ ہی کیا تھا کہ کار سٹارٹ ہوگئی، جس پر میری آنکھ کھل گئی“

آپ فرماتے ہیں:

”میں ان دنوں تہجد کی نماز باقاعدگی سے پڑھا کرتا تھا۔ اس خواب سے مجھے یقین ہوگیا کہ احمدیت سچی ہے اور حکیم فیروز دین جس راستہ پر ہے، وہ غلط ہے۔ میں نے اس دن کے بعد خدا کا شکر ادا کیا اور شکرانہ کے طور پر نفل بھی پڑھے۔ میرا دل مضبوط ہوگیا۔ اب خواہ کوئی احمدیت کے خلاف کچھ بھی کہے، میں اپنے یقین اور ایمان سے نہیں ہٹ سکتا“

(ملخص از تاریخ احمدیت جموں وکشمیر صفحہ ۱۶۶)

☆ ☆ ☆

## چھٹا واقعہ

”آسمان سے ایک نبی آئیگا“

## حضرت میاں سانولا صاحبؓ کا قبول احمدیت

حضرت میاں سانولا صاحب پٹھانہ تیر (ضلع پونچھ) کے رہنے والے تھے۔ آپ صوفی منش، سادہ مزاج اور نیک طبیعت کے مالک تھے۔ نمازوں کے اتنے پابند تھے کہ ہر وقت لوٹا اور مصلّی (جائے نماز) اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ آپ جہلم چھاؤنی میں ملازم تھے کہ آپ نے سنا کہ ایک شخص نے قادیان سے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، علماء نے اس پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے، مگر وہ نیک اور عالم اِنسان ہے۔ انہوں نے سوچا کہ جب وہ نیک اور عالم ہے تو ضرور سچا ہوگا۔ اسی فکر میں آپ نے خواب دیکھی کہ

”آسمان سے میرے منہ کے آگے سورج گرا ہے۔ اس کے چار ٹکڑے ہوئے۔ ایک ٹکڑا مشرق، دوسرا مغرب، تیسرا جنوب اور چوتھا شمال کو گیا“

آپ فرماتے ہیں:

"میں اس خواب سے گھبرا کر اپنے اُستاد کے پاس جن سے قرآن مجید پڑھا کرتا تھا، گیا اور ان سے اپنی خواب بیان کی۔ اُستاد نے کہا، اس کی یہ تعبیر ہے کہ آسمان سے ایک نبی آئے گا اور وہ دوبارہ قرآن اور اسلام کو زندہ کرے گا اور تمام روئے زمین پر اسلام پھیلائے گا۔ پھر کہنے لگے، اے لڑکے! تم خوش قسمت ہو، یہ نبی امام مہدی ہے جس نے آنا ہے، اُن سے آپ کی ملاقات ہوگی۔ جب تیری اُن سے ملاقات ہو تو انہیں میرا سلام کہنا۔ میں نے کہا، اُستاد جی! جس نے قادیان سے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، ہو سکتا ہے، وہی سچے ہوں۔ استاد نے کہا، نہیں وہ جھوٹا ہے، سچے امام مہدی نے بعد میں آنا ہے"

آگے فرماتے ہیں:

"کچھ عرصہ بعد میں بیمار ہو گیا اور جوڑوں میں درد رہنے لگ گیا۔ اتفاق سے مجھے ایک احمدی ملا جس نے مشورہ دیا کہ مَیں قادیان جا کر حکیم مولوی نورالدینؓ صاحب سے علاج کراؤں۔ چنانچہ میں چار ماہ کی چھٹی لیکر قادیان آ گیا۔ وہاں علاج بھی کرایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں بھی شامل ہوتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ جمعہ کے دن جب آپ خطبہ دیتے ہیں تو پٹوں (یعنی رانوں پر۔ ناقل) پر ہاتھ مارتے اور زبان سے اڑ اڑ کر بولتے تھے۔ میں نے امام مہدی کی یہ علامت سنی ہوئی تھی۔ جب اُسے ہو بہو مرزا صاحب میں دیکھا تو مجھے آپ کی صداقت کا یقین آ گیا۔ اور میں نے آپکے ہاتھ پر بیعت کر لی"

آپ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے اور دُعا کروا کر جہلم چھاؤنی میں اپنی ملازمت پر واپس آئے، تو مشہور کر دیا کہ امام مہدی علیہ السلام قادیان میں ظاہر ہو چکے ہیں۔ آپکی اس بات پر سارے لوگ آپکے مخالف ہو گئے اور آپکو کافر کہنے لگے۔ کہتے: 'اے پہاڑی! تو مسلمان ہو جا، ورنہ تمہیں سخت تکلیف ہوگی'۔ آپ دعائیں کرنے کیلئے رات کو مسجد میں جاتے تو یہ مخالف لوگ آپ پر الزام دیتے کہ رات کو کسی بُرے کام کیلئے نکل جاتا ہے۔ جس پر انہیں کوارٹر گارڈ میں رکھتے اور تکلیف دیتے۔ ایک دن صوبیدار میجر نے انہیں کہا کہ ابھی تُو باز نہیں آیا۔ آج

تو سمجھتا ہوں کہ توبہ کر لے، کل گولی مار دوں گا۔ اس پر آپ ساری رات سجدہ میں رو رو کر دُعائیں کرتے رہے کہ اے اللہ! میری دادرسی کر! اگر میں مارا گیا تو بعد میں تیری مدد کس کام کی۔ دوسرے دن اللہ تعالیٰ نے کیا معجزہ دکھایا کہ اچانک دن کے بارہ بجے جب رائفلیں کورٹ میں جمع کی جارہی تھیں تو اچانک کسی سپاہی کی گولی اسی صوبیدار میجر کو لگی جس نے آپ کو گولی کا نشانہ بنانے کی دھمکی دی تھی اور اُس گولی سے وہ مر گیا۔ جس پر آپ نے خُدا کا شکر ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو اس کے شر سے بچالیا۔ جب دوسرا صوبیدار میجر اس کی جگہ آیا تو اُس نے بھی آپکو دھمکی دی کہ توبہ کرو ورنہ ملازمت سے نکال دوں گا۔ انہوں نے پھر دعائیں کیں۔ چند دن بعد اس صوبیدار کو حکومت کا نوٹس ملا کہ دو گھنٹے کے اندر اندر بیوی بچوں سمیت بارہ میل سے باہر ہو جائے ورنہ معہ بال بچہ گولی کا نشانہ بنے گا۔ سو وہ بھی بدنام ہو کر خود ملازمت سے نکل گیا۔ آپ فرماتے ہیں:

**”اس کے بعد سے سب مخالف میری عزت کرنے لگے اور مخالفت سے باز آ گئے۔“**

(بحوالہ تاریخ احمدیت جموں و کشمیر، ص:۶۸۔۶۷)

☆ ☆ ☆

## ساتواں واقعہ

### ''کیا تم خوابوں والے سوہنے خان ہو؟''

## حضرت میاں سوہنے خان ؓ کا قبول احمدیت

اب آسمان سے ہدایت پانے کا ایک اَور دلچسپ واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ یہ اس لحاظ سے عام واقعات سے نرالا اور عجیب تر ہے کہ اس میں دوطرفہ وحی الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ یعنی ایک طرف ایک شخص کو بار بار دربارِ خداوندی سے پیغام ملتا ہے کہ اُٹھو اور قادیان جا کر مرزا غلام احمد (حضرت بانیٔ سلسلہؑ) کی بیعت کرلو۔ دوسری طرف خود حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کو آسمان سے اطلاع ملتی ہے کہ فلاں نام کا شخص تیری غلامی میں داخل ہونے کے لئے آ رہا ہے۔ جس سادہ اور بے تکلفانہ انداز میں خُدا کے اس درویش بندہ، میاں سوہنے خان، نے اپنے اس واقعہ کی تفصیلات بیان کی ہیں، وہ بجائے خود ان کے اس روحانی تجربہ میں ایک دلکشی اور رونق بخش رہا ہے۔ چنانچہ رجسٹر روایت صحابہ میں مندرجہ روایت کے مطابق اس واقعہ کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''کمترین ۱۸۸۹ء میں ریاست پٹیالہ میں محکمہ بندوبست میں ملازم ہوا اور پیمائش کا کام کرتا رہا۔ شیخ ہاشم علی سنوری گرداور قانون گو تھا۔ وہ ہماری پڑتال کو آیا اور کام دیکھ کر بہت راضی ہوا۔ اسنے بیان کیا کہ تمہارے سے قادیان کتنی دُور ہے؟۔ میں نے عرض کیا کہ بیس کوس ہے۔ شیخ صاحب موصوف نے فرمایا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خادم ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ ایک مرزا صاحب چوہڑوں کا پیر ہے۔ ایک عیسےٰ بن گیا اور دولت اکٹھی کر رہے ہیں۔ چند روز گزرے تو موضع ہٹ میں ایک بزرگ ولی اللہ کا مزار دیرینہ ہے جس کا نام فتح علی شاہ ہے۔ میری خواب میں اس بزرگ کے مزار میں جناب مسیح موعود آئے۔ میں نے مسیح موعود کو لوئی بچھا دی۔ حضرت صاحب اوپر بیٹھ گئے۔ میں انکی خدمت میں حاضر رہا اور خدمت کرتا رہا۔ ایک ماہ تک یہی حالت رہی''

آگے اپنی خواب کے مضمون کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اسکے بعد میری خواب میں شاہ فتح علی صاحب مزار والے آئے اور فرمایا کہ امام وقت

پیدا ہو گیا ہے، قادیان میں۔ میں نے عرض کیا کہ مرزا غلام احمد؟ ۔اس بزرگ نے فرمایا ، ہاں مرزا غلام احمد صاحب۔ میں ایسا خواب خیال سمجھ کر چُپ رہا۔ تھوڑے دنوں کے بعد میری خواب والے بزرگ آئے اور فرمایا۔ تم کیوں نہیں قادیان گئے اور کیوں نہیں بیعت کی؟ جلدی جا کر بیعت کرو۔ میں ارادہ مستقل کر کے رخصت لیکر گھر آیا۔ کچھ خانگی معاملات کی وجہ سے مجھ کو دیر ہوگئی کہ وہی ولی اللہ پھر خواب میں ملے کہ ہم نے تم کو گھر بیٹھنے کیلئے نہیں کہا تھا، تم جلد قادیان جا کر بیعت کرلو۔ اس دن کم ترین گھر سے روانہ ہو کر موضع راسگو میں رات جارہا۔ اس جگہ میرے رشتہ دار تھے۔ انہوں نے کہا، ماہ، پوہ کے بعد چلیں گے۔ میں نے ان کی بات کو مان لیا۔ رات کو مجھے خواب میں شاہ فتح علی صاحب ملے۔ فرمایا پندرہ کوس آ گئے ہو اور سترہ کوس باقی ہیں، ہم تمہارے ساتھ ہیں، کون سا تم کو خوف ہے''

آگے جب آپ صبح کو روانہ ہو کر قادیان پہنچ گئے، تو قادیان میں حضورؑ سے آپ کی ملاقات کیسے ہوئی اور حضورؑ نے آپ سے کیا گفتگو فرمائی، آپکی اپنی اسی سادہ زبان میں بیان کی جاتی ہے:

''پھر صبح کو روانہ ہوا اور قادیان میں پہنچ گیا۔ جناب مسیح موعود صاحب جنوب کی طرف بہت سے آدمیوں کے درمیان سیر کو گئے تھے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ لوگ جنگل میں کیوں جمع ہو گئے؟ لوگوں نے بتایا کہ مرزا صاحب سیر کو جارہے ہیں، ان کے ساتھ جاتے ہیں۔ میں ان لوگوں کیساتھ ہو کر جاملا اور جا کر حضرت صاحب کے ساتھ السلام علیکم کیا اور مصافحہ کیا۔ مرزا صاحب نے فرمایا، کس جگہ سے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا، ضلع ہوشیار پور اور موضع ٹمیانہ سے آیا ہوں۔ فرمایا، تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے عرض کیا، سوہنے خان۔ فرمایا، تم وہی سوہنے خان ہو، خواباں والے؟ میں نے عرض کیا ، میں وہی آپ کا غلام ہوں۔ فرمایا، تین دن تک رہو، تین دن کے بعد بیعت لے لیں گے۔ پھر تین دن کے بعد بیعت لی''

(بحوالہ رجسٹر روایات نمبر ۱۲ صفحہ ۱۹۳ تا ۱۹۵)

## آٹھواں واقعہ

## ''طبیعت میں تذبذب تو پیدا ہو گیا ہے''

## والد صاحب حضرت مولوی قدرت اللہ سنوری رضی اللہ عنہ کی بیعت

حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ جو ایک صاحب کشوف اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے اور اپنے والد سے بہت پہلے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے زمرۂ صحابہ میں داخل ہو چکے تھے، اپنے والد کے قبول احمدیت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں والد صاحب (آپ کے والد صاحب کا نام محمد موسےٰ تھا۔ ناقل) کیلئے دعائیں کرتا تھا اور حضور کی خدمت میں دُعا کے لئے لکھا کرتا تھا۔ والد صاحب تہجد گزار تھے اور ذکر الٰہی کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے ایک دن مجھے بتایا کہ میں نے رات ایک عجیب خواب دیکھی ہے کہ میں بیت اللہ شریف میں ہوں اور وہاں نماز ادا کی ہے۔ ابھی سلام نہیں پھیرا تھا، دونوں ہاتھ التحیات کے وقت گھٹنوں کے اوپر رکھے ہوئے تھے کہ سلام پھیرنے کے ساتھ ہی کسی نے آ کر میرے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بند کر دیں اور کہا کہ جب تک حُبِّ آلِ رسول نہ ہوگی، اُس وقت تک نماز روزہ کچھ نہ قبول ہوگا۔ تو والد صاحب نے فرمایا کہ مجھے تو آلِ رسول کی اتنی محبت ہے کہ میں ہمیشہ تہجد میں پنج تن پاک کیلئے نام بنام دعائیں کرتا ہوں۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ کیا میں اس کی تعبیر عرض کروں، تو فرمانے لگے تم اغرقنا آلَ فرعون والی یہ دلیل پیش کرو گے کہ فرعون کے ساتھ غرق ہونے والے فرعون کے متبع تھے اور حقیقت میں اس کی 'آل' نہ تھے (پھر بھی انہیں 'آل' کہہ کر پکارا گیا) اسی طرح 'آل رسول' جو مجھے بتایا گیا ہے، تم اس میں حضرت مرزا صاحب کو بھی شامل قرار دو گے۔ میں نے عرض کیا، ہاں! کہنے لگے، ابھی شرح صدر نہیں، اگرچہ طبیعت میں تذبذب تو پیدا ہو گیا ہے''

یہی تذبذب بالآخر انہیں تمام شک و شبہات سے پاک کرنے اور حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی غلامی میں لانے کا موجب بن گیا۔ جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے اپنی بیعت کا

خط لکھ دیا۔ پھر وصیت کر کے حضرت اقدس کے قائم کردہ نظام وصیت میں بھی شامل ہو گئے۔ ۱۹۲۷ء میں قصبہ سنور میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔

(بحوالہ سیرۃ احمد، صفحہ ۳۔۳۱۲)

........☆........

## دلیل کی مزید وضاحت

نوٹ: دلیل کی مزید وضاحت کیلئے خاکسار راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ قرآنی محاورہ کے مطابق کسی شخص کی اتباع کرنے والوں کو بھی اسکی 'آل' کہا جاتا ہے۔ اسی طرح خواب میں حضرت مولوی قدرت اللہ سنوری صاحبؓ کے والد صاحب کو جو 'آل رسول' کے الفاظ سنائی دیئے تو گویا یہ اشارہ حضرت بانئ سلسلہؑ کی طرف تھا یعنی انہیں بتایا گیا کہ صرف عبادات بجالانا کافی نہیں، اس کے ساتھ جس شخص کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے کہ اسے میرا سلام پہنچانا، اسے ماننا اور اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہے، کیونکہ وہ بھی آنحضور ﷺ کی آل میں شامل ہے۔

☆ ☆ ☆

## نواں واقعہ

### ’’مغرب کی طرف سے سورج طلوع ہوا ہے‘‘

# حضرت مولوی غلام امام صاحبؓ (عزیز الواعظین) کا قبولِ احمدیت

اب شاہجہان پور کے رہنے والے اور سید خاندان سے تعلق رکھنے والے ایک خوش نصیب، حضرت مولوی غلام امام صاحب (المعروف ’’عزیز الواعظین‘‘) کے بذریعہ رؤیاء صادقہ ایمان لانے کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ آپ اپنی ملازمت کے سلسلے میں منی پور (آسام) میں تھے کہ آپ پر کشوف والہام کا دروازہ کھلا۔ چنانچہ کتاب **عسل مصفّٰی** جس میں رؤیاء اور کشوف کے ذریعے احمدیت قبول کرنے والوں کا ذکر ہے، اس میں لکھا ہے:

’’گیارھویں، ایک مشہور ملہم ربّانی، جناب مولوی امام صاحب ہیں، جو عزیز الواعظین کے لقب سے ملقب ہیں، منی پور ملک آسام میں ایک چیف انجینئر کے ہاں ملازم ہیں۔ ان کو بھی الہام و رؤیاء صادقہ بکثرت ہوتے ہیں۔ وہ دو مرتبہ یہاں آچکے ہیں۔ جب اوّل مرتبہ یہاں تشریف لائے تھے، تو ان کے پاس چیف انجینئر کی جو ایک بڑا یورپین عہدہ دار ہے، تصدیق موجود تھی کہ مَیں ہمیشہ غلام امام کے الہامات و رؤیا کو جو پیش از وقت ظاہر کرتا ہے، مَیں اسی طرح اس کے مطابق وقوعہ مشاہدہ کرتا ہوں‘‘

نیز راوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ

’’اس بزرگ نے میرے سامنے ایک مجمع میں بیان کیا کہ مَیں نے بہت دفعہ حضرت اقدسؑ (مراد حضرت بانیٔ سلسلہؑ۔ ناقل) کو رؤیا میں دیکھا ہے اور کئی مرتبہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی تصدیق کی ہے۔ کہ یہ شخص یعنی حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں بالکل سچا ہے اور یہی وجہ ہوئی کہ مولوی صاحب موصوف کو اس قدر دُور دراز کے مصائب اور اخراجاتِ سفر برداشت کرنے پڑے‘‘

(**عسل مصفّٰی**، جلد دوم، صفحہ ۶۷۵۔۶۷۴)

حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے ایک اَور رفیق، حضرت مولانا محمد امیر صاحبؓ، کا آپ کے بارے میں ایک مضمون ۱۳؍اکتوبر ۱۹۵۰ء کے اخبار الفضل میں بھی شائع ہوا تھا، جس میں مضمون نگار

نے لکھا کہ انہیں حضرت بانی سلسلہؑ کی طرف سے ۱۸۸۷ء میں شائع ہونے والا پہلا تبلیغی اشتہار آپ ہی کے ذریعہ منی پور میں ملا تھا۔

کتاب عسل مصفیٰ میں آپ کے ذریعہ رنگون کے میمن قوم کے ایک تاجر، سیٹھ موسیٰ نامی، کے احمدیت قبول کرنے کی دلچسپ داستان بھی بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

”ایک نوجوان میمن سیٹھ موسیٰ نامی جو ملک کچھ کا رہنے والا تھا مگر تجارت کے لئے ملک برما میں تھا، کچھ عرصہ کے بعد وہ منی پور، ملک آسام، میں کسی وجہ سے پہنچا۔ وہاں اس نے خواب میں دیکھا کہ مغرب کی طرف سے آفتاب طلوع ہوا ہے۔ منی پور میں ایک شخص مولوی امام صاحب عزیز الواعظین رہتے ہیں، جو کہ تعبیر رؤیاء والہام و مکاشفات میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ وہ ان کے پاس پہنچے اور کیفیتِ خواب عرض کی۔ انہوں نے یہ تعبیر بتلائی کہ خواب بالکل سچی ہے۔ آفتاب سے مراد حضرت امام زمان ہیں جو پیدا ہو گئے ہیں اور واقعی وہ یہاں سے عین مغرب کی طرف ہیں، کیونکہ قادیان واقع ملک پنجاب، رنگون سے عین مغرب کی جانب ہے، جہاں امام زمان پیدا ہوئے ہیں“

(عسل مصفی، جلد دوم صفحہ ۴۹۵)

نیز رجسٹر روایات صحابہ میں متعدد اور ایسے اشخاص کے نام بھی درج ہیں جو آپ کے ذریعے سلسلہؑ بیعت میں داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک جن کا نام حضرت وزیر خان (قوم غوری، ساکن بلب گڑھ، بعدہٗ قادیان) ہے، ان کے قبول احمدیت کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”میں ناگہ ہل علاقہ منی پور میں بصیغہ ملازمت اوورسیئر تھا۔ ایک ایگزیکٹو انجینیر، مسٹر مچل جو منی پور میں تھا، کے ہاں ایک ہمارے دوست مولوی غلام امام صاحب، عزیز الواعظین، ملازم تھے جو بظاہر خانساماں تھے مگر ان کے تمام گھر کا انتظام کرتے تھے۔ وہاں مولوی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے چائے پلائی اور پھر ہم وہاں رہتے رہے اور غالباً مَیں نے بیعت کا خط اسی اکتوبر کے مہینے میں مولوی صاحب کی معرفت یا بذات خود حضرت صاحب کو لکھ دیا، حضور نے بیعت قبول فرمائی...“

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱۴، صفحہ ۳۵۸، بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، ۱۱ جون ۲۰۰۴ء)

## دسواں واقعہ

### ''جس مہدی کا انتظار تھا، وہ ظاہر ہو گیا ہے''

## حضرت منشی گلاب دین صاحبؓ کا قبول احمدیت

اب ایک ایسی علمی شخصیت کے حضرت امام الزمانؑ کی غلامی میں آنے کا ذکر کیا جاتا ہے، جنکا شجرۂ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن علیؒ سے ملتا ہے۔ آپکا نام حضرت منشی گلاب دین تھا۔ احمدیت کا شرف پانے سے قبل آپ شیعہ مسلک رکھتے تھے، انکی مجالس میں شامل ہوتے اور بڑے سوز سے مرثیہ خوانی کرتے۔ آپکے قبول احمدیت کی تقریب اس طرح پیدا ہوئی کہ

''جب آپ ۴۴ سال کے ہوئے تو آپ کی ہمشیرہ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مہدی علیہ السلام پیدا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ صبح اٹھتے ہی اس نے اپنے بھائی کو اپنی خواب سنا کر کہا کہ اس مہدی کی تلاش کرو۔ اسکے کچھ دن بعد آپکے ایک شاگرد، سید غلام حسین شاہ صاحب نے، جو جہلم کچہری کے محکمہ مال میں ملازم تھے، آپ کو حضرتؑ کا ایک اشتہار اور دو کتابیں لاکر دیں۔ ان میں سے ایک 'براھین احمدیہ' تھی۔ یہ اشتہار اور کتب پڑھنے کے بعد آپ نے اپنی ہمشیرہ کو مبارکباد دی کہ اسکی خواب پوری ہوگئی ہے''

اس پر حضرت منشی صاحب حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمیؓ کے پاس گئے، جو حال ہی میں قادیان اور ہوشیار پور میں جا کر حضور علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل کرنیکے بعد واپس آئے تھے، اور ان سے اپنی ہمشیرہ کی خواب کا ذکر کر کے حضور علیہ السلام کے بارے میں دریافت کیا۔ انکے بتانے پر کہ جس کی ہمیں انتظار تھی، وہ قادیان میں پیدا ہو گیا ہے، آپ اپنے ایک عزیز کو ساتھ لے کر قادیان کیلئے روانہ ہو گئے اور حضورؑ سے ملاقات کر کے واپس آ گئے۔ اُس وقت ابھی بیعت کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ جب بیعت کا اعلان ہوا تو آپ اور آپکے اس عزیز، دونوں نے بیعت کا خط لکھ دیا۔ حضرت منشی صاحبؓ کی بیعت کی منظوری کی تاریخ ۸ ستمبر ۱۸۹۲ء ہے [۱]

(ماخوذ از الفضل انٹرنیشنل، لندن، مورخہ ۱۱/۱ اکتوبر ۲۰۰۲ء)

[۱] آپ رہتاس ضلع جہلم کے رہنے والے تھے اور وہاں کے محکمہ تعلیم میں ملازم تھے۔ بعد میں آپ انسپکٹر آف سکولز ہو گئے۔ شاعری کا شوق آپ کو شروع ہی سے تھا۔ آپ کا شعری مجموعہ ''کلیات گلاب'' کے نام سے مشہور ہے۔ آپ ۲۳ نومبر ۱۹۲۰ء کو جہلم میں فوت ہوئے۔ سلسلہ کے ایک صوفی منش شاعر جناب حسن رہتاسی آپ ہی کے فرزند ارجمند تھے۔

## گیارہواں واقعہ

### ''امام مہدی کا زمانہ بالکل قریب آ گیا ہے''

## حضرت نواب خان صاحبؓ کا قبول احمدیت

حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے ابتدائی مریدوں میں سے ایک اَور مرید، حضرت نواب خان صاحب ولد شیخ احمد خان، ساکن ہریانہ (ہرانا) تحصیل پنڈی گھیب (ضلع کیمبل پور) کو آسمانی رہنمائی کے ذریعہ نصیب ہونے والی ہدایت کی کہانی بھی اتنی ہی دلچسپ اور ایمان افروز ہے جتنی کہ مذکورہ بالا۔ آپ ہی کے الفاظ میں اسکی تفصیل درج کی جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''میری عمر ۱۱ سال کی تھی جبکہ میرے والد صاحب فوت ہو گئے۔ ایک دن مسجد میں بغرض تعلیم گیا تو ایک مولوی صاحب، میاں یحییٰ میکی ڈوک والے، مسجد میں وعظ کر رہے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ زمانہ بہت خراب ہو گیا ہے اور کوئی ایک دوسرے کا لحاظ نہیں کرتا اور ہمدردی بالکل اُٹھ گئی ہے۔ ماں، بیٹی اور باپ، بیٹے میں اختلاف نظر آتا ہے۔ بیویاں اپنے خاوندوں کی عزت نہیں کرتیں، گویا کہ عورتوں کا راج ہے۔ اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ یہ زمانہ ضلالت کا زمانہ ہے۔ پھر لوگوں نے سوال کیا کہ یہ زمانہ بدلے گا بھی کہ نہ؟ انہوں نے کہا، 'اِمام مہدی کا زمانہ بالکل قریب آ گیا ہے، جس کے طفیل پھر دُنیا میں ہدایت قائم کی جائیگی، مگر ابھی اس کے دعویٰ میں کافی عرصہ رہتا ہے'۔ لوگوں نے پوچھا کہ وہ دعویٰ کب کریگا؟ فرمایا..... 'وہ وقت چودھویں صدی کا ہوگا، ابھی چودھویں صدی کے آنے میں پچیس سال رہتے ہیں، اور چودھویں صدی کا کچھ زمانہ گزرنے کے بعد وہ دعویٰ کریگا' ......''

آپ فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے یہ کہا تو لوگ ان سے پوچھنے لگے کہ وہ امام مہدی کہاں پیدا ہوگا اور اسکے کیا نشانات ہیں، کچھ اس بارے میں بھی بتائیں، ایسا نہ ہو کہ ہم اس کی زیارت سے محروم رہ جائیں۔ تو انہوں نے اسکے جواب میں اوّل تو یہ بتایا کہ اُس وقت ہم اور ہمارے بیٹے مر چکے ہونگے، میرے پوتے ہونگے، مگر وہ بھی اس برکت سے محروم رہ جائینگے۔ دوسرے، اس زمانے میں ایک کالا سا گدھا نکلے گا جو سینکڑوں میلوں کا رستہ بڑی جلدی سے طے کر لے گا اور ہزاروں ٹن کا بوجھ اٹھالیگا۔ اور

اتنی تیزی سے چلے گا کہ ایک سبزی فروش صبح اٹھ کر پشاور سبزی بیچ کر واپس گھر آجایا کرے گا۔ تیسرے، اس زمانہ میں دریا سوکھ جائیں گے۔

وہ فرماتے ہیں کہ ان کی یہ باتیں سن کر بعض نوجوان لڑکے انہیں مخول کرنے لگے اور کہنے لگے کہ مولوی صاحب کیسی گپیں ہانک رہے ہیں، کیا کوئی اتنا بڑا گدھا بھی ہوسکتا ہے جو ہزاروں من کا بوجھ اٹھا سکے، وغیرہ وغیرہ۔ آگے فرماتے ہیں:

''انہی ایام میں مجھ پر ایک مقدمہ ہوا جس کیلئے مجھے راولپنڈی آنا پڑا۔ واپسی پر راستہ میں ایک مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے گیا تو وہاں چند آدمی یہ باتیں کر رہے تھے کہ پنجاب میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ ہم نے نماز پڑھی اور اپنے گاؤں چلے گئے۔ چھ مہینہ کے بعد مَیں اور میرا بھائی پھر تاریخ پر آئے تو مسجد میں گئے اور عصر کی نماز پڑھنے لگے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں چند آدمی باتیں کر رہے ہیں کہ اس پنجاب والے آدمی نے اب مہدی ہونے کا دعویٰ بھی کر دیا ہے۔ وہ تو ایک جادوگر ہے، جو بھی بڑا مولوی اس کے پاس جاتا ہے، اس پر اپنا اثر ڈال کر اسے اپنے ساتھ ملا لیتا ہے''

آپ فرماتے ہیں، میں نے جب یہ سنا تو میرے دل میں خیال آیا کہ اسے ضرور دیکھنا چاہئے، اگر تو مجھے وہ سچا نظر آیا تو اس سے مقدمہ کے بارے میں دُعا کراؤں گا۔ سو جس وقت مجھ کو میرے بھائیوں نے گاؤں جانے کے لئے کہا، میں نے انکار کر دیا اور وہیں رہا۔ صبح جس وقت اٹھا، نماز ادا کی اور رتے گاؤں چلا گیا۔ وہاں ایک مولوی صاحب پرانے واقف تھے۔ اس سے پنجاب کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا، کس لئے جا رہے ہو؟ میں نے کہا، سیر کو جا رہا ہوں۔ اس پر اسنے بتایا کہ یہاں سے جہلم کا ٹکٹ لے لو۔ میں نے جہلم کا ٹکٹ خرید لیا اور جہلم پہنچ گیا۔ آگے فرماتے ہیں:

''میں جہلم سے وزیر آباد، وزیر آباد سے امرتسر اور امرتسر سے بٹالہ اور پھر راستہ پوچھتا پوچھتا بٹالہ سے قادیان پہنچ گیا۔ وہاں حضور کی پہلی زیارت سے ہی میں نے سمجھ لیا کہ آپ خدا کی طرف سے ہیں۔ مگر میں بغیر بیعت کے واپس چلا آیا۔ کیونکہ مجھے معلوم نہ تھا کہ بیعت کیا ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ آپ کو دیکھ لینا ہی کافی ہے''

آگے فرماتے ہیں:

''جس وقت میں امرتسر پہنچا اور سٹیشن پر گاڑی کی انتظار کر رہا تھا تو میرے پاس ہی دو تین آدمی بیٹھے یہ کہہ رہے تھے کہ دریا تو نہروں کے نکالے جانے سے بالکل خشک ہو گئے ہیں۔اب اس میں آدمی پیدل پانی میں سے چل کر پار ہو سکتا ہے۔ یہ سُن کر مجھے اس گاؤں والے مولوی کی بات یاد آ گئی۔ اتنے میں مَیں نے گاڑی کو دُور سے آتے ہوئے دیکھا اور میں نے دل میں سوچا کہ کالے گدھے سے یہی مطلب ہے۔ کیونکہ گاڑی میں سے بے شمار مال اُتارا گیا اور لوگوں کے اُترنے سے سٹیشن بھرپُور ہو گیا۔بس یہ دو باتیں تو میرے دل پر نقش ہو گئیں۔آگے دیکھئے ،جس وقت میں گاڑی پر سوار ہو گیا تو جو راستہ یعنی راولپنڈی تک کا کئی دنوں میں طے ہوتا تھا،اب کی دفعہ صرف ایک دن میں طے ہو گیا۔پس یہ بھی ایک بات پوری ہو گئی کہ لاہور کا سبزی فروش پشاور جا کر ایک ہی دن میں سبزی بیچ کر واپس آ جایا کرے گا'' [۱]

اسکے تین سال کے بعد آپ دوبارہ قادیان آئے مگر عجیب بات یہ ہے کہ اس بار بھی آپ کو بیعت کرنے کا خیال نہ آیا۔مگر تیسری بار جب آپ قادیان آئے تو فرماتے ہیں:

''تین سال بعد میں تیسری دفعہ قادیان آیا تو مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔حضور کے دریافت کرنے پر کہ کہاں سے آئے ہو اور کس لئے آئے ہو،میں نے الف سے لیکر 'ی' تک اپنی ساری کہانی سُنا دی۔ جب حضور (یعنی حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ) کو معلوم ہوا کہ میں نے ابھی تک بیعت نہیں کی تو حضور بہت حیران ہوئے اور پھر مجھے اپنے ساتھ بحضور حضرت مسیح موعود علیہ السلام لے گئے اور بیعت کرائی''

(ملخص از رجسٹر روایات نمبر ۳۔ صفحہ ۲۳ تا ۳۵)

---

[۱] حضرت نواب خان صاحبؓ یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس بزرگ (میاں یحییٰ صاحب) کی بتائی ہوئی یہ بات کہ ''میرے پوتے زندہ ہونگے مگر انہیں ایمان لانے کی توفیق نہیں ملے گی''، بھی ہم نے حرف بحرف پوری ہوتی دیکھی ،یعنی ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ان کے پوتے تمام عمر سخت مخالف رہے بلکہ بدزبانی کرتے رہے۔

## بارہواں واقعہ

### ''یہ بشر تو نہیں، یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے''

# حضرت بابو فقیر علیؓ کا قبول احمدیت

حضرت بابو فقیر علی صاحبؓ، ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔اس وجہ سے انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے بارے میں بچپن سے ہی بہت کچھ سُن رکھا تھا۔تاہم کسی جہت سے بھی موافقانہ رائے نہ رکھتے تھے۔ بلکہ وہ قادیان میں مرزا کمال الدین (حضرت بانی سلسلہؑ کے جدی بھائیوں میں سے ایک) کے مریدوں میں سے تھے اور اس وجہ سے آپ پر مخالفانہ رنگ غالب تھا۔ چنانچہ ایک بار جب آپ ایک قریبی گاؤں اوجلہ میں مغرب وعشاء کے وقت درود واذ کار میں مصروف تھے تو وہاں کے کسی احمدی دوست نے آپ کو دیندار دیکھ کر کہہ دیا کہ 'یہ لڑکا بہت نیک اور سعید فطرت معلوم ہوتا ہے، یہ ضرور احمدی ہو جائیگا'۔تو آپ اپنے بچپن کے جوش میں فوراً بول اٹھے کہ میں آپ لوگوں کے جھانسے میں نہیں آؤنگا۔ یہ ۱۸۹۷ء کے لگ بھگ کی بات ہے۔مگر جب خُدا تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوا تو وہ کھینچ کر آپ کو مامور من اللہ کی غلامی میں لے آیا۔اس کی تقریب کیونکر پیدا ہوئی، اس بارے میں مکرمہ لبنیٰ اکرم چٹھہ صاحبہ رقمطراز ہیں:

''جب آپ بلوچستان میں ایک سٹیشن 'جھٹ پٹ' پر بطور اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر متعین تھے تو پرانے تعلق کی وجہ سے حضرت منشی عبدالغنی صاحب اوجلویؓ (یکے از صحابہ حضرت مسیح موعودؑ) آپ کو حضرت بانی سلسلہؑ کے اشتہارات اور کتب بھجواتے رہتے۔لیکن مخالفین کی طرف سے اُٹھائے جانے والے اعتراضات کی وجہ سے آپ کوئی فیصلہ نہ کر سکے۔تاہم آپ کا دل حضور علیہ السلام کی صداقت کی گواہی دے رہا تھا بلکہ جب ایک بار آپ اپنے گاؤں میں تھے اور قادیان میں اپنے پیر (مرزا کمال الدین) کی زیارت کو گئے تو آپ نے حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام کی اقتداء میں نماز جمعہ بھی پڑھی اور گھر آکر اپنی اہلیہ سے کہا کہ معلوم نہیں لوگ قادیان والے مرزا صاحب (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) کو کیوں برا بھلا کہتے ہیں، میں تو انہیں دیکھ کر آیا ہوں۔ بڑا نورانی چہرہ ہے اور ایک روپیہ ان کے ہاتھ پر رکھ کر اُن کے پیچھے نماز بھی پڑھ آیا ہوں۔اسی دلی اعتقاد کی

وجہ سے آپ نے اپنی اہلیہ کو کہہ رکھا تھا کہ اگر میری موت کا وقت آئے تو میرے سامنے حضرت مرزا صاحب کی فلاں تحریر رکھ دینا''

آگے فرماتی ہیں:

''چونکہ آپکا دل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی گواہی دے رہا تھا، اس لئے ایک روز جب آپکے بعض رشتہ دار آئے ہوئے تھے، آپ نے نماز فجر ادا کرنے کے بعد ان کی موجودگی میں کہا کہ دیکھو آپ سب گواہ رہیں، آج میں حضرت مرزا صاحب کے بارے میں قرآن مجید سے فیصلہ لینے لگا ہوں جو آپ اور آپؑ کے مخالفین دونوں کے لئے حجت اور مسلّم کلام الٰہی ہے۔ میں جو صفحہ کھولوں گا، اسکے دائیں جانب والے صفحہ کی تیسری سطر فیصلہ کن ہوگی۔ اس طرح پر آپ نے جو صفحہ کھولا، وہ سورۃ یوسف کا تھا۔ اس کی تیسری سطر پر قرآن کریم کی یہ آیت درج تھی:

مَاھٰذَا بَشَرٌ اِنْ ھٰذَا اِلَّا مَلَکٌ کریم (سورۃ یوسف:۲۲)

(یعنی یہ بشر تو نہیں یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے)

آپ فرماتی ہیں کہ یہ دیکھتے ہی آپ برملا کہہ اٹھے کہ حضرت مرزا صاحب صادق من اللہ ہیں۔ چنانچہ آپ نے اسی وقت اپنی اور اپنی اہلیہ کی بیعت کا خط لکھ دیا۔ چند دن کے بعد جب آپ کو جواب موصول ہوا تو آپ نے ریلوے کے تمام عملہ کے سامنے اپنے احمدی ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آپ رخصت لیکر قادیان گئے اور دستی طور پر بھی بیعت کرلی۔ جب حضور نے آپ سے بیعت کرنے کی تفصیلی وجہ دریافت فرمائی تو سن کر فرمایا:

**''آپ نے خوب کیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعاؤں کے ذریعہ اور پھر قرآن کریم سے رہنمائی حاصل کی۔ اگر بالفرض شیطان کا لفظ نکل آتا تو شاید ساری عمر میری شکل بھی نہ دیکھتے''** [۱]

(اصحاب احمد جلد ۳، ص:۲۱۔۲۰، بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن، مورخہ ۱۳/اگست ۲۰۰۴ء)

---

[۱] حضرت بابو فقیر علی صاحبؓ ایک لمبا عرصہ بلوچستان میں رہے۔ آپکو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ ۱۹۲۸ء میں قادیان میں ریل آنے پر آپ قادیان کے پہلے سٹیشن ماسٹر مقرر ہوئے۔ آپنے ۱۹۵۹ء میں اسّی سال کی عمر میں وفات پائی۔

## تیرہواں واقعہ

### ''جس نے ولی بننا ہے وہ قادیان جائے''

## ڈاکٹر عطر الدین صاحبؓ کا قبول احمدیت

خدا تعالیٰ نے جس کو ہدایت دینی ہو، اس کیلئے کوئی نہ کوئی وسیلہ پیدا کر دیتا ہے۔ خدا کا مامور ظاہر ہو چکا تھا۔ فرشتے دلوں میں تحریک کر رہے تھے اور سعید روحوں کو پکڑ پکڑ کر مامور خدا کے قدموں میں لا رہے تھے۔ ایسی ہی ایک تحریک خدا کے فرشتوں نے ایک دس سالہ بچے کو اُس وقت کی جب خُدا کا یہ مامور ۱۸۹۸ء میں اپنے کسی سفر پر جاتے ہوئے امرتسر کے سٹیشن پر پہنچنے والا تھا۔ چنانچہ وہ بچہ اس الٰہی تحریک کی بنا پر ریلوے سٹیشن پر پہنچا۔ روایت آتی ہے کہ حضور اس وقت سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں شمالاً جنوباً استراحت فرما رہے تھے۔ آپکے پاس سرہانے کی جانب آپکے رفیق، خواجہ کمال الدین صاحب، بیٹھے ہوئے تھے۔ جونہی اس بچے نے ڈبے کے قریب ہوکر کھڑکی کے اندر جھانکا تو خواجہ صاحب بولے، پیچھے ہٹ جاؤ۔ اسی لمحہ حضور اُٹھ کر بیٹھ گئے اور خواجہ صاحب سے فرمانے لگے:

''اس کو مت روکو، یہ خدا کے حکم سے آیا ہے''

اللہ۔ اللہ! کیا نظارہ تھا وہ۔ اِدھر اس دس سالہ بچے کو فرشتوں کی تحریک ہوتی ہے کہ خدا کا فرستادہ آرہا ہے، اس کی زیارت کرنی ہے تو یہ موقع ہے، جاؤ سٹیشن پر پہنچ جاؤ۔ اور اُدھر وہی فرشتے خدا کے مامور کو بتا دیتے ہیں کہ آپ کی غلامی میں آنیوالا ایک بچہ آرہا ہے۔ چنانچہ وہ بچہ آپ کے نورانی چہرہ کو دیکھ دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتا رہا اور جب تک گاڑی نہ چلی، وہ اس طرح دیکھتا چلا گیا۔ معلوم ہے اس بچے کا نام کیا تھا: عطر الدین۔ ایک غریب والدین کا بچہ جس کے مقدر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمرۂ مریداں میں شامل ہوکر ''صحابی'' کا قابل صد افتخار خطاب پانا تھا۔ یہی وہ بچہ ہے جو بعد میں ڈاکٹر عطر الدینؓ کے نام سے مشہور ہوا۔

آپ کو احمدیت قبول کرنے کی تحریک اس واقعہ کے پورے ایک سال بعد ہوئی اور وہ بھی اچانک اور خدا تعالیٰ کی تقدیر کے عین مطابق۔ اور وہ اس طرح کہ مصری شاہ نام کا ایک مجذوب جو ایک صوبیدار میجر کا لڑکا تھا اور راہوں، ضلع جالندھر کا رہنے والا تھا، امرتسر آیا۔ جونہی اس مجذوب کی نگاہ اس گیارہ سالہ بچے عطر الدینؓ پر پڑی، وہ بول اٹھا:

## ”جس نے ولی بننا ہے وہ قادیان جائے“

ڈاکٹر عطر الدین صاحبؓ اگر چہ اس وقت بچے تھے مگر قادیان کا نام سن چکے تھے اور قادیان والے کے نورانی چہرہ کو بھی دیکھ چکے تھے۔ آپ نے فوراً اپنی بیعت کا خط لکھ دیا۔ یہ ۱۸۹۹ء کی بات ہے۔ اور پھر ۱۹۰۰ء کے اداخر پر قادیان حاضر ہو کر حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی دستی بیعت کا بھی شرف حاصل کرلیا۔ آپ نے بیعت سے کچھ عرصہ قبل خواب میں دیکھا کہ

”ایک بڑا راستہ ہے جس پر ایک شیر ببر بیٹھا ہوا ہے۔ آپ اسے دیکھ کر ہراساں ہو جاتے ہیں لیکن جونہی آپ آگے بڑھتے ہیں، وہ شیر اپنی گردن جھکا دیتا ہے اور آپ بسہولت گذر جاتے ہیں۔ آگے آپکو ایک مسجد نظر آتی ہے جہاں سے اعلان ہو رہا ہے کہ یہاں حضورؑ تشریف فرما ہیں۔ آپ بھی حضورؑ کو دیکھتے ہیں۔ حضورؑ سبز لباس میں ملبوس ہیں اور آپکو پانی کا لوٹا دیتے ہیں۔ آپ اس سے وضو کر کے دو رکعات نماز پڑھتے ہیں“

(اصحاب احمد جلد دہم صفحہ ۳ تا ۵)

آپ بیعت کرنے کے بعد قادیان میں ہی ٹھہر گئے۔ پھر قادیان کے تعلیم الاسلام سکول سے مڈل کا امتحان پاس کر کے آپ ۱۹۰۶ء میں وٹرنری کالج لاہور میں داخل ہو گئے۔

.......☆.......

تعارف: ڈاکٹر عطر الدین صاحبؓ قصبہ چھمال، تحصیل شکر گڑھ، ضلع گورداسپور (بعدہ ضلع سیالکوٹ) میں ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے بڑے بھائی حضرت منشی گوہر علی صاحب کے پاس امرتسر میں رہ رہے تھے جب حضورؑ کا وہاں سے گذر ہوا۔ ۱۹۱۰ء میں آپ وٹرنری کالج پاس کرنے کے بعد فوج میں ملازم ہو گئے۔ تقسیم ہند کے بعد آپ نے اپنے آپکو وقف کر دیا اور قادیان آ گئے اور پھر پورے ۲۶ سال درویشی کی زندگی گذارنے کے بعد ۱۹۷۴ء میں قادیان ہی میں وفات پائی اور قطعہ صحابہ میں دفن ہوئے۔ خاندانی تعارف کے لحاظ سے آپ کی شادی حضرت سید عزیز الرحمٰن صاحب بریلوی کی صاحبزادی سیدہ نصرت بانو سے ہوئی۔ یہ آپ کی دوسری شادی تھی۔ آپ کی اولاد میں مکرم عبد اللطیف صاحب ایم۔اے، بی۔ٹی اور مکرم ڈاکٹر عبد الحمید صاحب ایم۔بی۔بی۔ایس میوہسپتال لاہور ہیں۔ آپ کی پہلی بیوی کا نام فضل النساء تھا۔ جن کے بطن سے آپ کی ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کی شادی سید نعمت اللہ صاحب، سابق امیر جماعت احمدیہ بھیرہ، (والد سید سعادت علی صاحب، سابق مدرس تعلیم الاسلام، ربوہ) سے ہوئی۔

## چودھواں واقعہ

### ''اس میت کو زندہ کر دیں''

# حضرت میاں علم الدین صاحبؓ کا قبول احمدیت

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کی دُعا سے ایک اہل حدیث مخالف مولوی کے حق میں خُدا کی جلالی صفت ظاہر ہونے کا ایک واقعہ اگلے صفحات میں باب سوم کے اندر بیان کیا گیا ہے۔ یہاں آپ کے چچا، حضرت میاں علم الدین صاحبؓ، کے حق میں خُدا تعالیٰ کی جمالی صفات کے ظہور میں آنے کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ یہ واقعہ اُس وقت کا ہے جب آپ ابھی نئے نئے احمدی ہوئے تھے اور آپ کا سارا خاندان جو بزرگوں اور اولیاء اللہ کا خاندان کہلاتا تھا، ابھی اس نعمت سے محروم تھا۔ آپ کو تبلیغ کا ایسا جنون تھا کہ آپ باوجود نوعمری کے اس کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

''اسی زمانہ میں جبکہ میں اپنے گاؤں اور علاقہ کے لوگوں کو احمدیت کی تبلیغ کیا کرتا تھا، بعض بڑی عمر کے بوڑھے مجھے کہا کرتے تھے کہ تم تو بچے ہو، اگر مرزا صاحب کے دعویٰ میں کوئی صداقت ہوتی تو آپ کے تایا حضرت میاں علم الدین صاحب جو اس زمانہ کے غوث اور قطب ہیں، چالیس سپارے قرآن مجید کے ہر روز پڑھتے ہیں اور صاحب مکاشفات ہونے کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضوری بھی ہیں، وہ نہ مرزا صاحب کے دعویٰ کو تسلیم کر لیتے؟ میں انہیں اس قسم کے عذراتِ لنگ پر بہت سمجھاتا مگر وہ ایک وقت تک یہی رٹ لگاتے رہے۔ آخر میں نے انہیں کہا کہ بتاؤ! اگر حضرت میاں صاحب میرے سید و مولا حضرت مسیح قادیانی علیہ السلام کو نبی اور امام مہدی تسلیم کر لیں تو کیا تم لوگ ان پر بدگمانی کرتے ہوئے حضور اقدس علیہ السلام کی بیعت سے انحراف تو نہیں کرو گے؟ اُس وقت ان لوگوں میں سے بعض نے جواب دیا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ حضرت میاں صاحب مرزا صاحب پر ایمان لے آئیں اور ہمارا سارا علاقہ اُنکے پیچھے ایمان نہ لائے۔ احمدیت کے متعلق انکی یہ آمادگی دیکھ کر میں نے

حضرت تایا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ آپ حضور اقدس علیہ السلام کی صداقت کے متعلق دعا کریں اور استخارہ بھی فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے میری درخواست پر استخارہ شروع کر دیا اور میں نے آپ کے لئے دُعا شروع کر دی‘‘

آگے آپ کی دعا نے کیا کرشمہ دکھایا اور اسکے نتیجے میں حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی صداقت کا کیسا عظیم الشان نشان ظاہر ہوا، اس بارے میں فرماتے ہیں:

’’مجھے دعا کرتے ہوئے ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے گاؤں سے شمال کی جانب بہت سے لوگوں کا ہجوم ہے، جب میں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چارپائی پر حضرت میاں علم الدین صاحب کی لاش پڑی ہوئی ہے اور لوگ اسکے گردا گرد حلقہ باندھے ہوئے کھڑے ہیں۔ ان لوگوں نے جب مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ آپ ہمیشہ مرزا صاحب کے متعلق کہا کرتے ہیں کہ وہ امام مہدی اور مسیح موعود ہیں، اگر واقعی وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو آپ کوئی نشان دکھائیں‘‘

آگے فرماتے ہیں:

’’میں نے پوچھا کہ آپ کیسا نشان دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ میّت جو ہمارے سامنے پڑی ہے، اسے آپ زندہ کر دیں۔ چنانچہ میں نے اسی وقت لاش کے سامنے کھڑے ہو کر نہایت جلال سے کہا: قُم باِذن الله ۔ میرا یہ کہنا تھا کہ حضرت میاں صاحب زندہ ہو کر بیٹھ گئے اور مجھے دیکھتے ہی السلام علیکم کہا‘‘

یہ رؤیا گویا ایک آسمانی خوشخبری تھی کہ آپ کے تایا میاں علم الدین صاحب کو اللہ تعالیٰ جلد حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی غلامی میں داخل کر کے ایک نئی زندگی بخشے گا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’جب میں بیدار ہوا تو مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کی سعادت نصیب کرے گا اور ایک نئی زندگی مرحمت فرمائے گا‘‘

آگے کیا ہوا یعنی دیکھتے ہی دیکھتے کیسا عظیم معجزہ ظاہر ہوا اور آپ کی یہ رؤیاء کس شاندار طریق پر

حقیقت کا روپ دھار کر سامنے آگئی، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''اتفاق کی بات ہے کہ میں ایک دن مسجد میں بیٹھا ہوا لوگوں کو تبلیغ کر رہا تھا اور وہ اپنے سابقہ دستور کے مطابق حضرت میاں صاحب ممدوح کی آڑ لے رہے تھے کہ اچانک آپ میری تلاش میں اِدھر آنکلے اور دریافت فرمایا کہ میاں غلام رسول یہاں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں حاضر ہوں، ارشاد فرمائیے۔ فرمانے لگے:

'مجھے خدا اور اس کے رسول کی طرف سے اس بات کا نہایت صفائی کیساتھ علم دیا گیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب خُدا تعالیٰ کے سچے ماموراور امام مہدی اور مسیح موعود ہیں اور آپ سب لوگ گواہ رہیں کہ میں ان پر ایمان لے آیا ہوں'

پھر آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ میں آپکی بیعت کا خط حضرت صاحب کی خدمت میں لکھ دوں۔ چنانچہ اس ارشاد کی تعمیل کر دی گئی''

آگے یہ کہ ان لوگوں پر اس نہایت صاف اور واضح نشان کا کیا اثر ہوا اور وہ کیسے طوطا چشم ہو کر انکار کر گئے، اس کے متعلق آپ فرماتے ہیں:

''حضرت میاں صاحب کے ارشاد گرامی کے بعد جب میں نے لوگوں سے پوچھا کہ بتاؤ اب تمہاری کیا مرضی ہے تو اسی وقت بعض بدبختوں نے کہا کہ شیطان نے بلعم باعور ایسے ولی کا ایمان چھین لیا تھا، حضرت میاں علم الدین صاحب کس شمار میں ہیں۔ اس کے بعد میں نے حضرت میاں صاحب موصوف کی بیعت کا خط لکھ دیا اور وہ بزرگ جو لوگوں کے زعم میں اپنے زمانہ کا غوث تھا، حضور اقدس علیہ السلام کے سلسلہ بیعت میں داخل ہو گیا۔ پھر اسکے بعد خُدا تعالیٰ کے فضل سے میرے والدین بزرگوار کے چھوٹے بھائی حضرت حافظ نظام الدین صاحب بھی احمدی ہو گئے۔ چنانچہ یہ دونوں بھائی یکے بعد دیگرے قادیان بھی تشریف لے گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دستی بیعت سے مشرف ہوئے، الحمد للہ علیٰ ذٰلک''

(حیات قدسی، جلد اول، صفحہ 37-35)

☆ ☆ ☆

## پندرہواں واقعہ

### ”آپ کی زندگی میں امام مہدی کا ظہور ہوگا، انکار نہ کرنا“

## حضرت حافظ فتح محمد خان صاحب مندرانیؓ کا قبول احمدیت

اب بستی مندرانی، تحصیل تونسہ شریف، ضلع ڈیرہ غازیخان، کے رہنے والے ایک درویش صفت بزرگ، حضرت حافظ فتح محمد خان صاحبؓ کے قبول احمدیت کی داستان پیش کی جاتی ہے۔آپ سلسلہ کے عالم و فاضل، مولانا ظفر محمد صاحب ظفر، کے والد اور اپنے علاقہ کے معروف زمیندار تھے۔زہد و تقویٰ میں آپ ایک بلند مقام رکھتے تھے۔آپکی خاندانی شرافت مسلّم تھی۔نیز آپ عربی فارسی میں بھی اچھی دسترس رکھتے تھے۔آپ کے قبول احمدیت کی روئداد بیان کرتے ہوئے مکرم ناصر احمد صاحب بلوچ (ابن مکرم مولانا ظفر محمد صاحب ظفر) رقمطراز ہیں کہ حضرت دادا جان اپنے وقت کے ایک صاحب کشف اور کرامات بزرگ، حافظ میاں رانجھا صاحب، جو اپنے علاقہ کے مشہور پیر اور مرشد تھے، کے مریدوں میں سے تھے۔آپ کے اس مرشد نے ایک دن اپنے مریدوں کی موجودگی میں حضرت حافظ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

**”فتح محمد! میری ایک بات یاد رکھنا۔میں اس دارِ فانی سے گذر جاؤں گا، تمہاری زندگی میں امام مہدی کا ظہور ہوگا۔تم زندہ ہوگے، انکار نہ کرنا“**

فرماتے ہیں، چونکہ اُس وقت عام تأثر یہ تھا کہ امام مہدی کا ظہور ہوگا تو وہ جہاد بالسیف کرینگے، اس لئے جب دادا صاحب نے اپنے پیر و مرشد کی یہ بات سنی تو آپنے اسی وقت ایک تلوار خرید لی اور پھر ہمیشہ اپنے کندھے پر ایک چادر رکھا کرتے تا کہ جونہی امام مہدی جہاد کے لئے پکاریں گے، تو میں فوری طور پر لبیک، لبیک کہتے ہوئے ان کے انصار میں شامل ہو جاؤں گا۔[1]

[1] مکرم برادرم مبشر احمد ظفر (مقیم جرمنی) جو حضرت میاں فتح محمد خان صاحبؓ کے پڑپوتے ہیں، نے خاکسار کو بتایا کہ وہ تلوار جس کا اوپر ذکر آیا ہے، ابھی تک ہمارے خاندان کے پاس موجود ہے اور اِس وقت دادا جان کے بھائی علی محمد خان مرحوم کے بیٹے منیر احمد خان کی تحویل میں ہے۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ مہدی کا تلوار سے جہاد کرنا ایک فرسودہ خیال ہے جو احادیث صحیحہ سے ہرگز ثابت نہیں۔تاہم بعض غلط روایات کی بنا پر بعض مسلمانوں کے اندر اب تک ایسا خیال موجود ہے۔حضرت بانی سلسلہؑ نے اس عقیدہ کی بڑے زور سے تردید فرمائی ہے کیونکہ اس سے اسلام پر سخت دھبہ لگتا ہے۔

دن گذرتے چلے گئے۔ وہ بزرگ بھی جہان فانی کو چھوڑ کر اپنے مولائے حقیقی کے پاس پہنچ گئے۔ اِدھر وہ وقت بھی آن پہنچا جو حضرت پیغمبر اسلام، محمد ﷺ کے روحانی فرزند، حضرت مہدی علیہ السلام، کے ظہور کے لئے ازل سے مقرر تھا۔ چنانچہ مکرم ناصر احمد صاحب بلوچ اپنے والد محترم، مولانا ظفر محمد صاحب ظفر کی روایت کے مطابق یہ بتاتے ہوئے کہ میرے دادا جان کو اس کی خبر کیسے پہنچی اور پھر کس طرح انہوں نے اپنے پیرومرشد کی وصیت کو پورا کیا، تحریر فرماتے ہیں کہ

'اتفاق سے ہماری بستی کے رہنے والے ایک دوست، محمد ولد محمود، جو انہی پیر صاحب کے شاگردوں میں سے تھے، حصول تعلیم کی خاطر راولپنڈی میں گئے (یہ ۱۹۰۱ء کی بات ہے جب حضرت میاں رانجھا صاحب اللہ کو پیارے ہو چکے تھے)۔ وہاں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اور قادیان کا ذکر سنا، تو چونکہ انہیں اپنے پیرومرشد کی وہ بات یاد تھی کہ 'امام مہدی ظاہر ہوں تو انکار نہ کرنا'، لہٰذا وہ اسی وقت قادیان کیلئے روانہ ہو گئے اور جاتے ہی بیعت کی سعادت حاصل کر لی۔ واپسی پر وہ حضرت مسیح موعودؑ کی چند کتب اور تصاویر بھی لیتے آئے۔ ان کتب کا مطالعہ کرنے اور تصاویر دیکھنے کے بعد دادا جان سمیت آٹھ نیک فطرت سعید روحوں نے پہلے تحریری بیعت کی اور بعد میں دستی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ فرماتے ہیں، دادا جان کی بیعت کا ذکر ''الحکم''، قادیان، مورخہ ۲۴ر دسمبر ۱۹۰۱ء میں یوں شائع ہوا:

**حافظ فتح محمد صاحب ساکن مندرانی، ضلع ڈیرہ غازی خان'**

مزید فرماتے ہیں کہ دادا جان نے ۱۹۰۳ء میں جا کر دستی بیعت بھی کر لی۔ پھر قادیان میں دس پندرہ روز قیام کرنے اور برکاتِ صحبت سے فیضیاب ہونے کے بعد واپس لوٹے۔ انہی دنوں آپ کے برادرِ حقیقی، حضرت نور محمد خان صاحبؓ، نے بھی قادیان جا کر دولت ایمان کی توفیق پائی۔

(ماخوذ از روزنامہ الفضل، یکم و دو ستمبر ۲۰۰۴ء)

.........☆.........

## تعارف

(۱) بستی مندرانی: یہ بستی دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان میں واقع ہے۔ چند سال پہلے تک تونسہ شریف سے مندرانی بستی تک کا یہ فاصلہ جو قریباً ۱۰ کلومیٹر ہے، یا تو پاپیادہ طے کرنا پڑتا تھا

اور یا بذریعہ اونٹ۔اور یہ سارا صحرائی علاقہ ریگزاروں اور جنگلوں سے اٹا پڑا تھا۔چنانچہ اس بات کا آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آج سے سو(۱۰۰) سال قبل ان بزرگ ہستیوں نے کن مشکلات میں سے گذر کر حضرت نبی کریم محمد ﷺ کا یہ ارشاد پورا کیا ہوگا کہ 'جب میرا مہدی آئے تو اس کی جا کر بیعت کرنا اور اسے میرا اسلام پہنچانا خواہ اس کے لئے تمہیں گھٹنوں کے بل چل کر ہی کیوں نے جانا پڑے'۔

**(۲) حضرت حافظ فتح محمد خان صاحبؓ:** آپ کے چھ بیٹے تھے۔سب سے چھوٹے بیٹے، عبدالکریم خان تو صغرسنی میں ہی فوت ہو گئے۔باقی پانچوں بیٹوں نے احمدیت قبول کرنے کی سعادت پائی۔ان میں سے مکرم مولانا ظفر محمد صاحب ظفر فاضل، ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کرنے کے بعد قادیان چلے گئے اور وہیں جامعہ احمدیہ میں داخل ہو کر تحصیل علوم عربیہ و دینیہ کی۔آپ کو حضرت مرزا ناصر احمد (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) کا ہم مکتب و ہم جماعت ہونے کا شرف حاصل ہے۔جامعہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ کچھ عرصہ بطور مربیٔ سلسلہ خدمات بجالاتے رہے۔بعد ازاں ایک لمبا عرصہ مدرسہ احمدیہ میں بطور استاد کام کیا۔آپ فاضل عربی ہونے کے علاوہ ادیب فاضل اور منشی فاضل بھی تھے۔۱۹۵۶ء تک تدریسی خدمات بجالانے کے بعد آنکھوں کی تکلیف کے باعث جامعہ سے فارغ ہو گئے۔تاہم آخر وقت تک آپ حضرت مسیح موعودؑ کی عربی کتب کا ترجمہ کرتے رہے۔آپ کے صاحبزادگان میں سے مکرم طاہر احمد ظفر جرمنی میں، جبکہ مکرم منصور احمد ظفر، ناصر احمد ظفر اور مبارک احمد ظفر، ربوہ میں مختلف جماعتی شعبوں سے منسلک ہو کر خدماتِ سلسلہ بجالا رہے ہیں۔مکرم ناصر احمد صاحب ظفر کے ایک فرزند، برادرم مبشر احمد ظفر، بھی جرمنی میں مقیم ہیں اور جرمنی کے شمال میں واقعہ ایک اہم شہر 'کیل' (Kiel) کی جماعت کے سرکردہ رکن ہیں۔انہوں نے خاکسار کو یہ بھی بتایا کہ ہمارے پڑدادا صاحب (حافظ فتح محمد خان صاحبؓ) کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک قلمی نسخہ بھی ہمارے خاندان میں آج تک محفوظ چلا آرہا تھا، جو اس وقت جماعت کی مرکزی لائبریری ''خلافت لائبریری''، ربوہ، میں جمع کرا دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپکی اولاد کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور انہیں اپنے فضلوں کا وارث بنائے، آمین!

☆ ☆ ☆

## سولھواں واقعہ

### ''اگر میرا کام ہو گیا تو میں سمجھ لوں گا کہ وہ سچے ہیں''

# حضرت منشی عطا محمد صاحب پٹواری رضی اللہ عنہ کا قبول احمدیت

اب ایک ایسے نیک بخت انسان کے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی غلامی میں آنے کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے جس کی نیک بختی پر ہر وہ شخص رشک کرے گا جو اس واقعہ کو پڑھے گا۔ اس دلچسپ اور حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی صداقت اور آپ کے منجانب اللہ ہونے پر ہزار سورج روشن کرنے والے واقعہ کی روئداد خود اسی شخص کی بیان کردہ ہے جس کے وجود میں یہ نشان ظاہر ہوا یعنی حضرت منشی عطا محمد صاحب پٹواری رضی اللہ عنہ۔ آپ فرماتے ہیں:

''میں جب غیر احمدی تھا اور ونجواں، ضلع گورداسپور، میں پٹواری ہوتا تھا تو قاضی نعمت اللہ خطیب بٹالوی جن کے ساتھ میرا ملنا جلنا تھا، مجھے حضرت کے متعلق بہت تبلیغ کیا کرتے تھے، مگر مَیں پرواہ نہیں کرتا تھا۔ ایک دن انہوں نے مجھے بہت تنگ کیا۔ مَیں نے کہا، اچھا! میں تمہارے مرزا کو خط لکھ کر ایک بات کے متعلق دعا کراتا ہوں۔ اگر وہ کام ہو گیا تو میں سمجھ لوں گا کہ وہ سچے ہیں''

اب وہ کام جس کیلئے انہوں نے حضورؑ سے دعا کرائی، بظاہر ایسا تھا کہ ناممکنات میں سے معلوم ہوتا تھا، مگر اس کے ساتھ انہوں نے جو شرط لگائی، اس نے اسے اَور بھی ناممکن الحصول بنا دیا۔ بہتر ہوگا کہ اس کی تفصیل انہی کے قلم سے درج کی جائے۔ آپ فرماتے ہیں:

''میں نے حضرت صاحب کو خط لکھا کہ آپ مسیح موعود اور ولی اللہ ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں اور ولیوں کی دعائیں سنی جاتی ہیں۔ آپ میرے لئے دعا کریں کہ خدا مجھے ایک خوبصورت اور صاحب اقبال لڑکا جس بیوی سے چاہوں عطا کرے۔ میری تین بیویاں ہیں مگر کئی سال ہو گئے، آج تک کسی کی اولاد نہیں ہوئی۔ میں چاہتا ہوں کہ بڑی بیوی کے بطن سے لڑکا ہو''

اب خدا تعالیٰ کی قدرت کا تماشا دیکھیں کہ ان کی تین بیویاں تھیں اور ظاہر ہے کہ پہلی بیوی سب سے زیادہ معمر ہونیکے علاوہ، اولاد کے سلسلے میں بھی ناامیدی کی حد کو پہنچی ہوئی تھی، تبھی تو انہوں نے دو

اَور شادیاں کیں۔لیکن وہ خدا جس نے حضرت زکریاؑ کو بڑھاپے میں اپنی بانجھ بیوی سے اولاد عطا فرمائی تھی ، وہ اب بھی زندہ تھا اور اسی کو زندہ ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا تھا۔تو اس خدا نے اپنی قدرت اور رحمت کا ایسا جلوہ دکھایا کہ دوست اور دشمن حیران رہ گئے ۔ پہلے اس خط کا متن درج کیا جاتا ہے جو حضرت منشی صاحب موصوف کو حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی جانب سے موصول ہوا۔اس میں لکھا تھا اور کتنے اعتماد اور یقین سے لکھا تھا کہ:

**’’مولا کے حضور دعا کی گئی، اللہ تعالیٰ آپ کو فرزند ارجمند، صاحب اقبال، خوبصورت لڑکا جس بیوی سے آپ چاہتے ہیں، عطا کرے گا۔مگر شرط یہ ہے کہ آپ زکریا والی توبہ کریں‘‘**

منشی عطا محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے مسجد میں جا کر ملّاں سے پوچھا کہ زکریا والی توبہ کیا ہوتی ہے۔فرماتے ہیں، میرے یہ کہنے پر لوگوں نے تعجب کیا کہ یہ شیطان مسجد میں کیسے آ گیا کیونکہ مَیں ان دنوں سخت بے دین اور شرابی کبابی ، راشی ، مرتشی ہوتا تھا۔مگر ملّاں مجھے جواب نہ دے سکا۔پھر مَیں نے دھرم کوٹ ( دھرم کوٹ بگہ جو اسی ضلع کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے اور جہاں اُس وقت کافی لوگ احمدی ہو چکے تھے۔ناقل ) کے مولوی فتح دین مرحوم احمدی سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ زکریا والی توبہ بس یہی ہے کہ بے دینی چھوڑ دو، حلال کھاؤ، نماز روزہ کے پابند ہو جاؤ۔تو فرماتے ہیں، میں نے رشوت بھی ترک کر دی اور صلوٰۃ وصوم کا بھی پابند ہو گیا۔

اب آگے سنیئے کہ ان کے گھر میں کیا واقعہ ہوا۔یہ بھی ایک دلچسپ روئداد ہے جو حضرت منشی صاحب ہی کے الفاظ میں بیان کی جاتی ہے۔آپ فرماتے ہیں:

’’چار پانچ ماہ کا عرصہ گزرا ہو گا کہ میں ایک دن گھر گیا تو اپنی بڑی بیوی کو روتے ہوئے پایا۔سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ پہلے مجھ پر یہ مصیبت تھی کہ میرے اولاد نہیں ہوتی تھی آپ نے میرے پر دو بیویاں کیں ،اس کی بھی مصیبت آئی۔اب یہ مصیبت آئی ہے کہ میرے حیض آنا بند ہو گیا ہے۔گویا اولاد کی کوئی امید ہی باقی نہیں رہی‘‘

آپ فرماتے ہیں، ان دنوں اس کا یعنی آپکی بیوی کا بھائی امرتسر میں تھانیدار تھا۔چنانچہ اس نے کہا کہ مجھے میرے بھائی کے پاس بھیج دو کہ علاج کراؤں۔آپ نے کہا، وہاں کیا جاؤ گی، یہیں دائی کو بلا کر دکھاؤ اور علاج کراؤ۔چنانچہ دائی کو بلایا گیا۔مگر دائی نے سرسری طور پر دیکھ کر ہی کہا کہ میں تو دوائی

نہیں دیتی، نہ ہاتھ لگاتی ہوں کیونکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا تیرے اندر بھول گیا ہے، جس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ خدا نے گویا بھول کر تجھے اولاد دے دی ہے یعنی تیرے اندر حمل ٹھہر گیا ہے۔آپ فرماتے ہیں، میں نے کہا، ایسا نہ کہو، میں نے مرزا صاحب سے دعا کروائی تھی۔

آگے فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد حمل کے آثار ظاہر ہو گئے اور مَیں نے ارد گرد سب کو کہنا شروع کر دیا کہ دیکھنا، میرے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور ہوگا بھی خوبصورت۔مگر فرماتے ہیں جو بھی سنتا، بڑا تعجب کرتا اور کہتا، اگر ایسا ہو گیا تو واقعی یہ بڑی کرامت ہے۔آخر ایک دن رات کے وقت لڑکا پیدا ہوا اور خوبصورت ہوا۔میں اسی وقت دھرم کوٹ بھاگا گیا، جہاں میرے کئی رشتہ دار تھے اور لوگوں کو اس بچے کی پیدائش کی خبر دی۔فرماتے ہیں، اس نشان کو دیکھ کر کئی لوگ تو اسی وقت قادیان روانہ ہو گئے اور بیعت کر لی۔ونجواں کے بہت سے لوگوں نے بھی بیعت کی، خود میں نے بھی بیعت کر لی۔لڑکے کا نام عبدالحق رکھا گیا۔[۱]

(بحوالہ سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۲۲۱ تا ۲۲۲)

☆ ☆ ☆

[۱] یہ عبدالحق بڑا ہوا۔تعلیم حاصل کی اور پھر انجینئر بنا اور اس طرح پر حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام کی اس کے بارےمیں یہ خوشخبری بھی پوری ہوئی کہ وہ صاحب اقبال ہوگا۔

## سترہواں واقعہ

### ’’اللہ تعالیٰ زیرہ کو جلد ایک مخلص اور مضبوط جماعت عطا کرے گا‘‘

## حضرت حکیم مولوی اللہ بخش صاحبؓ کا قبول احمدیت

اب حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے ایک اَور قدیمی رفیق، حضرت حکیم مولوی اللہ بخش صاحبؓ (والد مکرم ثاقب زیروی صاحب مرحوم) اور ان کے ذریعے ان کے شہر’زیرہ‘ میں بہت سی سعید روحوں کے قبول احمدیت کی داستان دلستان پیش کی جاتی ہے۔زیرہ، ضلع فیروز پور کے اوّلین صحابہ میں ہونے کا شرف رکھنے والے اس نیک سیرت اور نیک خصلت بزرگ کی یہ داستان ضلع (جالندھر) کے رہنے والے ایک دوست، میاں جھنڈا، کی مرہون منت ہے۔جس کی تقریب اس طرح پیدا ہوئی کہ میاں جھنڈا صاحب نے ایک دن زیرہ کی جامع مسجد کے پیش امام اور خطیب،، مولانا مولوی علی محمد صاحب، جو حضرت حکیم مولوی اللہ بخش صاحب کے استاد بھی تھے،کو حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی کتاب ’’آئینۂ کمالاتِ اسلام‘‘ کا نسخہ لا کر دیا۔آپنے اس کتاب کے چند ہی صفحات کا مطالعہ کیا تھا کہ آپ (مولوی علی محمد صاحب) بے ساختہ پکار اٹھے:

**’’ہم تو اب تک اس شخص کو فیضی زماں ہی سمجھتے رہے مگر یہ تو امام الزمان نکلا‘‘**

یہ اُس وقت کی بات ہے جب ابھی زیرہ میں کوئی احمدی نہ تھا۔تاہم زیرہ اور اس کے گردونواح میں بلکہ تمام ہندوستان بھر میں حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے خلاف مخالفت کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

چنانچہ ثاقب صاحب فرماتے ہیں، کہ جب حضرت ابا جان نے اپنے استاد کے منہ سے یہ الفاظ سنے اور دیکھا کہ اس کتاب نے ان کے فکر ونظر کے تمام زاوئے ہی بدل کر رکھ دئے ہیں تو وہ کہنے لگے:

**’’مولوی صاحب! آپ کس جماعت کے پیچھے لگ گئے ہیں جس کو قدم قدم پر گالیاں ملتی ہیں اور جس کے افراد کے ہر روز منہ سیاہ کئے جاتے ہیں‘‘**

تو انہوں نے جواباً ابا جان کو کہا کہ

**’اللہ بخش، استخارہ کرو اور اس طرح اپنے رب سے مہدویت کے اس دعویدار کے بارے میں رہنمائی حاصل کرو‘**

فرماتے ہیں، اس کے نتیجہ میں ابا جان نے ایک ایسا واشگاف اور پُر انوار خواب دیکھا کہ دامنِ مسیح موعودؑ سے وابستہ ہو جانے کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ نہ رہا۔ اس خواب کی تفصیل بتاتے ہوئے مکرم ثاقب صاحب رقمطراز ہیں:

''اس خواب میں ایک بزرگ نے آپ سے ملکر پہلے حضرت مولوی صاحب (مولوی علی محمد صاحب) کا پتہ پوچھا۔ پھر دو اَور بزرگوں کے زیرِ میں ورود مسعود اور 'پڑاؤ' نامی میدان میں بیعت لینے اور بڑے چوک میں جھنڈا گاڑنے کا مژدہ سنایا۔ اتنے میں وہ کیا دیکھتے ہیں کہ خوبصورت گھوڑوں پر برگزیدہ ہستیوں کی سواریاں آ گئی ہیں۔ حضرت ابا جان بڑے بزرگ کے گھوڑے کی ایال کو پکڑ کر بوسہ دیتے ہیں۔ یہ بزرگ بھی حضرت مولوی صاحب کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ پھر 'پڑاؤ' میں بیعت ہوتی ہے اور بڑے چوک میں وہی بزرگ سامعین کو اپنے ارشادات مقدسہ سے نوازتے ہیں''

آگے فرماتے ہیں کہ اس آفتاب عالمتاب کا جلوہ دیکھنے اور بزرگ کی زبان سے مسیح موعود کی تائید و صداقت سن لینے کے بعد تو اشتباہ کی کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہی تھی۔ چنانچہ حضرت ابا جان کامل انشراحِ صدر کے ساتھ اپنے استاد حضرت مولوی صاحب سے تعاون کرنے لگے، مغرب وعشاء کی نمازوں کے درمیان اور نمازِ عشا کے بعد روزانہ مسجد میں دینی مجالس بھی جمنے لگیں۔ ان مجالس میں سامعین کے اندر شوق واستغراق کی ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی کہ بعض اوقات سپیدی سحر نمودار ہو جاتی۔

فرماتے ہیں، اسی دوران ایک دن حضرت منشی کاکو خان (جو تحصیل میں چپڑاسیوں کے ناظم تھے) آ گئے اور بھری مجلس میں حضرت مولوی صاحب موصوف سے مخاطب ہو کر کہنے لگے:

**''مولوی صاحب! کیا آپ خدا کی قسم کھا کر مرزا صاحب کے دعویٰ کی تصدیق کر سکتے ہیں؟''**

حضرت مولوی صاحب جو اُس وقت قرآن پاک کا درس دے رہے تھے، اسی وقت دائیں ہاتھ سے قرآن پاک کو بلند کرتے ہوئے بولے:

**''کاکو خان! قسم ہے مجھے اس خدائے واحد کی جس نے زمین و آسمان بنائے ہیں اور جسکے ہاتھ میں میری جان ہے، حضرت مرزا صاحب اپنے تمام دعاوی میں صادق ہیں''**

فرماتے ہیں، منشی کاکو خان کا یہ سننا تھا کہ وہ چھلک پڑے اور بڑے مسرت آفریں لہجے میں بولے:

**''بھائیو! میں پھر کل ہی قادیان جارہا ہوں۔ بولو، میرے ساتھ کون کون چلتا ہے؟''**

فرماتے ہیں، اس پر حضرت ابا جان اور حاجی محمد دین صاحب نے معیت کی حامی بھر لی اور پھر احمدیت کے ان تین عاشقوں کا قافلہ اپنے نادیدہ محبوب کی زیارت کے لئے ۱۹۰۵ء والے زلزلے کے دوسرے دن تخت گاہ مسیح موعودؑ، قادیان، کی طرف روانہ ہوگیا۔

اب اس قافلہ کے قادیان پہنچنے اور مسیح پاکؑ کی زیارت کرنے کی روئداد جیسے اپنے دلفریب انداز میں حضرت ثاقب نے بیان فرمائی ہے، ذیل میں درج کی جاتی ہے:

''قادیان پہنچے تو شوق زیارت آنکھوں سے اُمڈا مڈ پڑتا تھا۔ ہر بزرگ کے چہرے میں وہی جھلک تھی، ہر روئے روشن میں وہی نُور اور سرور دکھائی دیتا تھا۔ حضرت منشی کا کو خان اسی لگن میں ہر بزرگ چہرے کو دیکھ کر لپکتے اور پوچھتے، کیا آپ امام مہدی ہیں؟ جواب ملتا، نہیں بھائی! میں تو ان کے خاکِ پا بھی نہیں۔ خدا کا موعود تو اندر قلمی جہاد میں مصروف ہے''

آگے فرماتے ہیں کہ جونہی حضرت اقدسؑ مسجد مبارک میں جلوہ گر ہوئے، حضرت منشی کا کو خان صاحب نے بڑھ کر عرض کیا، ''حضور، ہماری بیعت لے لیجئے''۔ اس التجا میں نہ جانے کس قدر اعتماد تھا کہ حضورؑ نے اپنی عادت اور معمول کے خلاف کسی مزید تجسّس اور تحقیق کی تلقین نہ فرمائی اور وہیں بیٹھ کر اپنے عشاق کے ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لیکر بیعت پُر ہدایت کے الفاظ دہرا دئے، دل مسرت و ایمان سے چھلک اٹھے، آنکھیں خمارِ نور سے اُبل پڑیں۔

یہ تھا اِن عشاق مسیح محمدی کا اپنے محبوب کی غلامی میں آنے کا حال۔ اور جب یہ قافلہ حضرت مسیح پاکؑ کا یہ زندگی بخش پیغام کہ 'اللہ زیرہ میں بہت جلد ایک مضبوط اور مخلص جماعت پیدا کردے گا'، لیکر واپس لوٹا۔ تو حضرت ثاقب کے ہی کلمات میں 'زیرہ کا ہر محلّہ اور ہر گلی بلکہ اسکا ذرّہ ذرّہ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے مسیح موعودؑ کے ارشاد کے طفیل واقعی ایک مضبوط، مخلص اور بااثر جماعت عطا فرمائی'

اس موقع پر یہ بتانا بھی مناسب ہوگا کہ حضرت حکیم مولوی اللہ بخش صاحبؓ کی تبلیغ سے زیرہ، فیروزپور اور قصور کے درجنوں دیہات میں آن کی آن میں مخلص جماعتیں قائم ہوگئیں۔ ان جماعتوں کے قیام میں خدا تعالیٰ کے اس شیدائی احمدیت بندے کے جذبۂ اشاعت دین کا کس قدر عمل دخل ہے،

اس کی روئداد بھی جیسے آپ کے فرزند ارجمند، مکرم ثاقب صاحب، نے بیان فرمائی ہے، سننے کے قابل ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''حضرت ابا جان کا اندازِ دعوتِ الی اللہ آپکے مزاج اور لباس کی طرح نہایت سادہ، پُر سوز اور درد آفریں ہوتا تھا۔ وہ دوسرے، تیسرے مہینے مختلف امراض کے لئے ادویہ کا ایک صندوقچہ بھر کر دعوت الی اللہ کے دورے کیلئے نکل کھڑے ہوتے اور قریہ قریہ، دیہہ بہ دیہہ پھر کر بیمار انسانیت کی خدمت بھی بجالاتے اور ساتھ کے ساتھ تشنۂ روحانیت دنیا تک امام الزمان کے ظہور پُر نُور کا مژدۂ جانفزا بھی پہنچاتے۔ لوگوں کو قرآن کریم پڑھاتے، اسکا ترجمہ وتفسیر ذہن نشین کراتے، احادیث نبوی کا درس دیتے اور یوں آہستہ آہستہ غیر شعوری طور پر دلوں میں دین کی چنگاری سلگاتے چلے جاتے''

آگے فرماتے ہیں:

''دعوتِ الی اللہ کے لئے آپ کا انتخاب بھی عام طور پر انوکھا، سادہ اور دوسروں سے مختلف ہوتا تھا۔ آپ دعوت الی اللہ کے لئے عام طور پر ایسی روحیں اور دل چنتے جن پر دوسروں کی نگاہ کم از کم پڑتی ہو اور جو دنیا والوں کی نگاہ میں بڑے کم مایہ اور معمولی ہوتے مگر احمدیت کی جلا پاتے ہی یہ ذرّے آفتاب بن جاتے کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں خیرہ ہو جاتیں۔ اس طرح دو ایک چکروں کے بعد نومبر کی پہلی یا دوسری تاریخ ہی کو گھر سے نکل کھڑے ہوتے۔ سال کے اس آخری دورہ میں زیر دعوتِ الی اللہ دلوں کے روحانی استحکام کا جائزہ لیتے، انکے ذہنوں کے اشکال وشبہات کھنگالتے اور انہیں دُور کرتے، جلسہ سالانہ کی برکات ذہن نشین کراتے، دین کی اجتماعی شان وشوکت کا نظارہ کھینچتے اور یوں پھرتے پھراتے ہفتہ کی مسافت کے بعد جب دارالامان پہنچتے تو انکے ساتھ ہر سال پندرہ بیس واردان کا قافلہ ہوتا جس میں سے اکثر آٹھ دس بیعت کر جاتے اور انکے دل احمدیت کے متعلق خوش ظنیوں سے بھر جاتے اور یوں ہر سال چراغ پر چراغ جلتا چلا جاتا''

(ماخوذ از الفضل انٹرنیشنل، لندن، ۲۲ جون ۲۰۰۱ء)

## اٹھارہواں واقعہ

## ''یہ کتاب خواب میں مجھے مل چکی ہے''

# حضرت میراں بخش صاحب ٹیلر ماسٹرؓ کا قبول احمدیت

اب حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے ایک اَور رفیق، حضرت میاں میراں بخش صاحب ولد میاں شرف الدین صاحب سکنہ گوجرانوالہ، کی بیعت کا حال درج کیا جاتا ہے۔ آپ اندازاً ۱۸۶۹ء میں پیدا ہوئے۔ بیعت کی سعادت ۱۹۰۰ء میں پائی۔ اسکی تقریب کیسے پیدا ہوئی، اس بارے میں آپ ہی کا بیان ہے کہ:

''ہمارے بھائی غلام رسول صاحب ہم سے پہلے احمدی ہو چکے تھے۔ مگر اَن پڑھ تھے۔ میں جب دوکان سے اپنے گھر کی طرف جاتا تو راستہ میں ان سے ملا کرتا تھا۔ ان کے ساتھ سلسلہ کی باتیں بھی ہوتی تھیں۔ میں چونکہ مخالف تھا، اس لئے ان کو جھوٹا کہا کرتا تھا لیکن جب گھر آ کر سوچتا تو نفس کہتا کہ گو یہ اَن پڑھ ہے مگر اس کی باتیں لاجواب ہیں۔ ایک دفعہ میرے بھائی نے مجھے کچھ ٹریکٹ دیئے جو میں نے پڑھے۔ ان کا مجھ پر گہرا اثر ہوا۔ اس پر میں نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا شروع کر دی۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ

''میں اپنی چارپائی سے اٹھ کر پیشاب کرنے گیا ہوں۔ مگر دیکھتا ہوں کہ باری (کھڑکی) کھلی ہے۔ میں حیران ہوا کہ باری کیوں کھلی ہے۔ میں جب باری کی طرف گیا تو دیکھا کہ ایک بزرگ ہاتھ میں کتاب لئے پڑھ رہے ہیں۔ میں ان سے سوال کرتا ہوں کہ یہ کونسی کتاب ہے جو آپ پڑھ رہے ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں کہ یہ کتاب مرزا صاحب کی ہے اور ہم تمہارے لئے ہی لائے ہیں۔ جب انہوں نے مجھے وہ کتاب دی تو میں کہتا ہوں، یہ تو چھوٹی تختی کی کتاب ہے۔ میں نے ان کے ٹریکٹ دیکھے ہیں، وہ بڑی تختی کے ہوتے ہیں۔ وہ بزرگ بولے کہ مرزا صاحب نے یہ کتاب چھوٹی تختی کی چھپوائی تھی۔ اس پر میری آنکھ کھل گئی''

آگے ان کا یہ خواب کس طرح ہو بہو اگلے دن ہی پورا ہو گیا، اور انکے ازدیادِ ایمان کے ساتھ ان

کی احمدیت کی طرف رہنمائی کا بھی موجب بنا، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''میں نے خیال کیا کہ شاید رات کو میں دعا کر کے ان خیالات میں سویا تھا، یہ ان کا ہی اثر ہوگا۔ مگر جب میں ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے اپنے گھر کی طرف آیا تو غلام رسول کی دوکان پر ایک شخص بیٹھا ہوا ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔ میں نے کہا، یہ کونسی کتاب ہے جو پڑھ رہے ہو۔ میاں غلام رسول نے اس کے ہاتھ سے کتاب لے کر میرے ہاتھ میں دے دی اور کہا کہ تم جو کتاب مانگتے تھے، یہ کتاب آپ کے لئے ہی مَیں لایا ہوں، یہ آپ لے لیں۔ میں نے کتاب کو دیکھ کر کہا کہ یہ کتاب رات خواب میں مجھے مل چکی ہے۔ اس پر مَیں نے 'ازالہ اوہام' کے دونوں حصوں کو غور سے پڑھا اور اپنے دل سے سوال کیا کہ کیا اب بھی تمہیں کوئی شک وشبہ باقی ہے ۔ میرے دل نے جواب دیا کہ اب کوئی شبہ باقی نہیں رہا، اس لئے میں نے بیعت کا خط لکھ دیا''

(بحوالہ رجسٹر روایات صحابہ، نمبر ۱۰ ص:۱۱۷تا۱۱۸)

☆ ☆ ☆

## انیسواں واقعہ

## ''اُسی وقت میری آنکھ کھل گئی''

## مولنا ابوالنصر آہ کا قبول احمدیت

آسمانی تحریک سے ہدایت پانے کا ایک اَور دلچسپ واقعہ عالم ادب کے ایک مشہور ومعروف ستارے مولانا ابوالنصر غلام یاسین آہ کی ذات میں ظاہر ہوا۔ مولانا ابوالنصر آہ برصغیر ہند کے مشہور و معروف مذہبی وسیاسی لیڈر مولانا ابوالکلام آزاد کے بڑے بھائی اور بیسویں صدی کی پہلی دہائی کے معروف شاعر اور نثر نگار تھے۔

ان کے بارے میں حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے ایک رفیق، حضرت سیٹھ اسمٰعیل آدم، (امیر

جماعت احمدیہ ممبئی، ہندوستان ) کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک ایسا نظارہ دکھایا جو بعد میں ان کے قبولیت احمدیت کا موجب بنا۔ علاوہ ازیں اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ خدائے عالم الغیب کی طرف سے اپنے ایک بندے کے قلب صافی پر پیدا ہونے والے غیر مرئی نقوش کس طرح ایک مدت بعد اپنی تمام تر تفصیلات کے ساتھ حقیقت کا رنگ پکڑ گئے۔ یہ سارا واقعہ مولانا ابوالکلام آزاد کی سوانح مصنفہ جناب عابد رضا بیدار صاحب، جو" ادارہ علوم شرقیہ" رامپور، کی طرف سے شائع ہوئی، میں بیان ہوا ہے۔ اسکے مطابق حضرت سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب، انہیں (مولانا ابوالکلام آزاد کو) مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"میری عمر اِس وقت 75 سال کے قریب ہے۔ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود مانتا ہوں۔ میں نے ان کی بیعت کی ہوئی ہے۔ میری بیعت کے زمانے میں آپ شاید پندرہ سال کے ہوں گے [ا] آپکے والد صاحب اور آپ کا خاندان کمبگیر اسٹریٹ میں جس کو چھاجھ محلّہ بھی کہتے ہیں، سکونت پذیر تھے"

آگے فرماتے ہیں:

"1901ء یا 1902ء میں ایک پنجابی تاجر میری دوکان پر آیا کرتے تھے۔ ایک دن مجھ سے کہا کہ وہ مولوی خیر الدین کے فرزند ابوالنصر سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان کو عشاء کے بعد اپنے مکان پر بلایا۔ وہ مجھے لے گئے۔ آپ کے مریدوں کے حلقہ میں آپ کے مرحوم بھائی ابوالنصر بیٹھے ہوئے تھے اور گدی پر آپ کے بہنوئی بھی ان کے ساتھ بیٹھے تھے۔ میں دروازہ میں سے اس پنجابی کے ساتھ داخل ہوا اور السلام علیکم کہا اور آپ کے بھائی اور بہنوئی کھڑے ہو گئے اور مجھے گدی پر اپنے پاس بٹھایا۔ پھر مجمع کو اٹھ جانے کا حکم دیا۔ جب آپ کے بھائی اور بہنوئی اور مجھے لے جانے والے پنجابی کمرے میں اکیلے ہوئے تو خیر و عافیت اور میرے حالات دریافت کرنے میں پندرہ

[ا] یہاں اجمل خان کا نوٹ درج ہے کہ اس حساب سے مولانا کی ولادت 1879ء کی معلوم ہوتی ہے۔ ابوسعید بزمی نے مولانا کی زندگی میں جو مقالہ لکھا تھا، اس میں بھی یہی سال پیدائش اختیار کیا گیا ہے۔

منٹ گزر گئے ۔ جب ہم ایک دوسرے کا تعارف کرا چکے تو تب انہوں نے مجھے اپنا ایک خواب سُنایا۔فرمایا:

”میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اور میرا چھوٹا بھائی ابوالکلام آزاد قادیان گئے ہیں، مرزا صاحب (مراد حضرت بانیٔ سلسلہؑ ۔ناقل) سے مجلس میں ملاقات ہوئی اور کچھ دینی مسائل پر گفتگو ہوئی ۔ اس گفتگو میں میرے بھائی ابوالکلام نے مرزا صاحب سے کچھ سخت کلامی کی ۔ پاس ہی ایک عینک والے صاحب نے میرے بھائی کو بڑے زور سے ڈانٹا اور کہا،’چپ، بے ادب! آداب مجلس کا خیال کر کہ کس مدعی کیساتھ گفتگو کر رہا ہے جس کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف کی ہے‘۔ اسی وقت میری آنکھ کھل گئی“

آگے فرماتے ہیں:

”سال ڈیڑھ سال اس واقعہ کو گزرے ہوں گے کہ آپ کے بھائی مرحوم میری دوکان پر تشریف لائے اور مجھے کہا کہ میرا خواب پورا ہو گیا، ہم امرتسر گئے تھے، ہم دونوں بھائی قادیان گئے ، اُسی طرح میرے بھائی نے گستاخی کی اور ایک عینک والے بزرگ نے اُسی طرح جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا، میرے بھائی کو ڈانٹا۔ نیز فرمایا کہ میں بیعت کر آیا ہوں مگر اظہار بیعت اخبار میں نہ کرنے کا ذکر کیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد میں نے سُنا کہ ابوالنصر، آپ کے بھائی، فوت ہو گئے ہیں“

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 21/اپریل 1995)

☆ ☆ ☆

## بیسواں واقعہ

## ''پانچ سال بعد وہی خواب والا نقشہ سامنے آ گیا''

## حضرت مولوی عبداللہ صاحب بوتالوی ؓ کا قبول احمدیت

حضرت مولوی عبداللہ صاحب بوتالوی قوم ریحان راجپوت، جس کے مورث اعلیٰ حافظ سعداللہ صاحب بوتالوی تھے، سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۸۸۱ء میں موضع بوتالہ جھنڈا سنگھ، ضلع گوجرانوالہ، میں ہوئی۔ آپ کے والد عربی فارسی اور قرآن و حدیث کے بہت بڑے عالم اور اپنے گاؤں کے خطیب تھے اور بباعث عالم ہونے کے اپنے علاقہ میں بہت معزز سمجھے جاتے تھے۔ آپ اپنے احمدیت سے تعارف کے اسباب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''مَیں والد صاحب کی زندگی میں اگرچہ خوردسال تھا، تاہم مدرسہ کی تعلیم پاتے ہوئے مجھے دینی معلومات حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ ایکبار جب بھڑی شاہ رحماں ضلع گوجرانوالہ، کے مولوی امام الدین صاحب جو حضرت مرزا صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کی بیعت کر چکے تھے، موضع کوٹ بھوانی میں اہلحدیث اور حنفی علماء کے مابین ہونے والے ایک مناظرہ میں شریک ہونے کیلئے جا رہے تھے، تو رات ہمارے ہاں ہی ٹھہرے۔ مناظرہ کا موضوع احمدیت کا کوئی اختلافی مسئلہ نہیں تھا مگر چونکہ حنفی فریق کے مناظر، مولوی غلام قادر ہیڈ ماسٹر، کے معاونین سب کے سب احمدی تھے، لہٰذا والد صاحب کے ساتھ ان کی گفتگو کے دوران احمدیت کا اکثر ذکر ہوتا رہا۔ اس مناظرہ میں حنفی علماء کو نمایاں فتح حاصل ہوئی''

احمدیت سے متعارف کرانے والے ایک دوسرے واقعہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''والد صاحب کے ایک اَور دوست، مولوی سید احمد صاحب، سکنہ کولوتارڑ، تحصیل حافظ آباد، جب بیعت کرنے کے بعد قادیان سے واپس ہوئے، تو ہمارے ہاں ہی ٹھہرے اور رات والد صاحب مرحوم ان سے قادیان کے حالات نہایت ذوق اور شوق سے سنتے رہے۔ خود میں نے بھی ان کی گفتگو خوب کان لگا کر سنی، حضرت مولوی صاحب اپنے

ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی بعض کتب بھی لائے تھے۔ان کتب کو مَیں نے بھی دیکھا اور اپنے مبلغ علم کے مطابق ان کا مطالعہ کیا‘‘

ایک تیسرا سبب جو آپ کو احمدیت سے قریب لانے کا موجب بنا، وہ ایک مناظرہ تھا جو آپکے ننھال کے ایک احمدی، حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ [ا] اور لاہور کے مدرسہ حمیدیہ کے ایک مدرس، مولوی زین العابدین، کے درمیان ہوا اور جس میں نہ صرف یہ کہ احمدیت کو نمایاں فتح حاصل ہوئی بلکہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ احمدیت کے مخالف کس قدر جھوٹ اور بددیانتی سے کام لیتے ہیں۔اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں:

’’ایک دفعہ بوتالہ کے ایک نزدیکی گاؤں، موضع نتّ، جہاں بہت سے کشمیری قوم کے لوگ احمدیت قبول کر چکے تھے، مولوی زین العابدین (اہلحدیث) نے آکر اپنے وعظ میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ لوگو، آگے تو مرزا صاحب نبی بنتے تھے، اب انہوں نے خدائی کا دعویٰ بھی کر دیا ہے اور اس طرح پر لوگوں کو خوب بھڑکایا۔اس پر کشمیری احمدی حضرت قاضی ضیاء الدینؓ کے پاس کوٹ قاضی پہنچے اور تمام ماجرا بیان کر کے ان سے مدد کی درخواست کی‘‘

یہ مناظرہ کیسے ہوا اور کس طرح مولوی زین العابدین باوجود اپنی تیز طراری اور شاطرانہ چالوں کے اپنے مقصد میں بری طرح ناکام اور ذلیل ہوا، یہ ایک لمبی داستان ہے جسکے بیان کی ضرورت نہیں ۔لیکن اس کا جو اثر حضرت مولوی عبداللہ صاحبؓ پر ہوا، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

’’یہ پہلا مناظرہ تھا جو مَیں نے احمدی جماعت کے ساتھ ہوتا دیکھا اور اسکا اثر میری طبیعت پر یہ ہوا کہ مجھے مخالف علماء سے نفرت ہو گئی اور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ پر صدق دل سے غور کرنے لگ گیا۔پھر جوں جوں مخالفوں کے اعتراضات سنے اور ان کے جوابات پر غور کیا، تو حضور کی صداقت پر میرا ایمان بڑھنے لگا‘‘

[ا] حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ گوجرانوالہ کے سب سے پہلے احمدی ہیں۔آپکے دو بیٹوں، حضرت قاضی عبدالرحیم صاحبؓ اور حضرت قاضی عبداللہ صاحبؓ کو بھی صحابہ میں شمولیت کا فخر حاصل ہوا۔مؤخر الذکر اسکے علاوہ انگلستان میں بطور مبلغ، نیز سالہا سال تک ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام کالج، قادیان اور ناظر ضیافت، ربوہ، بھی خدمات بجالاتے رہے ہیں۔

احمدیت کے بارے میں آپ کے اسی مثبت رویہ کی وجہ سے آپکے دوست اور احباب آپکی مخالفت کرنے لگ گئے ۔ یہ صورت حال جاری تھی کہ آپ نے چند ایک ایسی رؤیا صالحہ دیکھیں، جسکے بعد آپ بالآخر احمدیت سے وابستہ ہو گئے ۔ اب ذیل میں ان رؤیاہائے صالحہ کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

## پہلی رؤیا

"فروری ۱۹۰۰ء میں جبکہ خاکسار بمقام بھیرہ میں تھا اور ابھی تحقیقات کر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ مَیں قادیان گیا ہوں۔ اور حضرت صاحب کا گھر پوچھ رہا ہوں۔ آخر ایک گھر میں داخل ہو کر کسی سے پوچھتا ہوں کہ کیا مرزا صاحب کا گھر یہی ہے؟ اس کے کہنے پر کہ ہاں یہی ہے، مَیں اپنا اسباب اندر رکھ دیتا ہوں اور پاس ہی ایک چھوٹی سی مسجد میں نماز ظہر ادا کرنے کیلئے چلا جاتا ہوں۔ وہاں مجھے خیال آتا ہے کہ مرزا صاحب کے خاندان کے لوگوں کے تو اَور بھی گھر ہونگے، کہیں مَیں غلطی سے کسی اَور گھر میں تو نہیں چلا گیا۔ اس پر میں نے واپس آ کر اپنا اسباب مانگا جو مجھے مل گیا۔ پھر مَیں ایک گلی میں جا کر پوچھتا ہوں کہ مرزا صاحب کا مکان کدھر ہے۔ اس پر ایک شخص جو اسی مکان کے پاس کھڑا ہے، مجھے کہتا ہے کہ تو اس مکان کے پاس ہی ہے۔ چنانچہ مَیں نے دیکھا کہ وہاں پر بہت سے لوگ جمع ہیں اور وہ قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہیں..... وہیں آگے حضرت مرزا صاحب بھی ایک لکڑی کے تخت پوش پر بیٹھے کسی آدمی سے باتیں کر رہے ہیں۔ جب حضور فارغ ہوئے تو خاکسار نے آگے بڑھ کر السلام علیکم کہا۔ حضور نے سلام کا جواب دے کر مصافحہ بھی فرمایا۔ مصافحہ کا کرنا تھا کہ مجھ پر رقت طاری ہوگئی اور مَیں نے زار و زار رونا شروع کر دیا۔ اس پر مجھے عالم رؤیا میں ہی خیال آتا ہے کہ مَیں جو بیعت کرنے کیلئے آیا ہوں تو یہی بیعت ہوگی۔ جو مَیں نے مصافحہ کی صورت میں کر لی ہے"

## دوسری رؤیا

"شروع ماہ نومبر ۱۹۰۰ء میں مَیں نے پھر دیکھا کہ میں قادیان گیا ہوں۔ وہاں مکانوں کی

چھت پر ایک مسجد بنی ہوئی ہے۔ مَیں مسجد کی شمالی جانب کی سیڑھیوں سے چڑھ کر جب اوپر پہنچتا ہوں، تو دیکھتا ہوں کہ وہاں بہت سے لوگ جمع ہیں، حضرت مرزا صاحب کھڑے ہو کر ہاتھوں میں قرآن شریف لئے وعظ فرما رہے ہیں۔ وعظ ختم ہونے کے بعد مَیں حضورؑ کو السلام علیکم کہتا ہوں۔ اُس وقت میرے سر پر سبز پگڑی ہے اور حضور سبز رنگ کی لوئی اوڑھے ہوئے ہیں۔ حضور مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کہاں سے آئے ہو۔ میرے جواب پر حضور خوش ہوتے اور میرے اوپر اپنی لوئی ڈال دیتے ہیں جس سے میرا سر، منہ اور سارا جسم لپیٹا گیا۔ پھر آپ نے وہ لوئی اتار لی۔ اس کے بعد میں عرض کرتا ہوں کہ حضور! مَیں نے بیعت کرنی ہے۔ حضور فرماتے ہیں، کونسی بیعت کرنی ہے، مَیں کہتا ہوں، محمدی بیعت کرنی ہے کیونکہ ہم سب امت محمدی ہیں اور آپ بھی خلیفۂ محمدی ہیں"

## تیسری رؤیا

"۸ فروری ۱۹۰۱ء کی رات جبکہ مَیں پھر بھیرہ میں تھا، مَیں نے دیکھا کہ مَیں مدینہ منورہ گیا ہوں۔ شہر میں داخل ہوتے ہی مَیں نہایت ہی ٹھنڈی اور خوشکن ہوا محسوس کرتا ہوں۔ پھر آسمان کی طرف نظر اٹھاتا ہوں تو مجھے نور ہی نور دکھائی دیتا ہے۔ لیکن وہ نور صرف اتنی جگہ پر تھا کہ جتنا شہر مدینہ تھا۔ باقی تمام آسمان پر کالی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ اور مدینہ شریف والی جگہ ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے بادلوں والے دن کوئی جگہ بادلوں سے خالی ہوتی ہے اور اس میں سے دھوپ کی چمک نکل کر باہر آ رہی ہے"

فرماتے ہیں، اس رؤیا کے بعد مَیں نے بیعت میں التوا کرنا مناسب نہ سمجھا اور اگلے ہی دن (یعنی ۹ فروری ۱۹۰۱ء کو) ایک مفصل عریضہ لکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بیعت کی درخواست کی۔ میرے اس خط کا جواب ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء کا حضرت پیر سراج الحق نعمانیؓ کا لکھا ہوا مجھے ملا جس میں تحریر تھا کہ

"آپ کا بیعت کا خط حضرت صاحب کی خدمت میں سنایا گیا۔ حضور نے بیعت کو منظور فرمایا ہے اور استغفار، درود شریف کی مداومت (کرنے) کا ارشاد فرمایا ہے"

فرماتے ہیں، اس کے پانچ سال بعد جب میں نے قادیان پہنچ کر دستی بیعت کا شرف حاصل کیا تو وہ نظارے جو قادیان کے بارے میں خاکسار خواب میں دیکھ چکا تھا، ہو بہو میری آنکھوں کے سامنے آگئے۔ وہ پہلی مسجد، جو چھت کے قریب میں نے اونچی جگہ پر دیکھی تھی اور جسکے صحن میں حضرت مسیح موعودؑ کو وعظ کرتے دیکھا تھا، وہ مسجد اقصیٰ تھی۔ دوسری جگہ جو بیٹھک کے طور پر دیکھی، اور جس میں بیٹھ کر حضرت صاحب نے میری بیعت لی تھی، وہ مسجد مبارک تھی، جو اس زمانے میں بیٹھک کے اندازے کے برابر تھی اور اسی میں خاکسار کو اکیلے ہی میں حضرت کی دستی بیعت کا شرف حاصل ہوا تھا۔

(ملخص از اصحاب احمد جلد ہفتم، صفحہ ۱۶۷ تا ۱۸۲)

☆.........

تعارف: حضرت مولوی عبداللہ صاحب بوتالویؓ بھی کبار صحابہ میں سے تھے۔ آپکو عربی کے علاوہ فارسی زبان پر بھی اچھا عبور حاصل تھا۔ گلستان و بوستان آپکو قریباً زبانی یاد تھیں۔ آپکی ملازمت اگرچہ سرگودھا میں تھی مگر آپ بالکل ابتدائی زمانہ میں قادیان آگئے تاکہ دینی ماحول میں رہ کر خود بھی فیضیاب ہوں اور اپنے بچوں کی بھی نیک تربیت کرسکیں۔ چنانچہ آپکے دو بیٹوں میں سے بڑے بیٹے، مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور کو سالہا سال تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے پرائیویٹ سیکرٹری اور دوسرے بیٹے حافظ قدرت اللہ صاحب کو ہالینڈ میں بطور مبلغ سلسلہ خدمات بجالانے کا شرف حاصل ہوا۔ اِس وقت آپ کی اولاد در اولاد مختلف ممالک میں پھیل کر اپنے مفوضہ ذمہ واریوں کے ساتھ ساتھ خدمات دینیہ بھی بجالانے کی توفیق پا رہی ہے۔

☆ ☆ ☆

## اکیسواں واقعہ

### ''حضرت مسیح آسمان سے اتر آئے ہیں''

## لاہور کے پہلے احمدی: حضرت مولوی رحیم اللہ صاحبؓ

اب ایک ایسے خوش بخت انسان کے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی غلامی میں آنے کا حال بیان کیا جاتا ہے جنہیں لاہور کا پہلا احمدی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ذکر آتا ہے کہ حضرت میاں چراغ دین صاحب لاہوریؓ (یکے از صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کے جد امجد۔ میاں الٰہی بخش۔ جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت میں محکمہ تعمیرات کے وزیر تھے، نے اپنے رہائشی مکان واقع لنگے منڈی، لاہور، کے سامنے ایک مسجد بنائی اور ایک درویش صفت اور خدارسیدہ انسان، حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب، کو اس مسجد کا امام الصلوٰۃ مقرر کیا۔[ا] آپ حافظ قرآن تھے، عالم تھے اور اعلیٰ درجہ کے موحد تھے۔ شرک سے کلیۃً متنفر تھے۔

جب حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے دعویٰ کی خبر آپ کو پہنچی تو آپ نے صلحاء کے طریق پر استخارہ کیا اور خدا تعالیٰ سے اس بارے میں رہنمائی چاہی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسا نظارہ دکھایا جس سے آپ کو انشراح صدر حاصل ہوگیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

> **''مَیں نے حضرت کے دعویٰ کے بارے میں استخارہ کیا تو اسکے جواب میں ایک ڈولے (پالکی) کو آسمان سے اترتے دیکھا اور میرے دل میں القاء ہوا کہ حضرت عیسیٰ آسمان سے اتر آئے ہیں۔ جب مَیں نے پالکی کا پردہ اٹھا کر دیکھا تو اس کے اندر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پایا''**

یہ بھی آتا ہے کہ بیعت کرنے سے قبل آپ نے پرانے وفات یافتہ بزرگوں کے مزاروں پر جا کر کشفِ قبور کے ذریعہ بھی حضرت اقدسؑ کی صداقت معلوم کرنے کی کوشش کی، چنانچہ اس طریق پر بھی

---

[ا] اس مسجد کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی دعویٰ ماموریت سے قبل اور بعد میں اکثر نمازیں پڑھتے رہے۔ پھر حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ بھی قادیان سے واپسی پر جب لاہور ٹھہرے تو قریباً آٹھ روز تک اسی مسجد میں قیام فرمایا اور عبادات و نوافل میں مشغول رہے۔

آپکو رہنمائی حاصل ہوئی ۔آپ پا پیادہ قادیان پہنچے اور جا کر آنحضرت ﷺ کا سلام پہنچایا۔رجسٹر بیعت میں آپ کی بیعت کا اندراج یوں ہے:

**"۲۶ر اگست ۱۸۹۱ء۔مولوی رحیم اللہ ولد حبیب اللہ،قوم راجپوت،ساکن لاہور ۔محلّہ لنگے منڈی۔پیشہ وعظ"**

آپ کا وجود اس اعتبار سے حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے الہام :**ینصرک رجالٌ نوحی الیھم من السماء** کی عملی تفسیر ثابت ہوا کہ چونکہ آپ پہلے ہی ولایت کے ایک اعلیٰ مقام پر فائز تھے جس کا آپ کے گرد و پیش کے رہنے والوں کو پہلے ہی سے علم تھا، جب آپ نے تبلیغ کرنی شروع کی،تو بہت سی سعید روحیں حق کو قبول کر کے حضرت مہدیٔ آخر الزماں کی غلامی میں داخل ہونے کیلئے تیار ہو گئیں ۔ان میں قابل ذکر حضرت میاں چراغ دین صاحب لاہوری ،رئیس لاہورؓ ،کا سارا خاندان ہے[۱] جن کی اولاد در اولاد سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو کر اب تک مختلف رنگوں میں خدماتِ دینیہ بجا لانے کی توفیق پا رہی ہے۔چنانچہ آپ کے بڑے بھائی،حضرت میاں معراج الدینؓ،کو سب سے پہلے بیعت کرنے کی توفیق ملی (آپ کی تاریخ بیعت ۱۸۹۱ء ہے)۔آپ کے بعد آپ کے برادر اصغر،حضرت میاں تاج الدین صاحبؓ،نے بیعت کر لی۔پھر آپکے چچازاد بھائی،حضرت میاں سراج الدین صاحبؓ،ان کے بیٹے حضرت ڈپٹی میاں محمد شریف صاحبؓ،پھر دوسرے چچا زاد بھائی،یعنی خود حضرت میاں چراغ دین صاحبؓ،ان کے فرزندان،حضرت میاں عبدالمجید صاحبؓ،حضرت میاں عبدالعزیز المعروف مغلؓ اور حضرت حکیم محمد حسین صاحبؓ المعروف بہ مرہم عیسیٰ احمدی ہو گئے۔اور اس طرح آگے پھر ان سب کی اولادیں۔غرض اس سارے شجرۂ طیبہ کا باغ مسیح محمدی کی سرسبز شاخیں بننا اسی ایک مرد خدا کی دردمندانہ دعاؤں،کوششوں اور پاک سیرت کا مرہون منت ہے۔

(بحوالہ "اصحاب احمد"، جلد اوّل صفحہ ۵۹ تا ۶۸)

اس سلسلے میں ایک خاص خدمت جسکی ادائیگی کا شرف اس خاندان کے چشم و چراغ،حضرت حکیم محمد حسین صاحبؓ،کو حاصل ہوا،اور جو تاریخ احمدیت میں بڑے جلی حروف سے لکھی اور یاد کی جائے گی،اسکا ذکر بھی قارئین کیلئے دلچسپی کا موجب ہوگا۔وہ یہ ہے کہ جب حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام نے

---

[۲] آپکا خاندان بابری چغتائی مغل نسل کی ایک شاخ ہے جسکی ملک ہند میں کئی پشتوں تک حکومت رہی۔

مرہم عیسیٰؑ کے بارے میں انکشاف فرمایا کہ یہ وہ مرہم ہے جو حضرت مسیح ناصریؑ کے حواریوں نے آپ کے زخموں کے لئے تیار کی تھی، تو حضرت حکیم صاحب موصوف نے طب کی کتابوں سے چھان بین کر کے اس کا اصل نسخہ تلاش کر لیا اور جو اجزاء ہندوستان میں دستیاب نہ تھے، وہ ولایت سے منگوا کر وہ مرہم تیار کی اور پھر اس مضمون کا اشتہار تیار کر کے سارے پنجاب میں تقسیم کیا کہ یہ مرہم حضرت مسیح ناصریؑ کے صلیبی زخموں کے لئے آپ کے حواریوں نے تیار کی تھی اور یہ کہ حضرت مسیح تو بیماروں کو اچھا کرتے تھے مگر اس مرہم نے حضرت مسیح کو چنگا کیا۔ اس اشتہار کے درمیان میں حضرت مسیح کی وہ تصویر بھی دی گئی جس میں آپ اپنے زخم اپنے حواریوں کو دکھا رہے ہیں۔ نیچے اس مرہم کے دیگر فوائد بھی بتائے گئے تھے۔ ظاہر ہے، اس بیان سے بین السطور حضرت مسیح کا صلیب پر سے زندہ اترنا اور طبعی زندگی پانا ثابت ہوتا تھا اور یہی حضرت حکیم صاحب کا اصل مقصد تھا۔

اس اشتہار کا شائع ہونا تھا کہ عیسائی دنیا میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ خود حکومت کے بڑے بڑے افسران جو انگریز عیسائی تھے تلملا اٹھے۔ چنانچہ لاہور کے ڈپٹی کمشنر نے ایک انگریز پولیس افسر کے ذریعے آپکو (حضرت حکیم صاحب کو) کہلا بھیجا کہ اشتہار فوراً تمام دیواروں سے اتار دو ورنہ تمہیں گرفتار کر لیا جائے گا۔ اس سرکاری حکم کا جواب دینے کے لئے حکیم صاحب کی طرف سے دو وکلاء ڈپٹی کمشنر کے پاس گئے اور جا کر بیان کیا کہ اشتہار اس کثرت سے لگائے جا چکے ہیں کہ انہیں ایک دن میں اتارنا ممکن نہیں۔ لہٰذا ڈپٹی کمشنر صاحب اپنے عملے کو حکم دیں کہ وہ دیواروں سے اشتہار اتاریں۔ مگر ڈپٹی کمشنر اپنا حکم بدلنے کے لئے تیار نہ تھا۔ چنانچہ مجبوراً عدالت کی طرف رجوع کرنا پڑا۔

اب عدالت میں جس سیشن جج کے پاس اپیل کی گئی، وہ بھی انگریز تھا۔ وہ بھی یہ تصویر والا اشتہار دیکھ کر اس قدر غضبناک ہوا کہ اسنے اپیل سننے سے ہی انکار کر دیا۔ اس پر چیف کورٹ کی طرف رجوع کیا گیا۔ اس موقع پر حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام نے اپنے قلم مبارک سے ایک عرضداشت لکھ کر بھجوائی جو پیش کی گئی۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ انجیل سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح نے اپنے صلیبی زخم حواریوں کو دکھائے تھے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ان حواریوں میں لوقا نامی ایک طبیب بھی تھا۔ جسے انجیلوں میں پیارا طبیب کر کے مخاطب کیا گیا ہے۔ پھر طب کی کتابیں اس بات پر شاہد ہیں کہ مرہم عیسیٰ نام کی مرہم حضرت مسیح کیلئے بنائی گئی تھی، جس سے آپ کے زخم اچھے ہو گئے تھے۔ اور سوائے واقعۂ صلیب کے حضرت مسیح کی زندگی میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا جس کیلئے مرہم بنانے کی ضرورت پیش آتی۔ پس

عیسائی بتائیں کہ اشتہار میں کونسی ایسی بات لکھی گئی ہے جو خلاف واقعہ اور قابل گرفت ہے۔

مقدمہ کی پیشی کے وقت عیسائیوں کا لاٹ پادری بھی موجود تھا۔اس کے علاوہ اور بہت سے عیسائی مشنری بھی تھے۔انگریز جج اشتہار دیکھ کر پہلے تو بہت برہم ہوا۔پھر لمبی بحث وتمحیص کے بعد اسنے یہ تجویز پیش کی کہ 'مرہم عیسیٰ' کی بجائے اس مرہم کا کوئی اَور نام رکھ کر اسے فروخت کِیا جائے۔اسکے جواب میں وکلاء کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ اس صورت میں بعض ادویہ کے نام بدلنے پڑیں گے اور یہ ممکن نہیں کیونکہ قانون اسکی اجازت نہیں دیتا۔آخر فیصلہ یہ ہوا کہ نام تو یہی رہے مگر آئندہ اشتہار میں اس نام کی وجہ تسمیہ تحریر نہ کی جائے۔

یہ ایک بہت بڑی کامیابی تھی جو حضرت حکیم صاحب کو بفیض مسیح محمدی حاصل ہوئی۔اس کامیابی پر تمام اخبارات نے آپکو مبارکباد دی۔ بلکہ اس کی وجہ سے دنیا بھر میں یہی نام یعنی ''مرہم عیسیٰ'' آپکی پہچان بن گیا۔جواَب تک آپکے نام کے مستقل لاحقہ کے طور پر استعمال ہوتا چلا آرہا ہے۔

اس عدالتی فیصلہ کے بعد وہی اشتہار دوبارہ چھپنے لگا۔حضرت حکیم صاحب نے عبارت میں صرف یہ تبدیلی کی کہ پوری عبارت کی بجائے صرف یہ لکھنا شروع کر دیا کہ 'یہ مرہم حواریوں نے حضرت عیسیٰ کے لئے بنائی تھی'۔تاہم اصل مقصد کے حصول میں کوئی فرق نہ پڑا۔دوسری طرف عیسائی مذہب کی بنیادیں جو پہلے بھی کھوکھلی تھیں،اب زیادہ زور سے ہلنی شروع ہوگئیں۔ (ایضاً)

(ملخص از اصحاب احمد،جلد اول،صفحہ ۶۵ تا ۶۸)

☆ ☆ ☆

## بائیسواں واقعہ

### ’’مَیں نے زاروقطار رونا شروع کردیا‘‘

# حضرت ملک مولا بخش صاحبؓ کا قبول احمدیت

اب اس سلسلہ کے آخری واقعہ کے طور پر حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے ایک اَور قدیمی رفیق، حضرت ملک مولا بخش صاحب امرتسریؓ، کے قبول احمدیت کی داستان بیان کی جاتی ہے۔آپ امرتسر کے ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے، جسے مذہب کے عملی پہلو سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔یہی وجہ ہوئی کہ آپ کا بچپن ایسی حالت میں گذرا جس میں نماز، روزہ وغیرہ کا کوئی تصور نہ تھا بلکہ آپ کو قرآن پڑھنا بھی نہیں آتا تھا۔تاہم چھوٹی عمر میں ہی آپ کو ایک ایسی بیماری لاحق ہوگئی جس نے آپ کو حضرت مسیح پاکؑ کے قدموں میں لا کھڑا کیا۔اس کی روئداد کچھ اس طرح ہے کہ آپ ۱۹ سال کے تھے کہ مرض سل سے بیمار ہوگئے۔ڈاکٹروں سے علاج کراتے رہے مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ بلکہ بعض نے تو اسے لاعلاج قرار دے کر آپ کو جواب دے دیا۔حسن اتفاق سے کسی نے آپ کو امرتسر میں ہی رہنے والے ایک احمدی ڈاکٹر، حضرت ڈاکٹر عباداللہ صاحبؓ، کا پتہ بتایا۔ان کے علاج سے آپ کو بفضلہٖ تعالیٰ افاقہ ہونے لگا اور بالآخر مکمل آرام آگیا۔علاج کے دوران ہی آپ کو ڈاکٹر صاحب موصوف کے ساتھ ایسا قریبی تعلق پیدا ہوگیا کہ آپ نے مکان لے کر انہی کے قریب رہائش اختیار کرلی۔یہ تعلق بڑھتے بڑھتے محبت اور اخوت کا رنگ اختیار کر گیا۔چنانچہ آپ ان کے ساتھ نمازیں بھی پڑھنے لگے۔اسی طرح احمدیہ مسجد میں جمعہ کی نمازوں میں بھی جانے لگے۔اس دوران آپ نے محترم ڈاکٹر صاحب سے کتاب ’’شہادۃ القرآن‘‘ (حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی ایک کتاب جس میں حضور نے سورۃ النور کی آیات سے اپنی صداقت کا استدلال فرمایا ہے) لے کر پڑھی تو احمدیت کی صداقت کے بارے میں آپ کو مکمل انشراح ہوگیا۔

اب جب دسمبر ۱۹۰۰ء میں حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف جلسہ پر قادیان جانے لگے اور ملک صاحب کو بھی ساتھ چلنے کو کہا تو آپ بوجوہ آمادہ نہ ہوئے۔اُدھر آسمان کے فرشتے بھی اپنے اس سعید بندے کو مامور من اللہ کی غلامی میں لانے کیلئے تیار ہورہے تھے، چنانچہ جس روز ڈاکٹر صاحب موصوف نے قادیان کیلئے روانہ ہونا تھا، اس کی صبح کو آپ (ملک صاحب محترم) نے خواب میں دیکھا کہ

''پنڈت بیج ناتھ جو بیج ناتھ سکول امرتسر کے بانی اور آپ کے دوست تھے، آپ سے پوچھتے ہیں کہ (حضرت) مرزا صاحب کو کیا سمجھتے ہو؟ آپ جواب دیتے ہیں، مَیں ان کو مسیح موعود اور مہدی معہود خیال کرتا ہوں۔ پھر خواب میں ہی آپ گھر آتے ہیں اور والد صاحب سے کہتے ہیں کہ مَیں قادیان جلسے پر جا رہا ہوں، آپ بھی چلیں۔ وہ جواب دیتے ہیں: 'تسی جاؤ، اُسی تے ہُن قبر وِچ ہی جاواں گے''۔ یعنی آپ جائیں ، ہم تو اب قبر میں ہی جائیں گے''

یہ نظارہ دیکھنے کے بعد جب آپ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ والد صاحب پاس ہی چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور وہ حسب معمول آپ سے پوچھتے ہیں، 'خیریت ہے؟' آپ نے فوراً کہا کہ مَیں جلسہ پر قادیان جا رہا ہوں، آپ بھی چلیں۔ انہوں نے جواب دیا: 'تسی جاؤ، اُسی نہیں جاندے'۔ اس جواب میں اگرچہ انہوں نے قبر میں جانے والی بات تو نہیں کہی تھی، مگر عملاً ایسا ہی ہوا کہ وہ اس کے بعد نو سال زندہ رہنے کے باوجود قادیان نہ جا سکے، نہ ہی احمدیت کی طرف ان کا رجوع ہوا۔ البتہ ملک مولا بخش صاحب، نورِ احمدیت سے منور ہو کر قادیان سے لوٹے۔ اس بارے میں آپ بیان فرماتے ہیں:

''مَیں ڈاکٹر عباد اللہ صاحبؓ کے ہمراہ قادیان چلا گیا۔ بیعت کرنے کا ابھی کوئی خاص ارادہ نہ تھا۔ مگر جب لوگ بیعت کرنے لگے تو جس طرح کوئی پکڑ کر لے جاتا ہے، کھچ کر چلا گیا اور بیعت کر لی۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ یہ دسمبر کی غالباً ۲۷/۲۸ تاریخ تھی۔ اس کا اعلان جنوری ۱۹۰۱ء کے الحکم میں ہے''

ملک صاحب موصوفؓ کے والد صاحب گو احمدی نہ ہوئے لیکن آپ کے قادیان سے واپس آنے کے بعد جب آپکے بعض رشتہ داروں نے ان سے آپکے بارے میں ہمدردی کا اظہار کرنا چاہا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ مَیں اپنے بیٹے میں کوئی برائی نہیں دیکھتا، وہ پہلے سے اچھا ہو کر آیا ہے بلکہ مجھ سے بہتر مسلمان معلوم ہوتا ہے۔ اس طرح پر آپ کو اپنے والد صاحب کی طرف سے کوئی ابتلا پیش نہ آیا۔

آپکے گھر کے ماحول کی مذہب سے بیگانگی کے باوجود آپکے ہدایت کے راستے پر گامزن ہو جانے کے بارے میں آپ کے بچپن کے زمانہ کی دو خوابوں کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ جب آپ پندرہ سال کے تھے تو آپ کے ایک عزیز رشتہ دار نے خواب میں دیکھا کہ آپ سبز لباس میں ملبوس ایک بلند مقام پر کھڑے ہیں۔ مولوی احمد اللہ امرتسری (مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کے استاد) نے

اس کی یہ تعبیر کی کہ یہ لڑکا دیندار ہوگا۔ جب آپ نے احمدیت قبول کرلی تو آپ نے اپنے اس رشتہ دار کو اس کی یہ خواب یاد دلائی اور اسے بھی حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی غلامی میں آکر دینی انوار سے متمتع ہونے کی تلقین فرمائی مگر اس نے کوئی پرواہ نہ کی۔

دوسری خواب آپ کی اپنی ہے اور یہ اس وقت کی ہے جب آپ ابھی اٹھارہ سال کی عمر کے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ

**'آپ امرتسر کے بڑے تالاب سنتوکھ سرنامی میں گر گئے ہیں۔آپ تیرنا نہیں جانتے تھے۔لیکن جان بچانے کیلئے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے اور تیرتے ہوئے تالاب کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔وہاں ایک شخص آنکھوں میں سرمہ لگا رہا تھا۔آپ نے بھی اس سے سرمہ لے کر اپنی آنکھوں میں لگایا۔اور پھر تالاب میں ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے واپس آگئے'**

یہ خواب بھی آپ کے قبول احمدیت کی صورت میں من وعن پوری ہوئی۔آپ کا تالاب میں پڑنا آپ کو بلغم کی قسم کی بیماری لاحق ہونے کی طرف اشارہ تھا۔پھر تیرنا نہ جاننے میں اس طرف اشارہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ جس قسم کے ماحول میں پیدا ہوئے اور پروان چڑھے، وہ دین سے بیخبری کا عالم تھا۔اس کے باوجود آپ کا دوسرے کنارے پر پہنچ جانے اور سرمہ لگانے والے شخص سے سرمہ لے کر آنکھوں میں ڈالنے کا یہ مطلب تھا کہ آپ کو نور ہدایت نصیب ہوگا۔چنانچہ جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے، عملاً ایسا ہی واقع ہوا۔

حضرت امام الزمان علیہ السلام کی غلامی میں آجانے کی بدولت آپ کو جو عنداللہ اعلیٰ وارفع مقام حاصل ہوا، اس کا اندازہ آپ کی مندرجہ ذیل رؤیا سے لگایا جا سکتا ہے۔ یہ رؤیا اس وقت کی ہے جب آپ پنشن پانے کے بعد مستقل طور پر ہجرت کر کے قادیان تشریف لا چکے تھے۔آپ فرماتے ہیں:

**"مَیں نے دیکھا کہ لوگوں کا ایک گروہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا گیا ہے۔ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔اللہ تعالیٰ ایک سفید ریش انسان کی شکل میں ایک کرسی پر جلوہ افروز ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ ان کو دو گروہوں میں تقسیم کر دو۔مَیں نے دیکھا کہ جس گروہ میں آنحضرت ﷺ تھے، مَیں اس میں شامل نہ تھا۔پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ان دونوں گروہوں کو بہشت کے مختلف مقامات میں لے جاؤ۔مَیں اُس**

وقت کہتا ہوں کہ جو مقام مجھے عطا ہوا ہے، میں تو اس قابل بھی نہیں، ہر طرح موجب شکر ہے اور مَیں اس پر خوش ہوں، مگر ایک بات میری جان کو کھاتی ہے، مَیں تو محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، اب علیحدگی ہوگی۔ چنانچہ مَیں نے اس خیال سے زارو قطار رونا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے میری زاری دیکھ کر فرمایا، تم تو بہت روتے ہو، اچھا سب کو ایک ہی جگہ پر لے جاؤ۔ اس پر مجھے تسکین ہوگئی اور میں جاگ پڑا''

(بحوالہ اصحاب احمد، جلد اول، صفحہ ۸۲ تا ۸۸)

☆

تعارف: حضرت ملک مولا بخش صاحبؓ انٹرنس پاس کرنے کے بعد سیشن کورٹ امرتسر میں پہلے بطور کلرک ملازم ہوئے۔ پھر ترقی کرتے کرتے 'ریڈر، ڈویژنل کورٹ' اور 'کلرک آف دی کورٹ' کے عہدوں پر پہنچ گئے۔ آپ کی ذہانت اور آپ کے عدل وانصاف کا معیار اس قدر بلند تھا کہ کئی بار آپکی ججی کے عہدہ کیلئے سفارش ہوئی مگر ایک متعصب ہندو چیف جسٹس کی وجہ سے یہ سفارش رد ہوتی رہی۔ آپ امرتسر کے علاوہ کئی دوسرے اضلاع مثلاً گورداسپور، ملتان، ڈیرہ غازیخان، حصار اور ہوشیار پور میں بھی رہے اور اپنے فرائض منصبی کے ساتھ ساتھ جماعتی خدمات بھی بجالاتے رہے۔ ملازمت سے ریٹائر ہونے کے فوراً بعد آپ قادیان آگئے اور مختلف قسم کی دینی، علمی اور انتظامی خدمات بجالانے کی توفیق پائی۔ ۱۹۳۷ء میں آپکو قادیان ٹاؤن کمیٹی کے صدر کے فرائض تفویض کئے گئے، جس پر آپ پارٹیشن ہونے تک فائز رہے۔ علاوہ ازیں جن دنوں کرم دین بھیں والے فیصلے کے خلاف سیشن کورٹ امرتسر کے انگریز سیشن جج کے روبرو کی گئی اپیل زیر سماعت تھی، آپ اس وقت کورٹ میں ریڈر تھے اور دورانِ سماعت بطور ترجمان فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ اس دوران مولوی کرم دین کی بوکھلاہٹ کا آنکھوں دیکھا حال آپنے کئی بار دوستوں کو سنایا اور ریکارڈ کروایا۔ آپ نے ۲۸/ اکتوبر ۱۹۴۹ء کو ۷۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپکے صاحبزادے، میاں سعید احمد صاحب، جو ایک لمبے عرصہ سے شکاگو (امریکہ) میں آباد تھے اور گوناگوں علمی اور ادبی صلاحیتوں کے مالک تھے، جماعت میں مختلف قسم کی دینی اور علمی خدمات بجالاتے ہوئے حال ہی میں (۱۹۹۹ء میں) وفات پا گئے ہیں۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۸۶ سال تھی۔

☆ ☆ ☆

## تیئیسواں واقعہ

### ''یہ تو نور کا ستون ہے''

## شیخ رحمت اللہ صاحب کا قبولِ احمدیت

آخر پر ایک دوست شیخ رحمت اللہ صاحب کا بیان کردہ ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے جو بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو ہدایت دینا چاہتا ہے تو خود ہی اس کیلئے اسباب پیدا فرما دیتا ہے۔ اب کس عجیب وغریب طریق سے اللہ تعالیٰ نے انکی احمدیت کی طرف رہنمائی فرمائی۔ اس بارے میں حضرت شیخ صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ

''1904ء میں جب حضرت اقدس (حضرت بانی سلسلہؑ) لاہور میں تشریف لائے اور آپ نے وہاں ایک جلسہ سے خطاب فرمایا، تو میں بھی اس جلسہ میں شریک تھا۔ حضور کی تقریر کے دوران میں نے دیکھا کہ آپ کے سر سے نُور کا ایک ستون نکل کر آسمان کی طرف جا رہا ہے۔ اس وقت میرے ساتھ ایک اور دوست بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے اسے کہا، دیکھو وہ کیا چیز ہے۔ اس نے بھی دیکھا تو کہنے لگا کہ یہ تو نور کا ستون ہے جو مرزا صاحب کے سر سے نکل کر آسمان تک پہنچا ہوا ہے''

یہی نظارہ ان (شیخ رحمت اللہ صاحب) کے احمدیت میں داخل ہونے کا موجب بن گیا۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کر لی۔

(بحوالہ الفضل، قادیان، 15 ستمبر 1944)

☆ ☆ ☆

# باب دوم

# دیگر مخلصین کے واقعات

## پہلا واقعہ

### ''مَیں ایک مضطرب جان لے کر واپس لوٹا''

### شیخ روشن دین صاحب تنویر کا قبول احمدیت

اس باب میں سب سے پہلے ایک ایسی شخصیت کے قبول احمدیت کی داستان پیش کی جاتی ہے، جو ایک کٹر غیر احمدی ماحول میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے شہر (سیالکوٹ) کے ایک عیسائی مشن سکول (سکاچ مشن سکول) میں حاصل کی اور پھر کچھ عرصہ کاروبار میں مصروف رہنے کے بعد اپنے ہی شہر کے عیسائی ادارے کے ماتحت کھلنے والے کالج، مرے کالج سیالکوٹ، میں داخل ہو کر بی۔اے کیا اور پھر یونیورسٹی لا (Law) کالج، لاہور، سے ایل۔ایل۔بی (L.L.B.) کی ڈگری حاصل کی۔آپ کا اسم گرامی شیخ روشن دین تنویر ہے۔وکالت کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد آپ لاہور اور سیالکوٹ میں پریکٹس کرتے رہے۔شاعری سے آپ کا لگاؤ شروع ہی سے تھا۔لہٰذا جلد ہی مقبول شعراء کی صف اوّل میں شمار ہونے لگے۔شروع میں ''مسلم'' تخلص کرتے تھے، مگر جلد ہی ''تنویر'' تخلص اختیار کر لیا۔تاہم آپ کا زیادہ وقت ادبی سرگرمیوں میں صرف ہونے لگا۔

خدا کا یہ بندہ اپنی زندگی کی ۴۷ بہاریں دیکھنے اور مخالفانہ حالات میں زندگی بسر کرنے کے بعد پھر کس طرح اچانک صداقتِ احمدیت کا شکار ہو کر حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے قدموں میں آن پڑا، آپ ہی کے قلم سے لکھی ہوئی یہ دلچسپ داستان ذیل میں درج کی جاتی ہے۔آپ فرماتے ہیں:

''دسمبر ۱۹۳۹ء کے شروع میں میری ایک مربیہ نے جو نہایت مخلص احمدی ہیں، مجھے قادیان دارالامان کی زیارت کی دعوت دی۔ یہ ۱۹۳۹ء میں ہونے والے خلافت جوبلی کے جلسہ کا موقع تھا۔ چنانچہ ۲۴ دسمبر کی مبارک صبح کو مَیں قادیان کا واپسی ٹکٹ خرید کر پلیٹ فارم پر گاڑی کے انتظار میں ٹہل رہا تھا.......اتنے میں گاڑی کی روانگی کی سیٹی بجی۔ ویر کا سٹیشن پر گاڑی کی تبدیلی کیلئے اترنا پڑا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں احمدی خاندانوں

کے خاندان اترے پڑے ہیں۔ پلیٹ فارم سوٹ کیسوں ،ٹرنکوں اور بستروں سے پٹ گیا......مرد،عورتیں اور بچے ،غرضیکہ ہر صنف کی ایک کثیر تعداد ہر طرف دکھائی دے رہی تھی۔ کچھ بچے ماؤں کی گودوں میں تھے تو کچھ ننھے ننھے بچے قدم اٹھاتے ہوئے باپوں کی انگلیاں پکڑے چہل قدمی کرتے نظر آرہے تھے۔اس سردی کے موسم میں کنبوں کے کنبے گھروں کوتالے لگا کر کس شوق وذوق سے آمادہ سفر تھے،میرے لئے یہ ایک ناقابل فراموش منظر تھا......مَیں ایک اَور ہی دنیا میں چلا گیا،ایسی دنیا جو گذشتہ دنیا سے پاکیزہ تر،ارفع اور اعلیٰ تھی ، جہاں صفائیٔ قلب اور جذبِ روحانی کے سوا اَور کچھ نہ تھا۔یہ اثر جو میری روح پر ہوا،وہ پہلا اثر تھا جس نے زیارتِ قادیان کا جوش پوری طاقت کے ساتھ میرے دل میں پیدا کردیا‘‘

اس کے بعد قادیان پہنچنے کی روئداد بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

’’جس مکان میں ہم ٹھہرے،وہ محلّہ دارالبرکات میں واقع تھا۔محلوں کے نام سنے تو ایسا محسوس ہوا کہ ہم خلدِ بریں میں آگئے ہیں۔عزت وتکریم کی لہر میری رگ رگ میں دوڑ گئی۔ایک روحانی بارش میری روح پر برس رہی تھی۔ایک بیرونی کمرے میں ہم اترے۔ نیچے کماد کا چھلکا بچھا تھا۔سردی کا موسم تھا۔نرم گدیلوں میں یہ لطف کہاں؟ آرام وتعیّش پرموت وارد ہوچکی تھی‘‘

اب ذرا آپ کی زبانی ’’بہشتی مقبرہ‘‘ [۱] کے دلکش منظر کا حال بھی سن لیجئے۔فرماتے ہیں:

’’صبح اٹھ کر بازار سے ہوتے ہوئے بہشتی مقبرہ کی زیارت کی۔قبروں کی قطاریں زندہ انسانوں کی صفیں معلوم ہوتی تھیں۔یوں معلوم ہوا جیسے مُردوں کی پاک نفسی قبروں کے گوشوں سے نکل نکل کر میری روح سے ہم آغوش ہوگئی ہو۔اس پر تربتوں کی سادگی

[۱] ’’بہشتی مقبرہ‘‘۔یہ الہامی نام اُس قبرستان کا ہے،جو حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اذن پاکر جماعت کے برگزیدہ لوگوں کی آخری آرامگاہ کیلئے تعمیر فرمایا اور جسکے بارے میں آپکو الہام ہوا اُنزِلَ فِیھَا کُلُّ رَحمَۃٍ یعنی ہر قسم کی رحمت اس میں اتاری گئی۔اس میں علاوہ دیگر قبروں کے خود حضرت بانیٔ سلسلہؑ کا اپنا مزار بھی ہے۔اس میں دفن ہونے کیلئے بعض شرائط ہیں۔(جن کیلئے دیکھیں رسالہ ’’الوصیت‘‘)

جاذب نظر تھی۔ گویا زندہ مُردوں کی ایک دنیا آباد تھی۔ ایسے مُردے کہ جن کے سامنے مجھ جیسا زندہ ایک مُردہ معلوم ہو رہا تھا..... میری روح ان مٹی کے پاک ڈھیروں سے لپٹ گئی۔ بعدہٗ ہم اُس چار دیواری میں داخل ہوئے، جہاں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مزار مقدس ہے۔ سادگی پر ہزار بناوٹیں قربان ہو رہی تھیں۔ خاک کے ذرے ذرے سے صداقت کی آواز اٹھ رہی تھی۔ یہ قبر اُس انسان کی تھی، جس نے اپنے مسیحائی کے دعوے کی وجہ سے لاکھوں، کروڑوں انسانوں کیساتھ عمر بھر نبرد آزمائی کی...... اس مٹی کی ڈھیری نے میرے دل میں ایمان کا شعلہ بھڑکا دیا اور مَیں ایک مضطرب جان لے کر وہاں سے لوٹا''

آگے جلسہ کا حال اور اس سے پیدا ہونے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

''بعد دوپہر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتیں انجمن خدام احمدیہ کے جلسہ میں سنیں۔ اس گرانمایہ شخصیت کے متعلق جتنے شکوک وشبہات مَیں اپنے دل میں لے کر آیا تھا، تمام کے تمام اِس طرح مٹ گئے کہ گویا پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ اتنا سادہ اور پُر زور کلام مَیں نے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔ تقریروں میں کوئی دقیق مسائل بیان نہیں کئے گئے تھے۔ سادہ روزمرہ کی باتیں مگر انہی سادہ باتوں میں خدا جانے کہاں کی جاذبیت تھی کہ مَیں نے ایک ایک لفظ ہمہ تن گوش ہو کر سنا۔ اور اپنے آپ کو زندہ سے زندہ تر پایا..... مگر ان تأثرات کے باوجود مَیں ابھی پکا غیر احمدی تھا''

اس للٰہی جلسہ کے دوران آپ کا قادیان میں یہ مختصر قیام کس طرح آپ کی زندگی میں ایک خوشگوار روحانی انقلاب برپا کرنے کا موجب بن گیا، اس کا تذکرہ آپ نے اپنے واپسی کے سفر کی روئداد بیان کرتے ہوئے کیا ہے، چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''صبح کی گاڑی قادیان سے رخصت ہو کر گھر کو روانہ ہوا۔ میرے ہمراہ اَور بھی بہت سے لوگ اس گاڑی پر واپس ہو رہے تھے، جو عموماً احمدی تھے۔ میرے ڈبے میں ایک شخص کے پاس چند کتب تھیں جو وہ قادیان سے خرید کر لایا تھا۔ مَیں نے دفع الوقتی کیلئے ایک کتاب ان میں سے اٹھالی اور پڑھنے لگا۔ یہ کتاب حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ

کی تقریر 'انقلاب حقیقی' [ا] تھی''

حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے مقدس جانشین، جماعت احمدیہ عالمگیر کے دوسرے امام اور خلیفہ، جن کے بارے میں خدا کا الہام ہے کہ وہ ''ظاہری اور باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا'' کی معارف سے بھری اُس تحریر نے آپکے قلب صافی پر کونسے اثرات مترتب کئے، ان کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''اِس تقریر کے ختم کرنے تک مَیں دل میں احمدی ہو چکا تھا۔ زمین تو پہلے ہی تیار تھی، صرف بیج ڈالنے کی دیر تھی، جو 'انقلاب حقیقی' نے ڈال دیا۔ اور خدا کی رحمت یکبارگی مجھ پر نازل ہوگئی۔ اس سے قبل مَیں نے احمدیہ لٹریچر کا مطالعہ ایک مخالفانہ نقطۂ نگاہ سے کیا ہوا تھا۔ وہ تمام مطالعہ اب یکدم مجھ پر کریمانہ انداز سے جھپٹا اور مَیں شکار ہوگیا۔ گھر آ کر بیعت کا فارم پُر کر کے امیر جماعت احمدیہ سیالکوٹ کو بھیج دیا، جسکے زیر عنوان مندرجہ ذیل فی البدیہہ رُباعی تھی:

عید قربان ہے آج اے تنویر! مجھ پر ہے فضل رب سبحانی
پیش کرتا ہوں روح و قلب و دماغ کاش منظور ہو یہ قربانی

☆

تعارف: محترم شیخ روشن دین صاحب تنویر نے فروری ۱۹۴۰ء میں عیدالاضحیہ کے روز احمدیت قبول کی۔ شاعر تو آپ تھے ہی، قبول احمدیت کے بعد آپ کے شعر و سخن کا فطری ذوق خالصۃً احمدیت کے رنگ میں رنگین ہوگیا۔ بالآخر حضرت مصلح موعودؓ کی جوہر شناس نگاہ نے آپ کو سلسلہ کے روزنامہ اخبار ''الفضل'' کی ادارت کیلئے چن لیا۔ چنانچہ ۱۹۴۶ء میں آپ ہجرت کر کے قادیان آ گئے اور پھر ۱۹۷۱ء تک متواتر ۲۵ برس آپ اس خدمت پر مامور رہے۔ آپ ۲۷ جنوری ۱۹۷۲ء کو فوت ہوئے۔ یہ عجیب توارد ہے کہ جیسے آپ نے عیدالاضحیہ کے روز اِس دنیا میں روحانی زندگی پائی تھی، اسی طرح آپ عیدالاضحیہ کے روز ہی ابدی زندگی میں داخل ہونے کیلئے اپنے مالک حقیقی کے پاس حاضر ہوگئے۔

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن، ۴ دسمبر ۱۹۹۸ء)

[ا] ''انقلاب حقیقی'' حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وہ معرکۃ الآراء تقریر ہے جو آپ نے ۱۹۳۷ء کے جلسہ سالانہ پر فرمائی اور جس میں آپنے دنیا کی دیگر مذہبی و سیاسی تحریکات کے اغراض و مقاصد کا تجزیہ کرنیکے بعد بڑے واشگاف الفاظ میں بتایا ہے کہ یہ سب تحریکات انجام کار ناکام ہونگی۔ کامیاب صرف وہی ہوگی جسکی بنیاد آج سے چودہ سو سال قبل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں رکھی گئی تھی اور جسکی آبیاری اب آپکے روحانی فرزند کے ذریعے ہو رہی ہے۔

## دوسرا واقعہ

"یہ لڑکا کتنا اولوالعزم ہے!"

## سید عباس علی شاہ رضوی کے قبول احمدیت کا واقعہ

اب ایک ایسے دوست کی احمدیت کی طرف رہنمائی کا حال بیان کیا جاتا ہے، جن کا سارا خاندان شیعہ مسلک سے تعلق رکھتا تھا اور جنہیں یا تو حضرت بانی سلسلہؑ کے دعویٰ برائے مہدویت کا علم ہی نہ تھا یا اگر علم تھا تو اس طرف قطعاً انکی کوئی توجہ نہ تھی۔ ان کا نام سید عباس علی شاہ ہے۔ تاہم ان کے دل میں یہ تڑپ ضرور موجود تھی کہ کاش انہیں حضرت مہدی علیہ السلام کا زمانہ میسر آتا اور وہ ان کی جماعت میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ حسرت کیسے پوری کی، ان کی خودنوشت داستان میں انہوں نے اس کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں۔

"1928-29ء میں جبکہ خاکسار کوئٹہ گورنمنٹ سنڈیمن ہائی سکول میں تعلیم پاتا تھا، اس موقعہ پر جبکہ امیر امان اللہ خان بادشاہ افغانستان یورپ کی سیاحت کو جاتے ہوئے کوئٹہ سے گزرے، تو خاکسار بھی سٹیشن پر گیا اور جلد ہی واپس لوٹ آیا اور دل شکستہ اور پریشان تھا کیونکہ وہاں جا کر جو نظارہ دیکھا، وہ میرے لئے حوصلہ شکن تھا۔ امیر امان اللہ خان کے مصاحب جو گاڑی کے ایک ڈبہ سے برآمد ہوئے، ان کی ڈاڑھیاں منڈھی ہوئی تھیں اور وہ یورپین لباس اور طرز میں رنگین تھے۔ میں نے خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی کی ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ امام مہدی علیہ السلام جلد ظاہر ہونے والے ہیں۔ اُن کے آنے سے پہلے قندھار کی طرف سے اُن کی مدد کیلئے اٹھنے والے سیاہ جھنڈوں کو امیر امان اللہ خان پر چسپاں کیا تھا"

آگے فرماتے ہیں:

"خاکسار پر سٹیشن کے اِس نظارہ کا اچھا اثر نہ ہوا، لہٰذا دوسروں سے پہلے واپس ہوسٹل پہنچا جو اُس وقت خالی پڑا ہوا تھا اور تنہائی میں اللہ تعالیٰ کے حضور انتہائی کرب سے دعائیں کرنے لگا کہ یا اللہ! ہم ایسے زمانہ میں ہیں کہ باوجود تلاش اور تڑپ کے حق

کا پتہ نہیں چلتا۔ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوتے یا پھر حضرت امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ ہمیں میسر آتا تو کامل یقین کے ساتھ اسلام کے احکام پر عمل کر سکتے“

اب یہ کہ آپ کی حضرت مہدی علیہ السلام کی جماعت کی طرف توجہ کیسے پیدا ہوئی، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

”اِنہیں دنوں خاکسار نے ایک خواب دیکھا کہ ایک چھوٹا سا لڑکا چلا آرہا ہے، اس کے آگے کچھ گائیں اور کچھ بکریاں ہیں جنکو وہ جنوبی سڑک پر لیئے ہوئے خاکسار کی جانب چلا آرہا ہے۔کبھی کوئی بکری، کبھی کوئی گائے سڑک کو چھوڑ کر دائیں یا بائیں بھاگ جاتی ہے،تو وہ دوڑ کر اُسے سڑک پر واپس لاتا ہے اور ساتھ ہی کہتا ہے، میں تمہیں چھوڑنے تو نہیں لگا۔جب چند دفعہ نظارہ میں دیکھتا ہوں تو حیران ہوتا ہوں اور ساتھ ہی کہتا ہوں کہ اتنا چھوٹا لڑکا ہے مگر کتنا اولوالعزم ہے“

آگے فرماتے ہیں:

”اسی طرح چلتے چلتے وہ لڑکا میرے قریب آجاتا ہے لیکن اُس وقت وہ گائیں اور بکریاں نظر نہیں آتیں۔ میں.......اس لڑکے سے پوچھتا ہوں کہ تم کس کے بیٹے ہو؟ تو وہ نہایت وقار اور سنجیدگی سے جواب دیتا ہے، ’مرزا غلام احمد کا‘۔اُس وقت وہ مجھے وقار اور متانت کا مجسمہ دکھائی دیتا ہے اور میں بیساختہ کہتا ہوں، ’اتنی چھوٹی سی عمر ہے اور کتنا باوقار ہے‘۔اسکے بعد وہ لڑکا پہاڑ کی طرف چلا جاتا ہے۔پہاڑ سے چشمے نکل رہے ہیں۔ وہ لڑکا ایک چشمے کے کنارے سے چھلانگ لگا کر پار ہو جاتا ہے۔جب اُچھلنے لگتا ہے تو قرآن کریم کی ایک آیت پڑھتا ہے اور اِسی طرح آیتیں پڑھتا ہوا چشموں پر سے کودتا چلا جاتا ہے۔یہ حالت دیکھ کر بے اختیار میرے مُنہ سے نکلتا ہے: ’اس بچہ کی کیسی اعلیٰ تربیت کی گئی ہے کہ ہر حرکت اور سکون پر قرآن کریم کی آیت پڑھتا ہے‘۔اسی طرح وہ قرآن کریم کی آیات پڑھتا اور چشموں پر سے کودتا ہوا پہاڑ میں غائب ہو جاتا ہے“

آگے فرماتے ہیں:

''اس پر خاکسار لڑکے کی جانب بڑھتا ہے اور ہمدردانہ جذبہ دل میں محسوس کرتا ہے کہ پہاڑوں میں گڑھے وغیرہ ہیں اور چھوٹا لڑکا کہیں گر نہ جائے۔ آخر اس بچہ کے پاس جا کر خاکسار کہتا ہے کہ مجھے اپنے گھر لے چلو۔ تب وہ فوراً چل پڑتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم سڑک پر آ گئے ہیں۔ یہ سڑک کافی لمبی ہے اور ہم چلتے چلے جاتے ہیں، وہ لڑکا آگے آگے اور خاکسار پیچھے پیچھے، حتیٰ کہ چلتے چلتے ہم کمرہ کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ جونہی خاکسار اندر جاتا ہے تو سامنے ایک عورت دکھائی دیتی ہے جو اس لڑکے کی والدہ ہے۔ اُسکی شکل نہایت خوبصورت ہے اور وہ گوشت پوست کی بنی ہوئی معلوم نہیں ہوتی ،کوئی ایسی چیز ہے جو اس جہان میں نہیں ہوتی جیسے چینی کی بعض پتلیاں بنائی جاتی ہیں، اُس کا جسم اس قسم کی صفائی اپنے اندر لئے ہوئے تھا، سفیدی اور سُرخی ملی ہوئی، کہ اُسے دیکھ کر نہایت حیرت ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن کریم میں جو آتا ہے، جنّت میں حُوریں ہوں گی، جو مونگے اور مرجان کی بنی ہوں گی، تو یہ وہی ہے۔ اور اس خیال کے آتے ہی دل میں اطمینان سا محسوس ہوتا ہے کہ یہی بات ٹھیک ہے۔ کمرہ کے اندر داخل ہوتے وقت مَیں السلام علیکم کہتا ہوں اور اُن کی طرف سے وعلیکم السلام کہا جاتا ہے۔ اور ساتھ مجھے اشارہ کرتے ہیں اور ایک چائے کی پیالی جو ایک پرچ پر رکھی ہوئی ہے، پینے کیلئے دیتے ہیں۔ خاکسار چائے پی کر اُٹھ کھڑا ہوتا ہے''

آگے فرماتے ہیں:

''خاکسار باہر نکلتا ہے تو دُنیا میں شور پڑا ہوا دکھائی دیتا ہے اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ ''نیا بادشاہ آ گیا ہے۔ نیا بادشاہ آ گیا ہے''۔ پھر سامنے سے ایک بزرگ شخصیت ہمارے ایک اُستاد جن کا نام عبدالقیوم تھا، کی شکل پر آتی دکھائی دیتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہی حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہیں اور وہی پہلے بادشاہ ہیں جو جانے والے ہیں اور اُن کی جگہ کوئی اَور بادشاہ آنے والا ہے۔ خاکسار اُن کے چہرہ کی طرف بغور دیکھتا ہے کہ یہ کہیں جانے کی وجہ سے غمگین تو نہیں لیکن ان کے چہرہ پر غم کے آثار نظر نہیں آتے بلکہ خوش اور مسرور نظر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''نیا بادشاہ آ رہا ہے تو کیا ہوا، وہ

بھی تو ہم ہی ہیں''

آپ فرماتے ہیں، یہ خواب خاکسار نے 1928ء میں دیکھا جبکہ میری عمر صرف 19 سال تھی۔ اس میں جو پہاڑی علاقہ دکھایا گیا ہے، اس کا نقشہ ربوہ پر چسپاں ہوتا ہے جو برصغیر ہند کی تقسیم کے بعد پاکستان میں جماعت احمدیہ کا عالمی مرکز بنا۔ خواب میں نظر آنے والے لڑکے کے خدوخال حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعودؓ پر صادق آتے ہیں۔ خواب میں بتائے جانے والے انکے والد کے نام (مرزا غلام احمد) سے اسکی مزید تصدیق ہوتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ یہ خواب دیکھنے کے جلد بعد یعنی 1929ء میں میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی''

(''فیوض ربانی''، صفحہ 105 تا 113 ملخص)

☆

تعارف: سید عباس علی شاہ رضوی ۱۹۰۹ء میں عمرکوٹ (ضلع ڈیرہ غازی خان) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے مورث اعلیٰ ،حضرت میراں شاہ صاحب، جو اپنے وقت کے قطب اور ابدال شمار ہوتے تھے، چھٹی یا ساتویں صدی ہجری میں مشہد (ایران) سے ہجرت کر کے برصغیر ہند میں تشریف لائے تھے۔ ان کا شجرۂ نسب حضرت امام علی موسیٰ رضاؒ سے ملتا ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ سنڈیمن سکول کوئٹہ سے حاصل کی۔ مذکورہ بالا خواب اسی زمانۂ طالبعلمی کی ہے۔ اس کے جلد بعد آپ نے سلسلہ احمدیہ میں شمولیت اختیار کرلی۔ ۱۹۵۹ء میں آپ مستقل طور پر مرکز احمدیت، ربوہ، میں آگئے جہاں آپ سالہا سال تک بطور مینیجر نصرت گرلز ہائی سکول خدمات بجالاتے رہے۔ یہیں آپ نے اسلامیات میں ایم ،اے کیا۔ آپ کی شادی ۱۹۳۵ء میں سلسلہ کے بزرگ، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ کی دختر نیک اختر، مکرمہ امۃ الحفیظ صاحبہ، سے ہوئی۔ آپ کی اس بارے میں ایک رؤیا کا ذکر ''درویشان احمدیت'' کی جلد پنجم، بعنوان ''اخبار سماویہ'' میں کیا گیا ہے۔ آپ کی وفات ۲۴ مارچ ۱۹۹۶ء کو ۸۷ سال کی عمر میں ہوئی۔ آپکے صاحبزادے ،مکرم مبشر احمد صاحب ،محکمہ تعمیرات لاہور، میں بطور انجینئر ملازم ہیں، آپ کی دونوں صاحبزادیاں، عزیزہ بشریٰ فاطمہ صاحبہ اور عزیزہ منصورہ فاطمہ صاحبہ، جرمنی میں مقیم ہیں۔ عزیزہ بشریٰ فاطمہ سے جب خاکسار نے دریافت کیا کہ مکرم شاہ صاحب کے قبول احمدیت کے بارے میں انہیں کیا علم ہے تو انہوں نے صرف اس قدر بتایا کہ جن دنوں آپ کوئٹہ میں تعلیم پاتے تھے، آپ کی ملاقات بعض احمدی مبلغین سے ہوئی۔ نیز بتاتے تھے کہ میں نے جب براہین احمدیہ پڑھی تو انشراح قلب حاصل ہو گیا اور پھر جلد بعد احمدیت قبول کرلی۔

☆ ☆ ☆

## تیسرا واقعہ

### ’’ایک چونی اَور لے لیں‘‘

### سرحد کے رئیس جناب فقیر محمد خان صاحب کا قبول احمدیت

آسمانی رہنمائی کے نتیجے میں قبول احمدیت کا ایک دلچسپ واقعہ، حضرت المصلح الموعود (خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بھی سرحد کے ایک رئیس، جناب فقیر محمد خان صاحب، کا بیان فرمایا ہے۔

حضورؓ فرماتے ہیں کہ

’’سرحد کے ایک رئیس، فقیر محمد خان، انگلستان جاتے ہوئے مجھے دہلی میں ملے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم چار بھائی ہیں جن میں سے دو احمدی اور دو غیر احمدی ہیں۔ اپنے متعلق کہا کہ میں اُن دو غیر احمدی بھائیوں میں سے ہوں۔ جب پوچھا گیا کہ انہوں نے احمدیت کیوں قبول نہیں کی تو کہنے لگے کہ مجھے ابھی تک احمدیت پر غور کرنے کا موقعہ نہیں ملا، ویسے میرے بھائی محمد اکرم خان نے کچھ کتابیں زبردستی میرے بکس میں رکھ دی ہیں، اگر وقت ملا تو میں پڑھوں گا۔ پھر از راہ مذاق کہا کہ جی، ہم نے پورا پورا انصاف کیا ہے، روپیہ میں سے اٹھنی آپ کو دے دی ہے اور اٹھنی دوسرے مسلمانوں کو۔ میں نے بھی مذاق میں کہا کہ ’خان صاحب! ہم اٹھنی پر راضی ہونے والے نہیں، ہم تو پورا روپیہ لیکر چھوڑنے والے ہیں‘ ‘‘

حضور آگے فرماتے ہیں:

’’انہیں انگلستان پہنچے ابھی تین ماہ نہیں ہوئے تھے کہ ان کا خط آیا، جس میں انہوں نے پہلے تو یہ لکھا کہ میں وہ ہوں جو تین ماہ پہلے آپ کو دہلی میں ملا تھا اور میں نے کہا تھا کہ ہم نے پورا پورا انصاف کیا ہے یعنی اٹھنی آپ کو دی ہے اور اٹھنی غیر احمدیوں کو، جس پر آپ نے فرمایا تھا کہ ہم تو پورا روپیہ لیکر چھوڑا کرتے ہیں۔ سو آپکے حکم کے مطابق اب ایک اَور چونی آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ پھر بتایا کہ جب میں ولایت پہنچا اور میں نے مختلف مقامات کی سیر کی اور اس قوم کی شاہانہ شان و شوکت کو دیکھا، اُدھر میں

نے مسلمانوں کی گری ہوئی حالت کا خیال کیا تو میرے دل میں بہت مایوسی پیدا ہوئی کہ اب اسلام کبھی دُنیا پر غالب نہیں آ سکتا''

اب ان کی یہ مایوسی کس طرح دور ہو کر انکی ہدایت کا موجب بن گئی، ملاحظہ ہو۔فرماتے ہیں:

''ایک دن میں اسی خیال میں انتہائی افسردگی کی حالت میں تھا کہ مجھے خیال آیا کہ دیکھوں، ان کتابوں میں کیا لکھا ہے، جو میرے بھائی نے میرے ٹرنک میں رکھ دی تھیں۔ پہلے میں نے اس کتاب کو پڑھا جس کا نام ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' ہے[۱] دوسری کتاب ''دعوۃ الامیر'' [۲] پڑھی، جسے پڑھتے پڑھتے وہی ذکر آ گیا جس نے میرے دل میں اسلام کے بارے میں مایوسی پیدا کر دی تھی یعنی یہ ذکر تھا کہ اسلام کا موجودہ تنزل اور اِدبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے عین مطابق ہے اور اگر یہ پیشگوئیاں پوری ہوگئی ہیں تو وہ بھی ضرور پوری ہوں گی، جو اسلام کے دوبارہ غلبے سے متعلق ہیں۔ یہ پڑھ کر میرے دل میں سے سب مایوسی جاتی رہی اور اس کی جگہ اُمید جگمگا اٹھی اور میں نے فیصلہ کیا کہ اب اُس وقت تک بستر پر نہ جاؤں گا جب تک آپ کو اپنی بیعت کا خط نہ لکھ لوں''

(ملخص از تفسیر کبیر جلد ۸، صفحہ: ۷۔۱۹۶)

☆

تعارف: جناب فقیر محمد خان سرحد کے رئیس اور پیشہ کے لحاظ سے محکمہ تعمیرات میں ایگزیکٹو انجینئر کے عہدے پر فائز تھے۔ بعد میں آپ سپر نٹنڈنٹ انجینئر بن گئے۔ آپ پہلے انڈین ہیں جو اس عہدے پر فائز ہوئے۔ اس سے پہلے تمام انگریز ہی اس قسم کی اعلیٰ پوسٹوں پر ہوا کرتے تھے۔ پشاور میں تعمیر ہونے والا ''پشاور میوزیم'' آپ کی تعمیرات میں سے ایک اہم یادگار ہے۔ خاندانی لحاظ سے آپ کا تعلق مکرم امام بشیر احمد خان صاحب رفیق، سابق امام مسجد فضل لندن، کے خاندان سے ہے۔ بلکہ آپ کے بڑے بھائی، محمد اکرم خان صاحب درّانی، جن کا ذکر اوپر مضمون میں آیا ہے، مکرم بشیر احمد صاحب رفیق کے والد محترم کے ذریعے ہی احمدی ہوئے تھے۔

[۱] یہ اسلام کی امتیازی خصوصیات اور اس کی سنہری تعلیمات پر مشتمل حضرت بانی سلسلہؑ کی ایک اہم تصنیف ہے۔

[۲] یہ خود حضرت مصلح موعودؓ کی اپنی تصنیف ہے جو آپ نے امیر کابل کو قبول احمدیت کی دعوت دیتے ہوئے تحریر فرمائی۔

# چوتھا واقعہ

## ''اس جماعت میں شامل ہوجا''

## میاں سراج الدین امرتسری کا قبول احمدیت

اب آسمانی ذرائع ابلاغ کے طفیل حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی غلامی میں داخل ہونے والے ایک ایسے درویش صفت شخص کی روئداد بیان کی جاتی ہے، جسے احمدیت قبول کرنے کے ساتھ ہی آزمائشوں اور ابتلاؤں کے ایک لمبے اور تکلیف دہ دَور میں سے گذرنا پڑا مگر جس نے ہر مرحلہ پر ثابت قدم رہ کر قرونِ اولیٰ کے دَورِ اوّلین کے مسلمانوں کی یاد تازہ کردی۔ یہ روئداد جو اسی بزرگ درویش کے فرزند ارجمند، مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم مرحوم، کے قلم سے لکھی گئی ہے، جہاں ایک طرف یہ بتاتی ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ کی وعیدی پیشگوئی کہ آخری زمانہ میں میری امت کے علماء بدترین مخلوق ہو جائیں گے، کس طرح حرف بحرف پوری ہوکر دورِ حاضر کے مسلمان علماء پر صادق آرہی ہے، وہاں یہ بھی ثابت کرتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے روحانی فرزند کے ذریعہ جاری ہونے والا فیضان محمدی اس کی قائم کردہ جماعت کے اندر متحقق ہوکر کیسے کیسے اعجازی کرشمے دکھلا رہا ہے۔ چنانچہ مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم رقمطراز ہیں کہ والد صاحب بزرگوار نے مجھ سے بیان کیا کہ:

''میں اہل حدیث کے گھر پیدا ہوا اور اہل حدیث کے پیچھے نماز پڑھتا رہا۔ ایک جمعہ کے خطبہ میں مولوی نور محمد صاحب نے کہا کہ لوگو! اندھیر ہوگیا، مرزا قادیانی نے نیا کلمہ **لا الہ الا اللہ مرزا رسول اللہ** شائع کیا ہے۔ نیز کہا کہ یہ لوگ ظاہری طور پر تو محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہیں مگر اندرونی طور پر مرزا صاحب کا کلمہ پڑھتے ہیں، یہ لوگ رسول عربی ﷺ کے دشمن ہیں، انکے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں رکھنا چاہئے۔ یہ وعظ وہ خطبہ جمعہ میں کررہے تھے''

آگے فرماتے ہیں کہ ان دنوں والد صاحب کی دوکان دو احمدی بھائیوں، مکرم رحیم بخش صاحب اور مکرم اللہ بخش صاحب، کی دوکان کے پاس ہی امرتسر میں تھی۔ چنانچہ والد صاحب نے جب مولوی صاحب موصوف سے نئے کلمہ کے اشتہار کا سُنا تو سنتیں بھی ادا نہ کیں اور غصے کی حالت میں دوکان پر واپس آگئے اور آتے ہی بُرے بُرے لفظوں میں مکرم رحیم بخش صاحب کو مخاطب کرنے لگے۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم قادیان کی طرف سے چھپا ہوا یہ اشتہار دکھا دو تو ہم تمہیں پچاس روپے انعام دیں

گئے۔ چنانچہ والد صاحب فرماتے تھے:

''(یہ سن کر) مَیں اسی وقت مولوی صاحب موصوف کی طرف لَوٹ گیا اور انہیں مسجد میں جا کر ملا اور ان سے عرض کیا کہ 'مولوی صاحب! مرزائیوں کے کلمہ کا اشتہار مجھے دیں، میں نے ان کافروں کو مسلمان کرنا ہے'۔ مولوی صاحب نے کہا کہ یہ اشتہار مولوی ثناء اللہ صاحب کے پاس ہے'۔ اس پر مَیں اسی وقت مولوی ثناء اللہ صاحب کے پاس چلا گیا''

فرماتے تھے، مَیں مولوی ثناء اللہ صاحب کی مسجد میں سات سال تک اذان دیتا رہا تھا، اس لئے مجھے خیال ہوا کہ مولوی صاحب سے اشتہار ضرور لے آؤں گا۔ مگر جب آپ نے ان کے پاس جا کر ان سے وہ اشتہار مانگا، تو پہلے تو وہ ٹالنے لگے کہ ہم جو جھگڑنے کیلئے کافی ہیں، تمہیں کیا ضرورت ہے۔ آپ کے مزید اصرار پر انہوں نے کہا: 'میرے پاس وہ اشتہار نہیں ہے، میں نے اکبر شاہ سے سُنا ہے'۔ اب جب والد صاحب اکبر شاہ کے پاس گئے، تو ان کا جواب یہ تھا کہ 'میں نے چینیاں والی مسجد کے مولوی عبدالواحد سے سُنا ہے'۔

آگے کیا ہوا اور یہ کہ اس بہتان کی حقیقت کیا نکلی، اور احمدیت کے ان اشد ترین مخالفین کے خود اپنے تقویٰ وطہارت کا کیا حال دیکھنے میں آیا، اس سلسلے میں مولانا کلیم صاحب کے والد مرحوم کی بتائی ہوئی داستان سننے کے لائق ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''چونکہ میرے والد صاحب، حضرت مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کے مرید تھے، اس لئے مجھے مولوی عبدالواحد صاحب (جو انکے صاحب زادے تھے) اچھی طرح جانتے تھے۔ چنانچہ جب میں اشتہار لینے کیلئے ان کے پاس گیا، تو انہوں نے کہا، 'ایسا اشتہار دیکھنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے، اس لئے تم کو وہ اشتہار نہیں دیا جائے گا' ''

والد صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ باوجود اس کے کہ میں نے اشتہار مل جانے کی صورت میں پچاس روپے بھی دینے کا وعدہ کیا، مجھے وہ اشتہار کسی نے نہ دیا۔ اس پر میں سوچنے لگا کہ کیا پریس میں ایک ہی اشتہار چھپا تھا کہ اب وہ کسی کے پاس نہیں اور جس کے پاس ہے یا جو اپنے پاس ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، وہ پچاس روپے لے کر بھی مجھے وہ دکھانے کے لئے تیار نہیں۔ فرماتے تھے، علماء سوء کے اس رویے پر مجھے بہت مایوسی ہوئی۔ اس سے قبل آپ حنفی مولویوں سے بدظن تھے، اشتہار کے نہ ملنے پر اہل حدیث مولویوں سے بھی بدظن ہو گئے۔ چنانچہ اب آپ اللہ تعالیٰ کے حضور گر گر دُعائیں کرنے لگے کہ

'اے میرے پیدا کرنے والے خالق و مالک! جس راہ میں مَیں تجھے مل سکوں، وہ راہ مجھے دکھادے۔'

فرماتے تھے، اس دعا کے نتیجے میں ۱۹۱۵ء میں مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ خواب دکھایا:

"عُلَمَاءُ هُمْ شَرٌّ من تحتَ اَدِيم السَّمَاء

اور یہ الفاظ میری زبان پر جاری ہو گئے اور میں نے حفظ کر لئے۔

آگے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آخر کس طرح ان کی رہنمائی فرمائی، والد صاحب کا ہی بیان ہے کہ "صبح کی اذان ہوئی تو میں اسی وقت نماز کیلئے مولوی غلام علی صاحب قصوری کے لڑکے خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب کے پاس چلا گیا۔ خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب مکرم قاضی امیر حسین صاحب بھیروی کے شاگرد تھے۔ میں نے اپنا خواب بیان کیا، تو انہوں نے کہا، 'اللہ تعالیٰ نے تمہیں حدیث پڑھائی ہے، تم دیکھتے نہیں، یہ عالم لوگ کیسے شرارتی ہیں'...... میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرا خواب دکھایا، جو یہ ہے:

'ایک چاند ہے جو چکر کاٹ رہا ہے، اسنے مجھے اپنے اندر لے لیا ہے، بہت سارے ستارے ہیں، ان میں مَیں اڑ رہا ہوں'

فرمایا، میں نے پھر صبح جا کر خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب کو یہ خواب سُنایا۔ انہوں نے کہا، خواب بہت اچھا ہے، کسی نیک آدمی کی صحبت میں تمہاری عمر گزرے گی۔ میں نے اپنے خیال میں کہا کہ ان (یعنی خلیفہ عبدالرحمٰن) سے بڑھ کر کون نیک ہے۔ خیر جب انہوں نے یہ بات بتائی تو میں نے پھر دُعا شروع کر دی، تو خواب میں مجھے کہنے والا کہتا ہے:

'ان مولویوں بکھیاڑوں سے بچو اور ایک جماعت کی طرف توجہ کرو'

اس پر فرماتے ہیں، میں نے دل میں سوچا کہ مولویوں میں تو خلیفہ عبدالرحمٰن بھی آ جاتا ہے۔ چنانچہ میں اپنے طور پر استغفار پڑھنے لگا۔ اگلی رات اور پھر اس سے اگلی رات پھر میں نے وہی خواب دیکھا مگر مجھے کچھ سمجھ نہ آتی تھی کہ کیا کروں۔ آخر جب چوتھی رات مجھے وہی منظر دکھائی دیا تو میں خواب کے اندر ہی رو پڑا، اور عرض کرنے لگا کہ

'اے میرے قادر خدا! مجھے وہ جماعت بتا جس کی طرف میں رجوع کروں'

جب میں نے یہ دعا کی تو خواب میں مجھے میاں رحیم بخش صاحب، میاں اللہ بخش صاحب اور ایک اَور احمدی، میاں برکت علی صاحب، نماز پڑھتے نظر آئے اور آواز دینے والے نے ان کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا:

'اس جماعت میں شامل ہوجا!'

فرماتے ہیں، اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو صبح کی اذان ہو رہی تھی۔ میں نے فوراً وضو کیا اور میاں رحیم بخش صاحب (احمدی) کے مکان پر پہنچ گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا کہ اٹھو اذان ہوگئی ہے، نماز کا وقت ہے، میں آج نماز آپ کے ساتھ پڑھوں گا۔ میاں اللہ بخش نے کہا، جاؤ تم برداشت نہیں کر سکو گے۔ ہمارے ساتھ نماز پڑھنی کانٹوں کی سیج ہے۔ تمہاری نئی نئی شادی ہوئی ہے، تمہاری بیوی چھین لیں گے۔ پھر تمہیں وہ پیٹیں گے بلکہ تمہیں گھر سے نکال دیں گے۔ انہوں نے آنے والے واقعات سے مجھے آگاہ کر دیا۔ میں نے کہا کہ مجھے نماز پڑھنے دیں، جو ہوگا دیکھا جائیگا۔ فرماتے ہیں:

''جب میں ان کیساتھ نماز پڑھ چکا، تو میں نے کہا، مجھے بتاؤ کہ تمہارا اور دوسرے مسلمانوں کا اختلاف کس بات میں ہے۔ کہنے لگے، 'ہم حضرت عیسیٰؑ کو فوت شدہ مانتے ہیں اور باقی مسلمان آسمان پر مانتے ہیں اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود اور امام مانتے ہیں'۔ میں نے کہا، 'کیا قرآن کریم میں کوئی آیت ہے جس سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت ہوتی ہو'۔ اس پر انہوں نے مجھے یہ آیت یاد کرا دی:

**یا عیسیٰ اِنّی مُتَوَفّیکَ وَرَافِعُکَ اِلَیّ ......الخ''**

فرماتے تھے، اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ مسیح کو زندہ ماننے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت نہیں رہ جاتی۔ چنانچہ آپ نے انہیں کہا کہ جب مغرب کی نماز پڑھنے لگو، تو مجھے بھی بلا لینا۔ اس روز سارا دن آپ دعا کرتے رہے۔ جب شام کی اذان ہوگئی تو میاں اللہ بخش صاحب آپ سے کہنے لگے کہ آ بھئی! اگر تم نے نماز پڑھنی ہے۔ یہ سن کر آپ کا بھائی چراغ دین کہنے لگا کہ تیری نماز تو کسی کے پیچھے ہوتی نہیں تھی، تُو کیا آج مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھے گا؟ آپ نے کہا کہ 'سوائے مرزائیوں کے میری نماز کسی کے پیچھے نہیں ہوتی'۔ آپ کا یہ کہنا تھا کہ آپ کے بھائی چراغ دین نے وہ برتن ہی توڑ دیا جس سے آپ نے وضو کیا تھا۔ آگے فرماتے ہیں:

''اب نمازیں تو میں نے احمدیوں کے ساتھ پڑھنی شروع کر دیں اور تین دن بعد آنے والے جمعہ کی نماز بھی انہی کے ساتھ پڑھی لیکن دوسری طرف میرے لئے تکلیف و مصائب کا دَور شروع کیا اور میرے گھر کے سارے افراد بشمول میری بیوی (میری ابھی چند دن ہی پہلے شادی ہوئی تھی) میرے سخت مخالف ہو گئے اور مجھے طرح طرح کی اذیتیں دینے لگ گئے۔ سب سے پہلے گھر والوں نے میرا کھانا بند کر دیا۔ پھر مولویوں کے جتھے آنے شروع ہو گئے کہ مجھے سمجھائیں اور راہ راست پر لے آئیں۔ مگر خُدا تعالیٰ نے مجھے ہمت بخشی اور میں چٹان کی طرح صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر قائم رہا۔ جب میرے گھر والوں نے دیکھا کہ میں کسی طرح احمدیت کو چھوڑنے پر تیار نہیں تو وہ مجھے امرتسر کے سب سے بڑے مخالف مولوی ثناءاللہ کے پاس لے گئے''

مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری کے ساتھ آپ کا جو دلچسپ مکالمہ ہوا، اس کی روئداد بیان کرتے ہوئے والد صاحب نے فرمایا:

''وہ مجھے اس طرح سمجھانے لگے کہ مرزا آدمی تو بہت نیک تھا، اگر ان کا ایک دعویٰ ہوتا تو ہم مان بھی لیتے لیکن ان کے دعوے ہی بہت ہیں، ہم کیا کیا مانیں۔ میں نے جب یہ کہا کہ وہ دعوے گن کر بتائیں تو کہنے لگے، 'کبھی وہ مہدی بنتے ہیں کبھی وہ مجدّد بنتے ہیں، کبھی اپنے آپ کو کرشن کہتے ہیں، کبھی کہتے ہیں، میں عیسیٰ ہوں، کبھی کہتے ہیں، میں مہدی موعود ہوں'۔ اس طرح وہ مختلف دعادی گنوانے لگے۔ میں نے کہا، 'اچھا، میں گنواتا ہوں، گنو! دیوا، لیمپ، گیس، بجلی، سراج منیر......' وہ کہنے لگے، یہ کیا۔ میں نے کہا، جیسے اوپر والے ناموں کا ایک ہی مطلب ہے، اسی طرح ان کا مطلب بھی ایک ہی ہے''

فرماتے تھے، میرا یہ کہنا تھا کہ مولوی ثناءاللہ صاحب سٹ پٹا اٹھے اور کہنے لگے، 'مرزا صاحب (مراد حضرت بانی سلسلہؑ۔ ناقل) کی کوئی پیشگوئی غلط ہو جائے تو ہو جائے لیکن میری یہ پیشگوئی غلط نہیں ہوگی کہ اس لڑکے کو مار مار کر ٹکڑے بھی کر دو، تو یہ واپس نہیں آئیگا'۔ آگے فرمایا:

''جب میرے گھر والوں نے یہ سنا تو اب وہ جسمانی اذیت پہنچانے پر اتر آئے۔ اس دن حج کا دن تھا۔ چنانچہ مجھے ایک میدان میں لے گئے جو ہمارے گھر کے قریب ہی تھا اور 'گجری چوڑھی دی ڈھاب' کہلاتا تھا، وہاں انہوں نے میرے کپڑے جو ابھی میری شادی والے ہی

تھے، پھاڑ دیئے اور مجھے برہنہ کر کے مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ میرا سب سے بڑا مخالف میرا تایا تھا، جو مارنے والوں کو کہتا تھا:

’جے ایہہ کسے دی کڑی کڈھ لیاؤندا، تے میں ایدی مدد کردا، پر ایہہ مرزائی
ہو گیا اے، ایہنوں جانوں مار دیوو، میں بڈھا آں، میں پھانسی لگ
جاواں گا۔ اینوں بلال بنا دیوو، ایدی نسل نہ وَدھے‘

یعنی

(اگر یہ کسی کی لڑکی اغوا کر لاتا تو میں اس کی مدد کرتا مگر یہ احمدی ہو گیا ہے، اس کو جان سے مار دو، میں بوڑھا ہوں، اس کی سزا میں پھانسی لے لوں گا۔ اس کو بلال بناؤ، اس کی نسل نہ بڑھنے پائے)

فرماتے تھے، اِدھر مارنے والے مارتے بھی جاتے تھے اور ساتھ کہتے جا رہے تھے کہ مرزا کو کافر کہو۔ میں نے کہا جب میں ایمان لا چکا ہوں تو پھر میں ان کو کافر نہیں کہوں گا، جو تمہاری مرضی ہے، میرے ساتھ کرلو۔ غرض انہوں نے مجھے اتنا مارا اور ساتھ میرے منہ میں نالیوں کا گندا پانی ڈالا کہ میں بے ہوش ہو گیا اور پھر مجھے اسی بیہوشی کی حالت میں گھر لے آئے۔ مجھے دوسرے دن یعنی عید کے روز ہوش آئی، تو میں یہ سن کر حیران رہ گیا کہ انہوں نے خود بخود اپنی طرف سے یہ مشہور کر دیا ہے کہ اس نے مرزائیت (احمدیت) ترک کر دی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ میں اتنی تکلیف پانے کے باوجود اپنے عقیدہ یعنی صداقت مسیح موعودؑ پر قائم تھا۔

فرماتے ہیں، اس سارے المناک سانحہ کا ڈراپ سین بیان کرتے ہوئے والد مکرم نے بتایا کہ
”اِدھر جب احمدی احباب کو معلوم ہوا کہ مجھے زدوکوب کیا گیا ہے تو انہوں نے پولیس میں رپورٹ درج کروادی۔ میرے بھائیوں کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ رات بھر میری منتیں کرتے رہے کہ ہم نے غلطی کی، ان کے ساتھ ہو گئے، ہمیں معاف کر دو۔...... صبح پولیس آئی اور پوچھا کہ کیا واقعہ ہوا ہے، کیسے تم کو مارا ہے، تو میں نے کہا کہ گھریلو معاملہ ہے، اگر مارا ہے تو کیا ہوا، میں کوئی ایکشن نہیں لینا چاہتا۔ احمدی حیران ہوئے کہ اس قدر مار کھا کر بھی یہ چپ ہو گیا اور اس نے کوئی ایکشن لینا پسند نہیں کیا“
”پھر یہ ہوا کہ تین ماہ تک میرے بھائیوں نے مجھے نظر بند کر دیا اور کسی کو ملنے نہیں دیا۔ اس دوران کوئی نہ کوئی مولوی سمجھانے کیلئے میرے پاس آتا رہا۔ وہ سوال کرتے اور مَیں جواب

دیتا۔ اس بات چیت کے نتیجہ میں ۳۵ افراد نے احمدیت قبول کی"

"اس پر مولویوں نے کہا، یہ گندہ ٹکڑا گوشت کا ہے، اس کے ساتھ بات چیت نہ کرو، اس کو گھر سے نکال دو۔ مگر میری ماں اور میرا بھائی چراغ دین مجھے بے گناہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم مولویوں کے کہنے پر تم پر ظلم کرتے رہے ہیں۔ اب ہمیں سمجھ آ گئی ہے، تم اپنے خیال میں حق پر ہو۔ یہ لوگ ہمیں دھوکہ دیتے رہے۔ ان مولویوں کے کہنے پر ہم نے تمہیں مارا ہے۔ اب تیرا معاملہ بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے اور ہمارا معاملہ بھی خُدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ جو چاہتے ہو کرو۔ جس قدر ہماری طاقت ہوگی، ہم تمہاری مدد کریں گے"

آگے فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھے دو روپے دیئے اور میرے بڑے بھائی چراغ دین نے ایک روپیہ دیا اور کہا کہ قادیان کے جلسہ میں چلے جاؤ۔ آپ کے لئے اس سے زیادہ خوشی اَور کیا ہو سکتی تھی چنانچہ آپ جلد جلد تیاری کر کے اور بھائی برکت علی احمدی (جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے) کو اپنے ساتھ لیکر 1916ء کے جلسہ سالانہ پر قادیان پہنچ گئے۔ آپ کے حالات کی اطلاع پہلے ہی قادیان پہنچ چکی تھی۔ وہاں عصر کی نماز کے بعد مسجد اقصیٰ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کا درس دے رہے تھے۔ درس کے ختم ہونے پر بھائی برکت علی نے بلند آواز سے کہا، 'حضور! سراج الدین امرتسری آ گیا ہے'۔ حضور نے فرمایا، وہ آگے آ جائے۔ فرماتے تھے:

"اس دن سات آٹھ اَور بیعت کرنے والے لوگ تھے۔ حضور نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر بیعت کے الفاظ کہلائے اور باقی لوگوں نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھے۔ میں بیعت کر کے جلسہ کے بعد واپس امرتسر چلا آیا۔ واپس گھر پہنچ کر مجھے اب ایک اَور ابتلاء کا سامنا کرنا پڑا۔ مجھے معلوم ہوا کہ میری بیوی کی طرف سے فسخ نکاح کا مقدمہ دائر کر دیا گیا ہے۔ ایک سو پندرہ علماء نے فتویٰ دیا تھا کہ میرے احمدی ہو جانے کی وجہ سے میری بیوی کا نکاح منسوخ ہو گیا ہے۔ مدعیہ کی طرف سے مولوی ثناء اللہ صاحب بطور مختار خاص پیروی کیلئے اور ڈاکٹر سیف الدین کچلو بیرسٹر ایٹ لا وکیل مقرر ہوئے۔ میری جانب سے پیروی کیلئے حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر مقرر کیا گیا تھا"

یہ مقدمہ کس طرح چلا، مسلمان علماء نے اس میں کیا کیا پینترے بدلے اور انہیں بالخصوص مدعیہ کے مختار خاص، مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری، کو اس میں کیا کیا ہزیمتیں اٹھانی پڑیں، ایک طویل اور

دلچسپ کہانی ہے جو کسی قدر تفصیل کے ساتھ حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان نے اپنی خودنوشت سوانح ''تحدیث نعمت'' میں بیان فرمائی ہے۔[۱] یہاں مضمون زیر بحث کی مناسبت سے مکرم مولانا کلیم صاحب کے حوالے سے بتایا جاتا ہے کہ

''اس مقدمے کا فیصلہ مدعیٰ علیہ (یعنی میرے والد مکرم میاں سراج الدین صاحب مرحوم) کے حق میں ہوا۔ مدعیہ کی طرف سے اس پر اپیل دائر کی گئی مگر عدالتِ ماتحت کا فیصلہ بحال رہا اور مقدمہ خارج ہوگیا۔ تاہم مدعیہ (غالباً اس کا نام چراغ بی بی تھا) اس کے باوجود اپنے بھائیوں کے دباؤ کی وجہ سے اپنے خاوند کے پاس نہ آئی۔ وہ پہلے نکاح کے ہوتے ہوئے دوسری شادی بھی نہ کرسکتی تھی، لہٰذا وہ ساری عمر اسی حالت میں بے اولاد رہ کر فوت ہوگئی۔ والد صاحب کی دوسری شادی امرتسر کے ہی ایک احمدی خاندان میں میاں نبی بخش صاحب کی دختر نیک اختر سے ہوگئی، جس کے بطن سے انکے ہاں خاکسار کے علاوہ چار بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں''

(ملخص از الفضل انٹرنیشنل۔ مورخہ 11 اکتوبر 1999ء)

---

[۱] اس مقدمے کا ایک دلچسپ پہلو یہ ہے کہ مقدمے کی بنا یہ تھی کہ چونکہ مدعیٰ علیہ احمدی ہو جانے سے اب مسلمان نہیں رہے (نعوذ باللہ من ذٰلک)، لہٰذا ان کا اپنی مسلمان بیوی سے نکاح قائم نہیں رہ سکتا۔ مکرم چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے عدالت کے سامنے مدعیہ کے مختار، مولوی ثناء اللہ صاحب، کا انہی کی اخبار میں شائع ہونے والا ایک بیان بغرض توثیق پیش کیا۔ اس بیان کا مضمون یہ تھا:

''ایک صاحب نے ہم سے سوال کیا ہے کہ آپ نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے مل کر اشاعت اسلام کا ادارہ قائم کیا ہے۔ اگر اس ادارے کی تبلیغی سرگرمیوں کے نتیجے میں کوئی غیر مسلم مرزائی ہو جائے تو کیا آپ کے نزدیک وہ مسلمان ہوگا؟ ہماری طرف سے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مسلمان ہونا دو لحاظ سے ہے۔ ایک اخروی نجات کے لحاظ سے۔ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اور فیصلہ اس کے ہاتھ میں ہے، ہم اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ دوسرے عرف عام کے لحاظ سے۔ اس لحاظ سے ہم ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ مرزائی بھی کلمہ گو ہیں۔ اس لئے کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوتا''

چنانچہ مولوی صاحب موصوف نے عدالت کے سامنے اس بیان کی توثیق کی۔ اس طرح پر گویا انہوں نے اپنے مقدمہ کی بنائی ہوئی بنا پر خود ہی اپنے ہاتھ سے خط تنسیخ کھینچ دیا۔ (بحوالہ ''تحدیث نعمت'' صفحہ ۱۹۳)

☆ ☆ ☆

# پانچواں واقعہ

## ”چودھویں کا چاند“

## محمد فقیر اللہ صاحب کا قبول احمدیت

اب موضع گھٹیالیاں (ضلع سیالکوٹ) کے رہنے والے ایک دوست ،مکرم منشی محمد فقیر اللہ صاحب، کی احمدیت کیساتھ وابستگی کا قصّہ بیان کیا جاتا ہے۔آپ احمدی ہونے سے قبل احمدیت کے سخت مخالف تھے۔احمدیت قبول کر لینے پر آپ پر روحانیت کا ایسا رنگ چڑھا کہ درود شریف پڑھنا آپکا اوڑھنا اور بچھونا بن گیا۔ چلتے پھرتے ،اُٹھتے بیٹھتے آپ درود شریف پڑھتے رہتے اور یوں ایک دن میں کئی کئی ہزار مرتبہ پڑھ لیتے۔اسی درود شریف کی برکت تھی کہ آپ کو تین بار آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کی زیارت ہوئی اور پھر اسی برکت کے نتیجے میں آپکے وجود پر ایسا روحانی انقلاب آیا کہ آپکی ساری زندگی عجائبات اور خوارق کا ایک حسین مرقع بن گئی ،آپکی زبان خُدا کی زبان بن گئی۔ جب اس عاجز نے 1970ء کی دہائی میں اخبار الفضل میں اعلان کروایا کہ جس دوست کو کوئی سچی خواب آئی ہو وہ لکھ کر بھجوا دیں ،تو آپ نے اپنی دو درجن خوابیں لکھ کر بھجوائیں جو سب کی سب پوری ہو چکی تھیں۔ان میں سے بعض کتاب ہٰذا (درویشان احمدیت) کی مختلف جلدوں میں اپنے اپنے عناوین کے تحت درج کی گئی ہیں۔خاکسار کے بعض استفسارات کے جواب میں مکرم بابو فقیر اللہ صاحب نے احمدیت کے طفیل ملنے والی اس نعمت عظمیٰ کے بارے میں نہایت پیاری اور پر حکمت عبارت تحریر فرمائی۔آپ لکھتے ہیں:

”مجھے اس خُداوند کریم کی ذات مقدس و برتر کی قسم ہے کہ میں احمدیت کا سخت مخالف تھا میری مخالفت گھٹیالیاں والوں کو معلوم ہے۔مگر احمدیت میں داخل ہونے کے بعد مجھے ایک ایسی نعمت نصیب ہوئی جسکی قیمت اِس دُنیا میں ادا کی ہی نہیں جا سکتی۔یعنی حضرت مسیح موعودؑ اور آپکے خلفاء کی بدولت ایک ایسا سیدھا اور روشن راستہ نصیب ہو گیا ،جس پر چل کر مجھ جیسے گناہگار کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ہستی اور صداقتِ اسلام کے بارے میں روشن نشان عطا فرمائے اور عطا فرما رہا ہے“

یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح آپ کی احمدیت کی طرف رہنمائی فرمائی ،یہ ایک دلچسپ داستان ہے جس کے بارے میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

’’1953ء کے ماہ نومبر کی بات ہے جبکہ میں ابھی احمدی نہیں ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ چودھویں کا چاند نکلا ہوا ہے اور بڑی آب وتاب کیساتھ آسمان پر چمک رہا ہے۔ میں جب جاگ کھلنے پر باہر نکلا تو رات اندھیری تھی اور آسمان پر کچھ بھی نہ تھا۔ اس حیرانی کے عالم میں جب میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ ابھی تو چاند اوّل پیشی پر چمک رہا تھا اور ڈوب بھی گیا۔ وہ کہنے لگا، تمہارا دماغ چکرا گیا ہے، اندھیری راتیں ہیں، چاند کہاں؟ میں چپ رہا۔ دوبارہ نیند آنے پر مجھے خواب کے اندر تفہم ہوئی کہ یہ چاند جو تم نے دیکھا ہے، ربوہ کی طرف تھا اور وہ جماعت کے دوسرے خلیفہ یعنی امام جماعت احمدیہ۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد، ہیں۔ میں نے اسی وقت اپنی بیعت کا خط لکھ دیا اور اپنی یہ خواب بھی لکھی۔ اور آئندہ حضور کے نام اپنے ہر خط میں آپ کو ’چودھویں کے چاند‘ سے مخاطب کرتا رہا‘‘

( مکتوب نمبر 6۔ مورخہ اندازاً 1978)

☆ ☆ ☆

## چھٹا واقعہ

”اٹھو، بیعت کرو“

# خان دانشمند خان صاحب کا قبول احمدیت

حال ہی میں انگلستان کے سابق امام، برادرم مکرم خان بشیر احمد خان رفیق صاحب، نے اپنے والد مرحوم، خان دانشمند خان صاحب، کے قبول احمدیت کا دلچسپ واقعہ بھجوایا ہے، جو آپ ہی کے الفاظ میں ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”۱۹۲۱ء کی بات ہے کہ میرے والد صاحب مستونگ جیل، بلوچستان، میں متعین تھے۔ آپ کو احمدیت کے بارے میں کچھ علم نہ تھا کہ ایک رات جب وہ گہری نیند سو رہے تھے، تو انہیں محسوس ہوا کہ کوئی غیر مرئی طاقت انکے پاؤں کے انگوٹھے کو دبا رہی ہے۔ والد صاحب گھبراہٹ میں بیدار ہوئے، تو انہیں آواز آئی: ’اٹھو، بیعت کرو‘۔ آپ حیران تھے کہ یہ کہنے والا کون ہے اور کیا کہہ رہا ہے۔ کیونکہ آپ کو کچھ معلوم نہ تھا کہ ’بیعت‘ کیا ہوتی ہے اور کہاں ہوتی ہے۔ دوسری رات پھر انہیں یہی آواز آئی کہ ’اٹھو، بیعت کرو‘۔ یہ سلسلہ چار پانچ رات تک جاری رہا“

والد صاحب بتاتے تھے کہ اب میں خوفزدہ ہو گیا۔ چنانچہ اگلی صبح مَیں یہ معلوم کرنے کیلئے کہ بیعت کیا ہوتی ہے، نزدیکی مسجد کی طرف چل پڑا کہ امام صاحب سے اس بارے میں دریافت کروں۔ مکرم خان صاحب فرماتے ہیں:

”جب والد صاحب گھر سے نکلے تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے بھی اپنا کام کرنا شروع کر دیا۔ آپ جونہی گھر سے باہر نکلے تو سامنے سے مستونگ کے ہی رہنے والے ایک بزرگ، جن کا نام مولوی محمد الیاس تھا اور بڑے مخلص احمدی تھے، آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ ’بیعت کیا چیز ہوتی ہے‘۔ اس پر حضرت مولوی صاحب والد صاحب کو اپنے گھر لے گئے اور تفصیل سے سمجھایا کہ بیعت کسے کہتے ہیں۔ یہ بھی بتایا کہ بیعت کیوں کرتے ہیں اور کہاں کرتے ہیں۔ یعنی جماعت احمدیہ میں جاری سلسلہ ٔبیعت اور سلسلہ ٔخلافت کے بارے میں انہیں سب کچھ بتا دیا۔ اس پر والد

صاحب نے بیعت تو کر لی مگر اس وقت ان کی بیعت کا مقصد صرف یہ تھا کہ راتوں کو جو انہیں آواز آتی تھی ،اس سے نجات حاصل ہو جائے اور واقعی ایسا ہی ہوا کیونکہ بیعت کرنے کے بعد اگلی رات آپ بالکل آرام سے سوئے رہے،اور یہ آوازوں کا سلسلہ بھی بند ہو گیا''

برادرم خان بشیر خان صاحب رفیق آگے تحریر فرماتے ہیں کہ والد صاحب بیعت کر لینے کے بعد حضرت مولوی الیاس صاحب کے زیرِ تربیت آ گئے اور پھر ایسا اخلاص دکھایا کہ احمدیت کی تبلیغ کرنا آپ کا اوڑھنا اور بچھونا بن گیا۔آپ احمدیت کے ایسے زبردست مبلغ تھے کہ علماء آپ کے سامنے آنے سے کتراتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ مخالفین کی طرف سے آپ پر ستر ہ حملے ہوئے۔لیکن خدا ہر بار آپکو اپنے فضل سے محفوظ رکھتا رہا۔آخری حملہ میں آپ البتہ شدید زخمی ہو گئے۔تاہم خلیفہ وقت کی دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی جان محفوظ رکھی اور آپ پورے نوے سال کی عمر پا کر فوت ہوئے۔

..........☆..........

تعارف: خان دانشمند خان صاحب صوبہ بلوچستان میں بطور ڈپٹی جیلر ریٹائر ہونے کے بعد اپنے وطن واپس آ گئے ۔آپ کے احمدی ہو جانے کے بعد آپ کے اخلاص کو دیکھ کر حضرت مولوی محمد الیاس صاحب نے آپ کو اپنی دامادی میں لے لیا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوازا۔آپ کے سب سے بڑے فرزند،مکرم برادرم بشیر احمد خان صاحب رفیق، جامعہ احمدیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد سالہا سال تک انگلستان میں بطور مبلغ سلسلہ رہے اور نمایاں خدمات کی توفیق پائی۔آپ کے دوسرے بیٹے،کرنل نذیر احمد خان،فوج سے ریٹائر ہونے کے بعد نقل مکانی کر کے امریکہ چلے گئے۔اِس وقت وہ شکاگو میں مقیم ہیں اور اپنے مفوضہ کام کے ساتھ ساتھ سلسلہ کی خدمات کا بھی شرف پا رہے ہیں۔

( مکتوب نمبر ۱۰۳، مورخہ ۲۱ رفروری ۲۰۰۵ء )

☆ ☆ ☆

# ساتواں واقعہ

## ''وہ صادق ہے۔ وہ صادق ہے۔ وہ صادق ہے''

## مکرمہ صالحہ بیگم (زوجہ مکرم شیخ عبدالرحمٰن صاحب کپورتھلوی) کا قبول احمدیت

مندرجہ ذیل روایت کے تحریر کنندہ، مکرم شیخ عبدالوہاب صاحب (امیر جماعت احمدیہ اسلام آباد) ہیں۔ آپ نے یہ روایت راقم الحروف کو اُس وقت لکھ کر دی جب خاکسار اسلام آباد میں بطور مربی سلسلہ متعین تھا۔ جب آپکو پتہ چلا کہ خاکسار سچی خوابوں کے سلسلے میں کوئی کتاب تالیف کررہا ہے، تو آپ نے بھی اپنی متعدد پوری ہونے والی خوابیں تحریر کر کے خاکسار کو بھجوائیں، جن میں سے ایک آپ کی اپنی والدہ کی بذریعہ خواب احمدیت کی طرف رہنمائی کے بارے میں تھی۔ آپ نے تحریر فرمایا:

''میری والدہ صاحبہ (مرحومہ) میرے والد صاحب کی سگی ماموں زاد بہن تھیں، مگر احمدی نہ تھیں، اور والد صاحب، مکرم شیخ عبدالرحمٰن صاحب کپورتھلوی (ابن حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب کپورتھلوی) کے عقد میں آنے کے بعد بھی بدستور غیر احمدی رہیں والد صاحب کی طرف سے بھی ان پر کسی قسم کا کوئی دباؤ نہ ڈالا گیا۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے: 'وہ صادق ہے، وہ صادق ہے، وہ صادق ہے'۔ یہ الفاظ اتنے صاف اور واضح تھے کہ اس کے بعد انہیں حضرت بانی سلسلہؑ کی صداقت کا پختہ یقین ہوگیا اور انہوں نے بیعت کر لی اور پھر آخر دم تک دل و جان سے احمدیت پر قائم رہیں۔ نظام وصیت میں بھی شامل ہوگئیں۔

(مکتوب نمبر 67 مورخہ 1978ء)

تعارف: مکرم شیخ عبدالوہاب صاحب مرحوم، الیکشن کمشن پاکستان، میں ڈپٹی سیکرٹری کے عہدہ پر فائز تھے۔ جب خاکسار ۱۹۷۸ء میں اسلام آباد میں بطور مربی سلسلہ متعین ہوا، تو آپ اس وقت نائب امیر جماعت اسلام آباد تھے۔ بعد میں جنرل عبدالعلی صاحب، امیر جماعت، کے وفات پانے پر آپ امیر بنا دئے گئے۔ اور پھر وفات تک آپ اسی خدمت پر مامور رہے۔

## آٹھواں واقعہ

### ''فرشتہ مٹھائی لے آیا''

## حافظ سخاوت حسین صاحب آف بریلی کا قبول احمدیت

اب ایک ایسے دوست کے احمدیت قبول کرنے کا واقعہ درج کیا جاتا ہے، جن کو پہلے اپنے بیٹے کے احمدی ہو جانے کی بشارت ملی اور پھر اسکے بعد ان کے اپنے اور اپنے سارے خاندان کے احمدیت قبول کرنے کی۔ اور یہ دونوں آسمانی خبریں تھوڑے تھوڑے وقفے سے ایسے رنگ میں ملیں کہ وہ خود حیران تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اس اجمال کی دلچسپ تفصیل جیسا کہ اسکے راوی، مکرم سلیم شاہجہان پوری صاحب، نے بیان کی ہے، ملاحظہ ہو:

'۱۲/۱۹۱۱ء کی بات ہے کہ بریلی (یو۔پی) کے ایک دوست حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے ایک صحابی، حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہان پوریؓ، کے زیر تبلیغ تھے اور خود بھی حافظ قرآن تھے۔ انکا نام حافظ سخاوت حسین تھا۔ حضرت حافظ صاحب موصوف انہیں تبلیغ کرنے اکثر بریلی آیا کرتے تھے۔ ایک دن وہ ذکر و اذکار میں مصروف اپنے مکان میں بیٹھے تھے کہ کوئی اجنبی آدمی آیا اور انہیں مٹھائی دے کر کہنے لگا کہ یہ آپکے بیٹے حبیب احمد کیلئے ہے۔ آپنے مٹھائی پکڑ لی۔ لیکن جب وہ اندر اپنے گھر والوں کو دے کر باہر آئے تو وہ اجنبی جا چکا تھا۔ خیر یہ بات آئی گئی ہوگئی۔ کچھ دنوں کے بعد آپ کا وہی بیٹا، حبیب احمد، احمدی ہو گیا۔ لیکن جب وہ گھر آیا اور اس نے اپنے باپ کو بتایا کہ وہ احمدی ہو گیا ہے تو وہ (حافظ صاحب) غصّے سے لال پیلے ہو گئے اور پھر اس قدر غیظ و غضب کا اظہار کیا کہ اپنے بیٹے کو عاق کر کے گھر سے نکال دیا۔ اس کے بعد آپ معاندین کی صف اوّل میں شمار ہو کر احمدیت کی مخالفت کرنے لگے'

مضمون نگار لکھتے ہیں کہ اب جب انکی اپنی خوش بختی کے دن قریب آئے تو پہلے کی طرح ایک اَور اسی قسم کا واقعہ رونما ہوا۔ اس کی تفصیل بتاتے ہوئے وہ تحریر فرماتے ہیں:

'ابھی اس واقعہ پر تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ وہی اجنبی پھر مٹھائی لے کر آ گیا اور یہ کہکر کہ یہ آپ اور سب گھر والوں کے لئے ہے، فوراً ہی ڈیوڑھی سے باہر نکل گیا۔ انکی سمجھ میں تو

اب بھی کچھ نہ آیا کہ یہ اجنبی کون ہے اور کیوں مٹھائی لایا ہے۔ مگر دوسری طرف ایک ایک عجیب کرشمۂ قدرت رونما ہوا۔ چونکہ انکی احمدیت سے مخالفت بدستور جاری تھی، ایک دن انکا حضرت حافظ شاہجہان پوری صاحبؓ کے ساتھ سیر حاصل مباحثہ ہوا۔ اِس مباحثہ کا ان پر ایسا اثر ہوا کہ جب وہ گھر واپس لوٹے تو خلافِ معمول ہشاش بشاش نظر آ رہے تھے اور آتے ہی اپنے اہل خانہ سمیت احمدیت قبول کرنیکا اعلان کر دیا'

مضمون نگار لکھتے ہیں کہ مکرم حافظ صاحب موصوف فرمایا کرتے تھے کہ احمدیت قبول کرنیکے بعد مَیں نے سمجھ لیا کہ مٹھائی لانے والا وہ اجنبی دراصل کوئی فرشتہ تھا جو پہلے میرے بیٹے کے قبول احمدیت کی خوشخبری لایا تھا اور دوسری بار میرے اور باقی سارے خاندان کے احمدی ہو جانے کی۔ مزید لکھتے ہیں کہ احمدی ہو جانیکے بعد خود آپ پر مخالفت کے شدید طوفان ٹوٹ پڑے۔ آپ جس مسجد کے امام الصلوٰۃ تھے، پہلے تو اس مسجد کے دروازے آپ پر بند کر دئے گئے۔ پھر مخالفت نے جلد ہی ایذا رسانی کی شکل اختیار کر لی۔ مخالفین نے آپ کے گھر پر سنگ باری کرنا اپنا معمول بنا لیا۔ مگر آپ یہ سب کچھ خدا کی خاطر خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے۔ آپ نے اپنے گھر کے ایک حصہ کو مسجد بنا کر وہاں نماز باجماعت ادا کرنی شروع کر دی۔ بلکہ دوسرے احمدی دوست بھی وہاں آکر نماز پڑھنے لگے۔ جب جگہ تنگ ہوگئی تو آپ نے شہر بریلی میں ایک پرانا مکان خرید کر وہاں مسجد تعمیر کی، جہاں اِس وقت سرخ پتھروں سے ایک بہت بڑی مسجد تعمیر ہو چکی ہے، اور بریلی کی پہلی مسجد کہلاتی ہے۔ محترم حافظ سخاوت حسین صاحب البتہ قیام پاکستان کے بعد لاہور چلے آئے اور ۱۹۴۸ء میں وفات پائی۔

(ماخوذ از الفضل انٹرنیشنل، لندن، ۲۲ فروری ۲۰۰۲ء)

---

[۱] حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہان پوریؓ ، شاہجہان پور کے رؤسا میں سے اور بہت عالم فاضل تھے۔ آپ کے اپنے قبول احمدیت کی روئداد یہ ہے کہ آپکو قرآن کریم کی کسی آیت کی سمجھ نہ آئی۔ اس پر آپ اس قدر بیتاب ہوئے کہ آپ کو بخار ہو گیا۔ انہی دنوں آپ کے ایک ملنے والے پنجاب سے ہو کر واپس آئے تو اپنے ساتھ حضرت بانئ سلسلہؑ کی ایک زیر طبع کتاب 'آئینہ کمالات اسلام'، جو اُن دنوں امرتسر کے ایک مطبع میں چھپ رہی تھی، کے چند اوراق لے آئے۔ ان میں اس مطلوبہ آیت کی تشریح موجود تھی۔ آپ اسی کو پڑھ کر آپؑ کے گرویدہ ہو گئے اور بیعت کر کے زمرہ صحابہ میں شامل ہو گئے۔ آپ عالم ہونے کے علاوہ اعلیٰ پایہ کے شاعر بھی تھے۔ خاکسار راقم الحروف کو اُس وقت جب خاکسار تعلیم الاسلام کالج قادیان میں تعلیم پاتا تھا، آپ کو ملنے اور شعری اصلاح لینے کا شرف حاصل ہوا تھا۔

## نواں واقعہ

### ''مشرکانہ رسوم سے تائب ہوگئیں''

## قاضی شاد بخت صاحب کی بیگم صاحبہ کا قبول احمدیت

حضرت قاضی شاد بخت صاحب جو پہلے پولیس کے ایک معمولی سپاہی کے طور پر بھرتی ہوئے تھے، اور پھر ترقی کرتے کرتے سب انسپکٹر کے عہدے تک پہنچ گئے، پیدائشی احمدی تھے۔ آپ کی اہلیہ، محترمہ سیدہ خدیجہ خاتون صاحبہ، دختر سید اکرام حسین صاحب (سکنہ علی پور کھیڑہ)، جو حضرت قاضی صاحب کے نانا کے زیر اثر پورے شیعہ خیالات کی مالک تھیں، احمدیت کی مخالفت کا ایسا رنگ رکھتی تھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جس کمرہ میں تصویر ہوتی، اس کمرہ میں داخل ہونے سے بھی ان کو نفرت تھی۔ دوسری طرف محرم وغیرہ پر مروجہ رسومات کی سختی سے پابندی کرتی تھیں۔ مگر خُدا جس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے، دلوں کو دیکھتا ہے اور جس دل میں ذرہ بھر بھی سعادت کی چنگاری ہوتی ہے، اسے اپنے فضل سے انگیخت کرتا اور ایسے شعلے میں تبدیل کر دیتا ہے کہ انسان کا سارا بدن جگمگانے لگ جاتا ہے۔ خُدا کی اس سعید الفطرت بندی کے حق میں بھی ایسا ہی ہوا۔ چنانچہ وہ فرماتی ہیں، میں نے خواب میں دیکھا (یہ ۱۹۳۳ء کے لگ بھگ کی بات ہے جبکہ خلافت ثانیہ کا زمانہ تھا) کہ

> ''قاضی صاحب (یعنی ان کے میاں قاضی شاد بخت صاحب۔ ناقل) ترکی ٹوپی اور اچھا لباس پہنے ایک کرسی پر بیٹھے ہیں، کسی نے دروازہ پر دستک دی ہے اور ایک سنہری حروف سے نوشتہ خط دیا ہے۔ میں کہتی ہوں، یہ تو بہت خوشنما ہے، میں بھی دیکھوں کیا ہے۔ چنانچہ دیکھا تو اس پر مرقوم تھا:
>
> 'پہلا خلیفہ جبریل۔ دوسرا خلیفہ محمودؒ''

جب انہوں نے اپنی یہ خواب اپنے میاں (مکرم قاضی صاحب) کو سُنائی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ احمدیت کی طرف آپ کی رہنمائی ہوئی ہے، اب آپ بیعت کر لیں، کیونکہ جماعت احمدیہ کے خلیفہ اِس وقت سیدنا حضرت محمود (ایدہ اللہ الودود) ہیں۔ وہ اس سے بہت متاثر ہوئیں۔ اس سے قبل حضور کے متعلق وہ کوئی واقفیت نہیں رکھتی تھیں، نہ آپ کا نام سنا ہوا تھا۔ چنانچہ اپنے میاں کے کہنے پر انہوں نے بیعت کا خط لکھ دیا۔ اور پھر اپنے میاں کی مزید تبلیغ اور تربیت کے نتیجے میں انہوں نے اپنے جملہ

مشرکانہ عقائد کو ترک کر کے نیکی اور تقویٰ میں ایسا مقام حاصل کیا کہ جب مرکز سلسلہ کی طرف سے مسجد ہالینڈ کی تعمیر کیلئے چندہ کی تحریک ہوئی اور اعلان ہوا کہ یہ مسجد صرف خواتین کے چندوں سے تعمیر کی جائیگی ،تو خُدا کی اس نیک بندی نے اپنا سارا زیور جو اس وقت ساٹھ ستر روپے کا تھا، خدا کی راہ میں دے دیا۔ پھر وصیت کر کے نظام وصیت میں بھی شامل ہو گئیں۔ اور اس طرح مزید مالی قربانی کا ثواب حاصل کیا۔ وفات پانے پر کسی وجہ سے آپ بہشتی مقبرہ میں تو دفن نہ ہو سکیں، تاہم آپکا یادگاری کتبہ نمبر ۶۰ ۷ بہشتی مقبرہ قادیان میں نصب ہے۔

( تابعین اصحاب احمد جلد اول، صفحہ ۱۲)

تعارف: حضرت قاضی شاد بخت ریٹائر ہونے کے بعد ۱۹۵۷ء میں ہجرت کر کے قادیان میں آ گئے۔ آپکی ۵ بیٹیاں تھیں۔ ان میں سے دو قادیان کے دو درویشوں سے بیاہی گئیں۔ ایک مسماۃ محمودہ بیگم صاحبہ زوجہ مکرم محمد صادق صاحب درویش ہیں اور دوسری محترمہ مشتری بیگم صاحبہ زوجہ مکرم محمد یوسف صاحب درویش ہیں۔

## دسواں واقعہ

### ’’کوئی آسمانی اطلاع ہوگی‘‘

## بہن مقبول رحمت اللہ خان کی والدہ کا قبول احمدیت

اب ایسی ہی ایک اَور خاتون کے قبول احمدیت کی داستان بیان کی جاتی ہے، جن کے بھائیوں نے ان کا رشتہ ایک احمدی سے اس شرط پر کیا کہ وہ مذہب کے معاملہ میں ان پر کوئی دباؤ نہیں ڈالیں گے۔ مگر چونکہ اسکی فطرت میں نیکی تھی، اس لئے خُدا تعالیٰ نے خود ہی اپنی رحمت کے دروازے اس پر کھول دیئے اور ایسا فضل ہوا کہ شادی کے ایک سال کے اندر اندر ہی وہ احمدیت کی آغوش میں آ گئیں۔ اس اجمال کی دلچسپ تفصیل اسی خاتون (اہلیہ محمد عبدالحی صاحب، مچھلی بندر، حیدر آباد حال آندھرا پردیش) کی بیٹی محترمہ مقبول رحمت اللہ خان، دہلی، کی زبانی سنیں: آپ بیان فرماتی ہیں:

’’میرے والد محترم محمد عبداللطیف صاحب (مرحوم) حیدر آباد، پی ڈبلیوڈی کے محکمہ میں

ملازم تھے۔ دفتر میں سارے ملازمین والد صاحب کے حسنِ اخلاق، طبیعت کی نرمی اور ان کی دین داری سے متاثر تھے۔ میری والدہ صاحبہ کے ماں باپ اگرچہ (ان کی شادی سے قبل ہی) فوت ہو چکے تھے، تاہم وہ ایک مشہور مولوی، سید بادشاہ حسینی صاحب، کے مریدوں میں شامل ہونے اور اپنے چاروں بھائیوں اور بھابیوں کے اثر سے مرعوب ہونے کی وجہ سے مذہب کے بارے میں کوئی متبادل صورت قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھیں۔ میرے چاروں ماموں میرے والد صاحب، جنہیں سب لوگ قادیانی کہتے تھے، کے اخلاق سے متاثر ہوکران سے میری والدہ کی شادی کرنے پر تو راضی ہو گئے مگر ساتھ ہی والد صاحب پر زور دیا اور متنبہ کیا کہ ہماری بہن کے ساتھ مذہب کے بارے میں کوئی زیادتی نہیں ہونی چاہئے۔ والد صاحب نے یہ وعدہ تو کرلیا کہ کبھی میں انہیں دین کے بارے میں مجبور نہیں کروں گا تاہم فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری ضرور کروں گا کہ اے خُدا، مجھے جو دولت عطا کرنی ہے، اس کے عوض میری بیوی کو دین کی دولت عطا کر دے، تُو بڑی طاقت والا ہے۔ جب تُو کہتا ہے، ہو جا، تب ہر چیز ہو جاتی ہے''

بہن مقبول رحمت اللہ خان صاحبہ آگے بیان فرماتی ہیں:

''ابا جان کی یہ بات سن کر میرے ماموں صاحبان نے جواب دیا کہ وہ تو حضرت بادشاہ حسینی صاحب کی سچی مرید ہیں، جو کہ سب سے بڑے عالم اور جید ہیں۔ ان کا دل کبھی نہیں پھرے گا، وہ تو اہل سنت ہی رہیں گی، انشاء اللہ۔ میرے والد صاحب مرحوم نے اس کے جواب میں صرف ایک جملہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کب کسی کا دل پھیر دے گا، وہی جانتا ہے۔ دین کی دولت انہیں ضرور ملے گی، انشاء اللہ''

اب انکی والدہ کس طرح احمدیت کی نعمت سے متمتع ہوئیں، اس بارے میں بہن مقبول رحمت اللہ صاحبہ فرماتی ہیں کہمیری والدہ صاحبہ مرحومہ نے احمدیت قبول کرنے کی ساری داستان ہم سب کو سنائی تھی۔ آپ فرمایا کرتی تھیں کہ

''شادی کے بعد جب بھی فاتحہ خوانی، قل، شب برات، محرم وغیرہ تقریبات کے دن آتے، میں تمہارے ابا جان سے عرض کرتی کہ فلاں حلوہ، فلاں شربت، غوث اعظم

کے جھنڈے یا ان کے نام کی فاتحہ کے لئے فاتحہ پڑھیں۔ وہ کہا کرتے کہ جو کچھ آپ نے پکایا ہے، وہ باورچی خانہ کے دیگچوں میں ہی رہنے دیں، میں نماز کے دوران فاتحہ پڑھ لوں گا۔ میں مُصر ہوتی کہ یہ طریقہ فاتحہ کا غلط ہے۔ جب انہوں نے بتایا کہ دیکھو، جو تکلیف ہمیں پہنچی ہے، اسے عدالت کے جج کے سامنے تو بیان نہ کریں، تو جج کس طرح ہمارے حق میں فیصلہ کریگا۔ یہ تو دُنیا کے معمولی انسان کی بات ہے کہ جو عارضی کرسی پر بیٹھا ہے۔ وہ خدا جس نے کائنات بنائی ہے، اس کے دربار میں حاضری کا مطلب عبادت ہے۔ جب ہاتھ باندھ لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری شروع ہو جاتی ہے اور نماز کا سلام پھیرنے تک ہم اسکی عدالت میں حاضر رہتے ہیں۔ تو مَیں یہ ساری باتیں سن کر گہرے سوچ میں پڑ جاتی''

بہن مقبول بیان کرتی ہیں کہ والدہ مرحومہ ماشاء اللہ بہت ذہین عورت تھیں۔ والدین کے نہ ہونے کی وجہ سے اگرچہ مدرسہ کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی، تاہم گھر پر استانی سے دسویں تک کتابیں پڑھ لی تھیں چنانچہ انہوں نے اس نکتہ پر بہت باریکی سے غور کر کے سب سے پہلے یہ ساری بدعات اور بدرسومات چھوڑ دیں۔ پہلے زمانہ میں لوگ قرآن کریم ناظرہ پڑھ لیا کرتے تھے۔ ترجمہ کی طرف دھیان نہ ہوتا تھا والد صاحب نے یہ بھی سمجھایا کہ قرآن مجید جب تک باترجمہ نہ پڑھیں، اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ تعلیم القرآن جاننا ضروری ہے، عربی میں پڑھنے سے مطلب حاصل نہ ہوگا۔ چنانچہ والدہ صاحبہ نے ترجمہ بھی شروع کر دیا۔ جب مطالعہ کا شوق بڑھنے لگا تو والد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب، سیرت حضرت مسیح موعود، حقیقۃ الوحی، کشتی نوح، پیش گوئیاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام وغیرہ لا کر دیں۔ نماز مترجم پڑھنے لگیں۔ اسی طرح فرمایا کرتی تھیں کہ نماز میں تو کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ پیش گوئیوں کے بارہ میں وہ ہر وقت والد صاحب مرحوم سے سوال کیا کرتی تھیں کہ چاند اور سورج کو ایک ماہ میں گرہن نہیں لگ سکتا، یہ کہ ہمارے مرشد، حضرت بادشاہ حسینی صاحب، ہر جمعرات کے روز وعظ کرتے ہیں۔ وہ بیان کرتے تھے کہ جب امام مہدی آخرالزماں تشریف لائیں گے تو انہیں ہر کوئی پہچان لے گا۔ پھر بے اختیار روتے تھے کہ اے اللہ! تُو ہم کو پہچاننے والوں میں کھڑا کر دے۔ آگے بیان کرتی ہیں:

''یہ بات جب میرے والد صاحب نے سنی تو وہ دل ہی دل میں بہت خوش ہوئے کہ

اے خُدا! تو میری مدد فرما رہا ہے۔ میری بیوی کا دل اس سلسلہ کی طرف جو کہ سچا ہے، پھیر دے۔ آخر خُدا تعالیٰ نے میرے والد صاحب کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور میری والدہ کو ایک ایسا نظارہ دکھایا جس نے ان کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ میری والدہ مرحومہ نے خواب میں دیکھا کہ چاند کو گرہن لگا ہے۔ خواب میں ہی وہ اپنے مولوی بادشاہ حسینی صاحب سے کہتی ہیں کہ حضرت قبلہ! کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ سورج کو گرہن کے بعد پھر آج چاند گرہن بھی اسی مہینے میں لگا ہے اور رمضان کا مہینہ ہے۔ وہ خواب میں ہی روتے روتے کہتے ہیں کہ کوئی آسمانی اطلاع ہوگی۔ اِسی اثنا میں میری والدہ صاحبہ کی آنکھ کھل گئی۔ نماز فجر سے پہلے خواب سنایا۔ والد صاحب مرحوم نے اُسی وقت پیشگوئیوں اور نشانات کی کتابوں سے صفحات نکال کر دیئے کہ آج ان کا مطالعہ کریں اور پھر خواب کی تعبیر خود معلوم کریں'' [ا]

آگے بتاتی ہیں:

''اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ شام کو جب میرے والد صاحب دفتر سے تشریف لائے تو والدہ صاحبہ کہنے لگیں کہ جلدی سے بیعت فارم لے آؤ۔ خُدانخواستہ میں مر جاؤں تو منکرین میں نہ ہوں۔ کہنے لگیں، ابھی میرے کوئی بچے نہیں ہیں، موت کا کوئی بھروسہ نہیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں میں شامل ہو جاؤں۔ گویا شادی کے ایک سال کے اندر اندر ہی یعنی ۱۹۳۵ء میں انہوں نے بیعت کر لی اور پھر تبلیغ کے کاموں میں جُٹ گئیں۔ جہاں کہیں موقعہ ملتا، ریل میں، گھر میں، محفلوں میں۔ غرض ہر جگہ کچھ نہ کچھ سلسلہ شروع کر دیتیں۔

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، مورخہ ۸/اگست ۱۹۹۷ء)

[ا] یہاں راویہ نے اپنی والدہ کا خواب بیان کرتے ہوئے پہلے سورج گرہن لگنے کا اور بعد میں چاند گرہن کا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ واقعہ میں چاند گرہن پہلے اور سورج گرہن بعد کی تاریخوں میں لگتا ہے۔ ممکن ہے یہاں راویہ کو روایت بیان کرنے میں غلطی لگی ہو یا ان کی والدہ نے خواب کے اندر پہلے سورج گرہن اور بعد میں چاند گرہن دیکھا ہو۔

# گیارہواں واقعہ

## ’’آپ کو ایک بزرگ ہستی خود تبلیغ کر گئی ہے‘‘

## بصرہ میں نزول رحمت سماوی کا ایمان افروز واقعہ

دریائے دجلہ اور فرات کے سنگم پر واقع یہ شہر۔ بصرہ۔ عراق کی اہم بندرگاہ اور اپنے جغرافیائی محل وقوع کے باعث مشرقی اور مغربی ممالک کے لئے تجارت کی ایک اہم منڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس ملک میں اور خاص طور پر اس کے اِس شہر (بصرہ) میں حضرت مہدی علیہ السلام کا پیغام اس وقت پہنچا جب جنگ عظیم اوّل کے دوران یہ برطانوی بحری بیڑے کا ایک بہت بڑا مرکز بن چکا تھا۔ جنگ اس وقت اپنے اختتام کو پہنچ رہی تھی تاہم برطانوی فوجیں ابھی تک جرمن فوجوں سے برسر پیکار تھیں اور یہاں پر کام کرنے والے اکثر سول اور فوجی ملازمین برطانوی حکومت کے زیر تسلط علاقوں بالخصوص ہندوستان وغیرہ سے آئے ہوئے تھے۔ وہ پیغام کیونکر پہنچا، اس کی دلچسپ روئداد آپ ہی کے ایک غلام ،حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ (المعروف سبز پگڑی والے) کی زبانی سننے سے تعلق رکھتی ہے۔ آپ ابھی چند ماہ پہلے ہی بھرتی ہو کر یہاں پہنچے تھے۔ آپ فرماتے ہیں:

’’جب نومبر ۱۹۱۸ء میں جنگ بند ہوگئی تو میری تبدیلی بصرہ کے قریب ایک چھوٹے سے شہر عشار میں ایک کارخانہ میں ہوگئی۔ مجھے وہاں رہتے ہوئے تین چار دن ہی ہوئے تھے کہ میرے بعض ساتھیوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں کیوں نہیں جاتے؟ میرا چونکہ ان لوگوں سے ابھی پورا تعارف نہ تھا، نیز میں حضورؓ (مراد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ ناقل) اور قادیان سے دُور تھا، کوئی خونی رشتہ دار بھی وہاں نہ تھا، لہٰذا طبیعت بہت اداس رہتی تھی اور بڑی خاموشی سے زندگی گذر رہی تھی۔ اس کارخانہ میں تقریباً دو ہزار آدمی تھے جن میں سے صرف مَیں ہی اکیلا احمدی تھا..... اس لئے میں نے ان لوگوں کو اپنی علیحدہ نماز کے متعلق کچھ نہ بتایا‘‘

فرماتے ہیں، ایک دن پھر انہوں نے یہی سوال کیا کہ آپ مسجد میں باجماعت نماز کیوں ادا نہیں کرتے۔ اس پر میں نے خاموش رہنا مناسب نہ سمجھا اور ان کو بتا دیا کہ میں احمدی ہوں اور میری نماز ان لوگوں کے پیچھے نہیں ہوتی۔ اس لئے میں الگ اپنے ڈیرے پر ہی پڑھ لیتا ہوں۔ مگر فرماتے ہیں،

میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نہ مسجد میں نماز پڑھتے ہیں نہ ڈیرے پر، آپ کو میری نماز کا کیوں فکر ہے میرے اس جواب پر وہ خاموش تو ہو گئے مگر آپس میں میرے خلاف خفیہ پراپیگنڈا کرنا اور حضرت صاحب پر قسم قسم کے اعتراض کرنا شروع کر دیا۔ میں بھی اپنی عقل کے مطابق انہیں جواب دیتا۔ مگر فرماتے ہیں:

''ایک دن مجھے سخت گھبراہٹ ہوئی، اس خیال سے کہ مومن تو کبھی اکیلا نہیں رہتا، جبکہ میں اکیلا ہوں، مجھے اپنی فکر کرنی چاہئے۔ کیا میں مومنوں میں شامل نہیں ہوں؟ یہ خیال آنے پر میرے دل میں بڑا جوش اٹھا اور میں دریا کے کنارے دعا کرنے چلا گیا کہ اے میرے مولا کریم، اگر میں مومن نہیں ہوں تو اپنے زور سے تو بن نہیں سکتا، مجھے مومن بنانا بھی تیرا ہی کام ہے۔ میری نصرت فرما''

اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ درد بھری دعا کیسے جلد قبول کی، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''اس سے اگلے دن نصف شب کے قریب ایک بڑا شریف اور نمازی آدمی (احمد دین) میرے پاس آیا جو ضلع راولپنڈی کا رہنے والا تھا۔ وہ کہنے لگا، مولوی صاحب میری بیعت لے لیں۔ میں بڑا حیران ہوا کہ یہ شخص کون ہے جو نصف شب کے قریب مجھے جگا کر یہ الفاظ کہہ رہا ہے۔ میں نے موم بتی جلائی اور بڑی محبت سے (اسے) اپنے پاس بٹھا کر پوچھا کہ اب بتائیں، کیا بات ہے؟ اس نے بتایا کہ میں بعد نماز عشاء درود شریف پڑھتے پڑھتے سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ دو بزرگ میرے پاس آئے ہیں۔ ایک بزرگ نے میرے سوال پر یہ جواب دیا کہ تم چونکہ درود شریف پڑھا کرتے ہو، اس لئے یہ دوسرے بزرگ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ آپ کے پاس تشریف لائے ہیں۔ یہ سن کر میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور میں نے آگے بڑھ کر حضور کا ہاتھ چومنے کی کوشش کی تو آپ نے ہاتھ نہ دیا اور فرمایا کہ اب میرا زمانہ نہیں ہے۔ میں نے پوچھا، 'پھر کس کا زمانہ ہے'۔ حضور نے فرمایا، 'آؤ، میرے ساتھ چلو کہ تمہیں بتا دوں'۔ میں ساتھ چل پڑا، تو حضور مجھے آپکے پاس لے آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر آپکے ہاتھ میں دے دیا اور خود غائب ہو گئے۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔ اور اب مَیں آپکے پاس آ گیا ہوں''

فرماتے ہیں، میں نے کہا، بہت اچھا! اب آپ آرام کریں۔ صبح انشاء اللہ تعالیٰ میں آپ کو بتا دوں گا کہ اب کس کا زمانہ ہے۔ آگے فرماتے ہیں:

''صبح کی نماز کے بعد وہ پھر آگئے۔ میں نے انہیں بتایا کہ اب حضرت مسیح موعودؑ کا زمانہ ہے اور اب آپ کے دوسرے خلیفہ آجکل قادیان میں ہیں۔ آپ کو ایک بزرگ ہستی خود تشریف لا کر تبلیغ کر گئی ہے۔ (چنانچہ) انہوں نے بخوشی بیعت کر لی اور پھر اپنا بستر بھی میرے پاس اٹھا کر لے آئے، مجھے بھی بڑی خوشی ہوئی کہ الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے مجھے اکیلے نہیں چھوڑا''

اس کے بعد فرماتے ہیں، چند قرآن سیکھنے والے نوجوان مل گئے اور میں نے قادیان سے قاعدہ یسرنا القرآن منگوا کر انہیں قرآن پڑھانا شروع کر دیا۔ اس سے خدا تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ مخالفین نے جب میرے مروانے کی سکیم بنائی تو یہی نوجوان میری ڈھال بن گئے۔

(''میری یادیں''۔ص:۲۷ تا ۲۹)

☆ ☆ ☆

## بارہواں واقعہ

''آپ لوگوں کی دعا خدا سنتا ہے''

## رئیس جان محمد کا قبول احمدیت

پچھلے صفحات میں بصرہ کے عنوان کے تحت حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ کا بیان کردہ ایک واقعہ بیان ہو چکا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرما کر کس طرح ایک سعید روح کو آپ کے پاس بھیج دیا، جس کی بدولت آپ کا بطور احمدی تنہا ہونے کا مسئلہ دور ہو گیا۔ یہاں آپ کا ہی بیان کردہ اسی قسم کا ایک اَور واقعہ درج کیا جاتا ہے جو جہاں غلامانِ احمد کے عند اللہ خصوصی روحانی مقام کو ظاہر کرتا ہے، وہاں یہ بھی بتاتا ہے کہ فی زمانہ اللہ تعالیٰ اُن کے ہاتھ پر کیسے کیسے

اعجازی نشان دکھا رہا ہے اور کیسی کیسی سعید روحوں کو ان کے ذریعے ہدایت نصیب کر رہا ہے۔ یہ واقعہ اُس وقت کا ہے جب آپ فوجی ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد مرکزی ہدایت کے تحت وقف عارضی کے سلسلے میں منجملہ دیگر احمدی رضا کاران کے یو۔ پی (ہندوستان) کے اس علاقے میں پہنچے ہوئے تھے جہاں شدھی تحریک کا زور تھا اور ملکانہ قوم کے مسلمانوں کو دھڑا دھڑ مرتد کیا جا رہا تھا۔ آپ نے وہاں نگلہ گھنو نام کے ایک چھوٹے سے قصبہ کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا کر کام شروع کر دیا۔ آپ وہاں اپریل ۱۹۲۳ء سے لے کر جون ۱۹۲۸ء تک رہے اور چونکہ آپ کا اصل مقصد ان مسلمانوں کو شدھی کی تحریک سے بچانا اور دین اسلام پر قائم رکھنا تھا، اس لئے آپ نے عمداً احمدیت کی تبلیغ کرنے سے گریز کیا تاہم فرماتے ہیں کہ میں نے احمدیت کی ساری تعلیم اُن لوگوں پر واضح کر دی۔ اس مہم میں آپ کہاں تک کامیاب ہوئے اور آپکی اِن بے لوث اور مخلصانہ کوششوں کو اللہ تعالیٰ نے کس قسم کے شیریں ثمرات سے نوازا، اسکی کسی قدر روئداد درویشان احمدیت، جلد دوم، میں بیان کی جا چکی ہے۔ یہاں صرف واقعہ زیر بحث کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ

”جب میری تبدیلی کے دن قریب آئے تو وہاں کا ایک امیر، اثر ورسوخ والا آدمی، رئیس جان محمد خان، میرے پاس پہنچا اور اپنی ایک خواب سنانی شروع کی۔ وہ خواب یہ تھی کہ میں دیکھتا ہوں کہ دنیا پر بارش سے تباہی آچکی ہے اور آسمان سے سیر سیر بھر کے اَولے گر رہے ہیں جن سے تمام باغات اور فصلیں تباہ ہو چکی ہیں اور میں تباہ شدہ چوپال کی ایک دیوار سے چمٹا ہوا ہوں اور رو رہا ہوں کیونکہ چرند پرند اور انسان سب مر چکے ہیں اور میدان اَولوں سے بھرا پڑا ہے۔ میں غور سے دیکھتا ہوں تو پتہ چلتا ہے کہ مسجد محفوظ ہے اور اسکے اندر آپ بلند آواز سے قرآن پاک پڑھ رہے ہیں۔ آپ کو دیکھ کر مجھے تسلی ہوتی ہے کہ مولوی صاحب تو زندہ ہیں۔ مگر اَولے بڑی کثرت سے گر رہے ہیں۔ (اتنے میں) آپ مسجد سے نکل کر میدان کی طرف چل دیتے ہیں اور میں گھبرا جاتا ہوں کہ اب مولوی صاحب نہیں بچیں گے۔ مگر کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کے اوپر نہ تو بارش پڑی ہے اور نہ ہی اَولے اور آپ جس طرف جاتے ہیں، آپ کے سامنے راستہ پر سے اَولے دونوں طرف سے ہٹتے جاتے ہیں اور راستہ صاف ہوتا جا رہا ہے۔ میں بہت حیران ہوتا ہوں

کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ نہ تو آپ پر بارش ہی پڑتی ہے اور نہ اَو لے۔آخر آپ اس میدان میں پہنچتے ہیں اور آپ ہاتھ اور منہ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کرتے ہیں کہ یکا یک بارش اور اَو لے بند ہو جاتے ہیں۔پھر آپ نے چاروں طرف گھوم کر پھونک ماری ہے جس سے تمام چار پائے، فصلیں، باغات، مکانات، غرضیکہ ہر چیز دوبارہ آباد اور شاداب نظر آنے لگتی ہے اور اسی خوشی میں میری آنکھ کھل جاتی ہے“

فرماتے ہیں، خواب سنا کر وہ کہنے لگا کہ آج میں نے مان لیا ہے کہ سلسلہ احمدیہ خدا کی طرف سے ہے اور آپ لوگوں کی خدا سنتا ہے۔آپ میری بیعت کا خط لکھ دیں۔فرماتے ہیں کہ میں نے اسے کہا کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا آپ پر انعام ہے کہ آپ پر حق ظاہر کر دیا ہے، اب اسے مفید بنانا آپ کے ہاتھ میں ہے۔آج رات سارے گاؤں والوں کو اکٹھا کرو۔پہلے اپنی خواب سناؤ اور پھر بیعت کے متعلق مجھ سے بات کرنا۔چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔رات کو اس نے تمام لوگوں کو اکٹھا کر کے انہیں اپنی خواب سنائی۔اس کے نتیجے میں وہاں کے بہت سے لوگوں نے بیعت کر لی۔[۱]

(بحوالہ ”میری یادیں“، صفحہ ۱۱۶ تا ۱۱۷)

---

[۱] اس وقت نگلہ گھنو کے علاقہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی مضبوط اور مخلص جماعت قائم ہے۔چنانچہ وہاں کے بہت سے نوجوان اپنی زندگیوں کو وقف کر کے بطور مبلغ سلسلہ خدمات بجا لا رہے ہیں۔یہ بات خاکسار راقم الحروف کو مکرم انصار احمد صاحب، سابق صدر جماعت دہلی، نے خاکسار کے حالیہ (مارچ ۲۰۰۵ء میں ہونے والے) سفر برائے دہلی تا قادیان) کے دوران بتائی۔آپ خود بھی اسی علاقے سے تعلق رکھتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

# تیرہواں واقعہ

## ''اب مجھے احمدیت کے متعلق بتاؤ''

## کیپٹن ایم۔اے جیلانی کا قبول احمدیت

یہ اللہ تعالی کی شان کریمی ہے کہ جب وہ کسی کو ہدایت دینے پر آتا ہے تو اس کے لئے کوئی نہ کوئی سبب پیدا فرما دیتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے 'رحمتِ حق کیلئے آخر بہانہ چاہئے'۔ تو آئیں دیکھیں فوج کے ایک کیپٹن کی ہدایت کا سامان کیسے پیدا ہوا۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے ایک غلام، مکرم عبدالرحمٰن صاحب دہلوی، فوجی ملازمت کے سلسلہ میں سنگاپور میں مقیم تھے۔ آپ کے ساتھ ہندوستان سے گئے ہوئے دیگر بہت سے فوجی بھی برطانوی فوج میں کام کررہے تھے۔ ان میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو، سکھ اور عیسائی بھی تھے۔ مکرم دہلوی صاحب جو حوالدار کلرک کے طور پر اپنی یونٹ میں واحد احمدی تھے، اس واقعہ کے ذکر میں فرماتے ہیں:

''میری یونٹ میں روزانہ (کسی نہ کسی موضوع پر) بحث مباحثہ ہوا کرتا تھا۔ میں دیکھتا تھا کہ اس میں ہندو، سکھ، عیسائی سب بولتے ہیں مگر مسلمان کلرکوں پر سکوت کا عالم طاری ہوتا ہے۔ دو چار دن تک تو میں یہ تماشا دیکھتا رہا۔ مگر ایک دن کھڑے ہوکر میں نے بھی تقریر کی۔ تقریر ختم ہوئی تو پریذیڈنٹ مباحثہ، کیپٹن ایم۔اے۔ جیلانی کہنے لگے کہ مباحثہ ختم ہو تو تم دفتر آ جانا''

آگے فرماتے ہیں:

''میں بہت گھبرایا کہ نہ جانے کیا غلط بات کہہ دی ہے یا حکومت کے خلاف کچھ کہہ دیا ہے۔ بہرحال بادلِ ناخواستہ ڈرتا ڈرتا دفتری اوقات کے بعد میں کیپٹن صاحب کے سامنے پہنچا اور ان کے کہنے پر سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ پوچھنے لگے، 'تمہاری تعلیم کیا ہے؟' ۔ میں نے کہا، میری تعلیم تو کچھ بھی نہیں ہے۔ کہنے لگے، جھوٹ نہ بولو، سچ سچ بتاؤ، تم نے گریجویشن کہاں سے کیا ہے، علی گڑھ یا کہیں اور سے؟ ۔ میں نے جواب دیا کہ جناب والا، میرا شیٹ رول آپ کے پاس ہے، چیک کرلیں، میری کوئی تعلیم نہیں

ہے۔ وہ بڑے حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا، دہلی کا۔ پوچھا، بھرتی کہاں ہوئے؟۔ میں نے کہا، جالندھر میں۔ کہنے لگے ہندوستان کے دارالخلافہ کا رہنے والا بھرتی ہونے جالندھر جیسے گاؤں میں کیسے چلا گیا۔ میں نے جواب دیا، جناب والا! اُس وقت میں قادیان میں رہتا تھا۔ کہنے لگے، اچھا، تو تم احمدی ہو۔ میں نے کہا، جی ہاں۔ کہنے لگے، 'اب معاملہ صاف ہوگیا ہے، اب مجھے احمدیت کے متعلق بتاؤ، اور روزانہ دفتری اوقات کے بعد میرے دفتر میں آجایا کرو' "

چنانچہ فرماتے ہیں:

"میں روزانہ چھٹی کے بعد کیپٹن صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا اور انہیں تفصیل سے احمدیت کی تعلیم سے آگاہ کرتا۔ آپ نے (جیلانی صاحب نے) اپنے بارے میں بتایا کہ وہ ہوشیار پور کے رہنے والے ہیں، ان کے خاندان کے افراد بہت تعلیم یافتہ ہیں اور مستورات ایک اُردو رسالہ بھی نکالتی ہیں۔ ان دنوں محترم مولانا غلام حسین ایاز صاحب سنگاپور میں مبلغ سلسلہ تھے۔ میں روزانہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ جیلانی صاحب کی خواہش پر میں محترم ایاز صاحب کو روزانہ جیلانی صاحب کی رہائش گاہ پر لے جاتا رہا اور اس طرح تبلیغی بات چیت آگے بڑھتی رہی۔ تقریباً پانچ روز بعد کیپٹن جیلانی صاحب نے بیعت فارم پر دستخط کر کے قبول احمدیت کی سعادت پالی"

(منقول از احمدیہ گزٹ۔ کینیڈا۔ اکتوبر 1997ء)

☆ ☆ ☆

---

[۱] مکرم عبدالرحمن صاحب دہلوی فوجی ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد ایک لمبا عرصہ مرکز سلسلہ، ربوہ، میں مرکزی دفاتر میں خدمات بجالاتے رہے۔ بعدازاں آپ امریکہ تشریف لے گئے، جہاں پر وہ تا اطلاع مقیم ہیں۔

# چودہواں واقعہ

## ’’اسکی لذت میرے دل اور روح کے گوشے گوشے میں سما گئی‘‘

## مولوی عبدالمغنی خان صاحب کا قبول احمدیت

مولوی عبدالمغنی خان صاحب پٹھان قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ان کے والد، نامدار خان صاحب ،ریاست حیدرآباد کی پولیس فورس میں سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ پر فائز تھے۔ مولوی صاحب نے پرائمری کی تعلیم ’قائم گنج‘ کے مقامی سکول میں حاصل کی۔اس کے بعد وہ مزید تعلیم حاصل کرنے کیلئے اٹاوہ چلے گئے۔وہاں جب وہ بورڈنگ ہاؤس میں داخل تھے تو انہیں ایک ایسا روحانی تجربہ حاصل ہوا جو بالآخر ان کے قبول احمدیت پر منتج ہوا۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

’’جب میں اٹاوہ میں پڑھتا تھا اور بورڈنگ ہاؤس میں داخل تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے عبادت کی خاص الخاص لذت سے روشناس کیا۔ان ایام میں اللہ تعالیٰ رات کی تنہائی میں ایسے میٹھے سبق پڑھاتا کہ انکی لذت میرے دل اور روح کے گوشے گوشے میں سما جاتی۔ یہ سلسلہ کچھ عرصہ تک جاری رہا، پھر اچانک بند ہوگیا۔اور اس کے بعد باوجود میری انتہائی بے تابی، بے قراری اور گریہ وزاری کے پھر جاری نہ ہوا۔ جب میری بے قراری انتہا کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ کچھ عرصہ بعد تم ایک شخص سے ملو گے،اب اس کے ذریعہ ہی یہ سلسلہ تمہارے لئے دوبارہ جاری ہوگا‘‘

اٹاوہ میں میٹرک تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ علی گڑھ کالج میں داخل ہو گئے۔ وہاں آپ نے دیکھا کہ طلبہ اپنی اپنی مجلسوں میں حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام کا ذکر بھی کرتے ہیں مگر مخالفانہ رنگ میں۔ایک روز آپ ایک ایسی ہی مجلس میں شریک تھے کہ کسی طالبعلم نے آپ (حضرت بانی سلسلہؑ) کا نام لیکر کہہ دیا کہ وہ تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں (نعوذ باللہ) گستاخی کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

’’میں نے جب یہ سُنا تو میں نے حضرت نبی کریم ﷺ کی محبت کی وجہ سے چاہا کہ اس شخص کے خلاف جس کی طرف یہ گستاخی منسوب کی جارہی ہے (یعنی حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ) کچھ کہوں ۔لیکن وہ الفاظ جو میرے دل میں تھے،ابھی حلق تک نہیں پہنچے تھے کہ فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے القاء ہوا کہ خبردار اس شخص کے خلاف کوئی لفظ زبان سے نہ نکلے،یہ وہی برگزیدہ ہے جس کے ذریعے وہ سلسلہ تمہارے لئے دوبارہ جاری ہوگا،جو ٹاٹوہ میں منقطع ہوا تھا''

آپ فرماتے ہیں،اس طرح مجھے اس گوہرِ مقصود کا پتہ چل گیا جسکے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری رہنمائی ہو چکی تھی،یعنی یہ کہ وہ کون ہیں،جن کی بدولت میرے وجود میں وہ روحانی سلسلہ دوبارہ جاری ہوگا جس کی لذت اور شیرینی مَیں کئی سال پہلے محسوس کر چکا تھا۔یہ تو آپ سُن ہی چکے تھے کہ وہ شخص کہاں ہے۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''کچھ عرصہ بعد میں قادیان پہنچ گیا۔اُس وقت حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کا تو وصال ہو چکا تھا (یہ 1910ء یا اس کے قریب کا واقعہ ہے) لہٰذا میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول،حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ،کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں باقاعدہ شمولیت اختیار کرلی''

(روزنامہ الفضل،ربوہ،12 جنوری 1960ء)

.......☆.......

تعارف: حضرت مولوی عبدالمغنی صاحب،۱۹۱۴ء میں بی،ایس،سی (B.Sc.) کرنے کے بعد مستقل طور پر قادیان آ گئے۔آپ کا پہلا تقرر تعلیم الاسلام کالج،قادیان،میں بطور سائنس ٹیچر ہوا۔بعد ازاں آپ کو مختلف جماعتی عہدوں پر خدمات بجالانے کا موقع ملا۔اُس روحانی تجربہ کے بعد جو آپ کو بچپن میں حاصل ہوا تھا،حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی روحانی تربیت گاہ میں رہ کر اسے اور بھی جلا حاصل ہوئی اور آپ نورٌ علیٰ نور بن گئے۔آپ پر رؤیا اور کشوف کا دروازہ کھل گیا۔آپ نے ۵ ستمبر ۱۹۵۱ء کو لاہور میں وفات پائی۔

☆ ☆ ☆

# پندرہواں واقعہ

## ''بس ایک تیر تھا جو مجھے لگا''

## ڈاکٹر عبدالعزیز اخوند کا قبول احمدیت

اب ایک ایسے شخص کے قبول احمدیت کا واقعہ درج کیا جاتا ہے جو احمدیت قبول کرنے سے قبل اس کی 'الف، ب' سے بھی واقف نہ تھا، نہ ہی اسے دینی باتوں سے کوئی دلچسپی تھی بلکہ اس کی اپنی تعبیر کے مطابق وہ ''بداعمال، بداخلاق اور حرام کھانے والا'' تھا۔ پھر احمدیت کی روشنی پڑتے ہی آن کی آن میں اس کی کایا کیسے پلٹ گئی اور اس کے اپنے الفاظ میں وہ کس طرح ''نمازی، نیک، بااخلاق، سچا دیانتدار اور متقی'' بن گیا، یہ دلچسپ اور ایمانوں کو گرما دینے والی داستان اسی شخص کی خودنوشت سوانح سے ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔ ان کا نام گرامی ڈاکٹر عبدالعزیز اخوند ہے۔ سندھ میں وہ پیدا ہوئے۔ پھر بمبئی سے LCPS کی ڈاکٹری کی سند حاصل کرنے کے بعد ۱۹۲۵ء میں اپنی ملازمت کے سلسلے میں جب آپ براستہ بمبئی عدن جا رہے تھے تو آپ کی ملاقات ایک ہم پیشہ احمدی دوست، ڈاکٹر حاجی خان صاحب، سے ہوگئی۔ آپ ان کی دینداری اور خداترسی کے بعض نمونے پہلے دیکھ چکے تھے اور ان کا آپ پر بہت اثر تھا۔ تاہم ابھی آپ کو یہ علم نہ تھا کہ ڈاکٹر حاجی خان صاحب احمدی ہیں۔ پھر کس طرح اچانک آپ کو ان کے احمدی ہونے کا علم ہوا، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''ایک دن میں ان کی رہائش پر گیا تو دیکھا کہ میز پر ایک کتاب پڑی ہے۔ میں نے اٹھا لی۔ دیکھی تو میں چونک پڑا۔ یہ کتاب انگریزی میں بنام 'احمد' (AHMAD) سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کی شائع کردہ تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں کا انگریزی ترجمہ تھی''

فرماتے ہیں، میں نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ کیا آپ احمدی ہیں؟ اس کا جواب جو انہوں نے دیا، کیا ہی عجیب روح پرور الفاظ تھے وہ!

''کہنے لگے: 'خدا کے فضل سے میں احمدی ہوں'۔ میں حیران کا حیران (کہ) کہتے ہیں: 'خدا کے فضل سے میں احمدی ہوں'۔ 'خدا کے فضل سے!' کیا احمدی ہونا خدا کا فضل ہے؟ بس ایک تیر تھا جو میرے دل پر لگا اور دل کے طبق کھول گیا۔ کیونکہ جو نیکیاں میں

نے ان کی دیکھی تھیں، وہ تو واقعی خدا کا فضل تھیں''

آگے فرماتے ہیں، مَیں نے ان سے وہ کتاب پڑھنے کیلئے لے لی اور انہوں نے بھی بصد خوشی وہ مجھے دے دی، جسے عدن جاتے ہوئے جہاز کے اندر ہی مَیں نے پڑھنا شروع کر دیا۔ اس کتاب کے مطالعہ نے آپ پر کونسا جادو کیا کہ آپ احمدیت کی آغوش میں آگئے، اس بارے میں فرماتے ہیں:

''کیا ہی دل لبھانے والی تاثیر سے پُرتحریر تھی ۔۱۲ یا ۱۴ صفحات کے بعد جب میں ان الفاظ پر آیا کہ 'میں ہی وہ مسیح ہوں اور میں ہی وہ مہدی ہوں جس کا وعدہ رسول کریم ﷺ نے امت کو دیا تھا' ، تو بس ذبح تو پہلے ہی ہو چکا تھا، روح بھی پرواز کر کے مسیح موعودؑ کے قدموں میں جا گری۔ اب میں دل سے احمدی تھا''

فرماتے ہیں، اس کے ایک ماہ بعد مَیں نے اس کتاب کے آخر پر لگے ہوئے بیعت فارم کو پُر کر کے باقاعدہ طور پر جماعت میں شمولیت اختیار کر لی۔ تاہم فرماتے ہیں:

''بیعت کا فارم پُر کرنے سے پہلے غیر احمدی طریق پر مَیں نے بیٹھ کر قرآن شریف سے فال نکالی تو یہ جواب نکلا:

وَقُل رَّبِّ اَدخِلنی مُدخَلَ صِدقٍ وَ اَخرِجنی مُخرَجَ صِدقٍ وَاجعَل لّی مِن لَّدُنک سُلطاناً نصِیرا ۰ وَ قُل جاءَ الحَقُّ وَ زَهَقَ الباطِلُ ۰ اِنّ الباطِلَ کان زَھُوقاً

فرماتے ہیں، ان آیات سے دل باغ باغ ہو گیا۔ اور میں نے بیعت کا فارم پُر کر دیا۔

قادیان سے بیعت کی منظوری آنے کے بعد آپ نے خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے دو ایسے نشان دیکھے جنہوں نے آپکے ایمان کو مزید تقویت بخشی۔ ذیل میں ان ہر دو نشانوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

## پہلا نشان

فرماتے ہیں:

''غیر احمدی زمانے کا سنا ہوا تھا کہ اگر کوئی وفات یافتہ شخص خواب میں نظر آئے اور خواب دیکھنے والا یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ شخص وفات یافتہ ہے اور اس سے کچھ بھی پوچھیں تو جو جواب وہ دے گا، وہ بالکل صحیح اور درست ہو گا۔ اب ایک رات میں نے خواب میں اپنے وفات یافتہ چچا اخوند نور احمد مرحوم کو دیکھا اور میں نے واقعی سمجھ کر کہ یہ وفات شدہ

ہیں، ان سے کہا کہ چچا جان! آپ کو تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سچے تھے یا نہیں، تو فرمانے لگے کہ بالکل سچے تھے، ہم نے زندگی میں نہیں سمجھا جس کا بے حد افسوس ہے"

## دوسرا نشان

دوسرے نشان کے بارے میں فرماتے ہیں:

"میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک پارسل آیا ہے، میں نے کھولا تو اس میں سے تین کتابیں نکلیں۔ نہایت خوبصورت اور نفیس سنہری جلد کی گلکاری کے ساتھ۔ پھر اندر کا کاغذ بھی بہت نفیس تھا۔ اس قدر خوب صورت کتابیں تھیں کہ گویا جنت کی چیزیں ہیں۔ یہ پا کر میں بے حد خوش ہوا کہ میری آنکھ کھل گئی"

آگے فرماتے ہیں:

"ابھی چند ہی دن گذرے تھے کہ واقعی اچانک ایک کتابوں کا پارسل مجھے ملا۔ وہ ڈاکٹر حاجی خان صاحب نے کامراںؔ سے مجھے بھیجا تھا۔ اس میں تین کتابیں نکلیں: ۱) 'ازالہ اوہام'۔ ۲) 'ضرورت الامام'۔ ۳) 'حقیقۃ الوحی'۔ یہ تینوں کتابیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف تھیں۔ انہیں دیکھ کر یکدم مجھے اپنی خواب یاد آئی۔ میں نے کتابوں کو چوما اور آنکھوں پر رکھا۔ بہت ہی پیاری لگیں۔ یوں معلوم ہوا جیسے کوئی نعمت مل گئی ہو۔ اس لئے کہ پہلی بار میں نے حضورؑ کی کوئی تصنیف اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی"

**سبحان اللہ والحمد للہ علیٰ ذٰلک"**

(خلاصہ مضمون از "نشان کبیر" ص: ۲۹ تا ۳۶)

---

تعارف: ڈاکٹر عبد العزیز اخوند ۱۹۰۱ء میں سندھ میں پیدا ہوئے۔ پھر ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کرنیکے بعد آپ ایک عرصہ تک عدنؔ اور کامراںؔ کے سرکاری ہسپتالوں میں کام کرتے رہے۔ کچھ عرصہ سندھ میں بھی کام کیا۔ ریٹائر ہونے کے بعد آپ مستقل طور پر ربوہ (دارالہجرت) میں آ گئے جہاں قریباً تیس سال تک آپ کو فضل عمر ہسپتال میں بطور ریذیڈنٹ میڈیکل آفیسر خدمات سرانجام دینے کا موقع ملا۔ مزید تعارف باب ششم فصل ثالث میں ملاحظہ فرمائیں۔

# باب سوم

# خُدا تعالیٰ کی جلالی صفت کے نظارے

اب ذیل میں خُدا تعالیٰ کی جلالی صفت کے کچھ نشان پیش کئے جاتے ہیں کہ کس طرح اس کے دیکھنے سے آن کی آن میں اس کے بندوں کی کایا پلٹ گئی۔

## پہلا واقعہ

### ''آپ نے شہر میں آگ لگائی ہے''

### مستری سخی محمد ولد فتح محمد صاحب کا قبول احمدیت

مستری سخی محمد ڈھنگروٹ (کوٹلی کشمیر سے بالکل ملحق ایک چھوٹا سا گاؤں) کے رہنے والے اور اس گاؤں کے پہلے احمدی تھے۔ آپ شروع شروع میں احمدیت کی شدید مخالفت کرتے تھے۔ پھر خیال آیا کہ کیوں نہ اس بارے میں خدا تعالیٰ سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''ایک دن میں نے نماز تہجد پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے عاجزی کے ساتھ بہت دعا کی کہ 'اے اللہ! مجھے مرزا غلام احمد قادیانی کی بابت راہنمائی فرما کہ آیا وہ سچے ہیں یا جھوٹے'۔ دُعا کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے پولیس کے سپاہی گرفتار کر کے تھانے لے جا رہے ہیں۔ پہلے تو انہوں نے کہا کہ آپ نے چونکہ شہر میں آگ لگائی ہے، اس لئے آپکو گرفتار کر کے لے جایا جا رہا ہے۔ جب کچھ فاصلہ آگے چلے، تو پولیس کے سپاہی کہنے لگے، آپ چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب اور مخالفت کر رہے ہیں، اس لئے آپ کو گرفتار کیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ مجھے تھانے میں لے گئے۔ وہاں جونہی مجھے مار پیٹ کرنے لگے تو گھبراہٹ اور خوف سے میری آنکھ کھل گئی''

آپ فرماتے ہیں، اس خواب کے بعد میں نے مخالفت ترک کر دی اور پھر کچھ عرصہ بعد احمدیت قبول کر لی۔ آپ ۱۹۶۷ء میں فوت ہوئے۔

# دوسرا واقعہ

## ''تو نے اس کی صحبت کیوں ترک نہ کی''

## حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کا قبول احمدیت

اسی قسم کا دوسرا واقعہ حیدر آباد دکن کے ایک دوست، حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کے قبول احمدیت کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ آپ کے بارے میں ''درویشان احمدیت''، جلد پنجم بعنوان ''اخبار سماویہ'' میں بتایا جا چکا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس درویش بندہ، حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین، کو اپنی زندگی کی تقدیر کا نقشہ دکھا کر پھر اس کے حق میں ایسے اسباب پیدا فرمائے، جو اس کی عملی تعبیر پر منتج ہوتے چلے گئے، یہاں تک کہ اس کا نقطہ عروج انکے احمدیت سے وابستہ ہونے کی صورت میں ظاہر ہوا۔ یہاں عنوان زیر بحث کے ماتحت بتایا جاتا ہے کہ کس طرح خدائے رحمٰن ورحیم نے انکی زندگی کا دھارا بدل کر اسے احمدیت کی راہ پر گامزن کر دیا۔ جیسا کہ ''اخبار سماویہ'' میں بتایا گیا ہے، یہ حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی تصنیف ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' (Teachings of Islam) کا ہی معجزانہ اثر تھا، جس کی بدولت سیٹھ صاحب موصوف اسلام پر مضبوطی سے قائم ہو گئے۔ لیکن اگرچہ اس کتاب کے ذریعے انکو حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام کا بخوبی تعارف ہو چکا تھا اور قبولیت دُعا کی حقیقت بھی آپ پر واضح ہو چکی تھی، تاہم احمدیت قبول کرنے کی طرف نہ آپ کی توجہ تھی، نہ وہ اسکی ضرورت سمجھتے تھے، بلکہ ایک اہل حدیث شخص کے ساتھ پیشہ وارانہ تعلق کی وجہ سے آپ احمدیت سے قریب آنیکی بجائے اس سے دُور ہو گئے، یہاں تک کہ اس شخص کے مخالفانہ اثر کے تحت آپ یہ بھی سمجھنے لگ گئے کہ معاذ اللہ! حضرت بانیٔ سلسلہؑ اپنے دعاوی میں صادق نہیں ہیں۔ اس دوران مرکز سلسلہ سے آنے والے علماء سے آپکی گفتگو بھی ہوتی رہی، مگر اپنے اس اہل حدیث دوست کے سبب آپ کیلئے احمدیت قبول کرنا عملاً ناممکن ہو گیا۔ مگر خدا تعالیٰ جو اپنے اس فطرتاً نیک بندے کو اپنے مامور کی غلامی میں لانا چاہتا تھا، اس نے آپ کو ایک ایسا منظر دکھایا جس نے ایک ہی دن میں آپکی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ آپ نے دیکھا کہ

''آپ اپنے اس اہل حدیث دوست اور ایک اَور شخص کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اور وہاں کسی (بزرگ ہستی) کی مذمت ہو رہی ہے۔ اتنے میں پولیس آئی اور اس نے سیٹھ

صاحب سمیت دیگر دونوں کو بھی گرفتار کر لیا اور سکندر آباد کی پولیس کورٹ میں پیش کر دیا وہاں تینوں کو آٹھ آٹھ روز کی قید کی سزا ہوئی۔ اس پر سیٹھ صاحب نے جیل کے اندر ہی رونا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ مذمت تو یہ اہل حدیث کر رہا تھا، مجھے ناحق گرفتار کیا گیا ہے۔ اس پر سیٹھ صاحب کو کہا گیا کہ تو نے اس کی صحبت کیوں ترک نہ کی؟''

(تابعین اصحاب احمد جلد نہم صفحہ 27)

یہ خواب اس قدر واضح تھی کہ آپ نے سمجھ لیا کہ اس اہل حدیث شخص کی دوستی اچھی نہیں اور اگر اس کی وجہ سے اس دُنیا میں آپ کو سزا نہ بھی ملی تو آپ آخرت میں سزا سے نہیں بچ سکیں گے۔ چنانچہ آپ نے وہ خواب اپنے اس دوست کو سُنا کر اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور پھر احمدیت کا سنجیدگی سے مطالعہ کر کے نہ صرف خود احمدی ہو گئے بلکہ آپکے ایک ماموں، محترم سیٹھ الہ دین ابراہیم، بھی اس نعمت سے متمتع ہو کر سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔

آگے جانے سے پیشتر ایک ایسی الٰہی تقریب کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، جو اس سارے افسانے میں روحانیت کا رنگ بھر دیتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جن دنوں مرکز سے آنے والے علماء کرام ان سے (سیٹھ صاحب موصوف سے) مذہبی گفتگو کر رہے تھے، حضور (حضرت خلیفہ المسیح الثانی، امام جماعت احمدیہ ؓ) نے خواب میں ایک نظارہ دیکھا، جو اس بات پر دلالت کرتا تھا کہ سیٹھ صاحب انوار الٰہیہ کے مورد بننے والے ہیں۔ چنانچہ حضورؓ فرماتے ہیں:

''سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کے بیعت کرنے سے پہلے شیخ یعقوب علی صاحب نے مجھے لکھا کہ سکندر آباد میں ایک مخیر سیٹھ ہیں، جو احمدیت کی طرف مائل ہیں، دُعا کریں کہ وہ احمدیت میں داخل ہو جائیں۔ اُس وقت میں نے دُعا کی اور رؤیا دیکھا کہ تخت بچھا ہے، جس پر سیٹھ صاحب بیٹھے ہیں۔ رؤیا میں ان کی مَیں نے جو شکل دیکھی بعینہٖ وہی شکل تھی، جو میں نے اس وقت دیکھی جب وہ مجھے ملے۔ اُس وقت آسمان کی کھڑکی کھلی اور میں نے دیکھا کہ فرشتے سیٹھ صاحب پر نور پھینک رہے ہیں۔ ان کے بیعت کرنے پر مجھے خوشی ہوئی کہ میرا خواب پورا ہو گیا'' [ا]

[ا] حضورؓ نے اپنی یہ رؤیا ۱۹۳۱ء کے جلسہ سالانہ پر بیان فرمائی مگر یہ الفضل، ۷ جنوری ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔

گویا اِدھر آسمان کے فرشتے خدا کے اس نیک بخت بندے کے حق میں ہدایت پانے کی راہیں ہموار کر رہے تھے اور اُدھر اللہ تعالیٰ حضرت امام جماعت احمدیہ کو یہ بشارتیں بہم پہنچا رہا تھا کہ خُدا کا یہ نیک بندہ اب تمہارے پاس آیا ہی چاہتا ہے۔

ایک اور موقع پر الہ دین خاندان کے کسی فرد کا اعلانِ نکاح کرتے وقت آپ (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) نے اپنی یہی رؤیا کسی قدر تفصیل کے ساتھ یوں بیان فرمائی۔ فرمایا:

''سیٹھ صاحب جب غیر احمدی تھے، ایک ہمارا وفد حیدر آباد میں تبلیغ کیلئے گیا۔ وفد کے ارکان کو کسی ذریعہ سے معلوم ہوا کہ سکندر آباد میں خوجوں میں سے ایک صاحب دین سے بہت دلچسپی رکھتے ہیں۔ نماز، روزہ کے پوری طرح پابند ہیں۔ اس پر وہ دوست انکے پاس بھی گئے اور تبلیغ کی۔ سیٹھ صاحب نے چار پانچ سوال لکھ کر دیئے کہ ان کے جواب دیئے جائیں۔ اگر ان سے میری تسلی ہوگئی تو میں احمدی ہو جاؤں گا۔ ہمارے مبلغین نے وہ سوال مجھے بھجوادئے اور ساتھ ہی لکھا کہ یہ صاحب بہت شریف اور بااخلاق ہیں، ان کے دل میں دین کی بڑی محبت ہے، ان کے لئے دُعا کی جائے کہ احمدی ہو جائیں، کیونکہ اگر یہ احمدی ہو گئے تو اس علاقہ میں تبلیغ احمدیت کا بڑا ذریعہ بن جائیں گے۔ میں نے ان کے سوالات کا جواب بھی لکھا اور دعا بھی کی۔ میں نے رؤیا دیکھا کہ باہر صحن میں ایک شخص بیٹھا ہے۔ سیٹھ صاحب کو میں نے دیکھا ہوا نہیں تھا۔ جب بعد میں دیکھا تو ان کی شکل اس شخص سے ملتی جلتی تھی، جسے میں نے رؤیا میں دیکھا تھا۔ تو میں نے دیکھا، ایک صاحب باہر تخت پر بیٹھے ہیں، ان کے سر پر چھوٹی سی ٹوپی ہے (اور) وہ کھُلے آسمان کے نیچے بیٹھے ہیں، اُسوقت یوں معلوم ہوتا ہے کہ آسمان میں شگاف ہوا ہے جس میں سے (فرشتے) نُور پھینک رہے ہیں اور وہ اس شخص پر گر رہا ہے۔ میں نے اُسی وقت سمجھ لیا کہ ان کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے گا۔ اور نہ صرف ہدایت دے گا بلکہ سلسلہ کے لئے مفید بنائے گا۔ میرا خیال ہے کہ شاید ان کے سوالات کے جواب ابھی میری طرف سے انہیں نہ پہنچے تھے کہ انہوں نے استخارہ کر کے بیعت کر لی''

(تابعین اصحاب احمد، جلد نہم، صفحہ 3-342)

خاکسار عرض کرتا ہے کہ کس قدر خوش نصیب ہے وہ شخص جس کے بارے میں خود اِمام وقت نے ''صاحب دین''، ''شریف'' اور ''با اخلاق'' کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں اور جسکا وجود خُدا تعالیٰ کے نزدیک بھی اتنا پاک اور مطہر تھا کہ آسمان کے فرشتے اس پر نور کی بارشیں برساتے ہوئے دکھائے گئے! کیا ہمارے وہ مسلمان مخالف بھائی، جن کا محبوب مشغلہ ہمیں کافر اور مرتد ٹھہرانا اور دائرہ اِسلام سے خارج قرار دینا ہے، ان میں سے بھی کوئی خدا کی قسم کھا کر یہ اعلان کرسکتا ہے کہ اس پر یا ان کے کسی بڑے سے بڑے مولوی پر آسمان سے نور کی بارشیں برستی دیکھی گئی ہیں؟ فاعتبروا یااولی الابصار!

......☆......

تعارف: حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب حیدر آباد دکن کے رہنے والے اور خوجہ قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ احمدیت سے آپکا تعارف اگرچہ ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے ذریعے ہو چکا تھا۔ تاہم احمدیت قبول کرنے کی سعادت آپکو بہت دیر بعد حاصل ہوئی۔ جس کے بعد آپ کو ایک خاص رنگ میں دین کی خدمت نصیب ہوئی۔ آپ نے اردو اور انگریزی کے علاوہ سات دیگر مقامی زبانوں میں ایک ضخیم دینی لٹریچر تیار کر کے ملک بھر میں اپنے وسائل سے مفت تقسیم کیا۔ اب آپکی ساری اولاد احمدیت سے وابستہ ہوکر اپنے دنیوی مشاغل کے ساتھ ساتھ دینی خدمات بھی بجالا رہی ہے۔

☆ ☆ ☆

## تیسرا واقعہ

''میرا حقہ چُھوٹ جائے تو......''

## چودھری حیات بخش کا قبول احمدیت

اب ایک دوست چودھری حیات بخش صاحب کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انہیں احمدیت کیسے نصیب ہوئی۔ اپنی نوعیت کا یہ دلچسپ اور ایمانوں میں تازگی بخشنے والا واقعہ یوں آتا ہے کہ جب آپکے صاحبزادے، حضرت مولوی اللہ دتہ صاحب، احمدی ہو گئے تو وہ آہستہ آہستہ اپنے والد صاحب (یعنی چودھری حیات بخش صاحب) کو بھی تبلیغ کرنے لگے۔ مگر یہ تھے کہ بجائے کوئی عمدہ اثر لینے کے

مخالفت پر اتر آئے۔ایک دن تنگ آ کر انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور ولی بڑی بڑی کرامتیں اور معجزے دکھاتے تھے۔مرزا صاحب اگر سچے ہیں تو کوئی معجزہ دکھاؤ۔مولوی اللہ دتہ صاحب نے کہا، آپ کیا معجزہ دیکھنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا، اگر آپکے مرزا صاحب کی دُعا سے میرا حقہ چھوٹ جائے تو میں احمدی ہو جاؤنگا (وہ حقہ پینے کے بہت عادی تھے)۔اس پر مولوی اللہ دتہ صاحب نے کہا کہ کیا یہ انبیاء کے پرکھنے کا کوئی معیار ہے؟۔لیکن اُن کے والد نے زور دیا کہ میں یہی معجزہ دیکھنا چاہتا ہوں۔اس پر مولوی اللہ دتہ صاحب نے کہا کہ مسیح موعود علیہ السلام تو بہرحال سچے ہیں اور اگر یہی چیز آپ کے لئے معجزہ بن سکتی ہے، تو خدا یہ معجزہ بھی آپ کو دکھا دے گا۔خُدا کا کرنا یہ ہوا کہ جس دن یہ باتیں ہوئیں اُسی روز چودھری حیات بخش صاحب کو شدید بخار چڑھ گیا جو متواتر تین دن تک رہا۔اس کے بعد بخار اُترنے پر جب انہوں نے حقّہ طلب کیا تو تمبا کو ڈال کر حقّہ پیش کیا گیا۔مگر جونہی انہوں نے حقہ کو دیکھا، انہوں نے شور مچانا شروع کیا کہ یہ حقّہ مجھ سے دُور لے جاؤ، مجھے اس سے سخت تکلیف ہو رہی ہے، میرا جگر باہر آنے لگا ہے، حقّہ کی بدبو مجھ سے اب برداشت نہیں ہوسکتی۔اس پر وہ حقّہ باہر نکال دیا گیا۔تھوڑی دیر بعد ہی وہ کہنے لگے کہ ُحقہ ّ کو اس گھر سے ہی نکال دو، مجھے بدستور بدبو آ رہی ہے۔چنانچہ حقّہ کو گھر سے نکال دیا گیا۔اس طرح حقہ ہمیشہ کے لئے ان سے چھوٹ گیا۔اسی وقت چودھری حیات بخش صاحب نے بیعت کر لی اور احمدیت میں داخل ہو گئے۔آپ اکثر اپنی زندگی کا یہ واقعہ بطور تحدیثِ نعمت دوسروں کو سُنایا کرتے تھے۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جموں وکشمیر صفحہ 76)

☆ ☆ ☆

# چوتھا واقعہ

## ''احمد کی برکت سے ان بلاؤں سے نجات پاسکتی ہو''

## بیگم شفیع (سیدہ قریشہ) کا قبول احمدیت

اس سلسلے کا تیسرا واقعہ ایک ایسی نیک دل اور سعادت مند خاتون کے قبول احمدیت کا حال بیان کیا جاتا ہے جو بوجہ اس کے کہ ان کے آبائی خاندان کے سارے لوگ ایک متعصب شیعہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے، سلسلہ کی سخت مخالف تھیں۔ اتفاق سے ان کی شادی ایک احمدی خاندان میں ہوگئی۔ چنانچہ ان کے میاں، سید شفیع احمد، جب انہیں احمدیت کے بارے میں کچھ بتانے کی کوشش کرتے تو وہ آگے سے لڑ پڑتیں اور کہتیں، مجھے بہکانے کی کوشش مت کرنا۔ چونکہ خُدا تعالیٰ کو اپنے پیارے رسول (حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسل سے پیدا ہونے والی اس پاک بندی کو اپنے مامور کی غلامی میں لانا منظور تھا، اسلیئے اس نے اپنی رحمت سے ایسے اسباب بھی پیدا فرما دیئے، جو بالآخر اس صالحہ عورت کو راہ راست پر لانے کا موجب ہوئے۔ یہ کیونکر ہوا، اسکے بارے میں انکی بیٹی، مکرمہ نسیم سعید صاحبہ، نے انکی سوانح حیات ''سوانح بیگم شفیع'' میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے، اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

''ہمارا پہلا بیٹا جو نہایت خوبصورت، صحتمند اور ذہنی اعتبار سے اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک تھا، پونے دو سال کا ہو کر آناً فاناً فوت ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں دوسرا بیٹا عطا فرمایا۔ وہ بھی بیمار رہنے لگ گیا۔ اس پر میرے شوہر نے کہا کہ دیکھو! خُدا تعالیٰ تمہاری احمدیت دشمنی کی وجہ سے تم سے ناراض ہے، پہلے بیٹے کو بھی اپنے پاس بلا لیا ہے اور اب یہ دوسرا (جسکا نام برکات احمد تھا) بھی بیمار رہنے لگ گیا ہے، تم احمدیت قبول کرلو۔ پھر فرمایا دیکھو، تمہارے ہاں (یعنی سیدات میں۔ ناقل) فال نکالتے ہیں، تم بھی فال نکالو۔ اس پر میں نے قرآن شریف ہاتھ میں لے کر فال لینے کیلیئے جب اسے کھولا تو جو صفحہ نکلا وہ سورہ القیامۃ کی آیت:

''وَخَسَفَ القمرُ و جُمِعَ الشمسُ وَالقمرُ''

(یعنی چاند کو گرہن لگ گیا اور سورج اور چاند کے گرہن دونوں جمع ہو گئے)

سے شروع ہوتا تھا۔ میرے شوہر کہنے لگے کہ بس خُدا تعالیٰ نے تمہاری رہنمائی فرمادی

ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف میں چاند اور سورج کے مقررہ تاریخوں میں گرہن لگنے کو اپنے مہدی کی علامت ٹھہرایا تھا، یہ علامت حضرت بانیٔ سلسلہؑ (جنہوں نے خُدا سے الہام پا کر اپنے مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے) کے حق میں پوری ہو چکی ہے اور آپ نے اس علامت کو اپنے دعویٰ کی صداقت کے ثبوت میں بارہا پیش کیا ہے[ا]۔ یہ سُن کر بظاہر تو میں بحث کرتی رہی مگر دل ہی دل میں یہ دُعا کرتی کرتی سوگئی کہ اُے خُدا! مجھے سیدھا راستہ دکھادے"

اللہ تعالیٰ نے اپنی اس مومنہ بندی کی دعا کس قدر جلد قبول فرمائی، اس بارے میں آپ فرماتی ہیں:

"اس رات میں نے خواب میں دیکھا کہ چیونٹیوں کی قسم کے بہت سے کیڑے ہیں جو میرے بیٹے برکات احمد کو چمٹے ہوئے ہیں۔ میں سخت پریشان ہوتی ہوں کہ بچے کو ان بلاؤں سے کیسے نجات دلاؤں کہ اچانک مجھے یہ پُرشوکت آواز آئی کہ 'احمد کی برکت سے ان بلاؤں سے نجات پا سکتی ہو'۔ یہ آواز سُن کر میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ دیکھا تو بچہ بخار میں جل رہا تھا۔ یہ دیکھ کر میں نے بچے کو دوا وغیرہ دینے کی بجائے جھٹ قلم دوات اور کاغذ لیا اور بیعت کا خط لکھنے بیٹھ گئی۔ خط مکمل کر کے میں نے اپنے شوہر کو جگا کر کہا کہ بچہ بخار سے پھُک رہا ہے، کسی ڈاکٹر کو بُلائیں اور ساتھ ہی انہیں کہا کہ میں نے بیعت کا خط لکھ دیا ہے، اسے صبح پوسٹ کر دیں"

---

[ا] حضرت مہدیؑ کی مذکورہ علامت کے بارے میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"ان لمھدینا آیتین....لم تکونا منذ خلق السمٰوٰت والارض....ینکسف القمر فی اوّل لیلة من رمضان، و تنکسف الشمس فی النّصف منه"

(حدیث: سنن دار قطنی)

یعنی "ہمارے مہدی کے لئے دو علامتیں ہیں: چاند کو گرہن ہوگا رمضان کے مہینے میں، اس کی پہلی رات میں۔ اور سورج کو بھی گرہن ہوگا، اسی مہینے میں اس کی درمیانی تاریخ کو"

یاد رہے کہ یہ ہر دو گرہن ۱۸۹۴ء میں علی الترتیب ۲۱ مارچ کو (چاند گرہن) اور ۶ اپریل کو (سورج گرہن) لگے اور اس طرح یہ بہت بڑی علامت اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ پوری ہوگئی۔

فرماتی ہیں:

''میرے شوہر کو اس سے زیادہ خوشی اور کیا ہو سکتی تھی۔ اِدھر جب وہ بچّے کے قریب آئے اور اسکے ماتھے پر ہاتھ رکھا تو کہنے لگے،' بیگم! بخار تو نہیں، البتہ پسینہ بہت آ رہا ہے'۔ یہ سُن کر مَیں سخت حیران ہوئی کہ ابھی خط لکھنے سے پہلے تو بچہ بخار سے جل رہا تھا اور اب بخار کا نام ونشان نہیں''

آگے فرماتی ہیں، یہ خُدائی قدرت کا پہلا کرشمہ تھا جو میرے قبولِ احمدیت کے معاً بعد ظاہر ہوا۔

(بحوالہ ''سوانح بیگم شفیع'' ص: ۴۰-۳۹)

........☆........

تعارف: سیدہ قریشہ (المعروف بیگم شفیع صاحبہ) سعید الفطرت تو تھیں ہی، قبولِ احمدیت کے بعد اُن پر ایمان و عرفان کا اَور ہی رنگ چڑھا۔ انہیں تین مرتبہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ تینوں مرتبہ انہوں نے آنحضرت صلعم کو نہایت فاخرہ لباس زیب تن کئے دیکھا۔ علم تعبیر الرؤیا کے مطابق جیسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جائے، وہی حالت دیکھنے والے کی ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ذہنی اور دُنیاوی اعتبار سے انہیں ایسی عزت اور رتبہ بخشا کہ بہت کم عورتوں میں ایسی مثالیں نظر آتی ہیں۔ جیسا کہ ان کی سوانح نگار بیٹی سیدہ نسیم سعید صاحبہ تحریر فرماتی ہیں، وہ مستجاب الدعوات تھیں، زہد اور تقویٰ ان کا شعار تھا، پھر توکل علی اللہ اور یقین کامل کے ایسے مقام پر فائز تھیں کہ ان کے حالات پڑھ کر قرونِ اولیٰ کی خواتین مبارکہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ علمی اعتبار سے باوجود بہت کم تعلیم یافتہ ہونے کے انہوں نے ایسا کمال حاصل کیا کہ اپنی ہمعصر مسلمان خواتین سے بہت آگے بڑھ گئیں اور ایک بلند پایہ ادیبہ اور صحافیہ کے طور پر نام پیدا کیا۔ اپنے صحافی شوہر کی وفات کے بعد ان کے جاری کردہ اخبار ''دستکاری'' کی ادارت کے فرائض بھی خود سنبھال لئے۔ پھر خُدا نے انہیں دنیوی مرتبہ سے بھی ایسا نوازا کہ جنگ آزادی میں صفِ اوّل کی خاتون شمار ہونے لگیں۔ حوصلہ ایسا شاہانہ تھا کہ بڑے سے بڑے حاکم کے سامنے بھی حق وصداقت کی آواز بلند کرنے سے چوکتی نہ تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد بھی ایسی قابل اور دین کی خادم عطا فرمائی کہ انکے سارے بیٹے آسمان کے ستارے بن کر دینی اور دنیاوی رفعتوں کو چھونے لگے۔ یہ سب کچھ انہیں حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ کے روحانی فرزند اور خدا کے مامور، حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی غلامی کے نتیجے میں حاصل ہوا۔

(ماخوذ از 'سوانح بیگم شفیع'۔ یکے از مطبوعات لجنہ اماءاللہ۔ لاہور)

# پانچواں واقعہ

## ’’ابھی میری بیعت کا خط لکھ دو‘‘

## بٹالہ کی ایک خاتون کا قبول احمدیت

بٹالہ (ضلع گورداسپور۔انڈیا) کے رہنے والے ایک دوست کپورتھلہ میں ریڑھی پر کپڑا بیچا کرتے تھے۔ وہ اپنی بیوی کی قبولیت احمدیت کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

’’جب میں احمدی ہو گیا تو میری بیوی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں نہایت نازیبا الفاظ بولنے لگ گئی۔ میں نے اسے کئی بار سمجھانے کی کوشش کی کہ اختلاف اَور بات ہے مگر کسی بزرگ ہستی کے بارے میں بدزبانی کرنا اچھا نہیں۔ مگر وہ باز نہ آئی اور یہ کیفیت کئی سال تک جاری رہی۔ میں نے بہت دعائیں کیں اور سجدوں میں بھی رورو کر خُدا تعالیٰ کے حضور عرض کرتا رہا کہ وہ میری بیوی کو سمجھ عطا فرمائے۔

آگے فرماتے ہیں:

’’ایک رات یوں ہوا کہ جب ہم سب سوئے ہوئے تھے تو اچانک میری بیوی نے چیخ و پکار شروع کر دی اور پھر میرے پاس آ کر کہنے لگی کہ میری بیعت کا ابھی خط لکھو۔ میں نے چیخنے چلانے کا سبب پوچھا تو کہنے لگی: پہلے خط لکھو، پھر بتاؤنگی۔ چنانچہ اسی وقت انکی بیعت کا خط لکھ دیا گیا۔ خط لکھے جانے کے بعد اس نے بتایا کہ ابھی رات جب میں سوئی ہوئی تھی تو دو آدمی میری زبان پر چھریاں چلاتے رہے اور کہتے رہے، کیا تو حضرت مسیح موعودؑ کو اب بھی گالیاں نکالو گی؟ یہ کہہ کر اس نے زبان باہر نکالی۔ میں نے دیکھا تو اس پر زخم آئے ہوئے تھے اور ان سے خون بہہ رہا تھا‘‘ [۱]

---

[۱] راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ واقعہ خاکسار کو مکرم حضرت شیخ عبدالرحمٰن صاحب کپورتھلویؓ نے اُس وقت سنایا، جب آپ اسلام آباد۔ پاکستان۔ میں اپنے بیٹے مکرم شیخ عبدالوہاب صاحب، ڈپٹی سیکرٹری الیکشن کمیشن، حکومت پاکستان، بعدہٗ امیر جماعت احمدیہ اسلام آباد، کے ہاں مقیم تھے۔ بتاتے تھے کہ میں نے یہ واقعہ بٹالہ کے اس احمدی دوست سے خود سنا تھا مگر افسوس ہے کہ اب مجھے ان کا نام بھول گیا ہے۔ ( مکتوب نمبر 61، مورخہ 1978 )

# چھٹا واقعہ

## ''میں کئی دن تک ٹکور کرتی رہی''

## مقبول بیگم کے قبول احمدیت کی عجیب وغریب داستان

جب خاکسار راقم الحروف 1977ء میں جرمنی میں اپنا دوسرا تبلیغی دور پورا کر کے واپس پاکستان پہنچا تو اس وقت اگرچہ 1974ء کے بھڑکائے ہوئے احمدیوں کے خلاف فسادات میں کچھ کمی آچکی تھی، تاہم اِکا دُکا حملوں اور انہیں تنگ کرنے کا سلسلہ ابھی جاری تھا۔لیکن اُن فسادات کے نتیجے میں جماعتی طور پر ایک بہت بڑا انقلاب آچکا تھا۔وہ یہ کہ پنجاب بھر سے غیر از جماعت لوگوں کے وفود پر وفود مرکز سلسلہ، ربوہ، میں آنے شروع ہو گئے۔لوگ ربوہ آتے، بزرگان سلسلہ سے ملتے اور علماء کرام سے گفتگو کر کے احمدیت سے متعلق اپنے شبہات کا ازالہ کرواتے۔یہ سب کچھ ایک نہایت منظّم طریق پر سرانجام پا رہا تھا۔امراءِ اضلاع کے زیر انتظام ترتیب دیئے گئے ان وفود کا صبح وشام ایک تانتا لگا ہوا تھا۔ قریباً روزانہ ہی احمدی احباب اور غیر از جماعت شرفاء سے بھری ہوئی بسیں آتیں اور ایمان وعرفان کے موتیوں سے اپنی جھولیاں بھر کر واپس لوٹتیں۔مرکز میں انکے پہلے سے طے شدہ مشاغل میں سب سے زیادہ محبوب اور مرغوب مشغلہ ان کا حضرت امام جماعت احمدیہ، خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ، سے ملاقات کرنا تھا۔خاکسار اُن دنوں حضورؒ کے ارشاد کے ماتحت حضورؒ کے ہی دفتر، دفتر پرائیویٹ سیکرٹری، میں بیرونی ممالک سے آنے والی ڈاک دیکھنے پر مامور تھا۔ڈاک سے فارغ ہو کر خاکسار بھی ''ملاقاتیوں'' میں مل کر حضور کی گفتگو سننے کیلئے بیٹھ جاتا۔ایک دن ایک وفد سے ملاقات کے دوران حضورؒ نے حالیہ فسادات کے دوران نازل ہونے والے افضال الٰہیہ کے ذکر میں ضلع شیخوپورہ کے حوالے سے بتایا کہ یہاں بھی خُدا نے اپنا ایک نشان دکھایا ہے۔فرمایا، ایک چودھرانی نے اُس وقت تک احمدیت قبول نہ کی، جب تک اسے آسمان سے ''ڈانگ'' نہ پڑی۔خاکسار اس پر بڑا متعجب ہوا اور اگلی بار جب شیخوپورہ سے وفد آیا تو خاکسار نے امیر ضلع، چودھری انور حسین صاحب ایڈووکیٹ (مرحوم ومغفور)، جو اتفاق سے وفد کیساتھ تشریف لائے ہوئے تھے، سے مل کر وہ 'ڈانگ' والا قصہ سُننا چاہا۔خاکسار کے دریافت کرنے پر کہ وہ چودھرانی کون ہے اور اسے کیسے ڈانگ پڑی، انہوں نے ایک دوست کی طرف اشارہ کیا کہ ان سے پوچھیں۔وہ دوست جیسا کہ انہوں نے اپنا تعارف کرایا، چودھری

محمد یعقوب چٹھہ تھے۔انہی کی بیگم، مقبول بیگم، کے ساتھ یہ واقعہ ہوا تھا۔خاکسار نے ان کے ہاں خود پہنچ کر ان کی بیگم سے یہ سارا واقعہ سننے کی خواہش کی۔انہوں نے بتایا کہ سانگلہ ہل کے بالکل قریب ہی ہمارا گاؤں چٹھہ چک ہے، آپ فلاں دن تشریف لے آئیں۔

چنانچہ خاکسار پروگرام کے مطابق اپنی بیٹی حفصہ انوری کو ساتھ لیکر پہلے سانگلہ ہل پہنچا۔وہاں سے چٹھہ چک قریباً ڈیڑھ میل دور ہے۔وہاں رسمی گفتگو کے بعد میں نے عزیزہ مقبول بیگم سے سارا واقعہ خود بیان کرنے کو کہا۔چنانچہ اس نے پردہ کی رعایت کے ساتھ اپنا قصہ یوں بیان کرنا شروع کیا:

''میں انکے (مراد اپنے شوہر کے۔ناقل) احمدیت کی طرف میلان کو دیکھ کر اس وقت کے حالات اور اپنے احمدیوں کے بارے میں سابقہ خیالات کے پیش نظر بہت نالاں تھی، ان سے بولنا، حتیٰ کہ انہیں کھانا کھلانا تک بند کر دیا، اپنی چارپائی بھی الگ کر لی۔ بلکہ رات کو اندر سے کنڈی لگا کر سوتی، گالی گلوچ کرنا اور خلفاء سلسلہ تک کے حق میں بدزبانی کرنا میرا روزمرہ کا معمول بن چکا تھا۔ادھر یہ تھے کہ صبر اور خاموشی کی تصویر بنے ہوئے تھے۔مجھے اس دوران کچھ اس قسم کی خوابیں ضرور آئی تھیں جو اس امر پر دلالت کرنے والی تھیں کہ احمدیت سچی ہے۔مثلاً ایک بار میں نے دیکھا کہ ہمارے گھر میں روشنی کے بڑے بڑے لیمپ رکھے ہیں، یہ آتے ہیں اور آ کر ان کو روشن کر دیتے ہیں جس سے ہمارا سارا گھر جگمگ کر اٹھتا ہے۔پھر ایک دفعہ دیکھا کہ یہ حج کر کے آئے ہیں، ان کی عمر پچاس پچپن سال لگتی ہے۔نہایت خوبصورت چہرہ ہے۔اسکے کچھ عرصہ بعد دیکھا کہ مَیں چائے پکا کر کھڑی ہوں کہ یہ آئیں اور مَیں انہیں پلاؤں، جیسے وہ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہوں اور وہ مسجد بھی ہمارے مکان کے قریبی پلاٹ میں معلوم ہوتی ہے۔مگر میری طبیعت میں اس قدر سختی آ چکی تھی کہ مَیں نے ان پر کوئی توجہ نہ دی، یہاں تک کہ جلسہ سالانہ (غالباً 1975ء کا۔ناقل) کے دن قریب آئے اور مجھے انکا جلسہ پر جانے کا ارادہ معلوم ہوا، تو میں نے کہا کہ پھر واپس آ کر میری لاش ہی دیکھو گے''

آگے فرماتی ہیں:

''ایک رات یوں ہوا کہ میں اپنے اس کمرے میں (جہاں وہ بیٹھ کر پردہ میں گفتگو کر

رہی تھیں۔ناقل) حسب معمول اندر سے کنڈا لگا کر سوئی ہوئی تھی، میں نے دیکھا کہ میں کچھ بدزبانی اور شور شرابا کرنے لگی ہوں۔ ابھی میں نے منہ کھولا ہی تھا کہ میرے دائیں بازو پر پیچھے سے بڑے زور سے یوں ضرب پڑی جیسے کوئی لاٹھی مارتا ہے۔ضرب اتنی شدید تھی کہ میری چیخیں نکل گئیں۔میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو یہ مجھے نظر آئے۔اس وقت یہ عمر میں کافی بڑے یعنی پچاس پچپن برس کے لگتے تھے، داڑھی بھی تھی (چودھری یعقوب اُس وقت داڑھی نہیں رکھتے تھے اور عمر 35 سال سے زیادہ نہ تھی۔ناقل) مگر میں خواب میں یہی سمجھ رہی تھی کہ یہ میرے خاوند ہیں۔ان کے ہاتھ میں ایک ڈانگ تھی اور مجھے کہہ رہے تھے، کیا اب بھی گالیاں نکالوگی؟۔چہرہ اتنا غضبناک تھا کہ میں ڈر کے مارے کانپنے لگ گئی۔یہ حالت دیکھتے ہی میں نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ مجھے اب کچھ نہ کہو، میں بالکل گالیاں نہیں نکالونگی۔اَور معلوم نہیں میں نے کیا کچھ کہا۔میں بدستور چیخ رہی تھی کہ مجھے دوسرے کمرے سے چودھری صاحب کی آواز آئی۔انہوں نے پوچھا، ’مقبول کیا ہوا؟‘ میں نے سُن کر ایک ہی فقرہ بولا کہ ’خود ہی مارتے ہو اور پوچھتے ہو کہ کیا ہوا‘۔اور اس کیساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی۔دیکھا تو میری آنکھوں سے آنسو نکل نکل کر کنپٹیوں تک بہہ رہے تھے۔اِدھر بازو تھا کہ مارے درد کے اس میں ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں......“

مقبول بیگم جب یہاں تک سنا چکیں تو چودھری یعقوب صاحب جو خاکسار کے پاس بیٹھے یہ سب کچھ سن رہے تھے، بول اٹھے کہ آگے مَیں بتاتا ہوں، کیا ہوا۔وہ کہنے لگے:

”میں نے جب مقبول کی چیخ وپکار سنی (یہ اندازاً رات ایک یا دو بجے کا وقت تھا) تو میں اُسی وقت سمجھ گیا کہ کچھ ہو گیا ہے (یہ جملہ انہوں نے بڑے جھوم جھوم کر اور مسکراتے ہوئے کہا۔ناقل)۔جب میں نے اسے آواز دی کہ مقبول، کیا ہوا؟ تو اس کے یہ کہنے پر کہ ’خود ہی مارتے ہو اور خود ہی پوچھتے ہو، کیا ہوا‘، میں نے صرف اتنا کہا کہ تو نے اندر سے کنڈی لگائی ہوئی ہے، مَیں تجھے کیونکر مار سکتا ہوں۔اس کے بعد مقبول بیگم بھی خاموش ہو گئی اور میں بھی سو گیا۔لیکن میرا دل کہہ رہا تھا کہ آج ضرور کوئی بات ہو گئی ہے

۔صبح اُٹھا تو مقبول میرے لئے ناشتہ لے آئی مگر بغیر بات کئے چلی گئی۔دو پہر کو بھی اسی طرح ہوا یعنی وہ کھانا رکھ کر چلی گئی۔نہ میں نے اس سے کوئی بات کی نہ اُس نے مجھ سے۔جب شام ہوئی اور وہ کھانا لائی تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے اس کا بازو پکڑ کر کہا، مقبول سچ سچ بتاؤ، یہ رات والی کیا بات ہے اور یہ تمہارے رویہ میں تبدیلی کا کیا سبب ہے؟ میرے یہ کہنے پر اس نے اپنے دائیں بازو کی آستین اٹھا کر کہا،' یہ دیکھ لو'۔ میں نے دیکھا تو بازو پر ایک لمبا نیلے رنگ کا ضرب کا نشان پڑا ہوا تھا۔میں نے پوچھا، یہ کیسے ہوا تو اس نے وہ ساری سرگذشت سنادی جو ابھی اس نے آپ کو سنائی ہے۔اس کے بعد سے وہ بالکل راضی رہنے لگ گئی'' [ا]

مقبول بیگم سے مزید گفتگو کے دوران اس نے بتایا کہ دراصل میں بہت ہی گالی گلوچ کرنے لگ گئی تھی۔نیز اس نے یہ عجیب بات بتائی کہ ڈانگ مارنے والے کو اگرچہ میں نے اپنا خاوند ہی خیال کیا تھا لیکن جب مجھے حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒ) کی تصویر دکھائی گئی تو میں دیکھتے ہی پُکار اُٹھی کہ یہی تو وہ ہیں جنہوں نے مجھے ڈانگ ماری تھی۔

مقبول بیگم نے بیعت کے بارے میں ایک بہت ہی دلچسپ بات کہی۔وہ بتاتی ہیں کہ جب اس واقعہ کے بعد اِنہوں نے (مراد، انکے میاں، چودھری یعقوب صاحب) مجھ سے پوچھا کہ اب تمہاری احمدیت کے بارے میں کیا رائے ہے،تو میں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا کہ' طلاق نامہ کے سوا اب جتنے انگوٹھے چاہو مجھ سے لگوالو'۔

(مکتوب نمبر ۲۳،مورخہ فروری ۱۹۷۷ء)

☆

خاکسار راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ مقبول بیگم نے جو نظارہ دیکھا، وہ سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی جلالی صفات متمثّل ہو کر اسے اپنے خاوند یا حضرت خلیفۃ المسیح کی شکل میں نظر آئیں۔اور جو خواب کے اندر اسے آسمانی لاٹھی لگی، اس نے ایک رات کے اندر اندر ہی وہ کام کر دکھایا جو انسانی

[ا] خاکسار کی بچی، حفصہ، نے بعد میں مجھے بتایا کہ مقبول بیگم کہتی تھیں کہ بازو پر وہ ضرب کا نشان کئی دن تک رہا اور درد کرتا رہا اور میں اس کے اُوپر گرم ریت سے ٹکور کرتی رہی۔تب جا کر کہیں وہ دُور ہوا۔

لاٹھی کی کئی ماہ کی ضربیں بھی نہ کر سکتی تھیں ۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس سخت گیر مگر دل کی نیک خاتون پر احسان کے طور پر اپنی بے آواز لاٹھی کی ضرب کا نشان اور درد کا احساس اس کے جسم پر چھوڑ دیا تا کہ مسلسل کئی ماہ کی شدید مخالفت اور غیظ وغضب کے نتیجے میں اس کے دل و دماغ پر چھایا ہوا غبار اس ضرب اور درد کے احساس کے ساتھ آہستہ آہستہ دور ہوتا چلا جائے ۔ جیسا کہ عملاً وقوع میں آیا ۔ چنانچہ خاکسار کے وہاں سے رخصت ہوتے وقت مقبول بیگم نے بڑی منت سے تاکید کی کہ حضورؓ کی خدمت میں میری طرف سے خاص طور پر دُعا کی درخواست کریں کہ اللہ تعالیٰ میری وہ غلطیاں معاف فرمائے جو مجھ سے جاہلیت کے ایام میں سرزد ہوتی رہی ہیں ۔

ربوہ پہنچ کر جب حضور کی خدمت میں خاکسار نے اپنے سانگلہ ہل جانے کا سارا قصہ بیان کیا تو اسکے بعد جب کبھی کسی وفد کے سامنے حضور خُدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہونے والے اس نشان کا ذکر فرماتے تو ازراہِ تلطّف اس عاجز کی طرف اشارہ کر کے فرماتے: ”یہ بھی اِس واقعہ کو اُس چودھرانی سے سُن کر آئے ہیں“

☆ ☆ ☆

# ساتواں واقعہ

## ''نواب! مجھے قادیان لے جاؤ''

## اہلیہ مہر ماچھی محمدؓ صاحبہ کا قبول احمدیت

اسی قسم کا ایک واقعہ مکرم برادم مہر منیر احمد صاحب کملانہ، ایڈووکیٹ، ساکن بستی وریام، ضلع جھنگ، حال جرمنی، نے بھی خاکسار راقم الحروف کے سامنے اپنی دادی جان، مکرمہ بھاگ بھری صاحبہ، کے قبول احمدیت کا بیان فرمایا۔ وہ بتاتے ہیں کہ دادی محترمہ اپنے میاں، مہر ماچھی محمد صاحب کے احمدی ہوجانے کے باوجود مخالف رہیں بلکہ اپنی مخالفت کے جوش میں مولویوں سے بھی بڑھ کر گالیاں نکالتی تھیں۔ انہوں نے کئی بار ایسے نظارے بھی دیکھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر دلالت کرتے تھے۔ مثلاً ایک بار انہوں نے دیکھا کہ

''بستی (وریام) کے ملحقہ باغ میں، جو ہماری اپنی ملکیت تھا، حضرت مسیح موعودؑ بیٹھے ہیں اور مہر محمد صاحب (جو اس خاندان کے سب سے پہلے احمدی اور دادی صاحبہ کے بھائی تھے) کو قرآن پڑھا رہے ہیں۔ صبح اٹھ کر انہوں یہ خواب اپنے بھائی کو سنائی۔ وہ مختلف بزرگانِ جماعت کے فوٹو لے کر آئے اور ان سے پوچھا، ان میں سے کس بزرگ ہستی کو تم نے خواب میں دیکھا ہے۔ اس پر میری دادی صاحبہ نے حضرت مسیح موعودؑ کے فوٹو پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ یہ وہ بزرگ ہیں جنہیں میں نے خواب میں دیکھا ہے''

دوسری خواب کا ذکر کرتے ہوئے برادرم مہر منیر کملانہ صاحب فرماتے ہیں کہ

''بستی وریام میں اُس جگہ جہاں اب مسجد احمدیہ بنی ہوئی ہے، دادی صاحبہ نے دیکھا کہ مغربی جانب ایک وسیع میدان ہے، اس میں حضرت مسیح موعودؑ جماعت کے دوستوں کو نماز پڑھا رہے ہیں۔ ان نمازیوں میں چند احباب انہیں نمایاں نظر آتے ہیں (مکرم مولوی نور محمد صاحب، مکرم مولوی نور احمد صاحب، مکرم مولوی محمد علی صاحب، مکرم مولوی علی محمد صاحب، مکرم اللہ دتہ سنار صاحب، مکرم ریحان مرگانہ صاحب، مکرم حاجی محمد صاحب، مکرم ماچھی محمد صاحب۔ یہ تمام احباب جماعت احمدیہ میں شامل تھے) دادی

صاحبہ اپنے بیٹے ( مہر محمد نواب کو جو اس وقت ابھی بچہ تھے (یعنی خاکسار کے والد محترم ) کو حضرت مسیح موعودؑ کے آگے سجدہ والی جگہ پر چھوڑ دیتی ہیں تو وہ خود بخود آ کر حضرتؑ کے قدموں میں لپٹ جاتا ہے۔اس کے بعد ان کی آنکھ کھل جاتی ہے''

لیکن فرماتے ہیں کہ ان خوابوں کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بالآخر انہوں نے ایک ایسا نظارہ دیکھا جس نے ان کی کایا پلٹ دی اور ایسی پلٹی کہ وہ اپنے بیٹے کو کہنے لگیں کہ مجھے قادیان لے جاؤ۔ یہ ۱۹۲۴ء۲۵ کی بات ہے۔وہ خواب کیا تھی؟ دراصل وہ خدا کا پیار بھرا ایک تازیانہ تھا جو انہیں ہدایت کے راستہ پر گامزن کر گیا۔اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مہر کملانہ صاحب نے بتایا:

''ایک رات میری دادی جان ،مکرمہ بھاگ بھری صاحبہ (مرحومہ)،سوئی ہوئی تھیں کہ اچانک ایک بارعب آواز نے ان سے کہا:'من مہدی آگیا اے'،'من مہدی آ گیا اے'۔یعنی یقین کرتی ہے یا نہیں کہ مہدی علیہ السلام ظاہر ہو گئے ہیں؟۔یہ آواز دو تین بار ان کے کانوں میں پڑی اور ساتھ ساتھ آواز دینے والا انہیں کسی بھاری چیز سے مار بھی رہا تھا۔جب صبح انہوں نے آنکھ کھولی تو دیکھا کہ جسم میں شدید درد تھا۔اسی وقت اپنی بیٹی (یعنی ہماری پھوپھی جان، مسماۃ بخت بھری صاحبہ ) کو بلایا اور جسم دکھایا تو انہیں جسم کے اوپر کالے کالے ضرب کے نشان نظر آئے، جو رات کی تاریکی میں دکھائی نہ دیتے تھے، مگر اب جسم کے اوپر نہایت واضح طور پر نظر آ رہے تھے۔پوچھنے پر بتایا کہ رات مَیں نے یہ نظارہ دیکھا ہے۔پھر اپنے بیٹے یعنی میرے والد مکرم، مہر نواب خان صاحب، کو بلوایا۔آپ سرکاری ملازم تھے،فوراً پہنچے اور اپنی والدہ صاحبہ سے یہ سارا قصّہ سن کر فرمانے لگے کہ مَیں ہمیشہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں آپ کے لئے خصوصی دعا کے خطوط لکھتا رہتا ہوں۔اور یہ سارا معاملہ انہی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔اس پر میری دادی صاحبہ نے انہیں حکماً کہا کہ'نواب، مجھے قادیان لے جاؤ' ''

مہر منیر احمد صاحب کملانہ بتاتے ہیں کہ والد صاحب جو اپنی والدہ صاحبہ سے یہ خواب والا واقعہ اور اس سے ملتی جلتی دیگر خوابیں سن چکے تھے،ان کے اس تاکیدی حکم پر انہیں بلا تاخیر لے کر قادیان پہنچے اور یہ سارے واقعات حضور کی خدمت میں عرض کر کے حضورؓ سے ان کی بیعت لینے کی درخواست

کی۔ نیز بتاتے ہیں کہ جونہی دادی جان حضور کے کمرے میں داخل ہوئیں اوران کی نگاہ کمرے میں آویزاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فوٹو پر پڑی تو فوراً کہہ اٹھیں کہ یہی وہ شخص ہے جوخوابوں میں مجھے بیقرار رکھتا ہے۔ ہر خواب میں مجھے یہی دکھائی دیتے رہے ہیں۔

........☆........

نوٹ: برادرم مہر منیر احمد کملانہ صاحب نے خاکسار کے دریافت کرنے پر بتایا کہ میرے دادا جان، مہر ماچھی محمد صاحبؓ ،حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر دستی بیعت سے مشرف ہو چکے تھے۔مگر دادی جان مخالف رہیں یہاں تک کہ خلافت ثانیہ کا زمانہ آ گیا۔اس خصوصی واقعہ کے بارے میں وہ بتاتے ہیں کہ پھوپھی جان مرحومہ (بخت بھری صاحبہ) جنہوں نے اپنی والدہ صاحبہ سے یہ واقعہ براہ راست سنا ہوا تھا،ہمیں اکثر سنایا کرتی تھیں۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے!

(مکتوب نمبر ۱۰۰ا مورخہ ۲۳/اکتوبر ۲۰۰۳ء)

☆ ☆ ☆

## آٹھواں واقعہ

### ”آپ کے مرزا صاحب نے مجھے تھپڑ مارا ہے“

## ایک غیر از جماعت معزز شخصیت کی شہادت

اب قارئین کی دلچسپی اور ازدیادِ ایمان کی خاطر ایسا ہی ایک اَور واقعہ ایک غیر احمدی ڈاکٹر کے ساتھ بیتا ہوا بیان کیا جاتا ہے۔اس کے راوی ڈاکٹر الحاج عبدالعزیز اخوند ہیں،جن کے بذریعہ رؤیاء صالحہ قبول احمدیت کا واقعہ باب دوم میں بیان ہو چکا ہے۔آپ اُن دنوں عدن کے سول ہسپتال میں تعینات تھے کہ فرماتے ہیں:

”ڈاکٹر علی بھائی کے پاس روزانہ شام کو مجلس لگتی تھی اور خوب تبلیغ ہوتی تھی۔ایک دن سرخی کے چھینٹوں والے نشان پر گفتگو ہو رہی تھی،جس نے بحث کی صورت اختیار کر لی۔ڈاکٹر علی بھائی تیز ہوتے ہوئے غضبناک ہو گئے اور حضرت مسیح موعو علیہ السلام کے

متعلق گستاخانہ کلمات استعمال کرنے لگے۔ایک طرح گالیاں دینے لگ پڑے۔ مجھے بہت دکھ ہوا (چنانچہ) میں احتجاجاً اٹھ کر اپنے کوارٹر کی طرف چلا گیا۔صبح سویرے ڈاکٹر صاحب نے مجھے بلوا بھیجا، میں نہیں گیا۔ دوسرا آدمی بھیجا، میں نہیں گیا۔ پھر اپنا بیٹا بھیجا۔لاچار میں ان کے پاس گیا۔دیکھا کہ (وہ) لیٹے ہوئے ہیں۔آنکھ اور منہ پر کچھ ورم ہے۔فرمایا، کیا دیکھتے ہو؟ میں نے کہا، آپ کے منہ پر اور آنکھ پر کچھ ورم ہے۔اس پر فرمایا، اَور بھی کچھ ہے، اچھی طرح دیکھو؟ میں نے نزدیک ہوکر دیکھا اور کہا کہ چار پانچ سرخ داغ بھی ہیں۔فرمانے لگے، رات خواب میں آپ کے مرزا صاحب نے مجھے تھپڑ مارا ہے، یہ کہتے ہوئے کہ گالیاں دیتے ہو؟''

ڈاکٹر عبدالعزیز فرماتے ہیں:

''میں نے کہا، سچ ؟ فرمایا، بالکل سچ۔اس پر میں نے اَور توجہ سے دیکھا تو منہ پر جس طرح زوردار تھپڑ مارنے سے انگلیوں کے نشان پڑتے ہیں، یہاں بھی اسی طرح کے نشان ظاہر ہوگئے تھے۔میں نے کہا کہ رات آپ بگڑے تھے، اس بات پر کہ غیب سے سرخی کے چھینٹے پیدا نہیں ہوسکتے۔اب بتائیے، غیب سے یہ ورم اور سرخ دھبے ایک چانٹے کے نتیجہ میں کس طرح مادی صورت اختیار کر گئے، جواب تو آپ کو خوب ملا۔میں نے کہا، یہ نشان ہے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا۔فرمایا، ہوگا۔لیکن ایمان پھر بھی نہ لائے۔البتہ اتنا ضرور ہوا کہ انہوں نے مخالفت ترک کردی'' [ا]

(ماخوذ از نشان کبیر، ص ۲۶۔۲۵ بحوالہ الفضل انٹرنیشنل مورخہ ۱۷ اکتوبر ۲۰۰۳ء)

[ا] ڈاکٹر علی بھائی اگرچہ اپنی کسی مخفی کمزوری کے باعث احمدی نہ ہوئے، تاہم آپکی ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب اخوند کے ساتھ کی ہوئی دو نیکیاں اس قابل ہیں کہ انکا یہاں ذکر کردیا جائے۔سب سے پہلے، آپنے ہی ڈاکٹر صاحب موصوف کا جب وہ پہلی بار عدن پہنچے تھے، بحری جہاز پر استقبال کیا۔اس سے قبل کبھی کسی ڈاکٹر کا استقبال نہیں ہوا تھا۔دوسرے، جن ایام میں ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب اہل پیغام کے عقائد میں الجھے ہوئے تھے، تو آپ ہی نے انکی رہنمائی فرمائی، جو انہیں راہ راست پر ڈالنے کا موجب ہوئی (اسکی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: باب ششم، تیسری فصل، واقعہ نمبر۴)

# نواں واقعہ

"خُدا کیلئے میرا قصور معاف فرمائیں"

## مولوی غوث محمد صاحب کا قبول احمدیت

حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی شان میں دشنام طرازی کرنے کے نتیجے میں خُدا کی جلالی شان کے ظہور کا اسی قسم کا ایک اَور دلچسپ واقعہ حضرت مولانا غلام رسول صاحبؓ راجیکی صاحب نے بھی بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"موضع سعداللہ پور جو ہمارے گاؤں (راجیکی، ضلع گجرات۔ناقل) سے جانب جنوب کوئی تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے، یہاں کے اکثر حنفی لوگ بھی ہمارے بزرگوں کے ارادتمند تھے۔ اس لئے میں کبھی کبھار اس موضع میں تبلیغ کی غرض سے جایا کرتا تھا اور ان لوگوں کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت سمجھانے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ اس موضع میں مولوی غوث محمد صاحب ایک اہل حدیث عالم تھے اور امرتسر کے غزنوی خاندان سے نسبت تلمذ رکھنے کی وجہ سے احمدیت کے سخت معاند اور مخالف تھے۔ میں نے ایک روز ان کی موجودگی میں ظہر کے وقت مسجد میں لوگوں کو احمدیت کی تبلیغ کی اور انہیں بھی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کچھ کتابیں اور رسالے مطالعہ کیلئے دئے۔ جب انہیں اس تبلیغ اور حضور اقدس کی کتابوں سے یہ علم ہوا کہ میں حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود اور امام مہدی تسلیم کرتا ہوں تو انہوں نے میرے حق میں بے تحاشا فحش گوئی شروع کردی اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات والا صفات کے متعلق بھی بہت گند اچھالا۔ میں نے انہیں بہت سمجھایا کہ آپ جتنی گالیاں چاہیں مجھے دے لیں لیکن حضرت اقدس علیہ السلام کی توہین نہ کریں، مگر وہ اس سے باز نہ آئے۔ آخر چارو ناچار میں تخلیہ میں جا کر سجدہ میں گر پڑا اور رو رو کر بارگاہ ایزدی میں دعا مانگی اور رات کو بغیر کھانا کھائے ہی مسجد میں آ کے سو گیا"

آگے آپ کی ان دردمندانہ دعاؤں نے کیا کرشمہ دکھایا اور کس طرح رات کی رات اس نیک بخت

شخص کی کایا پلٹ گئی، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''جب سحری کے قریب وقت ہوا تو مولوی غوث محمد صاحب مسجد میں میرے پاس پہنچے اور معافی مانگتے ہوئے مجھے کہنے لگے، خُدا کے لئے ابھی حضرت مرزا صاحب کو میری بیعت کا خط لکھو، ورنہ میں ابھی مر جاؤں گا اور دوزخ میں ڈالا جاؤں گا۔ میں نے جب ان کا احمدیت کی طرف رجوع دیکھا تو حیران ہو کر اس کی وجہ دریافت کی۔ مولوی صاحب نے بتایا کہ رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ قیامت کا دن ہے اور مجھے دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم صادر ہوا ہے اور اس کی تعمیل کرانے کیلئے میرے پاس بڑی بھیانک شکل کے فرشتے آئے ہیں اور ان کے پاس آگ کی بنی ہوئی اتنی بڑی بڑی گرزیں ہیں جو بلندی میں آسمان تک پہنچتی ہیں۔ انہوں نے مجھے پکڑا ہے اور کہتے ہیں کہ تم نے مسیح موعود اور امام زمانہ کی شان میں گستاخی کی ہے، اس لئے اب دوزخ کی طرف چلو اور اس کی سزا بھگتو۔ میں نے ڈرتے ہوئے اُن کی خدمت میں عرض کیا کہ میں توبہ کرتا ہوں، آپ مجھے چھوڑ دیجئے۔ انہوں نے کہا، اب توبہ کرتا ہے۔ اور مجھے مارنے کیلئے اپنا گرز اٹھایا جس کی دہشت سے میں بیدار ہو گیا اور اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ خُدا کیلئے آپ میرا قصور معاف فرمائیں اور حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں میری بیعت کا خط لکھ دیں''

آپ فرماتے ہیں، اس خواب کی بنا پر حضرت مولوی غوث محمد صاحب احمدی ہو گئے اور اسکے بعد ہم دونوں تبلیغ کرنے لگے، جسکے نتیجے میں اس گاؤں کے بیسیوں مردوں اور عورتوں نے احمدیت قبول کر لی۔ **فالحمد لله علیٰ ذٰلک** .

(حیات قدسی، جلد اول، ص، ۳۰ تا ۳۱)

☆ ☆ ☆

## دسواں واقعہ

''ان کو آسمان سے نیچے گرادیا جائے''

# ایک مجذوب کے قبول احمدیت کی انوکھی داستان

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے ایک قدیم صحابی، حضرت منشی زین العابدینؓ صاحب ایک مجذوب[ا] کے بیعت کرنے کا دلچسپ واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں:

''یہاں (مراد قادیان۔ناقل) ایک مجذوب آیا جو غالباً ضلع سیالکوٹ کا تھا۔اس کی نسبت یہ سُنا کہ اس نے حضرت مسیح موعودؑ سے درخواست کی کہ اس کی بیعت لے لیں تو حضرت نے خلاف معمول اس کی بیعت لے لی۔حالانکہ آپ کا معمول تھا کہ جب کبھی کوئی شخص حضور سے ملاقات کرنے کو آتا اور بیعت کی درخواست کرتا تو فوراً بیعت نہ لیتے بلکہ اسے کہتے کہ چند روز اَور ٹھہرو اور اچھی طرح تحقیق کرلو، جب پورا اطمینان ہوجائے تو بیعت کرلینا۔لیکن اس مجذوب کے متعلق اسطرح کا معاملہ نہیں ہوا بلکہ حضور نے اس سے فوراً بیعت لے لی۔جب کسی نے اس سے پوچھا کہ آپ نے بیعت کرلی ہے، آپ کچھ روز یہاں ٹھہریں اور حضرت اقدس کی صحبت سے فیض حاصل کریں، تو اس نے کہا کہ ہمیں صرف اس بیعت کی ہی ضرورت تھی، اس کام کی ضرورت تھی، جب وہ ہوگیا تو اب میں واپس جاتا ہوں۔جب اس شخص سے پوچھا گیا کہ آپ کو بیعت کی تحریک کیسے ہوئی تو اس نے جواب دیا کہ میں نے دیکھا کہ آسمان پر اعلان کیا گیا ہے کہ جو لوگ مسیح موعود کی بیعت نہیں کرتے، ان کو آسمان سے نیچے گرادیا جائے۔چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں جو بڑے بڑے بزرگ اور روحانی لوگ آسمان پر تھے اور انہوں نے مسیح موعود کی بیعت نہیں کی تھی، ان کو نیچے گرایا جانے لگا۔اس سلسلہ میں ایک فرشتہ جو

---

[ا] مجذوب ایسے شخص کو کہتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے تصور میں اس قدر محو ہو کہ اسے دنیا و مافیہا کا ہوش نہ رہے۔اس جذب کی حالت میں بعض اوقات اسکی زبان سے بعض معرفت کے کلمات بھی نکل جاتے ہیں، مگر ضروری نہیں کہ اسکا ہر کلمہ ہی معرفت پر محمول کیا جائے۔

اس کام کے لئے مامور تھا، میری طرف بھی آیا۔ میں نے کہا کہ میں ابھی بیعت کر لونگا، مجھے آسمان سے گرا کر زمین پر نہ پھینکا جائے۔ اس وجہ سے اور اس تحریک کی بنا پر میں بیعت کے لئے حاضر ہوا ہوں''

حضرت منشی زین العابدین صاحبؓ مزید فرماتے ہیں:

''میرا اپنا خیال ہے کہ اس مجذوب کا نام فقیر محمد تھا۔ 'ڈیک' نام نالے کے کنارے پر واقع ایک بستی کا رہنے والا تھا۔ اور وہ وہی ہے جس نے بیعت کے بعد حضرت مسیح موعود کی تائید اور تصدیق میں ایک اشتہار بھی شائع کیا تھا۔ اور وہ اشتہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھی پہنچایا گیا۔ جس اشتہار کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب 'حجۃ اللہ' میں نقل فرما کر شائع کیا''

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱۱)

یہی روایت کسی قدر اختلاف کیساتھ حضرت ماسٹر عبدالرحمٰنؓ (سابق مہر سنگھ) کی زبانی یوں بیان ہوئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے مجھے اور دیگر کئی ایک احمدی احباب کو بمقام سرگودھا ایک واقعہ سنایا تھا جو میں اپنی یادداشت کی بنا پر حوالہ قلم کرتا ہوں۔ ایک دفعہ ایک ملنگ فقیر جس نے نیلے رنگ کا تہ بند باندھا ہوا تھا، ہمارے سامنے قادیان آیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کرنے کا خواہشمند ہوا۔ حضور کا یہ عام معمول تھا کہ اس قسم کی درخواست کو فوری منظور نہ فرماتے بلکہ کچھ نہ کچھ تامل اور توقف فرماتے۔ لیکن اس کی درخواست پر حضور جھٹ بیٹھ گئے اور اسی وقت اس کی بیعت لے لی۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ حضور، اب میں نے واپس جانا ہے۔ اس بات کو بھی حضور نے اپنی عادت کے خلاف جھٹ منظور فرما لیا اور اجازت دیدی بلکہ خود ہی اس سے پوچھا کہ آپ کو کرایہ وغیرہ کے لئے خرچ کی ضرورت ہوگی۔ اس نے کہا ہاں ضرورت ہے۔ جس پر حضور نے اپنے پاس سے کچھ نقدی اس کے حوالے کر دی اور الوداعی مصافحہ فرما کر اس کو رخصت کر دیا۔ اس پر حاضرین کو بہت تعجب ہوا کہ یہ کیسا

آدمی ہے جو آتے ہی بیعت کر کے بغیر کچھ عرصہ قیام کرنے کے رخصت ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس پر حاضرین کی طرف سے طرح طرح کے سوالات ہونے شروع ہو گئے۔ اور خاص کر مرزا خُدا بخش صاحب نے تو اصرار کے ساتھ کہا کہ میاں، اگر تم نے یہاں ٹھہرنا نہ تھا تو پھر آئے کس غرض کے لئے ہو۔ اس نے نہایت سادگی سے کہا کہ 'بیعت تو کرلی ہے، اب کس غرض سے ٹھہروں'۔ مرزا خدا بخش کہنے لگے، حضور کی صحبت اختیار کر کے روحانی فیض حاصل کرنا ضروری ہے۔ اسنے کہا، 'وہ روحانی فیض کیا ہوتا ہے'۔ انہوں نے بتایا کہ روحانی فیض کشف، الہامات اور رؤیا صادقہ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ وہ کہنے لگا، 'یہ چیز تو مجھے پہلے ہی حاصل ہے'۔ اس پر جب اسے کہا گیا کہ اگر تجھے یہ کمالات پہلے ہی حاصل ہیں، تو پھر بیعت کرنے کس لئے آئے تھے۔ تو اس نے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فوراً پنجابی میں کہا:

"بیعت نہ کریئے تے اُتوں جتیاں پیندیاں نے"

(یعنی بیعت نہ کریں تو اُوپر سے جوتیاں پڑتی ہیں)

(بحوالہ اصحاب احمد)

.......☆.......

نوٹ: خاکسار عرض کرتا ہے کہ ان ہر دو روایات میں لفظی اختلاف کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ فقیر موصوف سے دو مختلف مواقع پر یہی سوال کیا گیا ہو۔ ایک موقع پر تو اس نے ایک جواب دیا۔ اور دوسرے موقع پر دوسرا۔ جہاں تک جواب کا تعلق ہے تو مفہوم اور معانی کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ پہلا جواب جو قدرے تفصیلی ہے، وہ اصل جواب ہے، جبکہ دوسرا جو مختصر ہے، وہ پنجابی زبان میں اسی مضمون کو ایک مختصر انداز میں یوں ادا کرتا ہے کہ سارا مضمون بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ اس انداز بیان کو پنجابی زبان جاننے والے خوب سمجھتے ہیں اور یقیناً وہ اس سے حظ اٹھائیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆ ☆ ☆

# باب چہارم

## زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۔ استخارہ۔
## زیارت مہدی موعودؑ

حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام جن کا دعویٰ وہ مامور من اللہ ہونے کا ہے جس کی حضرت مخبر صادق محمد رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ وہ آئے گا اور دین محمدی کو از سر نو زندگی بخشے گا (یحی الدین و یقیم الشریعة) اپنی کتاب ''حقیقۃ الوحی'' میں فرماتے ہیں:

''اور بعض نشان اس قسم کے ہیں کہ ہزارہا انسانوں نے محض اس وجہ سے میری بیعت کی کہ خواب میں ان کو بتلایا گیا کہ یہ سچا ہے اور خدا کی طرف سے ہے اور بعض نے اس وجہ سے بیعت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ نے فرمایا کہ دنیا ختم ہونے کو ہے اور یہ خدا کا آخری خلیفہ اور مسیح موعود ہے''

چنانچہ آپکے دعویٔ ماموریت کے وقت بار ہا ایسا ہوا کہ کسی شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو آپؐ نے حضرت بانیٔ سلسلہؑ کا نام لیکر آپؑ کی تصدیق فرمائی یا کسی نے کسی پاک صورت بزرگ کو رؤیا میں دیکھا کہ وہ کہتا ہے، میں مہدی موعود ہوں اور جب وہ قادیان گیا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جو بزرگ اسے خواب میں نظر آئے تھے، وہ بعینہٖ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام تھے۔ خود آپنے بھی اپنی کتب میں اپنے وقت کے بعض ایسے صوفیا اور بزرگان دین کا نام لیا ہے جنہوں نے آپ کی اس لئے تصدیق کی کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حضورؐ نے آپکے دعویٰ کی تصدیق فرمائی، جیسا کہ حضورؑ فرماتے ہیں:

''بڑے بڑے ممتاز لوگوں کو جو مشاہیر فقراء میں سے تھے، خوابیں آئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، جیسے سجادہ نشین صاحب العلم سندھ جن کے مرید ایک لاکھ کے قریب تھے اور جیسے غلام فرید صاحب چاچڑاں والے''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲، ص: ۷۱۔۷۰)

اس سلسلہ میں یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ کسی اہم امر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی رہنمائی طلب کرنے کا مسنون طریق استخارہ ہے۔ خود حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام نے بعض ایسے اشخاص کو جو علمی طریق پر آپؑ کے دعویٰ سے مطمئن نہ ہوئے، استخارہ کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ ذیل میں ان اشخاص کا بھی ذکر کیا جائے گا، جنہوں نے اس مسنون طریق پر عمل کیا اور یوں اللہ تعالیٰ سے احمدیت کی صداقت معلوم کرنے کی کوشش کی اور پھر انشراحِ قلب حاصل ہونے پر بیعت کر لی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں بذریعہ رؤیا، کشف یا الہام کوئی ایسا نظارہ دکھایا کہ اس کے بعد انہیں کسی اَور علمی تحقیق کی ضرورت نہ رہی۔ یہ طریق ہر اس مسلمان کے لئے جس کے دل میں ذرہ بھر بھی خدا تعالیٰ کا خوف اور اس کے سچے دین کے لئے محبت ہے، کھلا ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ ضد و تعصب سے کام لینے کی بجائے مسنون طریق پر ماموریت کے اِس دعویدار (یعنی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ) کی صداقت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے رہنمائی طلب کرے۔

........☆........

نوٹ: حضرت پیر صاحب العلم، کوٹھہ شریف، (تحصیل صوابی ضلع مردان) کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے کشف میں دیکھا کہ حضرت مہدی علیہ السلام پیدا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ آپ کے منہ سے بیساختہ نکلا کہ 'اب ہمارا وقت گذر گیا ہے'۔ آپ کے کسی مرید نے کہا، حضرت! آپ کی عمر تو ابھی اس قدر نہیں ہوئی۔ اس پر فرمایا، 'میرا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے دنیا کی اصلاح کیلئے پیدا ہونا تھا، یعنی امام مہدی آخر الزمان، وہ پیدا ہو گیا ہے، اسلئے اب ہمارا وقت ختم ہو گیا ہے'۔ اس شخص نے پوچھا، وہ کہاں ہے، تو فرمایا، مَیں اَور کچھ نہیں کہتا، صرف اس قدر کہتا ہوں کہ 'اس کی زبان پنجابی ہے اور میرے بعض لوگ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے'۔ اس مرید نے نام پوچھا تو فرمایا: 'میں نام نہیں بتاؤں گا' (تفصیل کیلئے دیکھیں حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی کتاب "تحفہ گولڑویہ")

حضرت بابا غلام فریدؒ آف چاچڑاں شریف ، والیٔ ریاست بہاولپور، کے پیر طریقت تھے۔ پنجاب اور سندھ میں آپ کے لاکھوں مرید پائے جاتے تھے۔ یہ وہی ہیں جن کی معرفت سے بھری ہوئی کافیاں پنجاب بھر میں مشہور اور زبان زد خلائق ہیں۔ (آپکے بارے میں ایک مفصل نوٹ اسی باب کے واقعہ نمبر (۳۳) کے حاشیہ میں دیا گیا ہے)

اب اگلے صفحات میں مذکورہ بالا ہر سہ ذرائع ابلاغ سماویہ کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

وما توفیقی الّا باللہ:

﴿ ۱ ﴾

"یہ آواز میرے دل میں جاگزیں ہوگئی"

# حضرت مولوی امام الدینؓ کا قبول احمدیت

اس سلسلے کا پہلا واقعہ حضرت مولوی امام الدین صاحبؓ، کا بیان کیا جاتا ہے۔ آپ الحاج اکرام الدین (المدفون فی جنۃ البقیع ) کی اولاد میں سے اور صوفیاءِ اُمت کے ایک لمبے سلسلے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد حضرت بدر الدین ایک صاحبِ علم، صاحبِ کرامات اور ایک بہت بڑے صوفی، حضرت مولانا شمس الدین صاحب جالندھری کے شاگردانِ رشید میں سے تھے۔ آپ خود بھی عربی اور فارسی میں اچھی دسترس رکھتے تھے۔ فارسی کی انشاء پردازی اور شاعری میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ اپنی قبولِ احمدیت کی داستان بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"میری بخت بیداری کے ایام نزدیک آئے تو میرے چچازاد بھائی حافظ کامل الدین مرحوم کا لڑکا محمد حسین نابینا حافظ میرے ملنے کیلئے ایک دن گولیکی (ضلع گجرات کا ایک قصبہ۔ناقل ) آیا تو اس نے حضرت اقدس علیہ السلام کا ذکر کیا اور باتیں سنائیں۔ مگر صرف دعویٰ۔ اور دلیل جو تھی وہ صوفیانہ طرز پر نہ تھی۔ اس لئے میری دلچسپی کا موجب نہ ہوئے۔ اور غالباً کوئی کتاب 'ازالہ اوہام' دوسری بار آ کر مجھے مطالعہ کے لئے دے گیا۔ مگر وہ بھی صوفیانہ رنگ کی نہ تھی۔ اس لئے (میری) دلچسپی کا باعث نہ ہوئی۔ ہاں ایک فکر سی ضرور لگ گئی اور پھر علماء اور مشائخ کی مخالفت سُن سُن کر حضرت مسیح موعودؑ کا عالم فاضل ہونا دل میں آتا تھا"

اس طرح پر حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے بارے میں پہلا نقش رسا جو اُن کے دل پر پیدا ہوا، وہ آپ کے ایک بہت بڑا عالم ہونے کا تھا۔ چونکہ خُدا تعالیٰ انہیں اپنے مامور کی غلامی میں لانا چاہتا تھا اس لئے ایک اَور تقریب ایسی پیدا ہوئی جس نے آپؑ کے بارے میں اُن کے دل میں عقیدت اور اور احترام کے جذبات پیدا کر دیئے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"ایک دن میرے چچا مرحوم شمس الدین رحمتہ اللہ علیہ میری خبر گیری اور حال پرسی کیلئے آئے اور رات کے وقت گفتگو کرتے ہوئے فرمانے لگے، 'عزیز یاد رکھ کہ مرزا صاحب

کے حق میں کوئی کلمہ ہتک آمیز نہ بولنا، وہ بڑا اولیاء اور بزرگ آدمی ہے، میں نے دیکھا ہے، وہ بڑا اصالح اور عالم فاضل حامیٔ اسلام ہے، ورنہ تباہی آجائیگی، العیاذ اللہ‘‘

آپ اپنے چچا کے منہ سے یہ الفاظ سُن کر ڈر گئے۔ اِس کے ساتھ ہی آپکے دل میں حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کو ایک نظر دیکھنے کا شوق اٹکھیلیاں لینے لگا۔ آپ اُن ایام میں بٹالہ کے ایک گدی نشین، پیر ظہور حسین صاحب، سے ملنے آیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

’’ایک دفعہ بٹالہ انکے عرس یازدہم ربیع الثانی پر ان کی ملاقات کو آیا تو ان سے اجازت طلب کی کہ اگر آپ فرمائیں تو مرزا صاحب قادیانی کو دیکھ آؤں۔ انہوں نے اجازت دیدی۔ میں یکہ پر بوقت ظہر اس پاک بستی میں آیا، اور یکہ والے کو کہہ دیا کہ یہیں ٹھہرو، میں نے واپس بٹالہ جانا ہے.... میں نے نماز سے قبل حضرت اقدس سے ملنے کی خواہش کی تو حاضرین نے کہا کہ حضور ظہر کی نماز پڑھ چکے ہیں، اب عصر کے وقت آئیں گے۔ میں نے کہا، میں نے واپس جانا ہے۔ میرے اصرار پر حضرت اقدس علیہ السلام کو خبر کی گئی۔ آپ باہر تشریف لائے......‘‘

اب آپ اور حضرت اقدس کے درمیان کیا مکالمہ ہوا اور اس نے آپکے قلب صافی پر کیسا خوشگوار اثر چھوڑا، وہ ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں:

’’میں نے عرض کی کہ آپ کی کسی کتاب میں آپ کا یہ دعویٰ لکھا ہے کہ مجھے وحی ہوتی ہے یہ تو انبیاء کا خاصہ ہے۔ آپؑ نے فرمایا، قرآن میں اَوحیٰ رَبُّکَ اِلَی النَّحلِ اور اَوحَینا اِلیٰ اُمِّ موسیٰ اور مریمؑ کی نسبت بھی مکالمہ مذکور ہے اور سید عبد القادر جیلانی) رضی اللہ عنہ نے ’فتوح الغیب‘ میں بھی مکالماتِ الٰہیہ کا ذکر کیا ہے اور حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی، (نیز) وحی کی نسبت اولیاء اللہ نے بھی مکمل ذکر فرمایا ہے..... میں نے عرض کی کہ علماء وحیِ رسالت کہتے ہیں مگر میں بحث کرنے نہیں آیا اور نہ مجھے طریق مناظرہ پسند ہے، آپ اہل اللہ کے طریق پر اپنی صداقت مجھے سمجھائیں، تب مجھے سمجھ آئے گی۔ آپؑ نے فرمایا کہ پھر چند روز میرے پاس رہیں، تو آپکا مطلب حل ہو جائے گا۔ میں نے عرض کی کہ بوجوہ ملازمت مدرسہ سرکاری رہ نہیں سکتا، اتنی رخصت

نہیں۔آپؑ نے فرمایا کہ پھر آپ میری نسبت خُدا سے پوچھیں‘‘

فرماتے ہیں، یہ پہلی بات تھی حضورؑ کی جو میرے دل کو پسند آئی (چنانچہ) عرض کی، خُدا سے کیسے پوچھوں؟۔فرمایا جس طرح آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔(یہ دوسری بات تھی جس سے میرے دل کو حضورؑ نے اپنی طرف کھینچ لیا)۔میں نے عرض کیا، وہ کس طرح؟۔فرمایا، استخارہ کرو۔پھر عرض کیا کہ کونسا استخارہ؟فرمایا، جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔پھر میں نے رخصت مانگی۔چلتے ہوئے حضور نے ایک خادم سے فرمایا کہ انہیں ’’نورالقرآن‘‘ (آپؑ کی ایک تصنیف۔راقم) دے دو۔فرماتے ہیں، یہ رسالہ ان دنوں جاری تھا اور وہ میں نے لے لیا۔

یہ ابتدائی چنگاری جو حضرت بانئ سلسلہ علیہ السلام کی ذات بابرکات کی نسبت آپکے دل میں پیدا ہوئی، کس طرح بعد میں ایک شعلۂ نُور بن کر آپکے دل پر بھڑکی، ایک دلچسپ اور ایمان افروز داستان ہے، جس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

’’میں نے گولیکی آ کر مطالعہ کتب حضرت اقدسؑ وقتاً فوقتاً شروع کیا اور استخارہ اور دُعا سے کام لینے لگا۔کئی خوابیں آتی تھیں مگر تسلی نہ ہوتی تھی۔اور باتیں موافق ومخالف سننے لگا۔کئی مرتبہ دعاؤں میں نہایت الحاح سے درخواست کرتا تھا کہ خدایا اگر مجھے (تو نے) مرزا صاحب کی صداقت کا حال نہ بتایا، تو میں قیامت کے دن جب باز پرس ہوگی کہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کیوں ایمان نہیں لایا اور کس لئے بیعت نہیں کی، تو میں یہی عذر پیش کروں گا کہ باوجود اتنے الحاح کے مجھے نہیں بتایا گیا۔پھر کیا مجھے بلا حجت ہی دوزخ میں دھکیل دیا جائیگا، اھدنا الصراط المستقیم پڑھتے پڑھتے اتنی مدت گزر گئی۔مولیٰ پاک رحم فرما۔آمین‘‘

آگے فرماتے ہیں کہ آخر تخمیناً چار ماہ بعد مجھے خواب آئی جو کئی بار استخارہ اور دعوات کے بعد آئی تھی کہ کوئی شہر ہے (غالباً قادیان دارالامان ہی ہے) اس میں حضرت مسیح موعودؑ نے صبح کی نماز پڑھائی ہے۔آپ فارغ ہوکر اندر کے کمرے سے باہر کے دوسرے کمرے میں آبیٹھے۔نہایت نورانی چہرہ، ریش مبارک حنا سے رنگین۔میں دل میں کہہ رہا تھا کہ مدت ہوئی سوال کرتے کرتے مگر جواب کا انتظار ہے۔حضور کے دہن مبارک سے بڑی زور کی آواز آئی:

"جس آؤناسی، اوہ تاں آ گیا"

آگے یہ کہ اس رؤیا نے آپکے قلب صافی پر کیا اثرات مترتب کئے، اس بارے میں فرماتے ہیں:

"یہ آواز گو حضور کے منہ سے نکلی تھی مگر نہایت موثر ہو کر میرے دل میں جاگزیں ہوگئی۔ جس کی روشنی سے شک اور وہم کی تاریکی سب دُور ہوگئی اور علم بالیقین ہوگیا کہ جس مسیح ومہدی کا انتظار تھا وہ یہی ہے۔ صبح کا وقت اور مسجد اور چہرہ مبارک نورانی اور آواز وحی کی تاثیر دل نشین ہوگئی"

خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی اِس روشنی کو آپ کے چچا مرحوم کے پوتے میاں گل حسن کی ایک رؤیا نے مزید تقویت پہنچائی۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے بتایا کہ

"میں نے دیکھا کہ میں کعبہ شریف گیا ہوں اور وہاں بیت اللہ کے اندر حضرت رسول اللہ ﷺ اور حضرت مسیح موعود کو دیکھتا ہوں۔ میں آنحضرت ﷺ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری بیعت منظور فرمائی جائے۔ حضور فرماتے ہیں، 'اب مسیح موعود تمہاری بیعت لینگے'"

اس کے جلد بعد (غالباً ۱۸۹۵ء میں) آپ نے باقاعدہ بیعت کرلی۔

(الحکم، قادیان مورخہ ۲۱/اگست ۱۹۳۵ء، بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۲۵ دسمبر ۱۹۹۸ء)

........☆........

تعارف: آپ "گولیکی" (ضلع گجرات) کے رہنے والے اور سلسلہ کے ایک ممتاز ادیب اور صوفی شاعر، حضرت قاضی ظہور الدین اکملؓ کے والد بزرگوار تھے۔ آپ کو بہت اوائل میں احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کی تمام اولاد بھی آپ کے رنگ میں رنگین ہو کر سلسلہ کی خدمت پر کمر بستہ رہی۔

☆ ☆ ☆

﴿ ۲ ﴾

"یہ شخص اللہ کا خلیفہ ہے"

## حضرت قاضی محبوب عالم صاحبؓ کا قبول احمدیت

اب ذیل میں حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے ایک اَور قدیمی رفیق، حضرت قاضی (منشی) محبوب عالم صاحب المعروف 'مالک راجپوت سائیکل ورکس'، نیلا گنبد، لاہور، کی آسمانی رہنمائی کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"جب میں طالبعلم تھا اور آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا تو حنفی اور وہابی لوگوں کی یہاں لاہور میں بحث ہوا کرتی تھی۔ میں حنفی المذہب تھا، مجھے شوق پیدا ہوا کہ وہابیوں کی مسجد میں بھی جاؤں۔ چنانچہ میں نے چینیاں والی مسجد میں جانا شروع کیا۔ جب میں ان کی مجلس میں بیٹھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ قال اللہ اور قال الرسول کے سوا کچھ نہیں کہتے۔ (اس پر) میری طبیعت کا رجحان اہل حدیث (وہابیوں) کی طرف ہو گیا"

آگے یہ کہ احمدیت کی طرف انہیں کیونکر توجہ ہوئی، اس بارے میں فرماتے ہیں:

"بعض وقت وہابیوں کی مجلس میں حضرت صاحب (مراد حضرت بانیٔ سلسلہؑ۔ ناقل) کا بھی ذکر آ جایا کرتا تھا کہ وہ کافر ہیں اور ان کا دعویٰ مسیحیت اسلام کے خلاف ہے۔ (جس سے) طبعاً مجھے اس طرف (احمدیت کی طرف) توجہ پیدا ہوئی۔ چنانچہ ایک شخص، حضرت ولی اللہ صاحب ولد بابا ہدایت اللہ، کوچہ چابک سواراں، احمدی تھے۔ میں ان کی خدمت میں جانے لگا اور ان سے حضرت صاحب کے متعلق کچھ معلومات حاصل کیں۔ انہوں نے مجھے استخارہ کرنے کے واسطے توجہ دلائی۔ چنانچہ ان سے میں نے طریق استخارہ سیکھ کر اور دعائے استخارہ یاد کر کے استخارہ کیا"

آگے اس استخارہ کے نتیجے میں انہوں نے کیا دیکھا اور پایا، اس بارے میں بتاتے ہیں:

"رات کے دو بجے دوسرے روز میں ابھی استخارہ کی دعا پڑھ کر سویا ہی تھا کہ رؤیا میں مجھے کسی شخص نے کہا، آپ اٹھ کر دو زانو بیٹھیں کیونکہ آپ کے پاس حضرت رسول کریم

ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ اور مجھے بھی زینے سے کسی آدمی کے چڑھنے کی آواز آئی۔ چنانچہ میں رؤیا ہی میں دوزانو بیٹھ گیا۔ اتنے میں مَیں نے دیکھا کہ ایک نہایت متبرک سفید لباس میں انسان آیا ہے اور انہوں نے ایک بازو سے حضرت مرزا صاحب کو پکڑ کر میرے سامنے کھڑا کیا ہے اور فرمایا:

هٰذَا رَجُلٌ خَلِيفَةُ اللّٰهِ وَاسمَعُوا وَ اَطِيعُوا

یعنی یہ شخص اللہ کا خلیفہ ہے، سنو اور اطاعت کرو

پھر وہ واپس تشریف لے گئے اور حضرت صاحب میرے پاس کھڑے ہو گئے اور اپنی ایک انگلی اپنی چھاتی پر مار کر کہا:

''ایہہ اب خلیفہ کیسا، اس کو مہدی جانو''

(رجسٹر روایات صحابہ، نمبر ۹، ص ۱۲۰ تا ۱۲۱۔ بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، ۲۹ ستمبر ۲۰۰۰ء)

﴿ ۳ ﴾

''یہ خدا کی طرف سے ہیں''

## سردار کرمداد خان صاحب کا قبول احمدیت

سردار کرمداد خان صاحبؓ ساکن جمالی بلوچاں، ضلع شاہ پور (حال سرگودھا) کو ۱۹۰۲ء میں حضورؑ کی زیارت کرنے اور آپ کے سلسلۂ بیعت میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ اپنے قبول احمدیت کی روئداد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں نے حضرت مسیح موعودؑ کو بیعت کرنے سے قبل خواب میں دیکھا۔ وہ اس طرح کہ ایک سڑک ہے، اس پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ ٹہلتے آ رہے ہیں۔ بندہ سامنے آ رہا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بندہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں (انگلی کا اشارہ کر کے) کہ 'یہ خدا کی طرف سے ہے'۔ 'یہ خدا کی طرف سے ہے'۔ 'یہ خدا کی طرف سے ہے'۔ یعنی تین دفعہ حضورؐ نے (یہی الفاظ) فرمائے''

آگے فرماتے ہیں کہ جب میں ۱۹۰۲ء میں قادیان دارالامان گیا اور چھوٹی مسجد۔ مسجد مبارک۔ میں بیعت کی تو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بالکل اسی حلیہ میں پایا جو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔

(بحوالہ رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۵،ص:۱۲)

۴

"جو اس کو مانے گا، مَیں اس کی شفاعت کرونگا"

## سکندر آباد کے ایک دوست کا دلچسپ واقعہ

اب ذیل میں آسمانی ہدایت نصیب ہونے کا ایک اَور عجیب وغریب واقعہ حضرت مفتی محمد صادقؓ کی زبانی اور ان کی ذات کے ساتھ بیتا ہوا درج کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ معلوم ہوگا، اس واقعہ کا دلچسپ اور ایمانوں کو تقویت دینے والا پہلو یہ ہے کہ اس میں آسمان سے آنے والی وحی دوطرفہ طور پر نازل ہوئی یعنی اِدھر دُور دراز کے رہنے والے ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے اور آپؐ اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کی تاکید فرماتے ہیں بلکہ قادیان تک کا نام بتا دیتے ہیں اور اُدھر قادیان میں حضرت مسیح پاک کے ایک غلام کو خواب کے اندر اسی شخص کا نام و پتہ بتایا جاتا ہے۔ مگر عجیب بات یہ ہوتی ہے کہ اس پتہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی حکمت کی بنا پر شہر کا نام نہیں بتایا، بلکہ صرف اس محلّہ کا نام بتا دیا جس میں وہ شخص رہتا تھا۔ اب اس خواب میں بتائے جانے والے پتہ پر خط تو لکھ دیا گیا، مگر ہندوستان بھر کے لکھو کھا شہروں میں سے کسی شہر کے ایک محلّہ کے پتہ پر لکھا ہوا خط اس طالب حق سعید روح کو کیسے ملا، یہ بھی ایک دلچسپ حقیقت ہے۔ ذیل میں حضرت مفتی صاحب کے بیان کے مطابق اس سارے واقعہ کی ایمان افروز تفصیل لکھی جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"غالباً ۱۹۰۲ء کا واقعہ ہے، مَیں اُسوقت تعلیم الاسلام ہائی سکول (قادیان) کا ہیڈ ماسٹر تھا۔ ایک شب پچھلی رات کو خواب میں مجھے ایک لفافہ دکھایا گیا جس پر اس طرح کا ایڈریس لکھا ہوا تھا:

**'زیرک خان محمد نظام الدین، مسجد قطب شاہی آصف آباد' "**

آپ فرماتے ہیں، یہ خواب دیکھ کر جب میں بیدار ہوا تو میں نے سمجھا کہ یہ رؤیا ضرور کسی مطلب کے واسطے ہے۔ چنانچہ میں نے اس پتہ کو کاغذ پر لکھ لیا تاکہ میں بھول نہ جاؤں۔ اور صبح مدرسہ میں جا کر مدرسہ کے اساتذہ اور طلباء سے اس کا ذکر کیا۔ تب بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ اس نام پر ایک خط لکھ دیا جائے۔ چنانچہ ایک کارڈ مندرجہ ذیل مضمون کا لکھا گیا:

**'جب آپ کو یہ خط ملے، آپ مہربانی کر کے جواب لکھیں**
**پھر آپ کو مفصل خط لکھا جائیگا'**

فرماتے ہیں، یہ کارڈ پوسٹ کر دیا گیا لیکن اس وقت کی ڈاکخانہ جات کی کتاب پڑھنے سے معلوم ہوا کہ 'آصف آباد' نام کا کوئی ڈاکخانہ نہیں ہے۔ اس واسطے شبہ ہوا کہ یہ خط کہیں نہ پہنچے گا۔ دوسرے دن بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ مناسب ہوتا اگر محمد نظام الدین صاحب کو لکھے جانے والے خط میں پورا خواب لکھ دیا جاتا تاکہ اسے معلوم ہو جاتا کہ یہ خط کیوں لکھا گیا ہے۔ فرماتے ہیں، اس پر ایک اَور مفصل خط لکھ کر اور لفافہ میں بند کر کے ڈاک میں ڈال دیا گیا۔ آگے فرماتے ہیں:

"دس دن گزر گئے، مگر نہ کارڈ کا جواب آیا اور نہ لفافے کا۔ تب میں نے اپنا یہ خواب 'البدر'۔ 'الحکم'۔ میں شائع کر دیا، اس خیال سے کہ ممکن ہے، اخبار کے ذریعہ سے اس امر کا پتہ چل جاوے کہ اس نام اور پتہ کا آدمی کون ہے۔ اخبار میں اشاعت کے چند روز بعد مجھے ایک خط حیدر آباد دکن سے آیا۔ لکھنے والے ایک صاحب نظام الدین مدرس تھے۔ ان کو میرا کارڈ بذریعہ ڈاکخانہ پہنچ گیا تھا مگر نہ لفافہ ملنے کا ذکر کیا اور نہ اخباری اعلان پڑھنے کا۔ اس نے اپنے خط میں پہلے تو میرا بہت شکریہ ادا کیا کہ آپ کی بڑی مہربانی ہے جو آپ نے مجھے کارڈ بھیجا اور اس طرح مجھے معلوم ہوا کہ قایان کہاں ہے۔ کیونکہ میں ان دنوں اس تلاش میں ہی تھا کہ قادیان کہاں ہے"

فرماتے ہیں، اس تلاش کی وجہ بتاتے ہوئے نظام الدین صاحب نے لکھا تھا کہ مجھے فلاں شب کو پچھلی رات ایک خواب دکھائی دیا۔ پھر انہوں نے اپنے اس خواب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مندرجہ ذیل عبارت تحریر کی تھی:

”میں دیکھتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار ہے اور تمام انبیاء اور دیگر اصحاب موجود ہیں اور وہاں حضرت مرزا صاحب قادیانی بھی موجود ہیں۔ حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت مرزا صاحب کو بازو سے پکڑا اور سب حاضرین کے سامنے کرتے ہوئے فرمایا:

’آج سے تیرہ سو سال قبل جو میرا وجود تھا، اب یہی وہ وجود ہے۔ اب جو اس کو مانے گا، میں اس کی شفاعت کروں گا اور جو اس کو نہ مانے گا، میں اس کی شفاعت نہ کروں گا‘

اس کے بعد میں بیدار ہو گیا“

نظام الدین صاحب نے آگے تحریر کیا تھا:

”میں نے جناب مرزا صاحب کی کوئی کتاب نہیں پڑھی۔ صرف اس خواب کی بنا پر میں اُن کا مرید ہونا چاہتا ہوں۔ مگر مجھے معلوم نہ تھا کہ کس پتہ پر خط لکھوں۔ اب آپ میری بیعت کی درخواست حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کر دیں“

حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ اس خط میں اس شخص نے غلیظ قسم کھا کر لکھا تھا کہ ’میں نے فی الحقیقت ایسا خواب دیکھا ہے اور یہ کہ میں اس رات مسجد میں سویا ہوا تھا‘۔ دیر سے خط ملنے کی وجہ اس نے یہ لکھی کہ کارڈ کے اوپر شہر کا نام نہ تھا، صرف ”آصف آباد“ لکھا ہوا تھا جو حیدرآباد کے ایک محلّہ کا نام ہے۔ ڈاکخانے والے آصف آباد کو ہی شہر سمجھ کر خط کو مختلف شہروں میں پھراتے رہے اور جب وہ میرے پاس پہنچا تو اس کے اوپر تیرہ مہریں لگی ہوئی تھیں اور سب سے آخری مہر کے ساتھ کسی نے لکھا تھا: Try Hyderabad یعنی ’حیدرآباد میں کوشش کرو‘۔ اور اس طرح وہ کارڈ مجھ تک پہنچا ہے۔

حضرت مفتی صاحب موصوفؓ آگے فرماتے ہیں:

”علاوہ ازیں اس نے یہ بھی لکھا کہ ’میں ایک غریب مدرس ہوں، صرف دس روپیہ میری تنخواہ ہے۔ میرے پاس سفر خرچ نہیں ورنہ خود حاضر ہوتا۔ اس واسطے سر دست بذریعہ تحریر بیعت کرتا ہوں۔ جب میرے پاس کچھ رقم ہو گی خود حاضر ہوں گا“

حضرت مفتی صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں کہ خط لکھنے کے چھ ماہ بعد وہ شخص خود بھی قادیان آیا اور

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر دستی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں بلند مقام دے اور اپنے قرب خاص میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت مفتی صاحبؓ نے ایک اَور دلچسپ بات یہ بتائی کہ جب اس شخص کے خواب دیکھنے کی تاریخ اور وقت کا میں نے اپنے خواب کے وقت اور دن سے مقابلہ کیا تو یہ دیکھ کر میری حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ دونوں تاریخیں اور وقت ایک ہی تھے۔

(بحوالہ برہان ہدایت، صفحہ ۶۷ تا ۶۹)

## ﴿ ۵ ﴾

### ”یہ زمانہ مسیح موعود کا ہے“

## حضرت حاجی غلام محمد صاحبؓ کا قبول احمدیت

حضرت حاجی غلام محمدؓ، موضع کریام، ضلع جالندھر، کے رہنے والے تھے۔ آپکی پیدائش اندازاً ۱۸۷۶/۷۷ء میں ہوئی۔ آپ بچپن سے ہی نمازوں کے پابند تھے۔ چنانچہ آپکے بارے میں آتا ہے کہ ایک بزرگ فقیر نے آپکو نماز پڑھتے دیکھ کر مندرجہ ذیل الفاظ میں درود پڑھنے کے لئے بتایا:

اَللّٰھُمّ صَلِّ علیٰ سیّدنا محمدٍ وَعِشرَتِہٖ بعَددِ کُلِّ مَعْلُومٍ لکَ

یعنی: اے اللہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر کائنات کی تمام معلوم اشیاء کی تعداد کے برابر درود بھیج۔

آپ فرماتے ہیں:

”ایک رات مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنہری لباس میں جو چمک رہا تھا، دیکھا اور خانہ کعبہ میں آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ اُس وقت بے شمار مخلوق وہاں جمع تھی“

آپ کے قبول احمدیت کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ آپ کا ایک مزارع لدھیانہ سے ماسٹر قادر

بخش صاحب (والد صاحب حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیرؔ، مبلغ مغربی افریقہ) سے حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی کتاب ”ازالہ اوہام“ لے آیا۔ آپ نے یہ کتاب خود بھی پڑھی اور اس کا ذکر اپنے دوستوں چودھری نجابت علی خان (کرسی نشین) اور حکیم کوڑے خان صاحب سے بھی کیا۔ وہ آپؑ کے دعویٰ مسیح موعود کے بارے میں تو پہلے بھی سن چکے تھے لیکن انشراح نہ تھا۔ آپ فرماتے ہیں:

”پھر ہم نے نماز پڑھ کر دعائیں کرنا شروع کیں۔ اس وقت میری عمر بائیس اور چوبیس سال کے درمیان ہوگی۔ اور استخارہ کرنا شروع کیا کہ اے اللہ! اگر یہ بندہ تیری طرف سے اور واقعی مسیح موعود اور مہدی ہے تو مجھ پر ظاہر کر۔ چنانچہ ایک دن جبکہ بوقت دوپہر سویا ہوا تھا، خواب میں مَیں نے آسمان پر موٹے اور سنہری خوشخط حروف میں 'مسیح موعود' لکھا ہوا دیکھا۔ میں نے پھر بھی دعائیں جاری رکھیں۔ ایک رات خواب میں ایک مجمع دکھایا گیا کہ بہت سے لوگ اکٹھے بیٹھے ہیں، سب کے لباس سفید براق ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے گویا فرشتے ہیں۔ ایک شخص باہر سے آیا۔ اس نے کہا یہ زمانہ مسیح موعود کا ہے۔ دوسرے نے پوچھا کیا دلیل ہے؟۔ اس نے کہا کہ صدی (کے سر) پر مجدد ہوتا ہے۔ اس صدی میں سوائے حضرت صاحب کے کسی نے مجدد (ہونے) کا دعویٰ نہیں کیا۔ یہی دلیل ہے۔ پوچھنے والے نے تصدیق کی کہ ٹھیک ہے“

آگے فرماتے ہیں:

”جب میں خواب سے بیدار ہوا تو مجھے اس سچائی میں کوئی شبہ نہ رہا۔ مگر میں حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کرنا چاہتا تھا، اس لئے بیعت نہ کی۔ مگر چودھری نجابت علی کُرسی نشین نے بیعت کر لی اور ایک عورت نے بھی بیعت کر لی“

آپ کو انشراح صدر تو ہو ہی چکا تھا۔ چنانچہ اس خواب کے فوراً بعد آپ نے فروری ۱۹۰۷ء میں قادیان حاضر کر حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

(اصحاب احمد، جلد دہم، ص: ۷۸)

☆ ☆ ☆

﴿۶﴾

"حضرت مرزا صاحب رسول کریمؐ کے بروز ہیں"

## حضرت سید سیف اللہ شاہ صاحبؓ کا قبول احمدیت

ڈاکٹر سید بشارت احمد سیفی صاحب، جماعت احمدیہ جرمنی کے ایک فعّال رکن اور کولون (Köln) ریجن کے امیر ہیں۔ آپ اپنے دادا، حضرت سید سیف اللہ شاہ صاحبؓ، کے قبول احمدیت کا واقعہ ان کی خودنوشت داستانِ حیات سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میری پیدائش ۱۲۹۹ھ (اندازاً ۱۸۸۲ء۔ ناقل) میں ہوئی۔ بچپن سے میری یہ آرزو تھی کہ مجھے کوئی ایسا کامل پیر ملے جو سب سے اعلیٰ پایہ کا ہو جس کے ذریعہ سے میں ہدایت پاؤں بلکہ اس آرزو کے پورا ہونے کے لئے میں بکثرت دعائیں بھی کرتا تھا.........

غالباً ۱۳/۱۲ سال کی عمر تھی کہ خواب میں مَیں نے اپنے آپ کو یاڑی پورہ (کشمیر) میں پایا (اُس وقت میں یاڑی پورہ سے ناآشنا تھا)۔ خواب میں مَیں نے آنحضرت صلعم کی زیارت کی اور مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز اور خادم ہیں"

آگے یہ کہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کا کیسے علم ہوا، فرماتے تھے:

"میرے والد صاحب، سید اسد اللہ شاہ صاحب، ہر سال پنجاب میں مریدوں کے پاس دورہ پر جایا کرتے تھے۔ واپسی پر وہاں کے حالات بتاتے۔ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ پنجاب کے ایک قادیان نامی گاؤں میں ایک شخص مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور آریوں اور عیسائیوں کو مناظروں میں لاجواب کرتے ہیں، کوئی شخص ان کے ساتھ مناظرہ کرنے کی تاب نہیں لاتا اور آپ مستجاب الدعوات بھی ہیں اور پیشگوئیاں بھی بہت کرتے ہیں جو پوری بھی ہوتی ہیں......"

فرماتے تھے:

"اِن باتوں کا میرے دل پر اثر تھا۔ (چنانچہ) والدہ صاحبہ کی وفات کے بعد میں والد

صاحب کے ساتھ پنجاب گیا۔ کچھ ٹریکٹ مسیح موعود کے ملے ،ان کو بغور پڑھا۔کئی بار پنجاب جانے کا موقعہ ملا لیکن بیعت کرنی میسر نہ ہوتی تھی۔البتہ (آپؑ کے ساتھ) خط وکتابت کا سلسلہ جاری تھا۔والد صاحب کو میں کہتا تھا کہ مجھے قادیان لے چلو مگر وہ ٹال دیتے تھے۔(تاہم) ۱۳۱۳ھ کو میں نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں بیعت کے لئے خط لکھ دیا۔پھر والد صاحب کی وفات کے بعد ۱۹۰۸ء میں خاکسار لاہور پہنچا۔وہاں معلوم ہوا کہ حضورؑ خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان پر تشریف فرما ہیں۔میں وہاں گیا ۔جب ایک کھڑکی جس میں شیشہ نہ تھا، میں سے میری نظر چہرہ مبارک پر پڑی تو مجھے یقین ہو گیا کہ حضور سچے ہیں ۔اُسکے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بیعت کرنے والے آگے آجائیں ،تو میں اور دیگر دو آدمیوں نے حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور حضور نے دُعا فرمائی۔اس موقعہ پر کئی معزز صحابی موجود تھے"

(تاریخ احمدیت ،جموں وکشمیر ،ص:۶۸-۷۰

بحوالہ رسالہ مشکوٰۃ ،قادیان۔ماہ اپریل ۲۰۰۴ء)

☆

## خاندانی تعارف حضرت سید سیف اللہ صاحبؓ

آپ خاندانی طور پر پیرومرشد تھے ۔آپکے خاندان کا سلسلہ پینتالیسویں پشت میں حضرت علیؓ سے جا کر ملتا ہے۔برصغیر ہندو پاکستان کے ہزاروں لوگ آپکے گوشوارہ ٔمریدی میں منسلک تھے۔مگر باوجود خود پیر ہونے کے اللہ تعالیٰ نے آپکو امام وقت کی پہچان عطا فرمائی اور آپ زمرۂ صحابۂ مسیح موعودؑ میں شمار ہوئے۔آپکی وفات ۱۹۵۷ء میں ہوئی۔آپکی اولاد میں سید یوسف شاہ صاحب ،سید محمد شاہ صاحب ،سید عبدالسلام صاحب اور دو لڑکیاں تھیں۔مکرم ڈاکٹر سید بشارت احمد صاحب ریجنل امیر کولون (جرمنی) آپکے لائق صد افتخار پوتے ہیں ،جنہوں نے ۱۹۸۹ء میں ہریانہ ایگریکلچرل یونیورسٹی سے M.V.Sc. کی ڈگری حاصل کی اور اس میں فرسٹ پوزیشن لی۔اس پر آپکو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی جاری کردہ تعلیمی سکیم کے تحت جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر گولڈ میڈل دیا گیا۔آپ مزید تعلیم کیلئے جرمنی تشریف لے آئے اور یہاں سے ویٹرنری میڈیسن میں پی۔ایچ ،ڈی کی ڈگری حاصل کی۔آپ آٹھ سے زیادہ بین الاقوامی سائنسی تنظیموں کے ممبر بھی ہیں۔اسکے علاوہ آپکو اپنے تحقیقی مقالہ جات اور سائنسی تحقیقی کاوشوں کے اعتراف میں حکومت ہند کی طرف سے بھی ایوارڈ مل چکا ہے ۔یہ تقریب ۲۷ فروری ۲۰۰۴ کو شہر بریلی میں منعقد ہوئی اور اسمیں ہندوستان کی دس یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر اور میڈیا کے نمائندے موجود تھے۔(بحوالہ ماہنامہ مشکوٰۃ ،قادیان ،ماہ اپریل ۲۰۰۴ء)

﴿ ۷ ﴾

## ”یہ میرا مسیح موعود ہے“

# مکرم مولانا مولوی نذیر احمد صاحب مبشر کی رؤیا

مکرم مولانا نذیر احمد صاحب مبشر، فاضل، کو ایک لمبا عرصہ مغربی افریقہ کے ملک غانا (سابق گولڈ کوسٹ) میں اعلاء کلمۃ اللہ کی توفیق ملی۔ آپ فرماتے ہیں:

”ایک رات جبکہ میں سالٹ پانڈ (ملک غانا کا ساحلی شہر اور اہم بندرگاہ جہاں سب سے پہلے جماعت کا مرکزی مشن قائم ہوا) کے احمدیہ مشن ہاؤس میں سویا ہوا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ

’گویا یوم محشر بپا ہے۔ لوگ ایک بڑے وسیع و عریض میدان میں گیلریوں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے چہرے چمک رہے ہیں اور حضرت سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میدان میں مغرب کی طرف چہرۂ مبارک کئے ہوئے تقریر فرما رہے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نہایت ادب سے کھڑے ہیں اور یہ خاکسار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیچھے چند قدم کے فاصلہ پر کھڑا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑے پُر جلال انداز میں تقریر فرما رہے ہیں اور پھر تقریر کے دوران ہی حضورؐ نے پیچھے مُڑ کر دیکھا اور اپنے دائیں ہاتھ کی انگلی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے بڑے جوش سے فرمایا:

’یہ میرا مسیح موعود ہے‘ ، ’یہ میرا مسیح موعود ہے‘

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی“

(”روح پرور یادیں“، ص: ۸۳)

........☆........

تعارف: مولانا نذیر احمد صاحب مبشر کا شمار سلسلہ احمدیہ کے ان ابتدائی مبلغین میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی ساری زندگی نہایت سادگی اور اخلاص کیساتھ خدمت سلسلہ میں بسر کی۔ آپ تقویٰ اور طہارت میں ایک بلند مقام رکھتے تھے۔ نیز صاحب رؤیا اور کشوف تھے۔ آپ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۶۱ء تک تین مختلف وقتوں میں غانا (سابق گولڈ کوسٹ) میں تشریف لے گئے اور نہایت کامیابی کیساتھ فریضۂ تبلیغ ادا کیا۔ مرکز سلسلہ میں آپ ایک لمبا عرصہ ناظم دار القضاء رہے۔

﴿۸﴾

## ’’تم اس طرف کیوں نہیں جاتے جدھر دو جہاں کا بادشاہ جا رہا ہے‘‘

# مکرم عبد المجید خالد صاحب، ربوہ، کا قبول احمدیت

اب ایک ایسے نوجوان کے قبول احمدیت بذریعہ زیارت رسولؐ کا حال بیان کیا جاتا ہے جو اپنی کم سنی یا لاعلمی کے باعث یہ بھی نہ جانتا تھا کہ روضہ رسول مقبول ﷺ مکہ مکرمہ میں ہے یا مدینہ منورہ میں۔ لیکن چونکہ وہ سچے دل سے حق کا متلاشی تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے رسول کی زیارت کرائی جو اس کی ہدایت کا موجب بن گئی۔ یہ خوش نصیب دوست، جن کا نام مکرم عبد المجید خالد ہے، احمدیت قبول کرنے کے بعد بنک کی ملازمت کے سلسلے میں ربوہ میں ہی آ گئے تھے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

’’ابھی میں احمدی نہیں ہوا تھا، تاہم احمدیت کا مطالعہ کر رہا تھا اور بعض احمدی بزرگوں کی نصیحت کے مطابق دعا بھی کر رہا تھا کہ: ’اے اللہ، اگر احمدیت سچی ہے، تو مجھے قبول کرنیکی توفیق عطا فرما اور اگر جھوٹی ہے تو اپنے فضل سے مجھے بچا‘ کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا (یہ اس زمانہ کی بات ہے جب تقسیم ہند ہونے والی تھی) کہ

’میں اپنے گاؤں ’ترگڑی‘، ضلع گوجرانوالہ، میں ہوں۔ عیدگاہ (جو احمدیوں اور غیر احمدیوں کی مشترکہ تھی) کے مغربی کنارے پر شمالاً جنوباً ایک کھال (نہری پانی کیلئے چھوٹی نالی) دیکھتا ہوں جس کیساتھ شاہِ دوجہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شمال سے جنوب کی طرف جا رہے ہیں۔ میرے ساتھ کچھ اور ساتھی بھی ہیں اور میں ان سے کہتا ہوں کہ جدھر دو جہان کا بادشاہ جا رہا ہے، اس طرف کیوں نہیں جاتے۔ یہ کہہ کر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہو لیا مگر میرے دوسرے ساتھی دوسری طرف چلے گئے۔ میں نے دیکھا کہ میرا اور آپ ﷺ کا فاصلہ ایک گز سے بھی کم تھا۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ آپ عربی میں کوئی دعا پڑھ رہے ہیں۔ وہ دعا میں نے بھی پڑھنی شروع کر دی۔ اسکے بعد خواب کا نظارہ بدلا تو میں اپنے آپ کو مکہ مکرمہ میں سمجھتا ہوں اور روضۂ رسول کی طرف جاتا ہوں (اُس وقت میں

اپنی کم سنی کے باعث یہ بھی نہ جانتا تھا کہ روضۂ رسول مکہ میں ہے یا مدینہ میں) وہاں مجھے ایک بزرگ بڑی سی پگڑی پہنے ہوئے نظر آتے ہیں، جو مکہ مکرمہ کی طرف سے نکل کر روضہ کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور مجھے فرماتے ہیں کہ اسلام کو آج مالی قربانی کی ضرورت ہے۔ اس پر میں کچھ نقدی نکال کر انہیں دیتا ہوں اور وہ مجھے اس کے عوض چند رتیاں (سنار کے سونا تولنے کا سب سے چھوٹا وزن) دیتے ہیں' "

آگے فرماتے ہیں:

"جب میں احمدی ہو گیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر دیکھنے سے پتہ چلا کہ وہ بزرگ جو مجھے روضہ رُسول کے ساتھ بیٹھے ہوئے نظر آئے تھے، وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے"

(مکتوب نمبر 85 مورخہ 1978).

........☆........

تعارف : مکرم عبدالمجید خالد صاحب اپنی ملازمت کے سلسلے میں ربوہ میں ہی تھے (آپ نیشنل بنک آف پاکستان کی ربوہ برانچ میں بنک آفیسر تھے) جب خاکسار کا اخبار الفضل میں یہ اعلان شائع ہوا تھا کہ جس دوست کو سچی خواب آئی ہو، وہ مجھے لکھ بھیجیں، تو انہوں نے اپنی مذکورہ بالا خواب اور اس کے علاوہ بعض اَور خوابیں بھی تحریر فرمائیں۔ آپکے پیشہ ورانہ امتحان کے سلسلے میں پہنچنے والی نصرت الٰہی کا ایمان افروز واقعہ اسی کتاب "درویشان احمدیت" کی جلد چہارم بعنوان "نصرت الٰہیہ" میں بیان کیا جا چکا ہے۔

☆ ☆ ☆

## زیارت رسول ﷺ کے بارے میں
## ایک ضروری نوٹ

اس موقع پر خاکسار راقم الحروف ناظرین کے علم میں ایک ضروری امر لانا مناسب سمجھتا ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت محمد ﷺ کی زیارت کا نصیب ہونا ایک اعلیٰ درجہ کا روحانی تجربہ ہے جو ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک نعمت ہے جو بعض شرائط کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے نتیجے میں حاصل ہوتی اور انسان کی باطنی پاکیزگی اور طہارت پر دلالت کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے سلسلۂ بیعت میں داخل ہونے کی برکت سے اکثر خوش نصیب احمدی افراد کو یہ نعمت حاصل ہے۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ ایک بار آپ کے بعض رفقاء کا علماء اہل اسلام کے ساتھ مناظرہ تھا۔ وہاں ایک درجن سے زیادہ چوٹی کے مخالف علماء بیٹھے ہوئے تھے، جن میں مولوی ثناء اللہ امرتسری اشد المخالفین بھی تھے۔ جب وہ تمام علماء، حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے خلاف اپنا اپنا غبار نکال چکے تو ایک احمدی مناظر، حضرت مولوی عبدالواحد خان صاحبؓ، کھڑے ہوئے اور لمبے چوڑے دلائل دینے کی بجائے آپ نے فرمایا کہ دیکھو! ' آنحضرت ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہونا تمام اہل اسلام کے نزدیک ایک ایسا مرتبہ ہے جو زیارت کرنے والے کے روحانی مقام کو ظاہر کرتا ہے اور ہم جو احمدی اِس وقت آپکے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، ہم میں سے ہر ایک کہہ سکتا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ کی بیعت کے نتیجے میں اسے آنحضرتؐ کی زیارت نصیب ہوئی ہے اور یہ کہ ہم یہ مؤکد بعذاب قسم کھا کر بیان کرنے کو تیار ہیں۔ خود اپنے بارے میں فرمایا کہ میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ:

> حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صادق ماننے اور آپکی غلامی میں داخل ہونیکی برکت سے (مجھے) حضرت نبی کریم ﷺ کی تین مرتبہ زیارت ہوئی ہے۔

یہ کہہ کر فرمایا: کیا آپ لوگ جو بارہ تیرہ مولانا صاحبان سٹیج پر بیٹھے ہیں، نیز مولانا ثناء اللہ صاحب بھی ہیں جو صحیح اسلام کے دعویدار اپنے آپکو خیال کرتے ہیں، اپنے بال بچوں کی مؤکد بعذاب قسم کھا کر بیان کر سکتے ہیں کہ آپکو بھی حضور ﷺ کی زیارت ہوئی اور یہ کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہو کہ میرزا صاحب کا دعویٰ غلط ہے، مگر قسم مؤکد بعذاب ہوگی؟

فرماتے ہیں کہ بس میرا یہ کہنا تھا کہ سٹیج پر اوس پڑگئی“

اسی طرح حضرت الحاج مولانا حکیم نورالدین صاحب ؓ جنہیں حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کا پہلا جانشین اور خلیفہ ہونے کا فخر حاصل ہوا، اور جن کا علمی اور روحانی مرتبہ بڑے بڑے غیر احمدی علماء اور اکابرین کے نزدیک بھی مسلّم تھا، ان کے بارے میں بھی آتا ہے کہ ایک بار ایک غیر احمدی معزز، نواب خان صاحب تحصیلدار، نے آپ سے پوچھا کہ مولانا! آپ تو پہلے ہی باکمال بزرگ تھے، آپکو حضرت مرزا صاحب کی بیعت سے زیادہ فائدہ کیا ہوا۔ تو آپنے فرمایا، ’نواب خان، مجھے حضرت مرزا صاحب کی بیعت سے فوائد تو بہت حاصل ہوئے ہے لیکن ایک فائدہ ان میں سے یہ ہوا ہے کہ پہلے مجھے حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت بذریعہ خواب ہوتی تھی، اب بیداری میں بھی ہوتی ہے‘

(بروایت حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی ؓ
بحوالہ حیات نور صفحہ ۱۶۴)

☆ ☆ ☆

۹

"عبدالرحمٰن آ جا"

# حضرت منشی عبدالرحمٰن کپورتھلویؓ کی بیعت

اب استخارہ کے ذریعے صداقت احمدیت کے بارے میں آسمانی رہنمائی طلب کرنے کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ یہ واقعہ حضرت منشی عبدالرحمٰن صاحب کپورتھلویؓ کا ہے۔ آپ کپورتھلہ کے ابتدائی احمدیوں اور اوّلین بیعت کنندگان میں سے تھے۔ آپ کا شمار اُن ۳۱۳ صحابہ میں ہوتا ہے جن کو ۱۸۸۹ء میں سب سے پہلے حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے سلسلہ میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ کپورتھلہ میں حضرت بانیٔ سلسلہؑ کا نام "براہین احمدیہ" کے زمانے میں ہی یعنی سلسلۂ بیعت شروع ہونے سے بہت پہلے پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ جب آپ نے اللہ تعالیٰ سے حکم پا کر بیعت لینے کا اعلان فرمایا تو آپ کے عقیدت مند اور دوست اس غرض کیلئے لدھیانہ پہنچنے لگے۔ اس تاریخی موقع پر حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر[۱] اپنے والد محترم (حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ)، نیز حضرت منشی عبدالرحمٰن صاحبؓ اور کپورتھلہ کے بعض دیگر دوستوں کے بیعت کرنے کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

"منشی عبدالرحمٰن صاحب، والد صاحب کے ابتدائی ساتھیوں میں سے تھے۔ ان کا شمار 313 (صحابہ) میں ہے۔ نہایت عبادت گذار ولی اللہ تھے۔ جب لدھیانہ میں حضرت صاحب نے بیعت لینے کا اعلان فرمایا تو والد صاحب نے منشی عبدالرحمٰن صاحب سے لدھیانہ چلنے کو کہا۔ منشی صاحب نے فرمایا کہ میں استخارہ کرلوں۔ والد صاحب نے کہا، تو تم استخارہ کرو، ہم تو جاتے ہیں۔ منشی روڑا صاحب، محمد خان صاحب اور والد صاحب یکے بعد دیگرے لدھیانہ کو روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر پہلے منشی روڑا صاحب نے بیعت کی۔ بعد میں والد صاحب کے بیعت کرتے وقت حضرت صاحب نے دریافت فرمایا:

---

[۱] حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر، امیر ضلع فیصل آباد، ایک کامیاب اور ہر دلعزیز وکیل ہونے کے علاوہ سلسلہ میں ایک بلند مقام رکھتے تھے۔ آپ کی علمی خدمات میں آپکی وہ محققانہ کاوش قابل ذکر ہے جس میں آپ نے دنیا کی چوالیس زبانوں کے بارے میں مدلل طریق پر ثابت کیا ہے کہ وہ عربی زبان سے نکلی ہیں۔

آپ کے رفیق کہاں ہیں؟۔ یہ 'رفیق' کا لفظ بقول والد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر استعمال فرمایا کرتے تھے۔ والد صاحب نے عرض کی کہ منشی روڑا صاحب نے تو بیعت کرلی ہے اور محمد خان صاحب غسل کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں میں نہا کر بیعت کروں گا۔ چنانچہ بعد میں محمد خان صاحب نے بیعت کی''

یہاں سوانح نگار استخارہ کرنے والے دوست کو استخارہ کے جواب میں ملنے والی آسمانی خبر کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

''منشی عبدالرحمن صاحبؓ کو استخارہ کرنے پر آواز آئی: 'عبدالرحمن آجا' ''

اس واقعہ بیعت پر راوی ( حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر ) کا اپنا عارفانہ تبصرہ بھی اس لائق ہے کہ اسے یہاں درج کردیا جائے۔ آپ فرماتے ہیں۔

'' دیکھیئے، یہ اپنا اپنا رنگِ اخلاص ہے۔ ایک وہ تھے جو فوراً چل پڑے۔ ایک نے انتہائی ادب کے پیش نظر غسل کر کے بیعت کرنا چاہی۔ ایک نے استخارہ کو مقدم سمجھا۔ ہر ایک کا اخلاص اپنے ذوق کے مطابق ظاہر ہے اور کسی کو کسی پر ترجیح دینا مشکل۔ یہ اسی قسم کا اختلاف ہے، جو برکت کا موجب ہوتا ہے اور جس پر کوئی نکتہ چینی نہیں ہوسکتی:

ع

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینتِ چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے''

(روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ،

بحوالہ اصحاب احمد جلد چہارم)

☆ ☆ ☆

﴿۱۰﴾

"حضرت مرزا صاحب جی!"

## حضرت میر مہدی حسن صاحبؓ کا قبول احمدیت

استخارہ کے نتیجے میں آسمانی نصرت کا مورد بننے کا ایک اور واقعہ حضرت میر مہدی حسن صاحبؓ، نے اپنے بارے میں بیان فرمایا ہے۔ آپ حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے حلقۂ بیعت میں شامل ہونے سے قبل شیعہ مسلک رکھتے تھے اور اسی وجہ سے بیعت وغیرہ سے اپنے تئیں مستثنیٰ سمجھتے تھے۔ انہیں پہلی بار ۱۸۸۶ء میں آپؑ کی تصنیف لطیف "سرمہ چشم آریہ" پڑھنے سے آپؑ کے بارے میں علم ہوا، مگر وہ بھی صرف اس قدر کہ پنجاب میں کوئی مولوی ہے جو اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ دینا چاہتا ہے۔ جب ۱۸۹۰-۹۱ء میں حضرت نے حضرت مسیح ناصریؑ کے وفات یافتہ ہونے اور اپنے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا تو انہیں بھی خاص توجہ پیدا ہوئی اور اپنے طور پر تحقیق کر کے اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر جانے کا قصہ غلط ہے۔ تاہم حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے دعویٰ اور عقائد کے بارے میں ابھی آپ کو اشراح صدر نہ تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"میں نے حضرت صاحب کو خط لکھا اور عرض کیا کہ اپنے عقائد کی فہرست بھیج دی جائے۔ اگر اس میں شرک کی ملونی نہ ہوئی تو مان لوں گا۔ اسکے جواب میں حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ کا لکھا ہوا خط پہنچا کہ ہمارے عقائد ہماری کتابوں میں لکھے ہیں، کتابیں جلد بھیجی جائیں گی، صبر سے انتظار کرو اور بہت پڑھا کرو۔ مجھے اس ہدایت سے کمال خوشی ہوئی اور نور احمد صاحب جالندھری نے کتابیں مہیا کر دیں۔ میں نے کتابیں پڑھ کر جو نتیجہ نکالا، وہ یہی تھا کہ دُنیا میں بہت لوگ اعلیٰ اعلیٰ مضامین نویس ہوتے ہیں، خُدا جانے یہ کہاں تک درست ہے"

آگے فرماتے ہیں:

"اس کے بعد "فیصلہ آسمانی" (حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی ایک اور تصنیف۔ ناقل) میں حضرت صاحب کا ایک استخارہ نکلا کہ اگر کوئی شخص میری ان تین کتابوں کو پڑھ کر مطمئن نہ ہو تو وہ اس طرح سے استخارہ کرے۔ چنانچہ میں نے استخارہ کا مصمم ارادہ کر لیا اور

رخصت کا منتظر رہا اور ۱۳۱۱ھ کا رمضان شریف آ گیا۔ میں نے سوچا، اب خوب موقع ہے مگر میں نے حضرت کے بتائے ہوئے استخارہ کے بغیر خود تجویز کردہ استخارہ کیا۔ پہلے ہی دن وتروں میں 'قل ھو اللہ ...... الخ' ۳۱ مرتبہ پڑھی۔ دُعا کی حالت میں مجھ پر غنودگی طاری ہوئی، میں نے دیکھا کہ صبح کا وقت ہے اور ایک ہاتھ میں سامنے ایک تختی نظر آتی ہے جس پر لکھا تھا 'حضرت مرزا صاحب جی'۔ وہ تختی میرے روبرو کسی نے گزاری۔ اس کے بعد ایک آواز آئی: 'مرزا سچا نکلے گا' اور پھر میں اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ اس کھلے نظارے کے بعد (میں نے) بیعت کا خط لکھ دیا''

(بحوالہ سیرۃ احمد مصنفہ حضرت قدرت اللہ سنوری، ص:۹۱-۹۰)

☆ ☆ ☆

﴿ ۱۱ ﴾

”سلسلہ کے ایک اجل اور عالم بے بدل کیونکر احمدی ہوئے“

# حضرت مولوی سید سرور شاہؓ کا قبول احمدیت

حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ[1] قبول احمدیت سے قبل ہی عربی کے بہت بڑے عالم اور قرآن حدیث پر اعلیٰ عبور رکھتے تھے۔ آپ کے تفوّق علمی کا آپکے ہمعصر علماء پر اس قدر رعب تھا کہ وہ اختلافی مسائل پر آپ کے سامنے آنے سے گھبراتے تھے۔

آپ کے والد سید محمد حسن شاہ صاحب حضرت حکیم مولوی نور الدین (بعدہٗ خلیفۃ المسیح الاولؓ) کے بہت گہرے دوست بلکہ آپ کے عاشق تھے۔ اگر چہ وہ احمدی نہ تھے مگر انکی آپ کو (حضرت سید سرور شاہ صاحب کو) تاکید تھی کہ جب بھی موقعہ ملے، حضرت حکیم صاحب سے ضرور ملیں۔ اس تعلق کی بنا پر آپ کو حضرت بانئ سلسلہ علیہ السلام کے دعویٰ کا بہت پہلے علم ہو چکا تھا۔ مگر حیات مسیح اور ختم نبوت جیسے مروجہ عقائد پر قائم ہونے کی وجہ سے آپ کو حضور علیہ السلام کے دعویٰ سے متعلق پورا انشراح صدر نہیں تھا۔ شروع میں چند ایک خوابیں بھی آپ کو آئیں جو حضور علیہ السلام کے دعویٰ کی صداقت پر کافی روشنی ڈالتی تھیں مگر مدرسہ نعمانیہ جہاں آپ بطور طالب علم تعلیم پا رہے تھے، کے ایک استاد کی اس کے خلاف تعبیر کرنے پر آپ شک میں مبتلا ہو گئے۔ تاہم آپ اپنی تہجد کی نمازوں میں اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں رہنمائی کی دُعائیں کرتے رہتے۔ خُدا تعالیٰ کو چونکہ اس نیک فطرت۔ صالح اور عالم باعمل انسان کو اپنے مامور کی غلامی میں لانا منظور تھا، اس لئے وہ آپ کو ایک کے بعد دوسرا جلوہ دکھاتا چلا گیا یہاں تک کہ آپ ایک فیصلہ کن نتیجہ پر پہنچ گئے۔ ذیل میں آپکو اس سلسلے میں آنے والی ابتدائی خوابوں اور آخر پر اس فیصلہ کن خواب کا حال درج کیا جارہا ہے، جس نے آپکو تمام شکوک وشبہات سے پاک و صاف کر کے آپ کے لئے خدا کے مامور کی غلامی میں آنے کا راستہ ہموار کر دیا۔

---

[۱] آپ کشمیر میں قریباً ۱۸۵۵ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے ہزارہ میں حاصل کی۔ پھر کچھ عرصہ تک پشاور میں مولوی رحمت اللہ کی شاگردی میں رہے۔ پھر لاہور میں نیلا گنبد کے قریب واقع مسجد نعمانیہ میں تحصیل علم کی۔ اس کے بعد آپ دیوبند میں چلے گئے۔ آپ ایبٹ آباد میں اپنی ملازمت میں تھے کہ آپ کو احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مزید تعارف اس مضمون کے آخر پر ملاحظہ فرمائیں۔

## پہلا نظارہ

یہ اس وقت کی خواب ہے جب آپ ابھی ایبٹ آباد میں زیر تعلیم تھے اور احمدیت کا مطالعہ کر رہے تھے۔قادیان ابھی آپ نے نہیں دیکھا تھا تاہم آپ نے خواب میں دیکھا کہ:

''آپ قادیان میں آئے ہیں اور مسجد مبارک والا چوک، مسجد مبارک اور دارالمسیح کا وہ حصہ جو مسجد سے ملحق ہے، دیکھا اور مسجد سے دارالمسیح میں جس دروازہ سے داخل ہوتے ہیں، اس میں ایک نالی دیکھی جسے نسی نالی کہتے ہیں یہ نالی دیوار کے اندر جاتی اور وہاں سے گذر کر نیچے ایک اور نالی میں گرتی نظر آئی۔ پھر مرزا گل محمد والے مکان کے صحن میں ایک چارپائی پر ایک سرخ داڑھی والا ننگے سر شخص بیٹھا دیکھا۔ چارپائی کے پائے کے ساتھ ایک کتا بندھا تھا اور بسراواں کے قریب ایک چھوٹا سا منارہ اور ریلوے اسٹیشن قادیان اس کی موجودہ جگہ پر دیکھا'' [ا]

.......☆.......

[ا] یہ عجیب بات ہے کہ قادیان کے بارے میں آپ کی یہ خواب اُس وقت حرف بحرف پوری ہوئی جب آپ پہلی بار قادیان آئے۔آپ نے مسجد مبارک اور مسجد والا چوک بالکل اسی شکل میں دیکھا جیسا آپ کو خواب میں نظر آیا تھا۔ چوک کے مغربی جانب صحن میں آپ نے جو سرخ داڑھی والا ننگے سر بیٹھا ہوا آدمی دیکھا تھا، وہ مرزا امام الدین صاحب تھے اور اس وقت ان کی چارپائی کے ساتھ انکا کتا بھی بندھا ہوا تھا۔ پھر مسجد میں داخل ہو کر آپ نے وہ نالی بھی دیکھنے کی کوشش کی جو آپ کو خواب میں نظر آئی تھی۔ پہلے تو آپ کو کوئی نالی دکھائی نہ دی کیونکہ اوپر ایک تختہ بچھا ہوا تھا لیکن جب آپ تختے کے اگلے سرے پر پہنچے تو وہ نالی نظر آنے لگ گئی اور یہ بھی کہ وہ دیوار میں داخل ہو کر نیچے گلی والی نالی میں گر رہی ہے۔ اسی طرح موضع بسراواں کے قریب ایک چھوٹا سا شکستہ منارہ بھی موجود تھا، مگر سٹیشن نہیں تھا۔ تاہم یہ عجیب خدا کی قدرت ہے کہ جب ۱۹۲۸ء میں قادیان ریل آئی تو ریلوے سٹیشن عین اسی جگہ تعمیر ہوا جہاں آپ کئی سال قبل اسے خواب میں دیکھ چکے تھے۔

## دوسرا نظارہ

دوسرا نظارہ آپ نے اس وقت دیکھا جب آپ سہارنپور میں بسلسلہ تعلیم مقیم تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا:

''میں گاؤں کی مسجد کی طرف آ رہا ہوں۔ راستہ میں والد صاحب اور بہت سے اَور آدمی مسجد کی طرف سے آتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کہاں گئے تھے، یہ نماز کا وقت تو ہے نہیں۔ وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ایک بزرگ آئے تھے، انہیں رخصت کر کے واپس آ رہے ہیں۔ یہ کہہ کہ وہ سب آگے چلے گئے۔ مجھے خیال آیا کہ میں بھی اس بزرگ سے ملوں چنانچہ جس طرف وہ بزرگ گئے تھے، میں بھی اس طرف چل پڑا۔ کچھ فاصلے پر جا کر دیکھا کہ ایک آدمی آگے جا رہا ہے اور کوئی ساٹھ کے قریب آدمی اس کے پیچھے ہیں اور وہ گھوڑے کی رفتار سے بھی زیادہ تیز ہیں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میں کس طرح ان تک پہنچ سکوں گا، میں تو آہستہ چلتا ہوں، اتنا تیز چل نہیں سکتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ انکی تیزی اور میری آہستگی کے باوجود درمیانی مسافت کم ہوتی چلی جا رہی ہے ........ چھ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ پانی کا چشمہ اور اس کے پاس ایک بڑی سی چٹان ہے۔ وہاں میں ان سے جا ملا ہوں''

آگے آپ اور اس بزرگ کے مابین خواب کے اندر ہی جو گفتگو ہوئی، وہ یہ تھی:

''میرے پہنچتے ہی باقی آدمی راستہ میں کھڑے ہو گئے۔ اس بزرگ نے اور ساتھ ہی مَیں نے چشمہ سے وضو کیا اور اس بزرگ کی اقتداء میں دو نفل پڑھے۔ پھر میں اس بزرگ سے دریافت کرتا ہوں کہ حضرت، میں مختلف صوفیوں کے پاس گیا ہوں مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اس پر بزرگ نے پہلے دُعا کی اور پھر کہا کہ تم درود بہت پڑھا کرو، اس سے تمہیں فائدہ ہوگا۔ میں نے عرض کی کہ جن صوفیوں کے پاس میں جاتا ہوں، وہ بھی مجھے کچھ بتاتے رہے ہیں۔ جب ان پر لمبا عرصہ گذرنے تک عمل کرنے سے فائدہ نہیں ہوتا تھا تو میں اسے چھوڑ دیتا تھا، یا یوں کہنا چاہئے کہ وہ خود ہی مجھ سے چھوٹ جاتے تھے۔ اس پر اس بزرگ نے کہا، تم رات کو سوتے وقت درود پڑھتے سو جایا کرو۔ پھر تم

سے یہ نہیں چھوٹے گا“

خواب کے اگلے حصہ میں آپ نے جو نظارہ دیکھا، اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

”اب وہ بزرگ تو وہاں ہی بیٹھے رہے اور میں نے جیب سے کاغذ نکالا اور ان لوگوں سے کہا کہ شائد مجھے پھر اس بزرگ کے پاس آنے کی ضرورت پیش آئے، اس لئے ان کا نام و پتہ لکھوا دیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو صرف حضرت صاحب کہا کرتے ہیں اور نام نہیں لیتے، آپ نے نام پوچھنا ہے تو ان سے پوچھو۔ چنانچہ میں پھر اس بزرگ کے پاس آیا اور عرض کی کہ میں نے آپ کے ساتھیوں سے آپ کا نام و پتہ دریافت کیا تا کہ پھر آنے کی ضرورت ہو تو آسکوں، لیکن انہوں نے کہا ہے کہ ہم تو ادب کی وجہ سے حضرت صاحب کہتے ہیں، آپ نے ان کا نام پوچھنا ہے تو ان سے جا کر خود پوچھ لیں۔ چنانچہ میرے دریافت کرنے پر وہ بزرگ مسکراتے ہوئے کہتے ہیں کہ تم اس کاغذ پر جس قدر لکیریں ڈال سکتے ہو، ڈال لو اور پڑھو۔ وہ میرا نام ہے۔ میں نے خیال کیا کہ اس سے تو اُن کی کرامت بھی ظاہر ہو جائیگی۔ چنانچہ کاغذ کو نظر سے اوجھل کر کے میں نے اس پر بے تحاشا لکیریں ڈالنی شروع کیں۔ اور اس قدر ڈالیں کہ مجھے خیال ہوا کہ اب کوئی جگہ باقی نہیں رہی ہوگی۔ اب اس بزرگ کے کہنے پر جب میں نے پڑھا تو دو اُنگل موٹی قلم کے ساتھ سنہری روشنائی سے نہایت عمدہ فارسی خط کے ساتھ 'غلام احمد' لکھا ہوا تھا“

آپ فرماتے ہیں:

”اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ لیکن صبح ہونے پر مجھے شک پیدا ہوا کہ خواب میں نام غلام احمد تھا یا غلام محمد۔ اور زیادہ طبیعت اسی طرف مائل ہوئی کہ غلام محمد تھا۔ اس پر میں نے تحقیق شروع کی کہ کوئی غلام محمد نام بزرگ مشہور ہے۔ لیکن ہندوستان میں معلوم نہ ہوا، تو حاجیوں کے ذریعہ میں نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی نسبت تحقیق کروائی لیکن معلوم نہ ہوا۔ صرف ایک صوفی نے اتنا بتایا کہ مکھڈ میں غلام محمد نام ایک بزرگ تو تھے لیکن اب وہ بھی فوت ہو چکے ہیں“

## تیسرا نظارہ

مذکورہ بالا خواب کے چند ماہ بعد آپ نے ایک اور خواب دیکھی جس میں آپ کو واضح طور پر بتایا گیا کہ اس سے پہلے جس بزرگ کے نام کے بارے میں اشتباہ پیدا ہو گیا تھا، اس کا اصل نام کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں

''میں نے اپنے بڑے بھائی سید محمد صادق کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ویسی ہی پنسل اور کاغذ ہے کہ جیسی پہلی خواب میں میرے پاس تھی۔ اور ملتے ہی کہتے ہیں کہ میں نے جفر رمل میں اس قدر کمال پیدا کیا ہے کہ جو تم نے خواب میں کوئی بزرگ دیکھا تھا اور اس کے نام میں تمہیں اشتباہ پیدا ہو گیا ہے، میں اس علم کے ذریعہ سے بتا سکتا ہوں کہ ان دونوں میں سے کونسا نام ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کاغذ پر پنسل سے تین سطریں نقطوں میں ڈالیں۔ پہلی گیارہ نقطوں کی، تیسری بھی قریباً اتنی ہی اور درمیانی کوئی پندرہ نقطوں کی اور اس کے نیچے اسی قلم اور اسی سیاہی کے ساتھ اسی خط میں 'غلام احمد' نام لکھا گیا۔ اس پر بھائی صاحب کہتے ہیں کہ تمہیں غلطی لگی ہے۔ وہ نام 'غلام احمد' ہے، 'غلام محمد' نہیں''

## چوتھا نظارہ

کچھ عرصہ بعد آپ کو ایک اور نظارہ دکھلایا گیا، جس نے آپ کو حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی شخصیت کے بارے میں ہر شک وشبہ سے پاک کر دیا۔ آپ فرماتے ہیں، میں نے دیکھا کہ

''میں مسجد کے برآمدہ میں قبلہ رُو بیٹھا قرآن مجید پڑھ رہا ہوں۔ اس اثناء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ہیں اور میرے پاس آ کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام بات کرنے کیلئے تلاوت ختم ہونے کا انتظار فرما رہے ہیں۔ اس پر میرے دل میں کبھی خیال آتا ہے کہ ایک آدمی کے واسطے میں قرآن مجید کی تلاوت کیوں بند کر دوں۔ پھر خیال آتا ہے کہ یہ امر شرافت سے بعید ہے

کہ ایک شریف آدمی انتظار میں کھڑا ہو اور میں اس کی پرواہ نہ کروں اور تلاوت میں مشغول رہوں۔ اور یہی خیال غالب آیا۔ چنانچہ قرآن مجید بند کر کے میں کھڑا ہو گیا۔ میرے سلام کرنے سے قبل حضور نے السلام علیکم کہا۔ جواب میں مَیں نے وعلیکم السلام کہا اور حضور نے ہاتھ آگے بڑھایا اور میں نے مصافحہ کیا۔ حضور نے ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا کہ اب تو وقت نزدیک آ گیا ہے، اب تو تم میری مخالفت چھوڑ دو۔ یہ سن کر میری طبیعت میں تردّد پیدا ہوا کہ اگر میں کہتا ہوں کہ میں خلاف نہیں کرتا تو یہ جھوٹ ہوگا۔ اور اگر کہتا ہوں کہ خلاف کرتا ہوں تو یہ شرافت کے خلاف ہے کہ ایک معزز شخص کے منہ پر ہی ایسی بات کہوں۔ معاً خیال آیا کہ گذشتہ کو جانے دو اور یہ جواب دو کہ آئندہ خلاف نہیں کرونگا۔ چنانچہ میں نے یہی جواب دیا"

یہ وہ فیصلہ کن خواب تھی جس نے آپکو حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام کی غلامی میں آنے پر مجبور کر دیا چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"اس خواب کی ملاقات کا مجھ پر یہ اثر ہوا کہ وہی باتیں جن میں پہلے میرا خیال مخالف طرف جایا کرتا تھا، اب ان پر سوچنے اور غور کرنے سے ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی پکڑ کر مجھے حضور کی باتوں کی طرف لے جا رہا ہے اور وہ باتیں خود ہی صاف ہوتی جاتی ہیں۔ اس کے بعد میں نے قرآن مجید والے شاگردوں کو کہا کہ آجکل وفات وحیات مسیح اور مردوں کے دوبارہ زندہ ہو کر واپس آ جانے پر بحثیں ہو رہی ہیں۔ قرآن مجید پڑھتے ہوئے ہمیں ان مسائل کے متعلق پوری تحقیق کر لینی چاہئے۔ چنانچہ یہ اہتمام کیا گیا کہ ان تمام مسائل کی جن میں مولوی لوگ حضور سے مخالف طرف اختیار کرتے تھے، تحقیق کرنی شروع کر دی۔ اتفاق سے ان دنوں وفات مسیح کے متعلق آیات زیر درس تھیں۔ اس طرح یہ سلسلہ خصوصیت سے زیر توجہ آ گیا اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے چند دنوں میں ہی شاگردوں کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ ان مسائل میں جو کچھ حضور علیہ السلام بیان کرتے ہیں وہ درست ہے"

یوں انشراح صدر ہو جانے پر اب آپکے لئے یہ سوال پیدا ہوا کہ آیا آپ فوراً اپنے احمدی ہونے کا

اعلان کردیں یا اپنے ہم عصر علماء کے ساتھ اختلافی مسائل پر گفتگو جاری رکھیں اور انہیں بھی قائل کرنے کی کوشش کریں۔ بعض احمدی اصحاب نے آپ کو قدرے توقف کرنے کا مشورہ دیا مگر آپکو اس معاملے میں تاخیر بالکل پسند نہ تھی۔ پھر بھی آپ نے حضرت بانیٔ سلسلہؑ سے اس بارے میں استصواب کرنا ضروری سمجھا۔ اس کا جواب آپ کو اُس وقت موصول ہوا جب آپ ایک دن ظہر کی نماز پڑھ کر فارغ ہی ہوئے تھے۔ حضور کا فرمان یہ تھا کہ:

**"احمدی احباب کا مذکورہ مشورہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اپنے نفس کا حق اپنے اوپر دوسروں سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے اپنی اصلاح دوسروں کی اصلاح سے مقدم ہوتی ہے۔ پس آپ فوراً بیعت کا اعلان کردیں"**

چنانچہ آپ نے حضور کا یہ ارشاد پاتے ہی بلاتوقف اپنی بیعت کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان بیعت کی دلچسپ روئداد آپ کے سوانح نگار نے یوں بیان کی ہے:

"ظہر کی نماز پڑھ کر آپ حنفی طریق پر ہاتھ اٹھا کر دُعا: **اللّٰھُمّ انت السلام**..... الخ پڑھ رہے تھے کہ کسی نے حضور کا مذکورہ خط آپ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ پہلا لفظ یہ تھا کہ آپ فوراً بیعت کا اعلان کر دیں۔ آپ نے اتنا پڑھ کر اگلا حصہ پڑھے بغیر کھڑے ہو کر یہ اعلان کر دیا کہ میری بیعت کی قبولیت کا خط قادیان سے آ گیا ہے اور آج سے میں احمدی ہو گیا ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ تم لوگوں نے میری امامت میں جتنی نمازیں پڑھی ہیں، ان میں سے زیادہ قابلِ قدر اور لائق قبولیت وہ ہیں جو میرے احمدی ہونے کے بعد آپ نے میرے پیچھے پڑھی ہیں، لیکن اگر تعصب کی وجہ سے کسی کو نماز دہرانے کا شوق ہو تو وہ اپنی نماز دہرا سکتا ہے"

سوانح نگار آگے بیان فرماتے ہیں:

"آپ کے یوں اعلانِ بیعت کرنے پر نہ صرف علاقہ کے علماء کے اندر ایک شور پڑ گیا بلکہ جس انجمن کے آپ ملازم تھے، اس کی طرف سے بھی آپکو ملازمت سے برخاست کئے جانے کی کارروائیاں ہونے لگیں۔ آپ کو اس کا پہلے ہی اندازہ تھا لہٰذا آپ ذہنی طور پر اس کے لئے آمادہ تھے۔ دراصل آپ نے حضرت مسیح پاک سے اپنی بیعت کے

سلسلے میں استصواب کیساتھ یہ بھی دریافت کرلیا تھا کہ میرے احمدی ہوجانے پر انجمن متعلقہ مجھے ملازمت سے بہر حال فارغ کردے گی، کیا بہتر نہیں کہ میں پہلے ہی استعفیٰ دیدوں۔اس کے جواب میں حضور نے آپ کو یہ لکھا کہ استعفیٰ کے متعلق خیال صحیح نہیں۔ شریعت کا حکم ہے: الاقامة فی ما اقام الله اور اگر کوئی اس کے خلاف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے گذارہ کو خود چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی کہتا ہے کہ اب تم خود اپنے لئے کچھ کرو۔اور انسان ابتلاء میں پڑ جاتا ہے لیکن اگر خدا خود چھڑا دیتا ہے تو پھر وہ خود کفیل ہوتا اور اس کے لئے کوئی صورت نکال دیتا ہے۔پس آپ استعفیٰ مت دیں اور جب وہ نکال دیں گے تو اللہ تعالیٰ کوئی اور انتظام کردے گا''

اس ارشاد کی تعمیل میں آپ نے اپنے اعلان بیعت سے قبل استعفیٰ نہ دیا مگر خُدا تعالیٰ نے آپکے حق میں اپنے مامور کے الفاظ کس معجزانہ رنگ میں پورے فرمائے ،ایک اَور ایمان افروز داستان ہے۔جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایبٹ آباد میں جس انجمن کے آپ ملازم تھے، وہاں آپ کے ایک دوست ،یسٰین خان رامپوری، اس انجمن کے ایک بااثر ممبر تھے۔اس اعتبار سے وہ آپ کے افسر بھی تھے۔اس نیک بخت انسان نے اپنی دوستی کا حق یوں احسن طور پر ادا کیا کہ آپ فرماتے ہیں:

''وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے، میری ایک عرصہ سے دوستی ہے اور میں نے آپ کو کبھی اپنی خواہش کے پورا کرنے کے واسطے نہیں کہا لیکن آج میں ایک بات کہتا ہوں بشرطیکہ اسے پورا کرنے کا وعدہ کریں۔میں نے کہا کہ شریعت کے خلاف نہ ہوئی تو میں اسے پورا کروں گا۔یہ وعدہ لیکر وہ کہنے لگا کہ آپ کے اعلانِ بیعت پر ممبروں میں بڑا جوش پیدا ہوا ہے اور باوجودیکہ آج اتوار نہیں ،انہوں نے سیکرٹری کو اجلاس بلانے پر مجبور کیا اور اس میں آپ کی برخاستگی کا معاملہ پیش کیا ہے۔گو مجھے علم ہے کہ میرے ہم خیال ممبران کی کثرت ہے اور ہم یقیناً اس میں جیت جائیں گے،لیکن میں نے یہ خیال کیا کہ ان حالات میں یہاں پر آپ کی زندگی تلخ رہے گی۔اس لئے میں نے اپنے دوستوں کو زور دیکر روکا اور کہا کہ ان لوگوں کی تائید کریں۔چنانچہ ریزولیوشن پاس ہوگیا ہے کہ آپ کو برخاست کردیا جائے۔اور پھر کہا کہ اب آپ کے پیر کی بات پوری ہوگئی ہے۔آپ

کے پیر نے کہا تھا کہ خود استعفیٰ نہ دیں، وہ برخاست کریں تو کر دیں، اور آپ نے اس کی تعمیل کر دی اور انہوں نے برخاست کر دیا ہے اور میں نے آپ کو سُنا دیا ہے۔ میری طبیعت برداشت نہیں کرتی کہ آپ یہاں سے برخاست ہو کر جائیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سامان بھی ہے کہ وہ اتوار سے پہلے فیصلہ آپ کو نہیں بھیج سکتے۔ سو آپ مجھ سے دو ماہ کی رُخصت لیکر چلے جائیں اور ایک گالی دیکر کہنے لگا۔ اب وہ ریزولیوشن کو یہ کریں۔ پھر اُسی نے کاغذ دیا۔ میں نے درخواست لکھی اور اس نے رخصت کی منظوری دے دی''

اب آپ کا ارادہ یہ تھا کہ پہلے قادیان دار الامان میں جا کر چند دن مسیح پاک کے قدموں میں رہیں اور پھر اپنے وطن چلے جائیں۔ مگر آپ تیاری کر ہی رہے تھے کہ آپکو پشاور سے ایک خط ملا، جس میں لکھا تھا کہ ایک انگریز پادری ڈے نامی جو صوبہ سرحد کے تمام انگریزی مشنوں کے افسر اعلیٰ بھی ہیں، آپ سے عربی پڑھنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا اگر آپ کو یہ ملازمت پسند ہو، تو آپ اس ماہ کی چودہ تاریخ تک وہاں پہنچ جائیں۔ اب آپ کے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ آپ قادیان جاتے۔ لہٰذا آپ وہاں سے سیدھا پشاور پہنچ گئے جہاں پادری ڈے نے پہلے سے بہت بہتر مالی شرائط کے ساتھ آپ کو اپنے اُستاد کے طور پر رکھ لیا۔ اس کے ساتھ دوسرا سبب اللہ تعالیٰ نے یہ پیدا فرمایا کہ آپ کے وہاں پہنچنے کے تھوڑا عرصہ بعد ہی وہاں کے مشن ہائی سکول کو کالج کی سطح پر ترقی دیئے جانے کی سکیم زیر غور آئی۔ چونکہ حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب پہلے ہی مشنوں کے افسر اعلیٰ یعنی پادری ڈے کو (جو خود بھی عربی کا ماہر سمجھا جاتا تھا) عربی پڑھا رہے تھے، اس لئے مشن کی انتظامیہ نے خود ہی آپ کا نام آپ سے پوچھے بغیر عملہ معلمین (پروفیسران) میں شامل کر لیا۔ اس طرح آپ خُدا تعالیٰ کی تائید ونصرت کے ساتھ مشن کالج کے پروفیسر عربی کے طور پر شمار کئے جانے لگے اور ساتھ ساتھ پادری ڈے کو بھی بدستور پڑھاتے رہے۔ آپ اس ملازمت پر اڑھائی سال تک کام کرنے کے بعد پھر استعفیٰ دیکر ہمیشہ کے لئے قادیان آ گئے۔

(اصحاب احمد۔ جلد پنجم۔ خلاصہ)

......☆......

تعارف: حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب موضع گھنڈی، ضلع مظفر آباد میں ۱۸۵۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے

والد،سید محمد حسن شاہ صاحب،حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد میں سے تھے۔آپ لاہور،پشاور،سہارنپور اور دیوبند وغیرہ میں تحصیل علوم عربیہ ودینیہ کرنے کے بعد ایک زبردست عالم کے طور پر مشہور ہوئے۔آپ کا تبحر علمی اس قدر بلند تھا کہ ہمعصر علماء آپ کے سامنے آنے سے کتراتے تھے۔آپ کے احمدی ہو جانے کے بعد آپ کے مخالف علماء نے ایک رئیس سے مل کر آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا مگر وہ رئیس اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے سے قبل ہی خدائی گرفت میں آکر کس طرح اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا، یہ ایمان افروز داستان اسی سلسلہ کتب کی تیسری جلد بعنوان ''حفاظت سماویہ'' میں بیان کی گئی ہے۔آپ کی اولاد میں آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے،سید مبارک احمد شاہ صاحب،کچھ عرصہ مرکز سلسلہ،ربوہ،میں سلسلہ کی خدمت پر مامور رہنے کے بعد عرصہ تیس سال سے جرمنی میں مقیم ہیں۔آپ کے ایک نواسے،مکرم برادرم سید کمال یوسف صاحب،واقف زندگی،جامعہ احمدیہ ربوہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد سالہا سال تک سکنڈے نیویا کے ممالک،ڈنمارک،سویڈن اور ناروے میں بطور مبلغ سلسلہ تاریخی خدمات سرانجام دینے کے بعد اِس وقت اوسلو(ناروے) میں قیام پذیر ہیں۔

☆ ☆ ☆

﴿۱۲﴾

"میں خواب میں ہی بیعت کرنے لگ گیا"

# حضرت بابا حسن محمد صاحبؓ کا قبول احمدیت

حضرت بابا حسن محمد صاحب بمقام اوجلہ (ضلع گورداسپور) ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے۔آپ پہلے حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے مخالف تھے مگر اپنے چچا زاد بھائی، حضرت منشی عبدالعزیز صاحب اوجلویؓ، جو آپ سے پہلے احمدیت قبول کر چکے تھے، کی نیک صحبت کے نتیجے میں آپ بھی احمدی ہو گئے۔آپ اپنے قبول احمدیت کی داستان بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ابتدا میں سخت مخالف تھا.....مگر حضرت اقدس کی شان میں برے الفاظ نہ کہتا۔آخر ایک روز میرے دل میں خیال آیا کہ گزشتہ انبیاء کے وقت میں بھی بہت سے لوگ شک میں رہے اور ان کو قبول نہ کیا۔ایسا نہ ہو کہ حضرت صاحب واقعی وقت کے امام ہوں اور میں ان کے انکار کی وجہ سے منکرین کے زمرے میں شامل ہو جاؤں"

آگے فرماتے ہیں کہ یہ خیال کر کے میں دعاؤں میں لگ گیا۔پہلے اس خیال سے کہ لوگوں کو پتہ نہ لگے، رات کے وقت قبرستان میں جا کر رو رو کر دعائیں کرتا رہتا۔لوگوں نے سمجھا کہ کوئی چڑیل رات کو قبرستان میں روتی رہتی ہے۔اس پر میں اپنے گاؤں اوجلہ کی مسجد میں دعائیں کرنے لگ گیا:

"جب چودہ روز مجھے اسی طرح دعائیں کرتے گذر گئے......میں درود شریف پڑھ رہا تھا (کہ) مجھے یکدفعہ غنودگی آئی اور دائیں طرف سے مجھے آواز آئی، 'تیرا نام کیا ہے'۔میں نے کہا، محمد حسن۔پھر میں نے اُس بلانے والے سے دریافت کیا کہ تیرا نام کیا ہے (تو) میری آنکھ کھل گئی۔میں نے ارد گرد دیکھا تو کوئی آدمی نہ تھا۔میں حیران ہو کر پھر درود شریف پڑھنے میں مشغول ہو گیا"

آگے یہ کہ آپ پر احمدیت کی صداقت کا انکشاف کیسے ہوا، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

"پندرھویں رات میں نے خواب میں قادیان کی تمام زمین دیکھی اور مسجد اقصیٰ میں

کثرت سے لوگ دیکھے۔ایک شخص کو کھڑے تقریر کرتے دیکھا۔کسی شخص نے مجھے پکڑا اور کہا، ’یہ خلیفہ ہے‘۔ میں نے اس شخص سے کہا، ’میں خلیفہ نہیں پوچھتا، میں اصل امام وقت پوچھتا ہوں‘۔اس نے کہا، ’ذرا ٹھہر جاؤ‘۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائے تو اس شخص نے کہا، ’یہ اصل امام وقت ہے‘۔(اس پر) میں حضور کے سامنے جا بیٹھا اور خواب میں (ہی) بیعت کرنے لگا۔جب یہ الفاظِ بیعت پڑھے: ربّ اِنّی ظلمتُ نفسی . . .، تو میری چیخیں نکل گئیں اور لوگ کہنے لگے کہ یہ سچا ایمان لایا ہے۔پھر میری آنکھ کھل گئی‘‘

اب بابا حسن محمد صاحب کی یہ خواب کیسے لفظاً لفظاً پوری ہوئی۔اس بارے میں فرماتے ہیں:

’’ان دو خوابوں کے دیکھنے کے بعد اس روز میرے بھائی، منشی عبد العزیز صاحبؓ نے مجھے کہا کہ قادیان میں جلسہ ہے، کیا تم (بھی) چلو گے؟ میں نے کہا، میں ضرور چلوں گا۔راستے میں مَیں نے ان سے پوچھا، کیا بیعت کے وقت ربّ انّی ظلمت نفسی.... پڑھاتے ہیں؟ میرے بھائی نے کہا، ’تمہیں کیسے پتہ ہے؟‘مَیں خاموش ہو گیا، کیونکہ میں خوابیں نہیں بتلایا کرتا تھا‘‘

قادیان پہنچ جانے کے بعد آپ نے کیا دیکھا اور کیا پایا، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

’’جب مَیں قادیان پہنچا تو جو نظارہ میں نے خواب میں دیکھا تھا، وہی قادیان میں دیکھا جب میں مسجد اقصیٰ میں گیا تو ایک شخص کھڑا ہو کر تبلیغ کرنے لگا۔یہ حضرت مولوی نور الدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاوّل) تھے۔میں نے خواب میں انہی کو تقریر کرتے ہوئے دیکھا تھا۔پھر ہم بیٹھے رہے۔تھوڑی دیر کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے۔آپ کی وہی شکل تھی جو مَیں نے خواب میں دیکھی تھی۔پھر مَیں نے بیعت کر لی اور الفاظ بیعت میں ربّ انّی ظلمت نفسی... والی دعا بھی پڑھی‘‘

اور پھر بیعت کے بعد آپ پر اخلاص اور فدائیت کا ایسا رنگ چڑھا کہ آپ قادیان کے ہی ہو کر رہ گئے۔یہ ایک خوشگوار حقیقت ہے جو بتاتی ہے کہ جس شخص کو خدا تعالیٰ نے اس زمانے کا مامور بنا کر بھیجا ہے، وہ کس عظیم قوت قدسیہ کا مالک تھا کہ اس کے ساتھ تعلق رکھنے والا اپنا سب کچھ اس پر فدا کرنے لگ جاتا ہے۔چنانچہ بابا حسن محمد صاحب فرماتے ہیں کہ بیعت کرتے وقت میرے دل میں گذرا کہ اب

قادیان نہیں چھوڑنا چاہئے ،خواہ بھیک مانگ کر گزارہ کرنا پڑے۔اور اگرچہ آپ اُس وقت واپس اپنے گاؤں اوجلہ چلے گئے ،لیکن آپ کا دل قادیان میں ہی اٹکا رہا اور پھر حضرت اقدس کی طرف سے قادیان آنے کی اجازت ملنے پر آپ اپنی ملازمت (آپ بطور چٹھی رساں ملازم تھے) چھوڑ چھاڑ کر قادیان آ گئے اور پھر اس وقت تک چین نہ لیا، جب تک اپنے اکلوتے بیٹے (رحمت علی) کو خدا کی راہ میں وقف نہ کر دیا۔ یہ وہی حضرت مولانا رحمت علی صاحبؓ ہیں،جن کو انڈونیشیا کا پہلا مبلغ بننے اور وہاں ایک فعّال جماعت قائم کرنے کا شرف حاصل ہوا

(ملخص از روزنامہ الفضل، لاہور، ۲۳ ستمبر ۱۹۵۰ء)

﴿۱۳﴾

"برکت علی! تم ہماری طرف کب آؤ گے؟"

## حضرت خان صاحب منشی برکت علی خانؓ کا قبول احمدیت

حضرت خان صاحب مُنشی برکت علی خان صاحب ایک لمبا عرصہ بطور محاسب صدر انجمن احمدیہ سلسلہ کی خدمات بجالاتے رہے ہیں۔آپ کو بھی حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے عہد مبارک میں عین جوانی کے عالم میں جبکہ آپ شملہ میں ملازم تھے، بذریعہ رؤیا یہ دکھائی دیا کہ خود حضورؑ آپ کے پاس آئے ہیں اور آپ کو اپنے پاس آنے یعنی اپنے سلسلۂ بیعت میں شامل ہونے کی تلقین فرما رہے ہیں۔ چنانچہ آپ اپنی اس رؤیا اور اس کے مندرجات کا دلچسپ حال یوں بیان فرماتے ہیں:

"شملہ میں ملازمت کے دوران مجھے چند ایک احمدیوں کے پڑوس میں رہنے کا اتفاق ہوا اور قدرتی طور پر اُن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی صداقت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات وغیرہ کے متعلق گفتگو چل پڑی جو وقتاً فوقتاً کئی ماہ تک جاری رہی۔ میرے غیر احمدی دوست میری خوب تعریف کیا کرتے تھے اور خوش ہوتے تھے کہ یہ احمدیوں کا خوب مقابلہ کرتا ہے۔ مگر میری طبیعت میں نہ ضد تھی اور نہ تعصّب اور میں کہا کرتا تھا کہ واقعات کی تحقیقات اور عقائد کی تفتیش میں کسی قسم کی بدظنی نہیں کرنی چاہئے

اور ایمانداری سے چھان بین کرنی چاہئے۔ چنانچہ میں نے کبھی طعنہ زنی اور بدکلامی نہیں کی اور ہمیشہ دیانتداری سے تحقیقات میں لگا رہا''

اب قرآنی ارشاد وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (سورۃ العنکبوت: آیت ۷۰) کے مصداق اللہ تعالیٰ نے آپ کی کیسے رہنمائی فرمائی، اس بارے میں فرماتے ہیں:

''اُن ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے تفسیر قرآن نویسی کے متعلق تحریری سوال و جواب ہو رہا تھا۔ میں نے ایک دوست کیساتھ مل کر شروع سے آخر تک سارا قرآن شریف باترجمہ پڑھا اور نیز پیر مہر علی شاہ صاحب کی ایک دو کتابیں بھی پڑھیں۔ پیر مہر علی شاہ صاحب نے انہی دنوں ایک لمبا چوڑا اشتہار حضرت صاحب کے خلاف شائع کیا تھا، جس میں بعض حوالے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں سے بھی پیش کئے تھے۔ میں نے وہ ساری کتابیں جن کا اس اشتہار میں ذکر تھا، احمدی دوستوں سے لے کر اُن کا اس اشتہار سے مقابلہ کیا تو ان میں بعض حوالے صحیح تھے مگر بعض کو توڑ مروڑ کر انہوں نے اپنے خیال کے مطابق مطلب بیان کیا ہوا تھا۔ اُن دنوں مجھے مندرجہ ذیل خواب آئی:

''مجھے کسی نے خبر دی کہ مرزا صاحب احمدیوں کے کمرہ میں تشریف لائے ہوئے ہیں، اُن سے آ کر مل لو۔ چنانچہ میں گیا تو حضور ایک چارپائی پر تہ بند باندھے بیٹھے تھے۔ اور سر اور جسم پر کپڑا نہیں تھا۔ میں نے السلام علیکم عرض کیا۔ حضور نے فرمایا۔ وعلیکم السلام اور کہا 'برکت علی تم ہماری طرف کب آؤ گے'۔ میں نے عرض کی، حضور اب آ ہی جاؤں گا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور یہ صبح کا وقت تھا' ''

آپ فرماتے ہیں:

''میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے واقعہ میں اور یقینی طور پر یہ خواب دیکھی ہے اور اگر میں نے اس میں اپنی طرف سے کچھ ملایا ہو، تو مجھ پر اسی دُنیا میں اور نیز آخرت میں عذاب الٰہی نازل ہو۔ میں نے اس خواب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی ہدایت کیلئے اشارہ سمجھا کیونکہ جن حالات میں یہ خواب مجھے دکھائی گئی

اس میں شیطانی دخل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اس کے بعد میں نے پہلے تحریری بیعت کی اور پھر حاضر خدمت ہو کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی تجدید کر لی''

(ملخص از اصحاب احمد، جلد سوم)

۱۴

''مجھ کو بعینہٖ وہی بزرگ نظر آئے''

## ملک محمود خان صاحب کا قبول احمدیت

ملک محمود خان صاحب تحصیل و ضلع مردان (صوبہ سرحد) کے رہنے والے تھے۔ آپ اپنے علاقہ کے رئیس تھے اور اپنے گاؤں کے نمبر دار بھی۔ گردونواح میں اور حکومت کے افسران کے نزدیک آپ بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ اپنی قبول احمدیت کی داستان یوں بیان فرماتے ہیں:

''میں نے ۱۹۰۰ء کے قریب چونتیس یا پینتیس سال کی عمر میں ایک رؤیا دیکھی کہ میں ایک اجنبی مقام میں ہوں جہاں ایک چاردیواری ہے اور اس کے اندر ایک وسیع صحن ہے۔ اس صحن کے ایک اُونچے مقام پر ایک شخص بڑا باوقار کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے جس میں سے وہ وعظ کر رہا ہے۔ سامعین کثرت سے موجود ہیں۔ مگر اکثر مخالف ہیں۔ جب وہ بزرگ تقریر کرتا ہے تو یہ لوگ شور مچاتے ہیں تا کہ کوئی اس کی تقریر نہ سُنے۔ اور شوروغل کرتے ہیں۔ اسکے بعد دوسرا نظارہ دیکھتا ہوں کہ میں ایک بلند دیوار پر کھڑا ہوں اور سامنے سے ایک ریچھ میری طرف آ رہا ہے۔ اور میں نے اس دیوار سے ڈھیلے اُٹھا اُٹھا کر اس کو مارے اور مار دیا۔ یوں میں اس کے گزند سے ہر طرح محفوظ رہا۔ اس موقعہ پر کسی نے مجھ کو کہا کہ یہ مقام شیطان کے مقابلہ کا ہے اور اس کے ہلاک کرنے کی جگہ ہے اور یہیں شیطان مرتا ہے''

آ گے فرماتے ہیں:

''اس رؤیا نے میرے دل پر گہرا اثر کیا اور میں اس کی تعبیر کا خواہاں اور جویاں ہوا۔ انہیں ایام میں پنجاب کے اردو اخبارات میں مَیں نے پڑھا کہ وہاں قادیان نامی ایک گاؤں ہے، وہاں ایک صاحب عیسیٰ موعود اور امام مہدی آخرالزماں ہونے کا مدعی ہے۔ مگر مولوی لوگ اس کے مخالف ہیں اور اس کو بُرا کہتے ہیں۔ اس سے مجھے اپنی رؤیا کا واقعہ یاد آ گیا اور میں نے خود اس شخص کو دیکھ کر حقیقت معلوم کرنے کا ارادہ کرلیا''

چنانچہ آپ اس ارادے کی تکمیل کیلئے ۱۹۰۱ء کے ابتدائی ایام میں اپنے ملازم موسیٰ خان کو ساتھ لیکر قادیان پہنچے۔ قادیان پہنچ کر جو آپ نے دیکھا، اس کا حال آپ یوں بیان فرماتے ہیں:

''ہم سیدھے مہمان خانے میں اُترے۔ جسے دیکھ کر رؤیا کی چار دیواری والا مکان اور صحن مجھے یاد آ گیا اور میں نے اپنے ملازم سے اس کا ذکر کیا۔ پھر ہم مسجد مبارک میں پہنچے۔ مولوی محمد احسن صاحب امروہی وہاں موجود تھے، جو درمیانہ قد کے سرخ ریش تھے۔ وہ ان دنوں امام الصلوٰۃ تھے۔ اتنے میں حضرت احمد (مراد حضرت مسیح موعودؑ۔ ناقل) گھر سے ادائیگی نماز کے لئے تشریف لائے۔ جب میں نے حضور کے چہرے پر نظر ڈالی تو مجھ کو بعینہٖ وہی بزرگ نظر آئے، جن کو میں نے رؤیا میں ایک اونچے مقام پر کھڑے تقریر کرتے دیکھا تھا۔ چنانچہ میں نے موسیٰ خان کو کہا کہ الحمدللہ میری ساری ساری خواب پوری ہوگئی''

(بحوالہ اصحاب احمد جلد دہم)

## ۱۵

''یہ تو بالکل وہی ہیں!''

# حضرت عمر دین، گجراتیؓ، کا قبول احمدیت

حضرت عمر دین صاحب اپنی ملازمت کے سلسلہ میں مشرقی افریقہ میں تھے کہ آپ کو خواب میں حضرت امام الزمان علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ اس کے نتیجے میں آپ نے پہلے ۱۸۹۹ء میں تحریری بیعت کی۔ پھر ۱۹۰۰ء میں اس غرض کیلئے قادیان پہنچے۔ آپ اپنا مسجد اقصیٰ، قادیان، میں جانے اور حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کو دیکھنے کا دلچسپ واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

''مسجد اقصیٰ میں بیٹھ کر میں نے دُعا کی کہ یا اللہ! اگر یہ شخص وہی ہے جو میرے خواب والا ہوا کہ جو تُو نے مجھ کو خواب میں افریقہ میں دکھایا تھا، تو پھر میں اس کی بیعت کرلوں گا اگر وہ نہ نکلا تو میں اس کی بیعت بھی نہیں کرونگا اور نہ نماز اس کے ساتھ پڑھوں گا اور نہ ہی کھانا کھاؤنگا اور فوراً واپس چلا جاؤں گا۔ یہ دُعا کر ہی رہا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ اس مسجد میں تشریف لے آئے اور میں نے دیکھ کر کہا کہ یہ تو بالکل وہی شخص ہے جسکو مَیں نے افریقہ کے ملک میں خواب میں دیکھا تھا۔ حضور کو شناخت کرنیکے بعد ہفتہ کو بیعت کی اور اجازت لیکر تیار ہو گیا تو حضور نے فرمایا کہ کم از کم حق کو شناخت کرنے کیلئے پندرہ دن یہاں اَور ٹھہرو۔ میں نے عرض کی کہ حضور میرے لئے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو توفیق بخشے، تو میں ہمیشہ آپ کی زیارت کرنے کیلئے حاضر ہوتا رہوں۔ پھر حضور نے فرمایا کہ اگر بندے پر کوئی ایسا وقت آجاوے کہ یہاں پہنچنے کی طاقت نہ ہو، تو پھر خط ضرور لکھتے رہا کریں۔ میرے خطوط کے حضور نے جو جواب دیئے، وہ میرے پاس موجود ہیں''

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۵، ص ۳۲ تا ۳۴)

........☆........

نوٹ: رجسٹر روایات صحابہ کے مطابق آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے بارے میں دعا کی کہ اے مولا کریم! اگر یہ تیری طرف سے ہے تو تُو مجھے اس کا دیدار نصیب کرا اور اگر وہ سچا نہیں ہے تو تیری، تیرے رسول کی اور ساری دنیا کی اس پر لعنت ہو۔ فرماتے ہیں، اسی رات صبح کاذب کے وقت مَیں نے دیکھا کہ

''حضرت مسیح موعودؑ ہاتھ میں چھڑی لئے کھڑے ہیں۔ میں نے آپ کا اچھی طرح دیدار کرلیا۔ پھر حضور نے نگاہ نیچی کرلی۔ حضور کی ریش مبارک کو مہندی لگی ہوئی تھی۔ مَیں دل میں بہت خوش ہوا اور کہنے لگا، یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آج تک مَیں نے ایسا انسان نہیں دیکھا۔ پھر خیال آیا کہ رات کو جو دعا مانگ کر سویا تھا، تو یہ اسی کا نتیجہ ہے''

﴿۱۶﴾

## ”میری گاڑی نے کل عالم کا سفر کرنا ہے“

# حضرت مہر محمد اعظم سیال سرگانہؓ کا قبول احمدیت

اخبار الفضل انٹرنیشنل، لندن، میں کسی دوست نے حضرت مہر محمد اعظم صاحب سیال سرگانہؓ کے قبول احمدیت کی دلچسپ روئداد قلمبند کی ہے جس میں مضمون نگار نے بتایا ہے کہ کس طرح آپ کو رؤیا صالحہ کے ذریعے نہ صرف حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی بلکہ انہیں 'قادیان' کا نام اور ضلع جس میں وہ واقع ہے، کا نام بھی بتایا گیا اور پھر یہی زیارت آپ کے آپؑ کی غلامی میں آنے کا موجب بن گئی۔ چنانچہ مضمون نگار تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت مہر محمد اعظم سیال سرگانہ کا تعلق موضع باگڑ، ضلع خانیوال، سے تھا۔ آپ کچھ تعلیم یافتہ بھی تھے اور حکمت بھی جانتے تھے۔ آپ کے دادا ایک حنفی المذہب بزرگ کے پیروکار تھے لیکن آپ کا دل ان کی بیعت کیلئے راضی نہ ہوا۔ اس پر آپ کے والد نے آپ کو اخراجات کیلئے رقم دے کر باری باری گولڑہ، تونسہ اور دوسرے گدی نشینوں کے پاس بھجوایا کہ جہاں دل کرے، وہاں سے بیعت ہو آؤ۔ لیکن آپ ہر جگہ سے بے نیلِ مرام واپس آئے اور اس بارے میں دُعا کرنی شروع کی“

آگے لکھتے ہیں:

”۱۹۰۲ء میں ایک روز موسم گرما میں آپ نے خواب دیکھا کہ آپ کے گاؤں کیساتھ سے جو سڑک سرائے سدھو سے عبدالحکیم (ایک ریلوے سٹیشن کا نام) کو جاتی ہے، آپ اس کے کنارے پر کھڑے ہیں، تین ہزار کے قریب کا مجمع عبدالحکیم کی طرف جا رہا ہے، پوچھنے پر علم ہوا کہ مسیح موعود وہاں سے گاڑی میں گزریں گے، انکی زیارت کیلئے جا رہے ہیں۔ آپ بھی ساتھ ہو لئے۔ جب عبدالحکیم کے سٹیشن پر پہنچے تو ایک انبوہ کثیر دیکھا۔ امام وقت کی ٹرین آئی تو انہوں نے حکم دیا کہ اشخاص لائنیں لگا کر کھڑکی کے ذریعے زیارت اور بیعت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر عرض کی کہ

اگر اجازت ہو، تو استنجا اور وضو کر کے آپ سے دستِ بیعت ہو جاؤں ۔ حضرت نے جواب دیا کہ میری گاڑی آپ کے اس کام کے باعث لیٹ ہو جائے گی، میری گاڑی نے کُل عالم کا سفر کرنا ہے، لہٰذا بغیر وضو ہی بیعت کرلو۔ چنانچہ آپ نے بیعت کرلی اور دریافت کیا کہ دوبارہ آپ سے ملنا چاہوں تو کہاں زیارت کرسکتا ہوں ۔ اس پر حضور نے ارشاد فرمایا کہ قادیان ضلع گورداسپور میں مل سکتے ہیں"

مضمون نگار آگے بیان کرتے ہیں کہ

"یہ خواب دیکھ کر اگلے روز ہی آپ نے اپنے گاؤں کے سکول کے معلم سے قادیان کا راستہ دریافت کیا اور روانہ ہو گئے ۔ دوپہر کو قادیان پہنچے تو علم ہوا کہ حضور مسجد مبارک میں تشریف فرما ہیں۔ آپ کو دیکھ کر حضور نے دریافت فرمایا 'کہاں سے آئے ہو'؟ آپ نے عرض کی کہ ملتان سے حاضر ہوا ہوں ۔ فرمایا 'میرا کوئی پیغام پہنچا؟' ۔ جواب دیا، 'پیغام تو نہیں البتہ خواب کے ذریعہ آپ کی بیعت کی ہے'۔ پھر فرمایا 'چند دن میری رفاقت میں رہو، پھر بیعت کر لینا' ۔ چنانچہ آپ تین روز کے بعد بیعت کر کے واپس اپنے گاؤں لوٹے ۔ اسی دوران گاؤں میں آپ کی بیوی کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں بتایا کہ تمہارا خاوند جو سخت وجود تھا، اب ہم اس کو نرم کر کے بھیج رہے ہیں"

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن، مورخہ ۳۱/اکتوبر ۱۹۹۷ء)

☆
☆ ☆ ☆
☆

اگلے صفحات میں بعض احمدی خواتین کے واقعات درج کئے جا رہے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بھی رؤیا صالحہ اور الہام کے ذریعے آسمان سے قبول احمدیت کی راہیں ہموار فرمائیں۔ اس سلسلے میں یہ بتانا ضروری ہے کہ احادیث اور صحف سابقہ کے مطابق اسے بھی مسیح موعود کے نشانوں

میں سے ایک بہت بڑا نشان قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام فرماتے ہیں:

**"پہلے نبیوں کی کتابوں اور احادیث نبویہ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشار روحانیت اس حد تک ہوگا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا"**

(ضرورت الامام، روحانی خزائن جلد ۱۳، ص ۴۷۵)

## ﴿۱۷﴾

## "الحمد للہ! میں ایمان لاتی ہوں"

## حضرت حسین بی بی صاحبہؓ (والدہ ماجدہ حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خانؓ) کا قبول احمدیت

اب ایک ایسی نیک بخت اور نیک سیرت خاتون کی احمدیت کی طرف آسمانی رہنمائی کا حال درج کیا جاتا ہے جس کو خُدا تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ نیک والدین اور نیک سسرال عطا کئے تھے بلکہ اپنے فضل سے ان بد اور مشرکانہ رسوم سے بھی محفوظ رکھتا رہا، جو اس زمانہ کے مسلمانوں کے رسم و رواج کا لازمی حصہ بن چکی تھیں اور جن سے الگ تھلگ رہنا بہت بڑے دل گردے کا کام تھا (آپ کا اپنے بعض اعزاء کی وفات پر جزع فزع کرنے اور ماتم میں حصہ لینے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل ہونے اور پھر آپکے اس سے ہمیشہ کے لئے توبہ کرنے اور مجتنب رہنے کا ایک رُوح پرور واقعہ حضرت چودھری صاحبؓ موصوف کی تصنیف "میری والدہ" میں بیان ہوا ہے)۔ ان کا نام حسین بی بی تھا۔ انکے خاوند کا نام چودھری نصر اللہ خان تھا۔ دونوں میاں بیوی کو اُس وقت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا جب آپ ۱۹۰۴ء میں اپنے سیالکوٹ کے تاریخی دورہ پر تشریف لائے تھے۔ حضرت حسین بی بی صاحبہؓ کا بیعت کرنے میں اپنے خاوند پر سبقت لیجانے اور بیعت سے قبل احمدیت کی طرف بذریعہ رؤیا ہونے والی رہنمائی کا حال آپ کے لخت جگر چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے آپ کے سوانح پر لکھی ہوئی مختصر کتاب "میری والدہ" میں رقم فرمایا ہے، جس میں آپ فرماتے ہیں:

''اس زمانہ میں ہمارے نانا صاحب اور ماموں صاحب احمدی ہو چکے تھے۔
تاہم..... والدہ صاحبہ کو احمدیت یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کا کوئی تفصیلی علم نہیں تھا۔ حتّٰی کہ حضور کے نام سے بھی واقفیت نہیں تھیں ۱۹۰۴ء کے دوران میں انہوں نے بعض رؤیا دیکھے''

اس سلسلے میں آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی جن رؤیاہائے صالحہ کا ذکر فرمایا ہے، ان میں سے بعض ذیل میں بیان کی جارہی ہیں۔

## پہلی رؤیا

### ''جھولے میں سے ایک نُور نکلنا شروع ہوا''

اس سلسلہ میں پہلی رؤیا جو آپ نے دیکھی، یہ تھی کہ

''بازار میں بہت رونق ہے اور لوگ خوشنما لباس پہن کر کہیں جارہے ہیں۔ والدہ صاحبہ نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کسی نظارہ کو دیکھنے جارہے ہیں۔ والدہ صاحبہ نے والد صاحب سے کہا کہ آپ بھی اپنی گاڑی تیار کرائیں تاکہ ہم بھی جاکر یہ نظارہ دیکھیں۔ چنانچہ والد صاحب نے گاڑی تیار کروائی۔ اور یہ دونوں بھی گاڑی میں سوار ہوکر روانہ ہوگئے۔ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ جب ہم چودھری محمد امین صاحب (حال ایڈووکیٹ شیخوپورہ) کے مکان کے مقابل پر پہنچے تو انہوں نے تمہارے والد کو آواز دے کر بلالیا۔ اور تمہارے والد وہاں رک گئے اور میں اکیلی اس میدان کی طرف چلی گئی، جہاں لوگ جمع ہورہے تھے۔ وہاں جاکر میں نے دیکھا کہ خلقت کا ہجوم ہے حتی کہ درختوں کی ٹہنیوں سے بھی لوگ لٹک رہے ہیں۔ لیکن وسط میں جگہ خالی ہے اور ایک جھولا درمیان میں ہے جسکی رسیاں آسمان میں جاکر غائب ہوجاتی ہیں۔ اس جھولے پر ایک کپڑا پردے کے طور پر لٹک رہا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پردے کے نیچے کوئی انسان ہے لیکن وہ نظر نہیں

آ تا۔ میدان کے ایک طرف ایک گیلری کے طور پر نشستیں بنی ہوئی ہیں جن پر میں نے دیکھا کہ ایک مقام پر دو آدمیوں کی جگہ خالی ہے میں وہاں جا کر بیٹھ گئی اور خالی حصہ کو بھی روک لیا۔ جب کوئی شخص اس حصہ پر بیٹھنا چاہتا، میں اسے یہ کہہ کر روک لیتی کہ یہ میرے ساتھی کی جگہ ہے۔ میں اس انتظار میں تھی کہ تمہارے والد صاحب آ جائیں اور خالی جگہ پر بیٹھ جائیں"

اسی رؤیا کے تسلسل میں حضرت چودھری صاحب موصوف آگے بتاتے ہیں:

"تھوڑی دیر کے بعد وہ جھولا شرقاً غرباً جھولنا شروع ہوا اور اس سے ایک نور نکلنا شروع ہوا۔ جوں جوں جھولا زور پکڑتا تھا، یہ نور بھی بڑھتا جاتا تھا اور جس طرف کو یہ جھولا جاتا، اس طرف کے لوگ جوش سے پکارتے تھے:

'صدقے یا رسول اللہ'

آخر جھولا اس زور سے جھولنے لگا کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ زمین کے ایک کنارے سے لے کر دوسرے کنارے تک حرکت کرتا ہے"

☆

## دوسری رؤیا

### "میں مکہ جانا چاہتی ہوں"

دوسری رؤیا جو والدہ صاحبہ نے دیکھی یہ تھی کہ

"صبح چار بجے کے قریب مکہ معظّمہ جانے کی تیاری کر رہی ہیں اور یوں محسوس کیا ہے کہ اس وقت سفر شروع کیا ہے اور سہ پہر کے چار بجے کے قریب دیکھا کہ یکہ جس میں سوار ہیں ایک بڑ کے درخت کے قریب کھڑا کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے یکہ بان سے کہا کہ میں تو مکّہ جانا چاہتی ہوں۔ اس نے کہا کہ یہی مکہ ہے جہاں آپ پہنچ گئی ہیں۔ میں حیران ہوئی کہ اس قدر جلد مکہ

کیسے پہنچ گئی۔ فجر کے وقت سفر شروع کیا تھا اور عصر کے وقت ختم ہو گیا۔ اسی حیرانی میں مَیں یکہ سے اُتر کر ایک بازار سے گذر کر ایک گلی میں سے ہوتی ہوئی ایک مکان میں داخل ہوئی اور پہلی منزل پر چلی گئی۔ وہاں دیکھا کہ صحن میں ایک تخت پوش بچھا ہوا ہے اور اس پر ایک ضخیم کتاب رجسٹر کی طرز کی رکھی ہوئی ہے اور ساتھ ایک بکس ہے جس کے اوپر کے ڈھکنے میں ایک سوراخ ہے۔ میں نے اس سوراخ کے دونوں طرف ہاتھ رکھ کر اور اپنا منہ اس سوراخ کے قریب کر کے تین بار بلند آواز سے کہا "یا اللہ میرے گناہ بخش" اور پھر خود ہی دریافت کیا "بخشو گے؟" تو بلند آواز میں جواب ملا:

**'میں صاحب بخشش ہوں بخشونگا، اگر تمہارا نام اس رجسٹر میں درج ہوا تو'**

فرماتی تھیں، میں نے خواب میں خیال کیا کہ شاید یہ رجسٹر پیدائش اور اموات کے اندراجات کا ہے اور فکر کرنے لگی کہ معلوم نہیں کہ چوکیدار نے میری پیدائش کے وقت میرا نام درج کرایا تھا یا نہیں۔ پھر میری نیند کھل گئی۔

آگے فرماتے ہیں کہ یہ رؤیا دیکھنے کے تھوڑا عرصہ بعد والدہ صاحبہ داتا زید کا تشریف لے گئیں۔ وہاں اس رؤیا کا ذکر جب آپ نے ہمارے نانا جان سے کیا[ا] تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے یہ قادیان کا نظارہ دیکھا ہے، تمہیں چاہئے کہ حضرت میرزا صاحب کی بیعت کرلو۔ والدہ صاحبہ کا جواب یہ تھا کہ جس بزرگ کا آپ ذکر کرتے ہیں، اگر وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ضرور مجھے ان کی زیارت نصیب کرے گا اور ان کی صداقت مجھ پر کھول دے گا۔

☆

[ا] حضرت چودھری صاحب موصوف کے نانا، چودھری الٰہی بخش صاحب ؓ، (داتا زید کا، ضلع سیالکوٹ) بہت پہلے احمدیت میں داخل ہو چکے تھے۔ اسی طرح ان کے بیٹے چودھری محمد عبداللہ صاحب بھی مشرف باحمدیت ہو چکے تھے۔

# تیسری رؤیا

## ’’کمرہ روشنی سے دمک رہا ہے‘‘

مضمون نگار (حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ) فرماتے ہیں کہ سیالکوٹ واپس آنے کے تھوڑا عرصہ بعد والدہ صاحبہ نے پھر ایک رؤیا دیکھی کہ

’’رات کے وقت اپنے مکان کے صحن میں اس طور پر انتظام میں مصروف ہیں کہ گویا بہت سے مہمانوں کی آمد کی توقع ہے۔ اسی دوران میں دالان کے اندر جانے کا اتفاق ہوا تو دیکھا کہ مغرب کی طرف کوٹھڑی میں بہت اجالا ہو رہا ہے۔ حیران ہوئیں کہ وہاں تو کوئی لیمپ وغیرہ نہیں، یہ روشنی کیسی ہے۔ چنانچہ آگے بڑھیں تو دیکھا کہ کمرہ روشنی سے دمک رہا ہے اور ایک پلنگ پر ایک نورانی صورت بزرگ تشریف فرما ہیں۔ اور ایک نوٹ بک میں کچھ تحریر فرما رہے ہیں۔ والدہ صاحبہ کمرہ میں داخل ہو کر ان کی پیٹھ کی طرف کھڑی ہوگئیں جب انہوں نے محسوس کیا کہ کوئی شخص کمرہ کے اندر آیا ہے تو انہوں نے اپنا جوتا پہننے کیلئے پاؤں پلنگ سے نیچے اتارے گویا کمرہ سے چلے جانے کی تیاری کرنے لگے ہیں۔ والدہ صاحبہ نے عرض کی:

**’یا حضرت! مجھے تمام عمر میں کبھی اس قدر خوشی محسوس نہیں ہوئی، جس قدر آج میں محسوس کر رہی ہوں، آپ تھوڑی دیر تو اَور تشریف رکھیں‘**

چنانچہ وہ بزرگ تھوڑی دیر اَور ٹھہر گئے اور پھر جب تشریف لے جانے لگے تو والدہ صاحبہ نے دریافت کیا:

**’یا حضرت اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ تمہیں کون بزرگ ملے ہیں تو میں کیا بتاؤں؟‘**

**انہوں نے دائیں کندھے کے اوپر سے پیچھے کی طرف دیکھ کر اور دایاں بازو اٹھا کر جواب دیا: ’اگر آپ سے کوئی پوچھے کہ کون ملے ہیں تو کہیں احمدؐ ملے ہیں‘ ‘‘**

فرماتے ہیں، اس پر والدہ صاحبہ بیدار ہوگئیں۔

## چوتھی رؤیا

### ''الحمدللہ، میں ایمان لاتی ہوں''

حضرت چودھری صاحب موصوفؓ فرماتے ہیں کہ چند دن کے اندر ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیالکوٹ تشریف آوری کے متعلق اطلاع مل گئی۔ والدہ صاحبہ نے پھر رؤیا میں دیکھا کہ

''بعض سڑکوں پر سے گذر کر وہ ایک مسقّف گلی کے نیچے سے ہوتی ہوئی ایک مکان پر پہنچی ہیں اور اسکی پہلی منزل پر پھر انہی بزرگ کو دیکھا اور انہوں نے والدہ صاحبہ سے دریافت کیا کہ کیا اتنی بار دیکھنے کے بعد بھی آپ کو یقین نہیں آیا؟ تو والدہ صاحبہ نے عرض کی:

'الحمدللہ میں ایمان لے آتی ہوں' ''

☆

حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام کے سیالکوٹ میں تشریف آوری کے بعد کیا ہوا اور حضرت چودھری محمد ظفر اللہ صاحبؓ کی والدہ محترمہ کی مذکورہ بالا جملہ خوابیں جو انہوں نے ایک بزرگ شخصیت نیز دیگر نظاروں کے بارے میں دیکھی تھیں، وہ کیونکر ایک ایک کر کے پوری ہوتی چلی گئیں، اس سلسلے میں آپؓ رقمطراز ہیں:

''دوسری صبح ہی والدہ صاحبہ نے والد صاحب سے اجازت طلب کی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوں۔ والد صاحب نے اجازت دے دی۔ لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ آپ دیکھ آئیں لیکن بیعت نہ کریں، میں بھی تحقیقات میں لگا ہوا ہوں، آخری فیصلہ اکٹھے سوچ کر کریں گے۔ والدہ صاحبہ نے کہا کہ اگر تو یہ وہی بزرگ ہیں جنہیں میں نے خواب میں دیکھا تھا تو پھر تو میں بیعت میں تاخیر نہیں کر سکتی کیونکہ میں خواب میں اقرار کر چکی ہوں اور تاخیر سے میرا عہد ٹوٹتا ہے اور اگر یہ وہ نہیں ہیں تو پھر آپ تحقیقات کرتے رہیں، میں بھی غور کرلوں گی۔ والد صاحب نے پھر سمجھانے کی کوشش کی کہ کوئی قطعی فیصلہ بغیر مزید مشورہ کے نہ کریں۔ اور یہ نصیحت کر کے کچہری چلے گئے'

آگے فرماتے ہیں کہ:

''والدہ صاحبہ دوپہر کے کھانے کے بعد بصد شوق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرودگاہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ رستہ سے مکان کی ہیئت سے والدہ صاحبہ نے پہچان لیا کہ یہ وہی مکان ہے جو انہوں نے خواب میں دیکھا تھا''

آگے یہ کہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کیسے کی اور حضورؑ کے ساتھ ان کا کیا مکالمہ ہوا، اس بارے میں فرماتے ہیں:

''جب والدہ صاحبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں شرف باریابی کیلئے حضرت میر حامد شاہ صاحب مرحوم کے مکان پر حاضر ہوئیں تو خاکسار بھی ان کے ہمراہ تھا۔ حضرت ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے عرض کی کہ حضور کی زیارت کیلئے حاضر ہوئی ہوں۔ حضور اسوقت مکان کی چھت پر تشریف رکھتے تھے اور غالباً لیکچر سیالکوٹ کی تیاری میں مصروف تھے۔ حضور نے کہلا بھیجا کہ تھوڑی دیر میں تشریف لائیں گے''

''تھوڑے ہی وقفہ کے بعد حضور تشریف لے آئے اور ایک پلنگ پر جو وسطِ صحن میں بچھا ہوا تھا، تشریف فرما ہوئے۔ والدہ صاحبہ چند دیگر مستورات کے ساتھ ایک چوبی تخت پوش پر جو اس پلنگ کے قریب دو گز کے فاصلہ پر بچھا ہوا تھا، بیٹھی تھیں۔ جب حضور پلنگ پر تشریف فرما ہو گئے تو والدہ صاحبہ نے عرض کیا: حضور، میں بیعت کرنا چاہتی ہوں۔ حضور نے فرمایا، 'بہت اچھا'، اور والدہ صاحبہ نے بیعت کر لی۔ یہ وقت ظہر کا تھا''

آگے آپ کے یوں بیعت کر لینے پر آپ کے شوہر نے کیا اثر لیا اور آپ نے اس کے مقابل پر اپنی قوت ایمانی کا مظاہرہ کس طرح کیا، یہ ایک دلچسپ روئداد ہے جسے بیان کرتے ہوئے مکرم چودھری صاحب موصوف فرماتے ہیں:

''جب والد صاحب کچہری سے واپس آئے تو انہوں نے والدہ صاحبہ سے دریافت کیا، کیا آپ مرزا صاحب کی زیارت کیلئے گئے تھے؟۔ والدہ صاحبہ نے

جواب دیا، گئی تھی۔ والد صاحب نے پوچھا، بیعت تو نہیں کی؟ والدہ صاحبہ نے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہا، الحمدللہ کہ میں نے بیعت کر لی ہے۔ اس پر والد صاحب نے کچھ رنج کا اظہار کیا۔ والدہ صاحبہ نے جواب دیا کہ یہ ایمان کا معاملہ ہے، اس میں آپ کی خفگی مجھ پر کوئی اثر نہیں کر سکتی، اگر یہ امر آپ کو بہت نا گوار ہے تو آپ جو چاہیں فیصلہ کر دیں، جس خدا نے اب تک میری حفاظت اور پرورش کا سامان کیا ہے، وہ آئندہ بھی کرے گا'

اس سلسلے میں یہ بتانا ناظرین کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا کہ حضرت حسین بی بی صاحبہؓ کو رؤیا میں دکھائے جانے والے وہ جملہ مناظر جن کا اوپر ذکر آیا ہے، حیرت انگیز طور پر ان واقعات پر پورے اُترے جو انہیں بیعت کے سلسلے میں پیش آنیوالی تقریبات کے دوران عملاً پیش آئے۔ مثلاً

ا۔ حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی سیالکوٹ میں تشریف آوری پر خلقت کا بے پناہ ہجوم حتیٰ کہ لوگوں کا درختوں کی ٹہنیوں پر لٹکنا۔ یہ نظارہ خاص طور پر اُس وقت دیکھنے میں آیا جب حضور کے بذریعہ ریل گاڑی تشریف لانے کے بعد حضور کی سواری شہر کے بازار میں سے گزرتی ہوئی مجوزہ قیام گاہ کی طرف جا رہی تھی۔

۲۔ رؤیا میں پلنگ پر نورانی صورت بزرگ کا دیکھنا اس طرح پورا ہوا کہ جب آپ حضور کی زیارت کے لئے تشریف لے گئیں تو حضور مکان کی چھت پر سے اُتر کر صحن میں بچھے ہوئے پلنگ پر ہی تشریف فرما ہوئے۔

۳۔ پہلی رؤیا میں آپ نے اپنے میاں (چودھری نصر اللہ خان صاحب) کے ہمراہ جاتے ہوئے جو یہ دیکھا تھا کہ چودھری محمد امین صاحب (ایڈووکیٹ) نے انہیں (چودھری نصر اللہ خان صاحب کو) آواز دے کر بُلا لیا ہے اور وہ وہاں رُک گئے ہیں اور آپ اکیلی اس طرف چلی گئی ہیں جہاں لوگ جمع ہیں، تو یہ رؤیا اس طرح پوری ہوئی کہ مکرم چودھری صاحب موصوف فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود الصلوٰة والسلام کے سیالکوٹ تشریف آوری کے وقت تک والد صاحب کی طبیعت بھی بہت حد تک احمدیت کی طرف راغب ہو چکی تھی اور وہ سمجھتے تھے کہ اب آخری فیصلہ کا وقت آ پہنچا ہے۔ اُن دنوں ان کی صحبت بہت حد

تک چودھری محمد امین صاحب کے ساتھ رہا کرتی تھی اور وہ خواہش رکھتے تھے کہ چودھری محمد امین صاحب اور وہ اکٹھے فیصلہ کریں ۔جب والد صاحب نے چودھری محمد امین صاحب کے ساتھ مشورہ کیا تو چودھری صاحب نے فرمایا کہ میرے دل میں کچھ شکوک ہیں ۔میں چاہتا ہوں کہ انہیں صاف کیا جائے ۔چنانچہ حضرت خلیفہ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے ساتھ طے ہوا کہ یہ دونوں مغرب کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہو جایا کریں اور اس طرح چودھری محمد امین صاحب اپنے شکوک اور اعتراضات صاف کرلیں''

آگے جو کچھ ہوا، وہ بھی رؤیا کی عملی تعبیر کے عین مطابق تھا،جیسا کہ چودھری صاحب موصوف فرماتے ہیں:

''تین چار دن کے بعد چودھری محمد امین صاحب نے والد صاحب کے پاس تسلیم کیا کہ انکے اعتراضات کا جواب تو مل گیا ہے چنانچہ والد صاحب نے فرمایا کہ پھر کل بیعت کرلیں گے لیکن دوسری صبح جب والد صاحب چودھری محمد امین صاحب کے مکان پر پہنچے اور ان سے کہا کہ حضرت اقدس کی خدمت میں بیعت کیلئے چلیں تو چودھری صاحب نے فرمایا کہ انہیں انشراح صدر نہیں ۔چنانچہ والد صاحب ان کے بغیر ہی حضرت اقدس کی خدمت میں تشریف لے گئے اور بیعت کرلی''

اس طرح پر گویا رؤیا کا وہ حصہ بھی پورا ہو گیا جس میں آپ کی والدہ نے دیکھا تھا کہ ایک مقام پر دو آدمیوں کی جگہ خالی ہے اور یہ کہ وہ وہاں جا کر بیٹھ گئی ہیں اور خالی حصہ کو روک لیا ہے اور جب کوئی شخص اس حصہ پر بیٹھنا چاہتا تو وہ اسے یہ کہہ کر روک دیتیں کہ یہ میرے ساتھی کی جگہ ہے۔

۴۔وہ رؤیا جس میں آپ کی والدہ نے صبح چار بجے مکہ معظّمہ کیلئے روانہ ہونے ،عصر کے وقت وہاں پہنچ جانے اور گلیوں میں سے ہوتے ہوئے کسی مکان میں داخل ہونے کا نظارہ دیکھا تھا، وہ سات سال بعد یوں پورا ہوا کہ جب 1911ء میں چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب مزید تعلیم کیلئے انگلستان روانہ ہونے لگے تو پروگرام یوں طے ہوا کہ پہلے سب قادیان حضرت خلیفہ المسیح الاول کی خدمت میں حاضر ہوں اور دعا کروالی جائے ۔یہ آپ کی والدہ کے

قادیان جانے کا پہلا موقع تھا۔ اس سفر کیلئے روانگی کا وقت، قادیان پہنچنے کا وقت اور قادیان میں مکانات وغیرہ کا جو نقشہ انہوں نے دیکھا تھا، یہ سب کچھ حیرت انگیز طور پر خواب کے نقشہ کے مطابق ظہور میں آ گیا۔ جیسا کہ مکرم چودھری صاحب موصوف کتاب ''میری والدہ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ

''جب والدہ صاحبہ قادیان تشریف لے گئیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانات کو دیکھ کر والدہ صاحبہ نے پہچان لیا کہ یہی مکانات انہوں نے اپنے ایک رؤیا میں دیکھے تھے اور اس سفر کے متعلق اتفاق بھی ایسا ہوا کہ ہم سیالکوٹ سے فجر سے کچھ قبل روانہ ہوئے اور عصر کے وقت قادیان پہنچے جو والدہ صاحبہ کے سات سال قبل کے رؤیا کے عین مطابق تھا''

(ملخص از کتاب ''میری والدہ'')

آگے جانے سے پیشتر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ جیسا کہ کتاب کے تمہیدی بیان میں حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے حوالے سے بتایا گیا ہے، امام الزمان کے ظہور کے وقت ہونے والا انتشار روحانیت دراصل امام الزمان کے نور کا ہی پرتوہ ہوتا ہے بلکہ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ'' پہلے نبیوں کی کتابوں اور احادیث نبویہ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشار روحانیت اس حد تک ہوگا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائیگا، اور نابالغ بچے نبوت کرینگے اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے''

(بحوالہ ضرورۃ الامام، روحانی خزائن جلد ۱۳، ص ۴۷۵)

..........☆..........

تعارف: حضرت حسین بی بی صاحبہؓ ایک صالحہ، پابند صوم وصلوٰۃ اور صاحبہ رُؤیا و کشوف بزرگ خاتون تھیں۔ آپ کا اللہ تعالیٰ پر توکل قبول احمدیت سے قبل ہی قابل رشک حد تک پہنچا ہوا تھا جس کی کئی مثالیں چودھری موصوف نے اپنی کتاب ''میری والدہ'' میں بیان کی ہیں۔ احمدیت میں داخل ہونے کے بعد آپ پر تقویٰ اور فدائیت کا ایک اَور ہی رنگ چڑھا جیسا کہ چودھری صاحب موصوف فرماتے ہیں: ''بیعت کے بعد جو دن ان پر چڑھا بلکہ ہر لحظہ جو ان پر گذرا، وہ ان کے ایمان اور اخلاص کی ترقی پر شاہد ہوا۔ ان کا ایمان شروع سے ہی عشق کی جھلک اپنے اندر رکھتا تھا، اور رفتہ رفتہ اس عشق نے اس حد تک ترقی کی کہ انہیں ہر بات میں، ہی اللہ تعالیٰ کا جلال اور قدرت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اور مسیح موعودؑ کی صداقت نظر آتی تھی''۔ آپکے حالات کے تفصیلی مطالعہ کیلئے کتاب'' میری والدہ'' ملاحظہ فرمائی جائے۔

﴿۱۸﴾

"مہلک بیماری احمدیت سے متمتع ہونے کا موجب بن گئی"

## اہلیہ ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ کا قبول احمدیت

ایک دوسری نیک بخت خاتون جن کے لئے حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کو خواب کے اندر دیکھنا قبول احمدیت کا موجب بن گیا، وہ حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار صاحبؓ کی اہلیہ محترمہ، حضرت سیدہ بیگم صاحبہؓ ہیں۔ آپ کی احمدیت کی طرف رہنمائی کا دلچسپ واقعہ حضرت مولانا جلال الدین شمس (سابق مبلغ بلاد عربیہ وانگلستان) نے اپنے اخبار الحکم میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب آپ اعلاء کلمۃ اللہ کے سلسلے میں دمشق (ملک شام) میں مقیم تھے تو حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ (حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار صاحب کے بڑے صاحبزادے اور سلسلہ کے ایک اَور نامور عالم) نے آپ سے بیان کیا کہ

"میری والدہ، سیدہ بیگم صاحبہ، کی بیعت کا باعث یہ ہوا کہ والد صاحب نے پہلے پوشیدہ طور پر بیعت کی ہوئی تھی اور کسی کو اپنی بیعت کی خبر نہ دی۔ انہی ایام میں جبکہ وہ بیعت کر کے آئے ہوئے تھے، والدہ صاحبہ مرض سل سے بیمار تھیں اور پانچ چھ مہینے کے اندر آپ کی حالت دگرگوں ہوگئی تھی"

فرماتے تھے، ان دنوں سل کا کوئی علاج نہیں ہوا کرتا تھا۔ آج کل تو کئی دوائیں ایجاد ہو چکی ہیں لیکن اُس زمانے میں کوئی علاج نہیں تھا۔ آخری رات مایوسی کی وہ تھی جبکہ والدہ اِس قدر لاچار ہوگئیں کہ چارپائی سے اٹھنا محال تھا۔ اور مجھے یاد ہے کہ ایک رات جبکہ ہم سمجھتے تھے کہ یہ آخری رات ہے، ہم سب بہن بھائی چارپائی کے اردگرد کھڑے ہو کر رو رہے تھے۔

حضرت مولانا شمس صاحب آگے فرماتے ہیں کہ مکرم شاہ صاحب نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے فرمایا:

"جب گیارہ بجے کے قریب میں سونے کے کمرے میں گیا تو مجھے یقین تھا کہ صبح والدہ صاحبہ کو زندہ نہیں پائیں گے۔ جب صبح ہوئی تو میں حضرت والدہ صاحبہ کے پاس گیا تو آپ کو اطمینان کی حالت میں پایا۔ یہ دیکھ کر ہمیں نہایت ہی تعجب ہوا کہ نہ وہ بخار ہے،

نہ کھانسی ہے، نہ بلغم ہے۔آپ نے ہم کو دیکھ کر فرمایا کہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میں صحت یاب ہو جاؤں گی اور اس بیماری سے فوت نہیں ہونگی“

فرمایا، اور یہ کہنے کے بعد اپنا اس رات کا خواب سنایا جو حسب ذیل تھا:

”میں نے آج رات حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھا ہے کہ بہت سی مخلوقات ہے اور سب طرف لوگ کہہ رہے ہیں کہ حضرت مہدیؑ تشریف لے آئے۔اتنے میں کیا دیکھتی ہوں کہ ایک شخص کثیر التعداد آدمیوں کے ساتھ چلے آرہے ہیں اور ان کے اوپر دو شخصوں نے دائیں بائیں چتر (چھتر) تانا ہوا ہے۔والدہ صاحبہ نے یہ سن کر کہ یہ مہدی ہیں، اپنی انگلی سے ان کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا کہ اگر آپ مہدی موعود ہیں تو میرے لئے دعا کریں کہ میں شفا پا جاؤں۔اس پر حضرت مہدیؑ نے ایک آبخورہ میں پانی دم کر کے ایک چھوٹے سے بچے کے ہاتھ بھیجا کہ یہ پی لو، شفا ہو جائے گی اور یہ شفا اس بات کی علامت ہوگی کہ جس کا انتظار کیا جاتا ہے، وہ آگیا ہے......اس خواب کے بعد جب میری آنکھ کھلی ہے تو تمام بیماری کے آثار میں تخفیف پاتی ہوں“

آپ نے فرمایا کہ اس وقت کے بعد چند ہفتے کے اندر اندر ہی آپ کو شفا ہوگئی۔وہ دن جب کہ جب آپ باہر نکل کر چلی ہیں، ہمارے لئے عید کا دن تھا۔

مکرم شاہ صاحبؓ نے مزید بتایا کہ والدہ صاحبہ نے مکرم والد صاحب کو جب اپنا خواب سنایا تو والد صاحب نے کہا کہ وہ مہدی فی الحقیقت آگئے ہیں اور اسی وقت ایک رقعہ میں یہ خواب لکھ کر ایک میرے ماموں زاد بھائی کے ہاتھ قادیان بھجوادیا۔چنانچہ حضورؑ نے دعا کی اور والد صاحب کو لکھ بھیجا کہ میں نے دعا کی ہے، انشاء اللہ شفا ہو جائے گی۔فرماتے تھے، والدہ صاحبہ نے اسی خط میں اپنی بیعت کر لی تھی۔ پھر شفا ہونے کے بعد انہیں خواب میں حضرت مسیح موعودؑ دوبارہ نظر آئے۔

(الحکم ۲۸ جولائی ۱۹۳۸ء

بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، مورخہ ۳ نومبر ۲۰۰۰ء)

☆ ☆ ☆

﴿۱۹﴾

''یہ تو وہی بزرگ ہیں.....''

# حضرت میاں فضل محمد صاحب ہرسیاں والے اور ان کی اہلیہ کا قبول احمدیت

ذیل میں حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے ایک اَور قدیمی رفیق، حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ اوران کی اہلیہ کے قبول احمدیت کی دلچسپ روئداد بیان کی جاتی ہے۔آپ موضع ہرسیاں کے رہنے والے تھے۔ ہرسیاں، قادیان سے چھ میل کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔آپ وہاں حکمت (طبابت) کا کام کرتے تھے۔اب اپنے قبول احمدیت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ کس طرح جنگل میں سے گذرتے ہوئے آپکے کان میں آواز پڑی کہ حضرت مسیح موعود سچے ہیں:

''میرے بعض دوست بشمول حضرت میاں محمد اکبر صاحب میرے پاس آیا کرتے اور حضرت مسیح موعودؑ کے بارے میں مجھے کچھ بتاتے رہتے تھے۔ میں بھی ان سے سوال جواب کرتا رہتا تھا۔ایک دن میں گھوڑے پر سوار کسی کام سے سری گوبند پور جارہا تھا (یہ ۱۸۹۵ء کی بات ہے) کہ جب میں قادیان مسجد اقصیٰ کے پاس سے گذرنے لگا تو وہاں جلسہ ہو رہا تھا اور مولوی عبدالکریم صاحب تقریر فرمارہے تھے۔حضرت میاں محمد اکبر صاحب اندر سے نکلے اور میرے گھوڑے کی باگ پکڑ کر فرمایا کہ آج میں آپ کو ہرگز جانے نہیں دوں گا۔انہوں نے میرا گھوڑا کسی رشتہ دار کے ہاں باندھ دیا اور مجھے ساتھ لے کر مسجد میں آگئے۔میں وہاں بیٹھ کر تقریریں سنتا رہا۔میں دو دن قادیان میں ٹھہرا اور چندہ بھی دیا۔آخری دن جب بیعت ہونے لگی تو میاں محمد اکبر صاحب نے میرا بھی ہاتھ پکڑ کر اوپر رکھ دیا۔میں نے دل میں کہا کہ جب تک میرا ارادہ نہ ہو تو بیعت کیا ہوگی۔ خیر میں نے ہاتھ نہ اٹھایا اور دعا میں شامل ہوگیا۔جب میں باہر نکلا تو محمد اکبر صاحب سے کہا، تمہارے کہنے پر میں نے بیعت تو کر لی ہے مگر میں دل سے ایمان اُسی وقت لاؤں گا جب خدا مجھے بتادیگا''

آگے فرماتے ہیں کہ اب میں نے نمازوں میں دعا کرنی شروع کر دی کہ اے میرے پیدا کرنے

والے! مجھے اس راستہ پر چلا جس پر تو راضی ہو...... اس کے بعد کیا ہوا اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی رہنمائی فرمائی، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں

"کچھ عرصہ کے بعد، اور یہ ۱۸۹۶ء کی بات ہے، میں ایک دن اکیلے گھوڑے پر سوار جنگل سے گذر کر بٹالہ جا رہا تھا کہ مجھے بڑے زور کی آواز آئی 'قادیان والا مسیح موعود سچا ہے، اسے جا کر مان لو'۔ یہ آواز تین بار میرے کان میں پڑی۔ چنانچہ آگے جانے کی بجائے میں نے گھوڑے کا رُخ اپنے دوست، میاں محمد اکبر، کے گھر کی طرف موڑ دیا اور انہیں کہا کہ اُس روز تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر بیعت کرنے والوں میں شامل کر دیا تھا، آج مجھے اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود سچے ہیں۔ پھر اسی وقت میں انکے ہمراہ دوبارہ قادیان پہنچا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کی سعادت حاصل کی"

یوں دل سے بیعت کر لینے کے بعد جب آپ گھر پہنچے اور اپنی بیوی کو بتایا کہ میں بیعت کر آیا ہوں تو وہ یہ سن کر خاموش ہو گئیں اور کوئی تبصرہ وغیرہ نہ کیا۔ آپ نے بھی انہیں مزید کچھ نہ کہا۔ اس پر چند روز ہی گذرنے پائے تھے کہ وہ کہنے لگیں 'میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک بزرگ آئے ہیں اور کہتے ہیں، تمہارے ایک بچہ پیدا ہوگا، وہ لمبی عمر پائے گا اور فاضل ہوگا'

اس پر آپ اپنی بیوی کو لے کر قادیان روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر ان کی بیوی کہنے لگیں، میں نے یہی جگہ خواب میں دیکھی ہے اور یہ کہہ کر خود آگے آگے چلنے لگیں اور سیدھی حضرت مسیح موعودؑ کے گھر پہنچ گئیں۔ جونہی انہوں نے حضورؑ کو دیکھا تو کہنے لگیں، یہ تو وہی بزرگ ہیں جنہیں میں نے خواب میں دیکھا ہے اور انہوں نے مجھے بچے کی بشارت دی ہے۔ چنانچہ اسی وقت انہوں نے بھی بیعت کر لی۔ بعد میں خواب کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹے سے نوازا۔ حضورؑ نے اسکا نام عبدالغفور رکھا اور اسے ایک روپیہ بھی عنایت فرمایا۔ یہی وہ مولانا عبدالغفور صاحب ہیں جنہوں نے مولوی فاضل پاس کرنے کے بعد سلسلے کے ایک نامور مبلغ کے طور پر نام پیدا کیا اور ساری عمر سلسلہ کی خدمت میں گذاری۔

(الفضل انٹرنیشنل، لندن، ۲۸ جون ۲۰۰۲ء و ۱۳/ اگست ۲۰۰۴ء)

(بحوالہ رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱۴ ص: ۹-۲۶۸)

﴿۲۰﴾

''بیٹی ادھر آجاؤ''

## حضرت پیر سراج الحق نعمانیؓ کی اہلیہ کا قبول احمدیت

حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ بھی حضرت اقدس علیہ السلام کے ابتدائی رفقاء میں سے تھے۔ بیعت کر لینے کے بعد آپ اکثر قادیان میں حضورؑ کی خدمت میں ہی رہنے لگے۔ آپ تین ان رفقاء میں سے تھے جن کے سپرد حضور کے مسودات کی کتابت کا کام تھا۔ آپ سرساوہ کے رہنے والے تھے اور خود پیر ہونے کے باوجود (آپ کے مریدوں کا ایک لمبا سلسلہ پنجاب کے طول وعرض میں پھیلا ہوا تھا) حضور اقدسؑ کی خدمت میں رہنا موجب سعادت سمجھتے تھے۔ آپ پہلی بار قادیان آنے اور حضور کی بیعت سے مشرف ہونے کے بعد جب سرساوہ پہنچے اور لوگوں سے اپنی بیعت کا حال بیان کیا تو فرماتے ہیں:

''کچھ مصدق ہوئے اور بہت سے مکذب ہو گئے لیکن میری بیوی نے صدق دل سے تصدیق کی۔ ایک وقفہ کے بعد کہنے لگی:

'آج رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک بزرگ جن کے سر اور ریش میں مہندی لگی ہوئی ہے اور بال سفید ہیں، مونڈھوں (کندھوں) تک لٹکتے ہیں اور درمیانہ قد اور دہرا بدن ہے، گندمی رنگ ہے، وہ ایک مکان میں کھڑے ہیں۔ اور دنیا میں چاروں طرف طوفان آ رہا ہے اور کسی طرف تلواریں اور نیزے چل رہے ہیں اور روئے زمین پر کہیں امن کی جگہ نہیں، لوگ غل مچا رہے ہیں اور چلّاتے ہیں۔ بچے، عورتیں، بڑے، چھوٹے حیران و پریشان اور مضطرب ہیں۔ اور میں بھی حیران کھڑی ہوں اور دل میں کہتی ہوں کہ الٰہی کدھر جاؤں، کوئی جگہ امن کی نہیں ملتی۔ (اچانک) میری نظر اس مکان کے بالاخانہ پر پڑی، وہ بزرگ مجھے دیکھ کر فرمانے لگے، کہ 'بیٹی اوپر آجاؤ'۔ میں یہ غنیمت سمجھ کر کہ کچھ تو امن کا مکان ملا، اوپر بالاخانہ پر اس بزرگ کے پاس آگئی۔ انہوں نے فرمایا 'بہت اچھا ہوا، تم یہاں آگئیں، دنیا میں

سوائے ہمارے اب کوئی امن کی جگہ نہیں ہے، تم بھی رہو''

آپ فرماتے ہیں، میری بیوی کہنے لگی کہ میں نے اس بزرگ کی زبانی یہ سب کچھ سن کر خدا کا شکر ادا کیا اور پھر میری آنکھ کھل گئی، اب تم بتاؤ، وہ کون بزرگ تھے اور یہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا، یہ حلیہ، یہ صورت، یہ لباس اور یہ ہیئت جو تم نے بیان کی ہے، یہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانیؑ کی ہے اور یہ مکان بھی وہی ہے جو میں دیکھ کر آیا ہوں۔ کہنے لگی، شاید وہی ہوں اور شاید دنیا میں پھر غدر پڑ جاوے اور بے امنی ہو جاوے اور قادیان میں ہی امن ملے، وہیں چلے چلیں۔ آپ فرماتے ہیں، میں نے اسے جواب دیا کہ ایسی بدامنی تو روحانیت کی اور عذاب الٰہی کی معلوم ہوتی ہے اور اس طرح بات آئی گئی ہو گئی۔ لیکن فرماتے ہیں کہ

''ہم کئی برس کے بعد قادیان گئے اور میری بیوی ساتھ تھی، جب اس نے حضرت اقدس علیہ السلام کی شکل دیکھی تو دیکھتے ہیں پہچان گئی کہ وہ جو میں نے خواب دیکھا تھا، ہو بہو یہ وہی بزرگ ہیں۔ اور دوڑی آئی اور مجھ سے کہنے لگی کہ خدا کی قسم! جن کو میں نے خواب میں دیکھا تھا، وہ یہی حضرت اقدس ہیں اور وہی مکان ہے'

آپ فرماتے ہیں، یہ خواب میری بیوی نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھی بیان کیا تو حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ خواب تمہارا سچا ہے۔ پھر میری بیوی نے بیعت کی اور صدق دل سے بیعت کی۔

(ملخص از تذکرۃ المہدی، مصنفہ پیر سراج الحق نعمانی، صفحہ ۲۰۷ تا ۲۰۸)

☆ ☆ ☆

﴿۲۱﴾

## ’’یا حضرت عیسیٰ!‘‘

## والدہ ڈاکٹر فیض علی صاحبؓ کا قبول احمدیت

حضرت ڈاکٹر فیض علی صاحب صابرؓ (والد محترم ڈاکٹر احسان علی صاحبؓ، قادیان، دارالامان) اپنی والدہ محترمہ کے قبول احمدیت کی دلچسپ داستان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں احمدی ہونے سے پہلے قریباً دہریت کی حد تک پہنچ گیا تھا۔ اس کا میری خلد آشیاں مادر مہربان کو بہت صدمہ تھا لیکن جب میں نے اور بھائی جان نے احمدیت قبول کر لی اور ہمارے دہریت کے خیالات یکسر بدل کر دین اور شریعت کی طرف مائل ہو گئے تو انہیں بہت خوشی ہوئی۔ لیکن امرتسر میں جہاں ہم رہتے تھے، ہمارے ہمسائے اور دیگر ننہال کے لوگ آ کر ان کو ڈراتے کہ تیرے بیٹے تو بے ایمان اور کافر ہو گئے ہیں، مرزا قادیانی ایسا اور ویسا ہے (یعنی قِسم قِسم کی غلط باتیں جو مخالفوں نے حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے بارے میں مشہور کر رکھی تھیں، انہیں بتاتے) تو وہ پھر غمگین رہنے لگ گئیں اور زار و زار روتی رہتیں۔ اور جب میں نے انکے سامنے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں قادیان ہجرت کرنے لگا ہوں اور چھوٹے بھائیوں کو بھی وہیں تعلیم دلاؤں گا تو انہوں نے سخت احتجاج کیا۔ مگر فرماتے ہیں:

’’آخر میرے کئی مہینے کے اصرار اور منت پر (انہوں نے) چھوٹے بچوں کو قادیان لے جانے کی بمشکل اجازت دی اور خود جانے سے قطعی انکار کرتے رہے۔ لیکن جب میں بچوں کو قادیان لے گیا اور وہاں داخل سکول کر آیا، تو اولاد کی محبت نے انکے پائے استقلال میں بھی کچھ لغزش کی۔ چنانچہ فرمایا کہ مَیں اس شرط پر قادیان جاؤں گی کہ تم مجھے ہرگز مرزا صاحب کے گھر جانے کے لئے مجبور نہ کرنا‘‘

آپ فرماتے ہیں، اس بارے میں پوری تسلی کر لینے کے بعد وہ قادیان تشریف لے گئیں۔ مکان بھی ہم نے اسی لئے مخالفوں (غیر احمدیوں) کے محلے میں لیا۔ مگر جب رفتہ رفتہ ہمسایہ عورتوں کی آمد شروع ہوئی تو والدہ صاحبہ نے محسوس کیا کہ جو کچھ غیبت کی باتیں امرتسر میں حضرت اقدسؑ کے بارے میں وہ سنا کرتی تھیں اور جو گندے الزام آپؑ پر لگائے جاتے تھے، وہ تو یہاں کے مخالف بھی نہیں جانتے۔ گویا وہ سب جھوٹ تھا جو آپؑ کے بارے میں وہاں مشہور تھا۔ یہ دیکھ کر انہیں بہت تعجب ہوا۔

دوسرے، ان کے حق میں ایک الٰہی تدبیر یوں پیدا ہوئی کہ آپ فرماتے ہیں، ایک رات تہجد کے بعد والدہ نے سنا کہ کوئی کہتا ہے، 'یا حضرت عیسیٰؑ' اور ساتھ ہی ایک بزرگ صورت کو انہوں نے ہاتھ میں عصا لئے دیکھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں، والدہ محترمہ نے ایک دن مجھے گھر میں ہمشیرہ کے پاس بٹھا کر تاکید کی کہ میرے آنے تک کہیں نہ جانا اور خود کئی عورتوں کو ساتھ لیکر ڈرتے ڈرتے حضرت اقدس کی خدمت میں پہنچ گئیں۔ جونہی آپ کی نظر حضورؑ پر پڑی تو آپ نے دیکھا کہ یہ تو وہی بزرگ ہیں جو چند دن پہلے انہیں کشف میں نظر آئے تھے۔ پھر کیا تھا، آپ نے بلا تاخیر بیعت کر لی اور اپنی لڑکی یعنی ہماری بہن کو بھی لے جا کر بیعت کروائی۔ وذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یّشاء!

(ماخوذ از الفضل انٹرنیشنل، لندن، ۲ نومبر ۲۰۰۱ء

بحوالہ رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۸، ص، ۱۶۷)

﴿۲۲﴾

"وہ مائی اب نہیں روتی"

# ضلع سیالکوٹ کی ایک نیک بخت خاتون کا خواب

مذکورہ بالا جملہ واقعات خواتین سے تعلق رکھتے ہیں جو بتاتے ہیں کہ آسمانی رہنمائی کا یہ سلسلہ صرف احمدی مردوں تک ہی محدود نہیں بلکہ بہت سی خواتین مبارکہ کو بھی یہ نعمت نصیب ہوئی ہے یعنی انہیں بھی رؤیا، کشوف یا الہام کی بدولت اللہ تعالیٰ احمدیت کی نعمت سے سرفراز کرتا چلا آ رہا ہے۔ اب اس سلسلے کا آخری واقعہ بھی ایک ایسی ہی نیک بخت خاتون سے تعلق رکھتا ہے جو پڑھی لکھی تو نہ تھی مگر خُدا نے اسے اپنے مامور کی شناخت کے بارے میں کوئی ایسا نظارہ دکھایا کہ وہ ہر دم بے قرار رہنے لگ گئی۔ اس کی یہ بیقراری کیسے دُور ہوئی اور حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کو ایک نظر دیکھ لینے کے بعد اس کے اندر کس طرح اطمینان اور یقین کی لہر دوڑ گئی، یہ روئداد آپؑ ہی کے سیالکوٹ کے ایک مرید کی زبانی سننے سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ مرید جن کا اسم گرامی حضرت مولوی محمد عبداللہ صاحبؓ (ابن چودھری عطر الدین صاحبؓ) ہے اور وہ کھیوہ باجوہ، ضلع سیالکوٹ، کے رہنے والے ہیں، فرماتے ہیں:

''جب حضرت اقدس علیہ السلام سیالکوٹ لیکچر کیلئے تشریف لائے ،اس سے چند روز پہلے ایک بڑھیا ہمارے گاؤں میں آئی۔اس کا نام دو آکتے تھا اور وہ موضع بھوپالوالے کی تھی ۔سقہ قوم کی تھی۔مستورات میں بیٹھ کر رونے لگی اور جہاں بھی بیٹھے روتی ہی رہے۔ مستورات نے اسے کہا کہ باہر مولوی صاحب ہیں ان کے پاس جا۔(چنانچہ) وہ میرے پاس آئی اور رونے لگی۔میں نے کہا، مائی کیوں روتی ہے۔اس نے کہا میں نے ایک چیز خواب میں دیکھی ہے، وہ نظر نہیں آتی ، پنجاب میں تلاش کیا ہے،عرب میں جا کر تلاش کیا ہے مگر وہ نظر نہیں آئی۔میں نے کہا،تُو اپنا پتہ لکھا دے، میں تمہیں خط لکھونگا، تم آجانا اور وہ چیز دیکھ لینا۔جب سیالکوٹ کے جلسہ کی تاریخ مقرر ہوئی (مراد ۱۹۰۴ء کا وہ جلسہ جس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ تشریف لائے اور اپنا تاریخی خطاب فرمایا تھا، یہ 'لیکچر سیالکوٹ' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ناقل) تو میں نے اسے خط لکھ دیا کہ سیالکوٹ میں فلاں تاریخ تک آجاؤ اور میر حسام الدین یا سید حامد شاہ (یہ سیالکوٹ کے ابتدائی صحابہ میں سے تھے۔ناقل) کے مکان کا پوچھ لینا''

آگے فرماتے ہیں:

''جب حضرت اقدس سیالکوٹ تشریف لائے تو وہ بڑھیا بھی وہاں آگئی۔ایک دن مَیں اور مولوی برہان الدین صاحب مرحوم جہلمیؓ (والد مکرم مولوی عبدالمغنی صاحب جہلمیؓ ۔ ناقل) اور چند اَور دوست میر حامد شاہ والی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ باہر سے کسی شخص نے میرا نام لیکر بلایا۔میں باہر نکلا تو مسجد کے پاس وہی مائی دو آکتے کھڑی تھی۔میں نے کہا، آگئی ہو۔کہنے لگی، 'اپنے گاؤں کی بیبیوں کو جا کر کہہ دینا کہ وہ مائی جو روتی تھی ،اب نہیں روتی۔جو کچھ اس نے دیکھنا تھا دیکھ لیا''

آگے وہ کیفیت بھی دیکھنے کے قابل ہے، جو اُس بی بی کی حضرت مسیح پاک علیہ السلام کو ایک نظر دیکھ لینے کے بعد ہوئی۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''بعد ازاں وہ خواتین جو اُس وقت حضرت صاحب کے پاس تھیں، ان میں سے ایک راجن بی بی نے بیان کیا کہ جب یہ بڑھیا آئی اور حضرت صاحب کو دیکھا تو (اس نے)

اپنے دونوں ہاتھ پھیلا لئے اور کہنے لگی:

''ہے شاباشے! تو پنجاب میں ہی تھا، میں تو عرب میں بھی تجھے ڈھونڈتی پھری''

(خلاصہ بیان از رجسٹر روایات صحابہ، نمبر ۱۰ صفحہ ۲۲۔۲۳۰)

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اُس بوڑھی بی بی نے حضرت بانیٔ سلسلہؑ کو کس شکل وصورت میں دیکھا تھا کہ آپکو مادی شکل میں دیکھنے کا تصور اسے بیقرار کرنے لگا۔ مگر اس کے منہ سے بے اختیار نکلنے والا یہ پنجابی جملہ اس کے اُس گہرے اشتیاق کو ظاہر کرتا ہے جس کے ساتھ وہ خدا کے مامور کو تلاش کر رہی تھی اور پھر آپکو دیکھ لینے کے بعد جس رنگ میں اُسنے اپنے قلبی سکون کا اظہار کیا، وہ بتاتا ہے کہ جو شکل وصورت بھی اس نے خواب میں دیکھی تھی، بعینہٖ اسی طرح اس نے آپ کو پایا۔ و ذٰلک فضل اللہ یؤ تیہ من یشاء!

اللھم صلّ علیٰ محمد و اٰل محمد

☆ ☆ ☆

## ۲۳

### ''حضرت اقدس سفید پوشاک زیب تن فرمائے کھڑے ہیں''

# نمبردار فتح محمد (عرف وڈا) کا قبول احمدیت

اب خواب میں دکھائے جانے والے اس قسم کے ایک اَور نظارے کا ذکر کیا جاتا ہے جو دوالمیال ضلع جہلم، کے رہنے والے ایک معزز شخص، نمبردار فتح محمد صاحب، عرف وڈا[۱]، کی ہدایت کا موجب بنا۔ دوالمیال کا قصبہ حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے زمانہ میں ہی تبلیغ احمدیت کا ایک فعّال مرکز بن چکا تھا۔ یہاں مکرم ملک کرم داد صاحب (یکے از ابتدائی صحابہ حضرت مسیح موعودؑ) کی ایک بیباک مخالف، فقیر مرزا، کے ساتھ ہونے والے روحانی معرکہ کی دلچسپ مگر عبرت انگیز داستان جس میں ثانی الذکر کی طاعونی موت نے صداقت احمدیت پر ایک عظیم الشان شہادت بہم پہنچائی، حضرت بانیٔ سلسلہؑ نے بھی اپنی تصنیف ''حقیقت الوحی'' میں بیان فرمائی ہے۔ اُس وقت سے ہی اس گاؤں میں احمدیت کا چرچا رہنے لگ گیا۔ (یہ عبرت انگیز اور احمدیت کی صداقت پر چار چاند روشن کرنے والی داستان ''درویشان احمدیت'' کی جلد سوم کے اندر پوری تفصیل کے ساتھ درج کی گئی ہے)

انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ نمبردار فتح محمد اپنے کسی ذاتی کام سے جالندھر گئے۔ وہاں وہ اپنے کام سے فارغ ہوکر جب امرتسر آئے تو رات انہوں نے ایک رؤیا میں دیکھا کہ

> ''وہ چند اشخاص کے ساتھ قادیان گئے ہیں اور مسجد مبارک (قادیان کی وہ مسجد جو دارالمسیح کے ساتھ واقعہ ہے) میں داخل ہو رہے ہیں۔ جب مسجد کے اندر پہنچتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سفید پوشاک زیب تن فرمائے کھڑے ہیں۔ اور حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب آپ کے ساتھ کھڑے بیعت کرنے والوں کے نام لکھ رہے ہیں اور یہ کہ ان ناموں میں اُن کا (نمبردار فتح محمد صاحب کا) نام بھی شامل ہے''

---

[۱] آپ کے خاندان میں ایک دوسرے فتح محمد صاحب بھی تھے۔ آپ کو عمر میں بڑا ہونے کے لحاظ سے ''وڈا'' یعنی ''بڑا'' کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

آپ فرماتے ہیں:

''یہ نظارہ دیکھتے ہی میری حالت غیر ہوگئی۔ چنانچہ صبح سویرے اُٹھتے ہی میں قادیان کیلئے روانہ ہوگیا۔ وہاں پہنچ کر جب میں مسجد مبارک میں داخل ہوا تو اپنے سامنے وہی رؤیا والا منظر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ بھی اسی قسم کی سفید پوشاک میں ملبوس تھے''

آگے فرماتے ہیں:

''کچھ دیر بعد حضور تو اٹھ کر تشریف لے گئے اور دو روز تک تشریف نہ لائے۔ میں نے یہ دو دن بڑی بیتابی میں گذارے۔ تیسرے دن عید الاضحیٰ[1] کا دن تھا۔ نماز عید پڑھنے کے بعد حضور بیعت لینے لگے تو میں قریب ہی بیٹھا تھا۔ میں نے فوراً اپنا ہاتھ حضرت اقدسؑ کے دستِ مبارک میں دے دیا۔ اور یوں میری یہ عید ہر پہلو سے مبارک ہوگئی۔

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، 6راگست 1996ء)

☆ ☆ ☆

﴿۲۴﴾

"حضورؑ کا وہی حلیہ تھا جو آپ کو خواب دکھایا گیا"

# حضرت صوفی نبی بخشؓ کا قبول احمدیت

خواب میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی زیارت ہونے اور پھر ملاقات ہونے پر حضورؑ کو اسی شکل وصورت میں دیکھنے کا ایک اَور واقعہ اُس خوش نصیب کے بارے میں بھی بیان ہوا ہے، جنہیں راولپنڈی کا سب سے پہلا احمدی ہونے کا فخر حاصل ہے۔ آپکا نام حضرت صوفی نبی بخش صاحبؓ تھا۔ آپ نے اپنی اس خواب کی بنا پر ۱۸۸۲ء میں ہی حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے ساتھ خط وکتابت شروع کر دی تھی۔ اور پھر جب ۱۸۹۱ء میں پہلے جلسہ کا انعقاد ہوا تو آپکو بھی اس میں شرکت کی دعوت ملی۔ جب آپ اس جلسہ میں شمولیت کیلئے قادیان تشریف لے گئے، تو فرماتے ہیں، میں نے دیکھا کہ حضور کا وہی حلیہ اور لباس ہے جو مجھے ۱۸۸۲ء میں اپنے طالب علمی کے زمانے میں خواب میں دکھایا گیا تھا، چنانچہ میں نے فوراً بیعت کر لی۔ رجسٹر بیعت اولیٰ میں آپ کا نام ۷۵ اویں نمبر پر یوں درج ہے:

**"۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء۔ نبی بخش ولد عبداللہ ساکن راولپنڈی، حال ملازم دفتر اگزامیز صاحب بہادر، ریلوے، لاہور"**

رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۵ صفحہ ۴۱ تا ۴۳ کے مطابق آپ پہلی بار ۱۸۸۶ء میں قادیان تشریف لے گئے، جو اِس غرض سے تھا کہ تا آپ حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی پسر موعود والی پیشگوئی (شائع شدہ اشتہار مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء) اور اس پر پنڈت لیکھرام پشاوری کی ہرزہ سرائی کے متعلق تحقیقات کریں۔ حضورؑ نے آپ سے آپکے خاندانی حالات دریافت فرمائے۔ پھر آپ واپس چلے آئے۔

نیز روایت مذکورہ کے مطابق آپ فرماتے ہیں کہ جب میں بیعت کرنے اور جلسہ دیکھنے کے بعد حضورؑ سے آخری مصافحہ کرنے گیا تو میں نے عرض کیا کہ میں نے پہلے بھی ایک شخص کی بیعت کی ہوئی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر وہ شخص نیک ہے تو اس صورت میں آپ کی یہ بیعت نورٌ علیٰ نور ہو جائے گی، ورنہ وہ بیعت فسخ ہو جائے گی اور صرف ہماری بیعت رہ جائے گی۔

(ملخص از الفضل انٹرنیشنل، ۲۸ ستمبر ۲۰۰۰ء نیز ۱۰ جنوری ۲۰۰۳ء)

﴿۲۵﴾

"آپ تو محبوب خُدا ہیں"

# میاں محمد مراد صاحب کا قبول احمدیت

میاں محمد مراد صاحب پنڈی بھٹیاں، ضلع گوجرانوالہ، کے رہنے والے اور ایک اچھے دیندار اور کھاتے پیتے زمیندار گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ لیکن ایسے وقت میں پیدا ہوئے جب عیسائی منادوں اور آریہ پنڈتوں کی اسلام پر مشترکہ یلغار کے نتیجے میں مسلمان اپنے دین سے برگشتہ ہو رہے تھے۔ اِدھر خُدائی وعدوں کے مطابق وہ موعود مسیح بھی پیدا ہو چکا تھا، جس کے متعلق مُخبر صادق حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ وہ صلیب کو توڑے گا اور مسلمانوں کو کفر والحاد کی آندھیوں سے بچائے گا۔ میاں محمد مراد صاحب پر اس مسیحی یلغار کا کیا اثر ہوا اور پھر مسیح محمدی کی بدولت وہ اپنے ایمان کو سلامت رکھنے میں کیسے کامیاب ہوئے، یہ دلچسپ اور ایمان افروز داستان انہی کی زبانی سننے سے تعلق رکھتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"پنڈی بھٹیاں میں 1908ء میں ہم کئی مسلمان آریہ سماج اور عیسائیوں کے جلسوں میں شامل ہوئے اور اس طرح پر ان کے اسلام پر اعتراضات سے متاثر ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم اسلام سے متنفّر ہو گئے اور ہم نے نماز ترک کر دی۔ علماء یہ کہہ کر ٹال دیتے کہ تم ان جلسوں میں کیوں جاتے ہو، توبہ کرو۔ میری عمر چوبیس پچیس سال تھی۔ میرے ایک پڑوسی لالہ بشن داس کالڑہ نے جو آریہ (مذہب سے تعلق رکھتا) اور (شہر کا) رئیس تھا، پنڈت بوڑامل کی زبانی مجھے اور میرے دوست کو جو مدرس تھا، یہ کہلوا بھیجا کہ اگر تم شدھ ہو جاؤ (یعنی ہندومت قبول کرلو) تو تمہیں دو ہزار روپیہ کی دوکان لاہور یا امرتسر میں بنوا دوں گا۔ اگر تمہاری بیوی نے تمہارا ساتھ نہ دیا تو کسی معزز گھرانے میں تمہاری شادی بھی کرادی جائیگی۔ اُس وقت کے دو ہزار کی قیمت آج کی نسبت بہت زیادہ تھی۔ ہم نے کہا کہ ہم سوچ کر بتائیں گے"

چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے اس سعید الفطرت بندے کو گمراہی سے بچا کر مامور من اللہ کی غلامی میں لانا چاہتا تھا۔ لہٰذا ایک ایسی تقریب پیدا ہوگئی جس سے ان کے لئے ہدایت کا رستہ کھل گیا۔ ہوا یہ کہ آپ

اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ایک شادی کی تقریب میں شامل ہوئے۔ وہاں آپ کی ملاقات ایک مسلمان تحصیلدار سے ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں:

''ہم نے (ان سے ) آریوں اور عیسائیوں کے اعتراضات کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ عزیز میں احمدی تو نہیں لیکن اگر تم پر آریوں اور عیسائیوں کا اثر ہو چکا ہے تو حضرت مرزا صاحب ( مراد حضرت بانیٔ سلسلہؑ۔ ناقل ) کی کتابیں پڑھو، کیونکہ ان کے سوا کوئی فرقہ بھی ایسے اعتراضات کا جواب نہیں دے سکتا۔ چنانچہ حضور کی کتب کے مطالعہ سے ہمارے شکوک رفع ہونے لگے''

اس دوران خُدا تعالیٰ نے آپ کیلئے ایک اَور تقریب پیدا فرمائی ۔ وہ یہ کہ حافظ آباد ( ضلع گوجرانوالہ ) کے مقام پر احمدی علماء کی تقریریں ہوئیں۔ آپ اور آپ کے ساتھی بھی وہ تقریریں سُننے کے لئے گئے۔ تقریریں سننے سے آپ اور آپ کے رفقاء کو مزید تقویت حاصل ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بھی آپ کیلئے نصرت کا سامان پیدا فرمایا، جس سے آپکو اس قدر انشراح صدر ہو گیا کہ آپ اور آپ کا پورا خاندان احمدیت کی آغوش میں آ گیا۔ وہ آسمانی مدد کیا تھی اور کیونکر اتری ،اس بارے میں آپ ( میاں محمد مراد صاحب ) فرماتے ہیں ( یہ ۱۹۱۰ء کی بات ہے ) کہ:

''ان تقریروں والی رات میں نے خواب ( میں ) دیکھا کہ ایک دریا کے کنارے ایک کشتی ہے جس میں ایک کرسی پڑی ہے، کشتی پر سبز مخمل کا غلاف چڑھا ہوا ہے اور کرسی بھی اس سے مڑھی ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کشتی سے اُتر کر کنارے پر تشریف لائے ہیں۔ ایک غیر احمدی محبوب عالم نامی کہتا ہے، 'آپ تو محبوب خُدا ہیں' ۔ آپ فرماتے ہیں، 'ہاں ، میں غلام احمد ہوں' ۔ حضور کے ہاتھ میں چھڑی بھی ہے۔ محبوب عالم نے دونوں ہاتھوں سے حضور کا بایاں ہاتھ پکڑا ہوا ہے اور میں نے دونوں ہاتھوں سے حضور کا دایاں ہاتھ پکڑ کر چوما ہے اور آنکھوں پر لگایا ہے''

فرماتے ہیں، جب میں بیدار ہوا تو یہ سحری کا وقت تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو جگایا اور انہیں خواب سُنائی۔ طبیعت بے حد مسرور تھی۔ اس سے احمدیت کی صداقت پر مجھے کامل یقین ہو گیا۔ چنانچہ میں اسی وقت مسجد میں جا کر نوافل اور تسبیح و تحمید میں مشغول ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

آگے فرماتے ہیں:

''میں نے (یہ) خواب والدین اور چھوٹے بھائی احمد الدین صاحب (ساکن کوٹ شاہ عالم ڈاکخانہ پنڈی بھٹیاں) کو سُنائی اور احمدیت پر اپنے شرح صدر کا ذکر کیا تو تینوں نے اس پر آمنّا و صدّ قنا کہا۔ چنانچہ میں اور اخویم موصوف اور استاذی المکرّم، مولوی علی محمد صاحب کھرل، اکٹھے پیدل قادیان پہنچ گئے۔ موضع کاہلواں نزد قادیان کے بعض معمر سکھوں نے ہمیں سُنایا کہ حضرت مرزا صاحب ہر قوم کے امیر و غریب کو اپنے پاس سے مفت دوائیاں دیتے تھے اور حضور کا طریق تھا کہ کھیتوں میں جو لوگ آڑا تر چھا رستہ بنا لیتے ہیں، فصل کٹی ہونے پر بھی حضرت مرزا صاحب اس راستے سے نہیں گذرتے تھے۔ ہم نے قادیان پہنچ کر حضرت خلیفہ اوّل کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ فالحمدللہ''

(بحوالہ تابعین اصحاب احمد جلد اول۔ صفحہ 19-18)

.......☆.......

تعارف: میاں محمد مراد صاحب، پنڈی بھٹیاں، ضلع شیخوپورہ، کے پہلے احمدی تھے۔ آپ نے ۱۹۱۰ء میں بیعت کی۔ آپ چار بھائیوں میں سے سب سے بڑے تھے۔ آپکے چھوٹے بھائی میاں احمد الدین صاحب نے آپ کے ساتھ ہی قادیان جا کر بیعت کی تھی۔ آپ کے ذریعے مستری غلام محمد صاحب شاہکوٹ والے کے احمدی ہونے کا واقعہ کتاب ھٰذا کے باب ششم، فصل اوّل بعنوان ''مخالفت میں برکت'' کے تحت بیان ہوا ہے، خاکسار راقم الحروف کو میاں احمد الدین صاحب کے صاحبزادے، میاں محمد صدیق صاحب نے، جو اِن دنوں جرمنی میں مقیم ہیں، زبانی بھی سنایا۔ مزید برآں، مکرم شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ کے صغر سنی میں اسلام قبول کرنے اور حافظ محمد عبداللہ صاحب (مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد ''مؤرخ احمدیت'' کے والد محترم) کے احمدی ہونے کا سہرا بھی آپ ہی کے سر ہے۔ آپ کے اپنے صاحبزادے، میاں بشیر احمد صاحب درویش. (والد مولانا منیر احمد صاحب حافظ آبادی، ایم۔ اے، وکیل اعلیٰ تحریک جدید انجمن احمدیہ، قادیان، ) جن کی ساری زندگی قادیان میں بطور درویش گذری، حال ہی میں (جنوری ۲۰۰۴ء میں) قادیان میں فوت ہوئے ہیں۔ آپ کے بھتیجے، میاں محمد صدیق، جن کا اوپر ذکر آیا ہے، کے صاحبزادگان بھی سلسلہ کی خدمات بجالا رہے ہیں۔ مثلاً مولوی اعجاز احمد صاحب نیّر بطور مربی سلسلہ، کراچی میں اور برادرم ظفر اقبال صاحب منیب ،بطور محاسب، مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی میں مقیم ہیں۔ گویا میاں محمد مراد صاحب کا سارا خاندان ہی ینصرک رجالٌ نوحی الیھم من السماء کی عملی تعبیر بن کر حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام کی صداقت پر چار چاند روشن کر رہا ہے۔

☆ ☆ ☆

﴿ ۲۶ ﴾

''اونہاں نُوں پھڑ لے''

# مکرم محمد حسین، سانگلہ ہل، کا قبول احمدیت

مکرم محمد حسین صاحب، کھاد ڈیلر، سانگلہ ہل (ضلع شیخوپورہ) قبول احمدیت کے بارے میں اپنی ایک خواب بیان کرتے ہوئے اس عاجز کے نام اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں۔

''میں میاں اللہ رکھا کا پوتا ہوں۔ پاکستان بننے سے پہلے ہم 'ماڑی بچیاں' تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور، میں رہتے تھے۔ میں پیدائشی احمدی تھا مگر غیر احمدی دوستوں اور رشتہ داروں کے اثر کے تحت میں احمدیت کا مخالف ہو گیا اور پیروں اور گدی نشینوں کی تلاش میں پھرنے لگا۔ مگر دل کو تسلی نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ میں نے نمازوں میں خُدا تعالیٰ سے دعا کرنی شروع کر دی کہ اے اللہ تعالیٰ! مجھے سیدھے راستہ پر ڈال۔ ایک رات مجھے خواب آئی (یہ 1952ء کی بات ہے) میں نے دیکھا کہ

''ایک بڑا سا ہال ہے جو سٹیڈیم کی شکل کا ہے اور بہت خوبصورت ہے، اس کے وسط میں ایک خوبصورت سٹیج بنا ہوا ہے، اس کے اوپر تین عدد اعلیٰ قسم کی کرسیاں ہیں، درمیانی کرسی جو دوسری دو کرسیوں سے بڑی ہے، اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف فرما ہیں، باقی دونوں کرسیوں میں سے ایک پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اور دوسری پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تشریف رکھتے ہیں۔ جونہی میری نظر سٹیج پر پڑتی ہے، تو مجھے آواز آتی ہے:

'پیر پھڑنا ای تے سامنے اونہاں نوں پھڑ لے'

(یعنی اگر تو نے پیر پکڑنا ہے تو سامنے والے بزرگ کو پکڑ لے)

آپ فرماتے ہیں، یہ آواز سنتے ہی مَیں جلدی سے آگے بڑھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاؤں پر گر گیا۔ اسکے بعد میرے دل میں کبھی کوئی غلط خیال نہیں آیا۔ میں نے مربی سلسلہ کے ذریعہ دوبارہ بیعت کر لی۔ اسوقت کے بعد سے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بیشمار نعمتیں نازل فرمائیں''

(مکتوب نمبر 73 مورخہ 1978ء)

## ﴿۲۷﴾

### ''جلدی بیعت کر لے ورنہ پچھتائے گا''

## حضرت میاں جان محمد صاحبؓ

اب حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے ایک اَور رفیق، حضرت میاں جان محمد صاحبؓ کے بذریعہ اعلام سماوی بیعت کرنے کا ایمان افروز واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔آپ پیر حنین شاہ صاحب کے مرید تھے ۔فرماتے ہیں، میں نے عرصہ سے دعویٰ حضرت مسیح موعودؑ کے بارے میں سن رکھا تھا: مگر ابھی تک کوئی فیصلہ نہ کر پایا تھا۔فرماتے ہیں:

''ایک دن میرے دل میں آیا کہ کیوں نہ استخارہ کر لیا جائے اور آپؑ (کی صداقت کے بارے میں) اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا جائے۔ یہ خیال آتے ہی میں نے سجدوں میں گڑ گڑا کر دعائیں کرنی شروع کر دیں کہ الٰہی! تُو ہادی ہے، میری رہنمائی کر۔ چند دن ہی ہوئے تھے کہ میرے مرشد (حضرت پیر حنین شاہ صاحبؒ) مجھے خواب میں ملے اور فرمایا،'اب ان کا راج ہے، فوراً بیعت کر لے'۔ پھر چند دنوں کے بعد ایک نورانی بزرگ بمع حضرت شاہ صاحب ایک جگہ تشریف فرما دیکھے۔ حضرت شاہ صاحب اس بزرگ کی خدمت میں مؤدّب ہو کر بیٹھے تھے۔ بزرگ کے پوچھنے پر آپ نے میرے بارے میں عرض کیا کہ میں نے اس کو تاکید کر کے (بیعت کے لئے) کہہ دیا ہے، مگر معلوم نہیں، یہ کیا سوچ رہا ہے۔ پھر اس بزرگ سے فرمایا کہ آپ بھی اسے کہہ دیں کہ جلدی بیعت کر لے ورنہ پچھتائے گا۔اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی''

آگے فرماتے ہیں:

''چند دنوں کے بعد میں نے رؤیا میں ایک تیسرے بزرگ کو دیکھا۔انکا چہرہ اس قدر نورانی تھا کہ میں تاب نہ لا سکا۔ پہلے دونوں بزرگ بھی ان کے حضور مؤدب بیٹھے ہوئے تھے۔ان تیسرے بزرگ کے دریافت کرنے پر دوسرے بزرگ فرمانے لگے کہ شاہ صاحب نے اسے بیعت کرنے کے لئے کہہ دیا ہے، مگر خبر نہیں، یہ کس سوچ میں ہے۔

اس پر تیسرے بزرگ بہت رعب دار آواز میں بولے کہ جلدی بیعت کر لے ورنہ پچھتائے گا۔آپ نے یہ ایسے زور سے فرمایا کہ میں کانپ کر اٹھ بیٹھا۔میری بیوی پوچھنے لگی،کیابات ہے؟میں نے اس کے سامنے حقیقت بیان کردی۔اس نے کہا،جب آپ کو بار بار بیعت کی تاکید ہورہی ہے تو کیوں بیعت نہیں کر لیتے''

آپ فرماتے ہیں،یہ فروری ۱۹۰۱ء کا مہینہ تھا۔مَیں اپریل میں قادیان گیا۔جب حضورؑ نماز مغرب کے بعد شاہ نشین پر رونق افروز ہوئے تو میں نے مؤدبانہ کھڑے ہو کر بیعت کی درخواست کی۔حضور کے دریافت فرمانے پر کہ کیا کام کرتے ہیں،میں نے عرض کیا کہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ،میں اینگلو مڈل سکول میں مدرس ہوں۔حضور نے فرمایا،پھر آپ رخصت لے کر آئے ہونگے؟عرض کیا،دس روز کی رخصت ہے۔فرمایا،بہت دن ہیں،آپ یہاں رہیں۔میں بیٹھ گیا.....پانچ روز گزر جانے پر پھر میں نے بیعت کی درخواست کی۔فرمایا،ابھی بہت دن ہیں،اَور ٹھہریں.....جب رخصت کا ایک دن باقی رہ گیا تو پھر میں نے بیعت کیلئے عرض کیا۔چنانچہ حضورؑ نے بیعت لی،دعا کی اور مجھے جانے کی اجازت دے دی۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۷،ص:۳۸۔۳۷
بحوالہ الفضل انٹرنیشنل،لندن،۱۳/اگست ۲۰۰۴ء)

☆ ☆ ☆

﴿۲۸﴾

”جھنڈے کے اوپر کسی نورانی شخص کی تصویر تھی“

# میاں عبدالحمید صاحب ایمن آبادی کا قبول احمدیت

مکرمہ طیبہ حبیب صاحبہ (حال کینیڈا) اپنے والد محترم، میاں عبدالحمید صاحب مرحوم، اوران کے توسط سے باقی سارے خاندان کے قبول احمدیت کی دلچسپ داستان بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

”آپ ایمن آباد (ضلع گوجرانولہ) کے ایک غیر احمدی گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہی سایۂ پدری سے محروم ہو گئے [۱]۔ آپ نے نویں جماعت تک تعلیم حاصل کر لی تو آپکے ایک ماموں جان آپکو اپنے ہمراہ کوئٹہ لے گئے۔ آپکے کوئٹہ میں قیام کے دوران ہی ۱۹۳۵ء کا وہ تاریخی زلزلہ آیا، جسکی بدولت آپکو احمدیت کی نعمت نصیب ہوئی۔ یہ دلچسپ روئداد یوں ہے کہ اس رات آپ صحن میں ایک دیوار کیساتھ چارپائی پر سورہے تھے کہ اچانک کوئی سفید کپڑوں میں ملبوس شخص بڑا سا جھنڈا لے کر آپکے سامنے آ گیا۔ جھنڈے پر کسی نوارانی شخصیت کی تصویر، تھی جسکے نیچے یہ عبارت درج تھی:

**’دنیا میں ایک نذیر آیا، پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا‘ [۲]**

وہ فرماتی ہیں کہ ابھی آپ حیرت سے یہ نظارہ دیکھ ہی رہے تھے کہ وہ شخص واپس جانے کیلئے مڑا۔ آپ بھی اس کے پیچھے بھاگے تا کہ پوچھ سکیں کہ جھنڈے پر کس ہستی کی تصویر ہے اور اس عبارت کا کیا مطلب ہے۔ اب وہ شخص تو کہیں غائب ہو گیا، لیکن اسی اثناء میں زلزلہ کا ایک شدید جھٹکا آیا، جس سے کمرے کی وہ دیوار گر کر اس چارپائی پر آ پڑی، جس پر آپ کچھ دیر پہلے سو رہے تھے۔ چارپائی بالکل ٹوٹ گئی۔ اس طرح پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بالکل محفوظ رکھ لیا۔ اسکے بعد آپ واپس ایمن آباد آ گئے لیکن یہ تجسس آپ کو بے چین کرتا رہا کہ وہ تصویر کس کی تھی۔

.................................................................

[۱] آپ اس وقت چھٹی جماعت میں پڑھتے تھے جب آپ کے والد ماجد، علی محمد صاحب کی وفات ہوئی۔

[۲] یہ حضرت بانیٔ سلسلہؑ کا وہ الہام ہے، جس کی تعبیر میں بڑے بڑے زلازل دنیا میں آئے اور آ رہے ہیں۔

آگے فرماتی ہیں:

''ایک سال کے بعد جب آپ نے میٹرک کا امتحان دیا تو آپ کی والدہ نے آپ کو چھٹیاں گذارنے جے پور بھجوادیا، جہاں آپ کی ہمشیرہ رہتی تھیں۔ان کے شوہر ڈاکٹر قاضی لطیف احمد صاحب ایک احمدی گھرانے کے چشم وچراغ تھے اور خود بھی بڑے مخلص احمدی تھے[ا]۔یہاں پہنچ کر آپ کی نظر جب دیوار پر آویزاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر پر پڑی،تو آپ حیران رہ گئے کہ یہ تو بعینہٖ وہی بزرگ ہیں جنکی تصویر آپ کو جھنڈے کے اوپر نظر آئی تھی اور جو آپکے ذہن پر نقش ہو چکی تھی۔ چنانچہ آپ نے اپنی ہمشیرہ صاحبہ سے اپنی خواب بیان کر کے حضرت مسیح موعودؑ کے بارے میں پوچھا۔اور یوں آپ احمدیت میں دلچسپی لینے لگے۔یہاں تک کہ آپ نے جلد ہی بیعت کی سعادت حاصل کر لی''

اب آپ کے اباجان نے بیعت تو کر لی لیکن فرماتی ہیں:

''جب آپ نے گھر واپس آ کر یہ خوشخبری اپنی والدہ کو سنائی تو وہ چراغ پا ہو گئیں۔ پہلے تو آپکی خوب پٹائی کی گئی اور پھر گھر چھوڑنے کا حکم ملا۔آپکے بھائی آپ کو ٹھوکریں مارتے ہوئے گھر کے دروازے تک لائے اور ہمیشہ کے لئے لاتعلقی کا حکم دیدیا''

اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر گھر سے نکلنے پر غیب سے آپ کی روزی کے کیا سامان پیدا ہوئے،اس بارے میں مکرم طیّبہ حبیب صاحبہ رقمطراز ہیں:

''گھر سے نکل کر آپ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کریں۔اگر شہر میں کوئی احمدی تھا بھی تو آپ کو اس کا علم نہیں تھا۔چنانچہ آپ ریلوے سٹیشن پر چلے گئے اور مزدوری کر کے گزارہ کرنے لگے۔رات کو وہیں بنچ پر سو رہتے۔چندروز بعد آپ کو ریلوے میں 'گینگ مین' کی ملازمت مل گئی اور رہائش کے لئے ایک مکان بھی مل گیا۔اس طرح سردیوں میں اسٹیشن پر رات گزارنے کے تکلیف دہ خیال سے بھی نجات مل گئی۔پھر آپ نے مزید ٹریننگ حاصل کی اور بہت جلد جلد ترقی کرنے لگے۔آپکی ایمانداری کی وجہ سے آپ کا تبادلہ مختلف جگہوں پر ہونے لگا، جو آپ کی مزید ترقی کا موجب بنا''

---

[ا] ڈاکٹر قاضی لطیف احمد صاحب فوت ہو چکے ہیں۔آپ کے بڑے بیٹے ڈاکٹر ہمایوں اختر جو ڈینٹل کالج لاہور کے پرنسپل رہے، بھی وفات پا چکے ہیں۔آپ کی یادگار آپ کے دو بیٹے، ڈاکٹر عبدالمومن اور قاضی امجد صاحب بفضل خدا زندہ ہیں۔

مکرمہ طیبہ حبیب صاحبہ آگے بتاتی ہیں کہ اس دوران ابا جان کے بڑے بھائی یعنی ہمارے تایا جان کی شادی ہوگئی اور اس طرح گھر کی مالی ذمہ واریاں بڑھ گئیں، تو دادی اماں (یعنی ابّا جان کی والدہ) کو اپنے چھوٹے بیٹے کی یاد ستانے لگی۔ اُس وقت ابا جان کوئٹہ میں ملازم تھے۔ لہذا انہیں فوراً ایمن آباد آنے کا پیغام ملا۔ آگے فرماتی ہیں:

''جب آپ گھر پہنچے تو آپ کی والدہ نے آپ سے کہا کہ آپ اپنے بھائی کی تعلیم کے اخراجات برداشت کریں۔ آپنے واپس کوئٹہ جا کر اپنی والدہ کو لکھا کہ آپ صرف اس شرط پر یہ اخراجات ادا کریں گے اگر آپ کے بھائی قادیان جا کر تعلیم حاصل کریں۔ اس پر آپ کی والدہ تو راضی نہ ہوئیں لیکن آپ کے بھائی نے یہ کہہ کر والدہ کو خاموش کرا دیا کہ اگر آپ کو یہ وہم ہے کہ میرا ایمان کمزور ہے تو آزما کر دیکھ لیں، کیونکہ میں کسی بھی جگہ رہوں، دین سے اور اپنے عقیدے سے دُور ہونے والا نہیں۔ چنانچہ آپکے بھائی (یعنی خاکسار کے چچا محمد یونس صاحب) قادیان جا کر تعلیم حاصل کرنے لگے۔ مگر چھ ماہ کا عرصہ ہی گذرا تھا کہ وہ بھی بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوگئے''

آخر پر فرماتی ہیں کہ کچھ سالوں کے بعد آپ کے بڑے بھائی، جن کا نام عبدالحق تھا، اور آپکی والدہ محترمہ یعنی ہماری دادی جان نے بھی احمدیت قبول کر لی۔ گویا آپکو ملنے والی آسمانی رہنمائی کے نتیجے میں آپ کا سارا خاندان احمدیت کی آغوش میں آگیا۔ فالحمد للہ علی ذٰلک!

☆

## مضمون نگار کا تعارف

مکرمہ طیبہ حبیب صاحبہ، سلسلہ کے دیرینہ خادم اور مبلغ سلسلہ، مکرم مولانا روشن دین صاحب، کی لائق صد افتخار بہو ہیں، اور اس وقت کینیڈا میں مقیم ہیں۔ آپ اور آپکے میاں، کمال الدین حبیب صاحب، بطور ٹیچر نائیجیریا میں خدمات بجالاتے رہے ہیں۔ مکرمہ طیبہ صاحبہ کا یہ مضمون پہلے کینیڈین رسالہ ''النساء'' کی جنوری تا جون ۱۹۹۹ء کی زینت بنا۔ پھر خاکسار کے رابطہ کرنے پر عزیزہ طیبہ صاحبہ نے بعض ضروری تفصیلات کا اضافہ کیا، جنہیں موجودہ مضمون میں شامل کر کے نشان کی رونق بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

---

[۱] آپ کے بڑے بھائی، عبدالحق صاحب، بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے مخلص ثابت ہوئے۔ آپ ایک لمبا عرصہ کوئٹہ میں بطور سیکرٹری مال، سلسلہ کی خدمت بجالاتے رہے ہیں۔

﴿۲۹﴾

"یہ تو وہی بزرگ ہیں"

## حضرت الحاج مولانا عبدالکریم کا قبول احمدیت

اب ایک ایسے شخص کی آسمانی رہنمائی کا حال بیان کیا جاتا ہے جنکے حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے حلقہ غلامی میں آجانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے وجود میں اپنی قدرت اور رحمت کے بیشمار نشان دکھائے۔ ان کا نام الحاج مولوی عبدالکریمؓ صاحب ہے۔ وہ اپنے قبول احمدیت کا عجیب وغریب قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"۱۹۱۴ء میں عاجز سرگودہا King High School میں دسویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ اور ہوسٹل میں مقیم تھا۔ سپرنٹنڈنٹ جناب حافظ عبدالکریم صاحب بی، اے۔ بی، ٹی (آف جھاوریاں، ضلع خوشاب) تھے۔ ہوسٹل کے قریب جامع مسجد تھی۔ میں نے امام مسجد سے درخواست کی کہ وہ کچھ معاوضہ لے کر میرا قرآن کریم سُن لیا کریں۔ انہوں نے مجھے کہا، نماز فجر سے نصف گھنٹہ پہلے اگر تم آجاؤ تو میں وقت دے سکتا ہوں، ورنہ نہیں۔ میں نے الارم والا ٹائم پیس خرید لیا۔ اور نماز فجر سے ایک گھنٹہ پہلے اُٹھ کر ضروریات سے فارغ ہو کر وضو کرتا اور نوافل ادا کرنے کے بعد مسجد میں آجاتا۔ میں امام صاحب کیلئے دعا کرتا ہوں کہ اس طرح انہوں نے مجھے نماز تہجد کی عادت ڈالی"

آگے یہ کہ آپ کے کان میں پہلی دفعہ 'احمدی' کا لفظ کیسے پڑا، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

"حافظ صاحب اور مَیں نمازیں اسی مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ مگر میں نے دیکھا کہ حافظ صاحب جمعہ کی نماز کسی اَور مسجد میں ادا کرتے ہیں۔ ایک روز میں نے اُن کا پیچھا کیا۔ وہ جس مسجد میں گئے، میں بھی وہاں چلا گیا۔ خطبہ جمعہ حضرت شیخ غلام احمد صاحب واعظ مرحوم نے پڑھا۔ لاہوری پارٹی کی مخالفت کا ذکر فرمایا مگر چونکہ احمدیت کا مجھے علم نہ تھا، اس لئے خطبہ کے اکثر مضمون کو میں سمجھ نہ سکا۔ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر میں اور حافظ صاحب ہوسٹل کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں حافظ صاحب نے مجھے کہا، یہ احمدیوں

کی مسجد ہے ،لوگ ان کو قادیانی کہتے ہیں اور مرزائی بھی ، میں نہ احمدی ہوں ، نہ قادیانی ، نہ مرزائی ۔مگر نماز جمعہ اس لئے یہاں پڑھتا ہوں کہ یہاں قرآن کریم کی جو تفسیر خطیب بیان کرتے ہیں ، اس میں لذت آتی ہے ۔تم بھی یہاں جمعہ کے روز آ جایا کرو، مگر نہ تم احمدی ہونا ، نہ قادیانی ، نہ مرزائی‘‘

حافظ صاحب کی اس بات نے آپ کے خیالات میں کیا غیر معمولی تبدیلی پیدا کی اور یہ تبدیلی بالآخر آپ کو احمدیت کی طرف لانے کا موجب کیسے بنی ،اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

’’میں عشاء کی نماز تک اس سوچ میں مستغرق رہا کہ ایک شخص جو بی ،اے ۔بی ،ٹی ہے اور حافظ قرآن ہے ، اُسے نماز جمعہ میں لذت مسجد احمدیہ میں آتی ہے ،مگر وہ خود احمدی نہیں ہے اور مجھے بھی مشورہ دیتے ہیں کہ احمدی نہ بنوں‘‘

آگے کس طرح اللہ تعالیٰ نے خود آپکی رہنمائی فرمائی اور آپکو ماموز زمانہ ،حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ ،کی غلامی میں لا کر آپکا عاشق صادق بنا دیا ،اس بارے میں آپ رقمطراز ہیں:

’’اس کے بعد میں سو گیا۔پچھلی رات خواب دیکھا کہ ایک لیکچر ہو رہا ہے میں بھی سُن رہا ہوں ۔لیکچرار نے بیان فرمایا کہ اسلام زندہ مذہب ہے ،اسلام کا خُدا زندہ ہے ،اسلام کا نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ہے ،اسلام کی کتاب قرآن کریم زندہ کتاب ہے ،اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں اس کی صداقت کیلئے اپنے برگزیدہ انسانوں کو مبعوث کرتا رہتا ہے ...... مجھے خُدا نے اس زمانہ میں اسی غرض کیلئے مبعوث کیا ہے کہ میں دلائل اور آسمانی نشانوں کے ذریعہ اسلام کی صداقت اور برتری ثابت کروں‘‘

آپ بیان فرماتے ہیں:

’’تقریر بہت موثر تھی ۔ میں نے خواب کے اندر ہی اپنے ساتھ والے دوست سے دریافت کیا ، یہ کون بزرگ ہیں ۔انہوں نے جواب دیا ، یہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی (علیہ السلام ) ہیں جنہوں نے اس زمانہ میں مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا ہے ۔اس کے بعد میں بیدار ہو گیا‘‘

آگے فرماتے ہیں:

’’نماز تہجد سے فارغ ہو کر مَیں مسجد میں گیا۔ امام صاحب جب آئے تو میں نے اُن سے دریافت کیا، ’مولوی صاحب! سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی (علیہ السلام) جنہوں نے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا ہے، کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ مولوی صاحب نے کہا: ’او مُنڈیا! تینوں کوئی قادیانی ٹکر گیا اے‘ (یعنی اے لڑکے ، تجھے کسی قادیانی۔ مراد احمدی۔ نے غلط راہ پر ڈال دیا ہے۔ ناقل) اور کہا، ’تم ان باتوں میں نہ پڑو، اور قرآن شریف پڑھو‘۔ میں نے کہا، پہلے مجھے اس سوال کا جواب دیں۔ مولوی صاحب نے کہا، ’قادیانی کافر ہیں، اگر کوئی ان کے کفر میں شک کرے، تو وہ بھی کافر ہو جاتا ہے اور ان کا کفر اتنا سخت ہے کہ اگر کوئی قادیانی اس مسجد میں آ جائے تو جہاں اُس کا پاؤں پڑے، وہاں کی زمین ناپاک ہو جاتی ہے اور جب تک ایک فٹ گہری مٹی کھود کر نئی مٹی نہ ڈالی جائے، نماز نہیں ہو سکتی‘ ‘‘

آپ یہ سن کر پہلے سے بھی زیادہ حیران ہو گئے اور سوچ میں پڑ گئے کہ یہ کیسا جواب ہے کہ جب تک مسجد کے فرش کو ایک فٹ تک کھود کر وہاں نئی مٹی نہ ڈالی جائے، نماز جائز نہ ہو گی۔ چنانچہ آپ نے مولوی صاحب کو مخاطب کر کے ان سے مندرجہ ذیل گفتگو کی۔ فرماتے ہیں:

’’میں نے کہا، مولوی صاحب! نماز مغرب کی اذان ہو چکی ہو، سب لوگ نماز کے لئے صف باندھے کھڑے ہوں، تکبیر ہو رہی ہو، ایک نوجوان آئے اور کہے، میں قادیانی ہوں اور سب فرش پر دوڑتا پھرے، تو کیا نماز ہو سکتی ہے۔ مولوی صاحب نے کہا، مسجد کے فرش کو کھودنا پڑے گا۔ میں نے کہا، مولوی صاحب! پکے فرش کو کھودنے کیلئے کئی روز درکار ہوں گے، اِدھر حدیث میں آتا ہے، **من ترکَ الصّلوٰۃ متعمدًا فقد کَفرَ**۔ کہنے لگے، جب تک فرش نیا نہ لگے، نماز نہیں ہو گی۔ میں نے کہا، مولوی صاحب! میرا دل نہیں مانتا کہ آپ کا یہ فتویٰ ٹھیک ہو۔ اس لئے میں اب آپ سے قرآن شریف نہیں پڑھوں گا‘‘

اس گفتگو کے بعد آپ کے لئے اپنا رستہ معین کرنا آسان ہو گیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

’’یہ کہہ کر میں مسجد احمدیہ چلا گیا۔ ابھی اذان فجر کی نہیں ہوئی تھی۔ خادم مسجد نے مجھے

ایک احمدی بزرگ کا پتہ بتایا۔ میں اس کے گھر گیا۔ انہوں نے حلوہ تیار کیا ہوا تھا اور بچوں کو پرچوں میں ڈال کر دے رہے تھے۔ مجھے بھی انہوں نے دیا اور کہا بیٹا! ان بچوں کی ماں فوت ہوگئی ہے، میں حلوہ تیار کر لیتا ہوں اور ان بچوں کو اُٹھاتا ہوں اور اپنے ہمراہ نماز فجر کیلئے مسجد میں لے جاتا ہوں۔ انہوں نے اس موقع پر مجھے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا فوٹو بھی دکھایا۔ میں نے پہچان لیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے (خواب کے اندر۔ ناقل) یہ لیکچر دیا تھا''

اب آپ پر احمدیت کی صداقت کھل چکی تھی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''میں نے کہا، میں بیعت کرنی چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا، پہلے کتابیں پڑھ لیں۔ میں نے ان کو خواب سُنایا تو فرمانے لگے، اچھا تو آپ کو گویا حضرت مسیح موعودؑ نے تبلیغ کر دی ہے۔ انہوں نے شرائط بیعت مجھے دیں۔ میں نے پڑھ کر منظور کر لیا۔ اسکے بعد انہوں نے پوسٹ کارڈ پر میری بیعت لکھی اور مجھے درّثمین اردو (حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے اردو منظوم کلام کا مجموعہ۔ ناقل) پڑھنے کو دی''

(بحوالہ 'برہان ہدایت' صفحہ ۸۔۳۰۶)

☆ ☆ ☆

## ۳۰

### ''میں ان کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا''

# حضرت مرزا محمد اسمٰعیل قندھاری کا کشف

حضرت مرزا محمد اسمٰعیل صاحب قندھاری، جنہیں قندھار (افغانستان) کا سب سے پہلا احمدی بننے کا شرف حاصل ہوا، کے قبول احمدیت کے بارے میں حضرت قاضی محمد یوسف صاحب، صوبائی امیر صوبہ سرحد، نے ایک نہایت دلچسپ روایت بیان فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مرزا محمد اسمٰعیل صاحب، پشتو اور فارسی میں اچھی دسترس رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ بمبئی میں آ کر ایک انگریز افسر، کپتان راورٹی، کے پشتو اور فارسی کے استاد مقرر ہو گئے۔ پھر اسی کپتان کے ساتھ جب آپ سفر کرتے ہوئے پشاور پہنچے تو وہاں پادری ہیوز اور دوسرے پادریوں کی درخواست پر آپ نے صحف انبیاء اور اناجیل اربعہ کا پشتو میں ترجمہ بھی کیا۔ اس کے بعد صوبہ سرحد میں جب انگریزی حکومت نے مدارس کھولنے کا پروگرام بنایا تو آپ کو ضلع ہزارہ اور پشاور میں انسپکٹر مدارس مقرر کر دیا گیا۔ اس عرصۂ قیام کے دوران آپ کی پیر صاحب کوٹھہ شریفؒ (تحصیل صوابی، ضلع مردان)، سید امیر صاحبؒ، سے کئی بار ملاقات ہوئی۔ پیر صاحب کوٹھہ شریف کو کشفاً بتایا گیا تھا کہ حضرت مہدی علیہ السلام پیدا ہو چکے ہیں، یہ کہ ان کی زبان پنجابی ہے اور ان کا ظہور جلد ہونے والا ہے (حضرت پیر صاحب کے اس کشف کا ذکر باب ھٰذا کی ابتداء میں کیا جا چکا ہے)۔ چنانچہ جب آپ نے حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی سب سے پہلی تصنیف ''براہین احمدیہ'' پڑھی، تو آپ کو (حضرت مرزا محمد اسمٰعیل صاحب کو) جستجو پیدا ہوئی کہ دیکھیں، آیا یہ وہی موعود تو نہیں جس کے بارے حضرت پیر صاحب کوٹھہ شریف نے کشف میں دیکھا تھا کہ وہ پیدا ہو چکا ہے۔ مگر چونکہ اُس وقت تک حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام نے کوئی دعویٰ نہیں فرمایا تھا، اس لئے آپکی یہ جستجو تشنہ کام رہی۔ تاہم ۱۸۸۷ء میں خود آپ نے ایک ایسا کشف دیکھا جس سے آپ کی جستجو کو قرار مل گیا۔ اس کشف کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''میں ایک دن تہجد پڑھ کر اپنے کمرہ میں مراقبہ میں بیٹھا تھا کہ مَیں نے دیکھا کہ کمرے کی چھت اوپر اٹھ گئی ہے اور تیز روشنی کمرہ میں داخل ہو رہی ہے۔ جب روشنی قدرے مدھم ہوئی تو مَیں نے ایک بزرگ کو سرو قد اپنے سامنے کھڑا دیکھا۔ مَیں نے اُٹھ کر

مصافحہ کیا اور باادب دوزانو ہو کر سامنے بیٹھ گیا۔ پھر کشفی حالت بدل گئی۔ ایک عرصہ بعد جب مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دیکھی تو مَیں نے ان کو شناخت کر لیا کہ یہ وہی بزرگ تھے''

آپ کے متعلق آتا ہے کہ اس کے باوجود آپ نے عرصۂ دراز تک بیعت نہ کی اور یہی سمجھتے رہے کہ آپکا کشف میں مصافحہ کرنا آپکی بیعت کے مترادف ہے۔ یہاں تک کہ حضرت بانیٔ سلسلہؑ وفات پا گئے اور خلافتِ اولیٰ کا دَور شروع ہو گیا۔ پھر بعض احمدی احباب کے مشورہ پر کہ شریعت کی ظاہری پابندی بھی ضروری ہے، آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے دورِ خلافت میں خط کے ذریعہ بیعت کر لی۔

(بروایت حضرت قاضی محمد یوسف صاحب، صوبائی امیر صوبہ سرحد۔

بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن، ۲۴/اگست ۲۰۰۱ء)

.......☆.......

تعارف: آپ ۱۸۱۳ء میں قندھار میں پیدا ہوئے۔ آپ کے حوالے سے ہی حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام نے اپنی کتاب ''تحفہ گولڑویہ'' میں پیر صاحب آف کوٹھہ شریف کی وہ روایت بیان فرمائی ہے، جس میں انہیں کشفاً دکھایا گیا تھا کہ حضرت مہدی علیہ السلام پیدا ہو چکے ہیں۔ اس روایت کا ذکر آپؑ نے یوں فرمایا ہے:

''ان راویوں میں سے ایک صاحب مرزا صاحب کر کے مشہور ہیں، جن کا نام محمد اسمٰعیل ہے اور پشاور محلّہ گل بادشاہ کے رہنے والے ہیں۔ سابق انسپکٹر مدارس تھے۔ ایک معزز اور ثقہ آدمی ہیں۔ مجھ سے کوئی تعلق بیعت نہیں ہے۔ ایک مدت دراز تک میاں صاحب کوٹھہ والے کی صحبت میں رہے ہیں۔ انہوں نے مولوی سید سرور شاہ صاحب کے پاس بیان کیا کہ مَیں نے حضرت کوٹھہ والے صاحب سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مہدی آخر الزماں پیدا ہو گیا ہے، ابھی اس کا ظہور نہیں ہوا۔ اور جب پوچھا گیا کہ نام کیا ہے تو فرمایا کہ نام نہیں بتلاؤں گا۔ مگر اس قدر بتلاتا ہوں کہ اس کی زبان پنجابی ہے''

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن، جلد ۱۷، صفحہ ۱۴۵۔ حاشیہ)

☆ ☆ ☆

﴿۳۱﴾

## ''میرے تیسرے خلیفہ کی بیعت کرلو''

# مولوی غلام محمد صاحب بلتستانی کا قبول احمدیت

اب، علاقہ بلتستان کے قصبہ ''دم سم'' کے رہنے والے ایک ایسے دوست، مولوی غلام احمد صاحب، کے قبول احمدیت کی داستان بیان کی جاتی ہے جنہیں قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے اس بات کی شدید خواہش پیدا ہوئی کہ وہ معلوم کریں کہ وہ کونسی جماعت ہے جو فی زمانہ قرآنی حکم کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر صحیح معنوں میں قائم ہے۔ چنانچہ آپ کے بارے میں روزنامہ الفضل، ربوہ، کے اندر مکرم فضل اللہ طارق صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے آپ کے حوالے سے آپکے قبول احمدیت کی مندرجہ ذیل دلچسپ روایت بیان کی ہے:

''مجھے قرآن کریم پڑھنے اور اس پر غور کرنے کا شوق شروع سے ہی تھا۔ ۱۹۶۶ء کی بات ہے کہ میں ایک دن جب سورۃ آل عمران کی تلاوت کرتے ہوئے اس آیت پر پہنچا:

ولتکن منکم امّۃٌ یّدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولٰئک ھم المفلحون [۱]

تو سوچنے لگا کہ کیا اس وقت دنیا میں کوئی ایسی جماعت موجود ہے جو اس ارشاد الٰہی پر عمل پیرا ہو۔ چنانچہ میں علماء کے پاس بھی گیا اور دعائیں بھی کیں مگر تسلی نہ ہوئی''

راوی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز موضع 'خپلو' کے ایک دوکاندار نے جب آپ کو سودا بھجوایا تو وہ ایک ایسے اخبار میں لپٹا ہوا تھا جس میں ایک ایسی ہی جماعت کا ذکر تھا۔ تاہم آپکو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ اخبار کون سا ہے، کہاں سے نکلتا ہے اور اس جماعت کا کیا نام ہے۔ چنانچہ مضمون نگار کے بیان کے مطابق مولوی صاحب موصوف نے بتایا کہ:

---

[۱] یہ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۴ ہے جسکے معنی ہیں:

''چاہئے کہ تم میں سے ایک ایسا گروہ ہو، جو (لوگوں کو) بھلائی کی طرف بُلائے، انہیں نیک باتوں کا حکم دے اور ناپسندیدہ باتوں سے روکے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونگے''

''میں یہ معلوم کرنے کیلئے چھبیس (۲۶) میل کا سفر طے کر کے موضع 'خپلو' پہنچا اور اس دوکاندار سے ملا۔ وہ دوکاندار مجھے اس سے زیادہ کچھ نہ بتا سکا کہ اس اخبار کا نام 'الفضل' ہے اور یہ کہ وہ فلاں استاد صاحب کہ گھر سے آیا ہے۔ میں جب اس استاد کا پتہ کرنے گیا تو معلوم ہوا کہ وہ تین دن پہلے 'سکردو' جا چکے ہیں۔ چنانچہ میں تین دن کا پیدل سفر کر کے ان کے پیچھے سکردو پہنچا۔ وہاں میری ملاقات سکردو کی جماعت احمدیہ کے صدر ،مکرم محمد یوسف صاحب دیوانی، سے ہوئی۔ اور پھر ان کے توسط سے جماعت کے دیگر دوستوں سے بھی ہوئی۔ میں نے تھوڑی بہت بات چیت کرنے کے بعد جب ان سے بیعت کرنے کی خواہش ظاہر کی تو وہ سب کہنے لگے کہ بیعت میں جلدی نہ کریں اور جو قدم بھی اٹھانا ہے، سوچ سمجھ کر اٹھائیں''

مکرم مولوی غلام محمد صاحب آگے فرماتے ہیں:

''میں نے واپس 'دم سم' آ کر دعائیں کرنی شروع کر دیں۔ اس دوران میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی شکل وصورت کے بزرگ ہیں، وہ مجھے فرماتے ہیں کہ

**'میرے تیسرے خلیفہ کی بیعت کرلو' ''**

مضمون نگار بیان کرتے ہیں کہ اس رؤیا کے بعد غالباً ۱۹۶۷ء میں انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒ کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ پھر آپ کے دل میں ربوہ جانے کی خواہش پیدا ہوئی لیکن دُوری اور وسائل کی کمی کے باعث ایسا نہ کر سکے۔ تاہم آپ نے اپنی زمین کسی کو اس شرط پر دی کہ وہ آپکے بیٹے عبدالوہاب کو ربوہ تعلیم کی غرض سے چھوڑ آئے۔ وہ شخص بددیانت نکلا اور اس نے انکے لڑکے کو بجائے ربوہ لے جانے کے راولپنڈی کے ایک مدرسہ میں داخل کرا دیا۔ جب آپ کو اس کا علم ہوا تو آپ کو بہت افسوس ہوا۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۷۳ء میں آپ اپنے بیٹے کو خود لے کر ربوہ پہنچے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے ملاقات کر کے بیٹے کو قرآن حفظ کرانے کی خواہش کا اظہار کیا جسے حضورؒ نے از راہ شفقت منظور فرماتے ہوئے عبدالوہاب کو قرآن حفظ کرنے والی کلاس میں داخل ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

مضمون نگار کے بیان کے مطابق حافظ عبدالوہاب صاحب نے تین سال کے عرصہ میں قرآن کریم حفظ کرلیا اور پھر حضورؒ کے ارشاد پر جامعہ احمدیہ میں داخلہ لے لیا۔ اور پھر ۱۹۸۴ء میں وہاں سے ''شاہد''

کی ڈگری حاصل کر کے سلسلہ کے مربی کے طور پر خدمات بجالانے لگے۔ مگر عمر نے وفا نہ کی اور صرف پانچ سال بعد یعنی ۱۹۸۹ء میں وفات پا گئے۔ محترم مولوی صاحب نے اس صدمہ کو خدا کی رضا جان کر نہایت صبر سے برداشت کیا۔

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن، ۳ مارچ ۲۰۰۰ء)

.......☆.......

تعارف: حضرت مولوی صاحب اپنے علاقہ بلتستان کے پہلے احمدی تھے۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد آپ ایک پرجوش داعی الی اللہ کے طور پر اپنی زندگی گذارنے لگے۔ آپ نے چار شادیاں کیں۔ ان میں سے تین بیویوں کے ہاں ایک ایک اولاد ہوئی۔ آپ نے ۱۰ مارچ ۱۹۹۹ء کو اپنے ہی قصبہ ''دم سم'' میں وفات پائی۔

﴿۳۲﴾

''یہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری گذرنے والی ہے''

## ملک عبدالغنی اعوان صاحب کا قبول احمدیت

جرمنی میں خاکسار راقم الحروف نے جب مکرم برادرم شاہد محمود صاحب (صدر جماعت احمدیہ اوبرٹس ہاؤزن (Obertshausen) کو اپنے سلسلہ تصنیفات ''درویشان احمدیت'' کے بارے میں بتایا کہ اسکی ایک جلد (یعنی ''جلد دوم''، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام: ''میرے سلسلہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے'' سے متعلق واقعات پر مشتمل ہے) تیار ہو گئی ہے اور اب خاکسار دوسری جلد جو آپؑ کے الہام: یَنۡصُرُکَ رِجَالٌ نُوۡحِیۡ اِلَیۡھِمۡ مِنَ السَّمَاءِ کی عملی تعبیر سے متعلق واقعات پر مشتمل ہوگی، تیار کرنے کے لئے قلم اٹھانے لگا ہے، تو وہ فرمانے لگے کہ میرے والد صاحب بھی تو خواب کی بنا پر احمدی ہوئے تھے، کیا میں ان کا واقعہ بھی لکھ کر دے دوں، تو اندھے کو کیا چاہئے، دو آنکھیں! خاکسار نے فوراً کہا کہ نیکی اور پوچھ پوچھ! فوراً تحریر فرمادیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ میرے تایا جان، ملک نور الٰہی صاحب، بھی اس کی شہادت دے سکتے ہیں اور وہ راولپنڈی میں اپنے

بیٹے کے پاس مقیم ہیں، تو خاکسار نے چاہا کہ ان سے بھی اس بات کی تصدیق کر لی جائے۔ چونکہ وہ پاکستان میں تھے اس لئے ان سے رابطہ کی کوشش شروع کر دی گئی۔ اس دوران برادرم شاہد محمود صاحب نے اپنے والد صاحب مرحوم کے حوالے سے جو کچھ بیان کیا، ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ والد صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے:

''مجھے جوانی میں شکار کا بہت شوق تھا اور میں نے بڑے بڑے شکاری کتے پال رکھے تھے۔ اکثر میں کالا باغ کے علاقے میں ہرنوں وغیرہ کا شکار کیا کرتا تھا۔ ایک دن جب میں شکار کر کے واپس آرہا تھا تو مجھے ایک مولوی قسم کا شخص ملا اور کہنے لگا۔ تم اس دُنیا میں تو شکار سے دل بہلا رہے ہو، کیا تم نے آخرت کا بھی خیال کیا ہے؟ اُس مولوی کی بات سے اُس وقت تو مجھے بڑا غصہ آیا مگر گھر واپس آ کر جب میں نے اسکی بات پر غور کیا تو میں نے محسوس کیا کہ واقعی میں نے آخرت کی زندگی کیلئے کچھ نہیں کمایا''

آگے فرماتے ہیں کہ اُس وقت تک ابا جان کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ فرماتے تھے، یہ خیال کر کے میں نے خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرنی شروع کر دی کہ اللہ تعالیٰ مجھے سیدھا راستہ دکھا دے، اور پورے چالیس دن دعا کرتا رہا۔ اس کے کچھ دن بعد مجھے خواب میں مندرجہ ذیل نظارہ دکھائی دیا:

''ایک راستہ ہے جس کے دونوں طرف لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو رہا ہے۔ پھر سفید کپڑوں میں ملبوس چند لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ مشکوں سے پانی کا چھڑکاؤ کر رہے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں، یہ کیا کر رہے ہیں؟ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ یہاں سے محمد رسول اللہ ﷺ کی سواری گذرنے والی ہے، اس لئے ہم یہاں اللہ تعالیٰ کا نور چھڑک رہے ہیں۔ میں بھی دیکھنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں چند سواریاں آتی دکھائی دیں۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ سب سے آگے والی حضور ﷺ کی سواری ہے، مگر آپ نظر نہیں آتے۔ آپ کے پیچھے والی سواریوں پر دو اور بزرگ نظر آئے جن کے چہروں پر سفید داڑھیاں تھیں''

فرماتے تھے، یہ نظارہ دیکھنے کے بعد میں بیتاب رہنے لگ گیا۔ اس دوران مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ آخرت کی بات کہنے والا آدمی احمدی تھا۔ چنانچہ میں ایک روز چکوال شہر کی احمدیہ مسجد میں چلا گیا۔ وہاں میں نے اپنی خواب سنائی، تو ان میں سے ایک دوست جن کا نام مومن صاحب تھا، مجھے اپنے گھر لے گئے۔ وہاں انہوں نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے دونوں خلفاء کی تصویریں

دکھائیں، تو میں نے فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جو مجھے خواب میں نظر آئے تھے۔ اس پر میں نے وہیں احمدی دوستوں کے کہنے پر بیعت کر لی‘‘

محترم برادرم شاہد محمود صاحب کی بڑی ہمشیرہ، محترمہ نعیمہ مقصود صاحبہ، مقیم مغلپورہ، لاہور، کے بیان کے مطابق آپ کے ابا جان نے ۱۹۳۲ء میں خط کے ذریعے بیعت کی تھی۔ اس کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ ملک صاحب مرحوم کی قبر، واقع قبرستان، ماڈل ٹاؤن لاہور، پر جو کتبہ لگا ہوا ہے، اس پر ذیل کی عبارت کندہ ہے:

**’’۱۹۳۲ء میں ایک خواب کی بنا پر احمدیت قبول کرنے کی سعادت پائی‘‘**

(مکتوب نمبر ۱۰۲، مورخہ ۱۵ر اکتوبر ۲۰۰۴ء)

.........☆.........

**تعارف:** آپ ۱۹۸۵ء میں ۷۵ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ آپ کے بڑے بھائی مکرم ملک نور الٰہی صاحب اعوان، مقیم چک لالہ (راولپنڈی) سے جب خاکسار نے خط کے ذریعہ رابطہ کیا تو انہوں نے مکرم شاہد محمود صاحب کی بتائی ہوئی خواب کی تصدیق فرمانے کے علاوہ یہ بھی بتایا کہ مومن صاحب، جن کے گھر پر میرے مرحوم بھائی نے حضرت مسیح موعودؑ کی فوٹو دیکھی تھی، چکوال کے ایک بہت ہی شریف اور مخلص احمدی دوست تھے۔ ان کے دو فرزند مکرم نذیر احمد صاحب چکوالی اور مکرم بشیر احمد صاحب چکوالی بھی اپنے والد مرحوم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آخر دم تک بڑے اخلاص کے ساتھ سلسلہ سے وابستہ رہے۔

## ۳۳

## ’’میری مراد آج پوری ہو گئی ہے‘‘

# ایک شخص کے قبول احمدیت کی عجیب و غریب داستان

مندرجہ ذیل طویل مگر دلچسپ اور ایمان افروز داستان حضرت ملک برکت علی صاحبؓ (جن کے قبول احمدیت کا ذکر چند صفحات پہلے کیا گیا ہے) کی ہی بیان کردہ ہے جس میں آپ بتاتے ہیں کہ جب آپ حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی دستی بیعت کی غرض سے قادیان تشریف لے جارہے تھے تو کس طرح

آپ کو ایک آدمی ملا جو اپنی ایک خواب کی بنا پر یہ دیکھنے کے لئے قادیان جارہا تھا کہ جس شخص کو وہ خواب میں دیکھ چکا ہے، کیا وہ مرزا صاحب (حضرت بانیٔ سلسلہؑ) ہی ہیں۔ پھر آپؓ پر نظر پڑتے ہی وہ آپ کا ایسا گرویدہ ہوا کہ بس آپ کا ہی ہو کر رہ گیا۔ اپنی ذات میں یہ ایک انوکھا مگر دلچسپ واقعہ اسی شرح وبست کے ساتھ رجسٹر روایات صحابہ سے نقل کیا جارہا ہے۔ چنانچہ حضرت ملک صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ جب میں دستی بیعت کرنے کی غرض سے قادیان جانے کے لئے:

''امرتسر سے انٹر کلاس میں سوار ہوا تو میرے کمرہ میں ایک شخص اَور بھی تھا۔ میں نے اس سے سوال کیا، آپ کہاں جارہے ہیں۔ اس نے جواب دیا، قادیان جارہا ہوں۔ میں نے پوچھا، کیا آپ احمدی ہیں؟ کہنے لگا نہیں۔ تو میں نے کہا، پھر کس غرض سے آپ قادیان جارہے ہیں؟ اس نے کہا، میرا قصہ بہت لمبا ہے''

آگے آپ کے اصرار پر کہ بتائیں آخر وہ قصہ کیا ہے جس نے آپ کو قادیان جانے پر مجبور کیا ہے، اس شخص نے جیب سے ایک فیصلہ کی نقل نکالی اور آپکے ہاتھ میں دے دی۔ آپ کے پوچھنے پر کہ یہ کیا فیصلہ ہے، اس نے مندرجہ ذیل روئداد سنانی شروع کی:

''میں ملٹری میں صوبیدار تھا۔ وہاں ایک لاکھ روپیہ کا غبن ہو گیا اور سب کچھ میرے دستخطوں سے ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں اور تین چار اَور آدمی حوالات میں ہو گئے۔ اور مقدمہ عدالت میں چلا گیا''

فرماتے ہیں، آگے اس شخص نے یہ بتانے کے لئے کہ اس مقدمہ سے اس کے قادیان جانے کی تقریب کیسے پیدا ہوئی، اپنی مندرجہ ذیل خواب سنائی۔ اس نے کہا:

''اس عرصہ میں ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اور میرے وہی دو دوسرے دوست ایک سڑک پر جارہے ہیں کہ میں یکا یک دائیں طرف ایک گندے گہرے گڑھے میں گر گیا ہوں اور اس میں غرق ہوتا جارہا ہوں..... ایک بوڑھا شخص آتا ہے اور اپنے ہاتھ کو لمبا کر کے..... مجھے کھینچ کر باہر نکال دیتا ہے اور خود آگے چل پڑتا ہے۔ میں پیچھے سے آواز دیتا ہوں کہ ذرا ٹھہریں، مجھے بتائیں کہ آپ کون ہیں۔ مگر انہوں نے جواب میں کچھ نہ کہا۔ اس پر میں ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ وہ ایک مسجد میں گئے، وہاں

نماز ہورہی تھی۔ وہ اس میں شامل ہونے لگے تو میں نے کہا کہ مہربانی فرما کر مجھے بتلائیں کہ آپ کون ہیں۔ انہوں نے جواب دیا، نماز ہورہی ہے، نماز میں شامل ہو جاؤ۔ میں نے کہا کہ میں گندگی سے بھرا ہوا ہوں، میں کیسے شامل ہو سکتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا، کنوآں پاس ہے، نہالو اور شامل ہو جاؤ۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور جماعت میں شامل ہو گیا۔ جب سلام پھیرا تو میری آنکھ کھل گئی۔ اس جماعت میں ایک امام تھا اور میرے علاوہ دو اَور مقتدی تھے۔ ان میں ایک وہی تھا جس نے مجھے گندے گڑھے سے باہر نکالا تھا''

اب اس شخص کی یہ خواب کیسے عجیب وغریب رنگ میں پوری ہوئی اور عالم ملکوت میں دکھائی دینے والی ہستیاں کس طرح ایک ایک کر کے اس کی جسمانی آنکھوں کے سامنے آتی چلی گئیں، یہ ایک عجیب سرّ الٰہی ہے جسے وہی شخص سمجھ سکتا ہے جسے اس قسم کے روحانی تجربات میں سے خود گذرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہو۔ چنانچہ محترم ملک صاحب کی روایت کے مطابق اس شخص نے بتایا کہ

''اس خواب کے بعد میں تو بری ہو گیا اور باقیوں کو سزا ہو گئی۔ بری ہونے کے بعد میں نے ملازمت سے استعفیٰ دیدیا اور اس فکر میں گھومتا رہا کہ معلوم کروں کہ وہ کون شخص تھا جس نے مجھے گندگی سے نکالا تھا اور وہ امام کون تھا جس نے نماز پڑھائی تھی۔ اس غرض کے لئے میں مختلف پیروں فقیروں اور گدی نشینوں کے پاس جاتا رہا۔ جب میں غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف والوں کے پاس پہنچا تو میں نے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیا کہ وہ دو مقتدیوں میں سے ایک تھے۔ میں نے ان کی خدمت میں سارا واقعہ سنا کر پوچھا کہ آپ بتائیں، مجھے نکالنے والا کون تھا اور امام کون تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ نکالنے والا بنّی ضلع گجرات میں رہتا ہے اور متصل تھانہ پولیس ایک پہاڑی میں اس کا قیام ہے''

اس نے آگے بتایا کہ

''میں نے اتنا ہی سنا تھا کہ چل پڑا۔ اس خوشی میں امام کے متعلق میں نے سوال ہی نہ کیا اور یہ خیال کیا کہ اس شخص سے ہی امام کے متعلق بھی دریافت کرلوں گا۔ اب میں جب بنّی میں پہنچا اور پولیس کی چوکی سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا، تو انہوں نے بتایا کہ اس

پہاڑی میں ایک فقیر رہتا ہے، جس کو دو وقت کھانا ہم بھیجتے ہیں ۔ میں اس فقیر کو جا کر ملا ۔ میں نے فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے مجھے گندگی سے نکالا تھا۔ میں نے اس سے دریافت کیا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا، کیونکہ وہ مجذوب تھا۔ میں نے اسے دبانا شروع کر دیا۔ مَیں دن کو کھانا گاؤں سے جا کر کھا آتا اور پھر اس کے پاس جا کر اسے دبانے لگ جاتا"

اس نے اپنی یہ روئداد جاری رکھتے ہوئے آگے بتایا کہ

"اس حالت میں مجھے کچھ دن گذر گئے ۔ ایک دن اس نے آنکھ کھولی اور پوچھا، کیا کہتا ہے۔ میں نے اسے تمام ماجرا سنایا اور پوچھا کہ آپ فرمائیں کہ وہ امام کون ہے؟ اس نے کہا کہ گھبرانا نہیں چاہئے، وہ مل جائے گا۔ یہ کہکر وہ خاموش ہو گئے ۔ پھر کچھ عرصہ تک میں دباتا رہا۔ پھر ایک دن انہوں نے آنکھ کھولی، میں نے پھر وہی سوال کیا۔ انہوں نے پھر وہی جواب دیا اور خاموش ہو گئے"

آگے کیا ہوا اور اس شخص نے اپنی یہ داستان کیسے مکمل کی، اس بارے میں حضرت ملک برکت علی صاحبؓ فرماتے ہیں کہ اس نے آگے بتایا:

"اب میں گھبرا گیا اور دل میں خیال کرنے لگا کہ چاچڑاں شریف والوں سے ہی پوچھ لیتا تو اچھا تھا۔ چنانچہ میں پھر چاچڑاں شریف گیا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ پیر صاحب تو انتقال فرما چکے ہیں۔ ناچار واپس آیا۔ جب یہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ مجذوب بھی وفات پا گئے ہیں ۔ اس پر میں بہت ہی پریشان ہوا۔ تاہم میں نے تلاش جاری رکھی ۔ اس پر قریباً دو سال گذر گئے ۔ اس اثنا میں میرا ضلع جھنگ میں آنے کا پروگرام بن گیا۔ میرے وہاں مربعے ہیں۔ وہاں میری خان محمد افضل خان صاحب سے بات ہوئی ۔ وہ وہاں ڈپٹی کمشنر لگے ہوئے تھے۔ وہ کہنے لگے، اتنا عرصہ آپ تلاش کرتے رہے ہیں، کیا قادیان میں جو مرزا صاحب ہیں، ان کو بھی دیکھا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا، ممکن ہے وہی ہوں"

یہاں پہنچ کر وہ کہنے لگا کہ میں اب اس لئے قادیان جا رہا ہوں۔ آپ نے اسے تبلیغ کرنی چاہی تو اس

نے کہا، ہزار تبلیغ کرو، میں سوائے اس امام کے اَور کسی کی بیعت نہیں کروں گا۔ آگے فرماتے ہیں:

''جب ہم قادیان پہنچے تو مہمان خانہ میں اکٹھے ہی ٹھہرے۔ اگلے روز جب حضور مسجد میں تشریف لائے تو وہ شخص بوجہ بیماری مسجد میں نہ جا سکا۔ اس سے اگلے دن جب حضور تشریف لائے تو نماز میں تو وہ شخص پھر بھی نہ پہنچ سکا، البتہ نماز کے ختم ہونے پر جونہی اس کی نظر حضور پر پڑی تو آپ کو دیکھتے ہی چلّا اٹھا کہ

'آج میری مراد پوری ہوگئی ہے'

پھر اس نے کھڑے کھڑے ہی حضورؑ کو اپنا تمام قصہ سنایا اور اپنی بیماری کا بھی ذکر کیا اور دعا کی درخواست کی اور اسی وقت بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد حضور نے اسے کہا کہ اب آپ کا کیا ارادہ ہے، ٹھہرنے کا یا چلے جانے کا؟ اس نے کہا کہ اب تو میں حضور کی بیعت میں ہوں۔ اب ارادہ آپ کا ہے، میرا کچھ نہیں۔ جب تک حضور کی طرف سے حکم نہیں ہوگا، میں نہیں جاؤں گا''

(ملخص از رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱۰ ص ۵۵۷۔
بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۲۹ ستمبر ۲۰۰۰ء)

نوٹ: حضرت خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف والے حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے پُر جوش مصدقین میں سے تھے۔ ان کے روحانی مقام و مرتبہ کے بارے میں حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام فرماتے ہیں: وہ ''پاک باطن'' تھے۔ ''خدا نے ان پر میری سچائی کی حقیقت کھول دی''۔ ''خدا کے فضل سے ان کا خاتمہ مصدق ہونیکی حالت میں ہوا''

.........☆.........

## حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے بعض اقوال

## حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی ذات بابرکات اور تصنیفات کے بارے میں

یہ مضمون ختم کرنے سے پہلے مناسب ہوگا کہ خواجہ صاحب موصوف کے بعض اقوال جوانہوں نے حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے حق میں کہے یا وہ آراء جوانہوں نے آپکی تصنیفات کے بارے میں بیان کیں،

یہاں درج کر دی جائیں:

## آپؑ کے مقام کے بارے میں

''اے ہر ایک حبیب سے عزیز تر! آپ کو معلوم ہو کہ میرا مقام ابتدا ہی سے آپ کی تعظیم کرتا ہے تا کہ مجھے ثواب حاصل ہو''

(مکتوب بزبان عربی مورخہ ۲۷ رجب ۱۳۱۴ھ)

## آپؑ کی بعض تصنیفات پڑھ کر

''اے معالم کے سمندروں میں غوطہ لگانے والے! اس فقیر نے آپکے الفت آمیز الفاظ اور مسرت بخش معانی اور حیرت انگیز معارف سے ایک حسین ذخیرہ حاصل کیا ہے جس سے دل بیحد محظوظ ہوا''

(مکتوب بزبان فارسی مورخہ ۴ شوال ۱۳۱۴ھ)

## کسی مخالف کے آپؑ پر زبان طعن دراز کرنے پر

''مرزا غلام احمد قادیانی حق پر ہیں اور اپنے معاملہ میں راستباز و صادق ہیں..... اگر انہوں نے مہدی اور عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو یہ بھی ایک ایسی بات ہے جو جائز ہے''

(اشارات فریدی جلد ۳ ص: ۱۷۹)

(بحوالہ ''شہادات فریدی'' مؤلفہ مولانا عبد المنان صاحب شاہد مربی سلسلہ)

☆ ☆ ☆

﴿۳۴﴾

# محمد رضوان خان کا قبول احمدیت

## ''لوگ جوق در جوق پہاڑی پر جا رہے ہیں''

ایرفورس کے ایک نوجوان افسر، محمد رضوان خان، کو قبول احمدیت کی سعادت کیسے نصیب ہوئی، اس بارے میں ہمارے ایک مخلص دوست، مکرم مرزا فضل الرحمٰن صاحب، محلہ دارالبرکات، ربوہ، حال کینیڈا، نے اپنی عینی شہادت کی بنا پر ایک دلچسپ روایت بیان فرمائی ہے، جو ہدیہ قارئین کی جاتی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ جب اکتوبر ۱۹۴۳ء میں میری پوسٹنگ بطور وائرلیس اوپریٹر بمبئی میں ہوئی (یہ جنگ عظیم دوم کے دوران کی بات ہے جب آپ کو پہلے وہاں ٹریننگ حاصل کرنے کیلئے بھجوایا گیا اور بعد میں باقاعدہ ملازمت پر آپ وہاں گئے۔ ناقل) تو مَیں سارے کیمپ میں واحد مسلمان تھا۔ باقی سارا کیمپ گوروں (انگریزوں) سے بھرا ہوا تھا۔ چونکہ میس (Mess) کے اندر حلال وحرام کی کوئی تمیز نہ تھی، مَیں نے اپنے انگریز افسر سے مل کر اپنے لئے علیحدہ خوراک الاؤنس مقرر کروالیا اور اس طرح مجھے ایک مسلمان ہوٹل میں اپنی مرضی کا کھانا کھانے کی مکمل آزادی ہوگئی۔ آگے فرماتے ہیں:

''کچھ دنوں کے بعد وہاں اَور انڈین بھی آگئے جن میں کچھ مسلمان بھی تھے۔ چنانچہ مَیں نے ان کے لئے بھی خوراک الاؤنس اور ہوٹل کا انتظام کروادیا۔ اس دوران پنجاب سے آئے ہوئے، سمندری (ضلع لائلپور) کے ایک مسلمان محمد رضوان سے میری گہری دوستی ہوگئی، جس نے بڑھتے بڑھتے بھائیوں جیسے تعلقات اختیار کر لئے۔ ان کی ڈیوٹی گارڈ روم میں ہوتی تھی۔ لیکن ڈیوٹی کے بعد ہم اکثر وقت اکٹھے گذارتے۔ اس طرح مجھے تبلیغ کا بہت اچھا موقع میسر آگیا۔ وہ میری نماز اور تلاوت قرآن کریم کی باقاعدگی سے بہت متاثر ہوئے اور کئی بار خود بھی بیعت کرنے کی خواہش کا اظہار کیا''

فرماتے ہیں، یہ سلسلہ جاری تھا کہ ۱۹۴۵ء میں جنگ بند ہوجانے پر مَیں واپس اپنے وطن آگیا۔ پھر ۱۹۴۷ء میں پارٹیشن ہوگئی اور میری پوسٹنگ پشاور میں ہوگئی۔ رضوان صاحب کے بارے میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ ماڑی پور کراچی میں ائرفورس پولیس میں ملازم ہوگئے ہیں۔

آگے یہ کہ رضوان سے آپ کی دوسری بار ملاقات کب اور کیسے ہوئی، آپ فرماتے ہیں کہ

"۱۹۵۵ء کی بات ہے، مَیں غالباً چھٹی پر یا ڈیوٹی پر کراچی آیا۔ وہاں میری ملاقات رضوان صاحب سے ہوئی۔ حسن اتفاق سے انہی دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ یورپ کے سفر برائے علاج سے واپس آ کر کراچی میں تشریف فرما تھے۔ چونکہ رضوان صاحب بمبئی میں کئی بار بیعت کرنے کی خواہش کا اظہار کر چکے تھے، مَیں نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر انہیں حضورؓ کی خدمت میں لیجانے اور دستی بیعت کر لینے پر آمادہ کرلیا۔ اُس وقت میرے ساتھ رضوان کے علاوہ میرے ایک عزیز، مرزا احمد منان (حال اسسٹنٹ مینیجر، الفضل انٹرنیشنل، لندن) اور برادرم عبدالمنان صاحب قریشی (حال مانٹریال، کینیڈا) بھی تھے۔ چنانچہ وقت لے کر ہم حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مختصر تعارف کرانے کے بعد مَیں نے عرض کی کہ حضور، رضوان بیعت کرنے کا خواہشمند ہے۔ اب حضور کی فراست ملاحظہ ہو، حضور نے فوری بیعت لینے کی بجائے رضوان کو مخاطب کر کے فرمایا:

'تم فوجی ہو اور جانتے ہو کہ محاذ جنگ سے بھگوڑا ہو کر بھاگنے والا سپاہی دوسرے فوجیوں کے لئے کتنی دلشکنی کا موجب ہوتا ہے۔ اس لئے پہلے سلسلہ کی کتب کا مطالعہ کرو، پھر جب ہر طرح تسلی ہو جائے تو بیعت کر لینا'

مکرم مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مَیں تو پشاور چلا گیا۔ مگر رضوان کے بارے میں مجھے کراچی سے آنے والے دوست بتاتے کہ وہ تو مخالف مولویوں کے ہتھے چڑھ گیا ہے اور بہت مخالفت کر رہا ہے۔ مجھے اس پر یقین نہ آتا تھا، مگر میں کر بھی کیا سکتا تھا۔ فرماتے ہیں:

"کچھ عرصہ کے بعد میری پوسٹنگ بھی کراچی میں ہوگئی۔ ایک دن مَیں ماری پور کسی کام سے گیا، تو رضوان صاحب مجھے مل گئے اور ملتے ہی کہنے لگے کہ مبارک ہو، مَیں نے چند ماہ ہوئے بیعت کر لی ہے۔ اس پر مجھے اَور بھی تعجب ہوا، اگرچہ خوشی بھی ہوئی۔ تو جب میں نے رضوان صاحب سے اس بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگے، دراصل بات یہ ہوئی کہ مولویوں کے الزامات جب مَیں احمدیوں کے پاس لے جاتا تو وہ کہتے، یہ سب جھوٹ ہے۔ اس پر مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا خود مطالعہ کرنے لگا تاکہ دیکھوں، اعتراض کی اصل حقیقت کیا ہے۔ میری یہی کوشش مجھے ہدایت کے راستے پر گامزن کرنے کا موجب بن گئی۔ دوسرے، اس دوران مَیں نے ایک ایسا منظر دیکھا

جس نے میری کایا پلٹ کر رکھ دی۔ چنانچہ انہوں نے بتایا کہ:

”مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ماری پور کراچی کے پاس ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے اور کوئی بہت بڑا پیر ہے جو اس پہاڑی کی چوٹی پر آیا ہوا ہے۔ لوگ جوق در جوق اس کی زیارت کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ مَیں بھی ان کے ساتھ ہو لیتا ہوں مگر جب اوپر جاتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ چونکہ مَیں نے اس سے قبل حضورؑ کی فوٹو دیکھی ہوئی تھی، مَیں فوراً پہچان گیا۔ پھر صبح اٹھتے ہی مَیں نے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا“

اب رضوان صاحب تو احمدیت کی نعمت سے متمتع ہو گئے۔ انہیں خیال آیا کہ کیوں نہ وہ اپنے والد صاحب کو بھی اس کی اطلاع کر دیں۔ انکے والد صاحب سمندری (ضلع لائلپور) میں تھے۔ چونکہ انہیں انکی طبیعت اور مذہب کے سلسلے میں انکے شدید خیالات کا علم تھا، لہٰذا خط لکھتے وقت انہوں نے یہ بھی لکھ دیا کہ مَیں نے حق کو پالیا ہے، اب آپ کی مرضی ہے، مجھے اپنا بیٹا سمجھیں اور چاہیں تو مجھے عاق کر دیں۔ ادھر خدا تعالیٰ کی تقدیر کا حسین کرشمہ یہ ظاہر ہوا کہ جس روز انہوں نے یہ خط لکھا، اسی دن انکے والد صاحب نے بھی انہیں (رضوان کو) اس مضمون کا خط لکھا کہ 'بیٹے! مَیں نے بڑی دعاؤں اور غور و فکر کے بعد احمدیت قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے، اب تمہاری مرضی ہے، مجھ سے اپنا تعلق رکھو یا نہ رکھو'۔

قارئین تصور کر سکتے ہیں کہ جب باپ اور بیٹے کو اپنے اپنے خط ملے ہونگے تو ان کے دلوں کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی۔ یہ اس قادر کا فعل ہے کہ جب چاہے، کسی کا دل ہدایت کے لئے کھول دے۔ بلکہ درحقیقت تو یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا کی طرف سے ملنے والی اُس بشارت کا کرشمہ ہے، جس میں آپ کو فرمایا گیا تھا کہ 'مَیں آسمان سے وحی کروں گا اور لوگ جوق در جوق تیری مدد کو دوڑے چلے آئیں گے'۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کا شان کریمی نہیں کہ اِدھر خدا نے بیٹے کا دل احمدیت کیلئے کھول دیا، اُدھر اسی لمحہ باپ کے سینہ میں احمدیت کی چنگاری روشن کر دی؟

........☆........

تعارف: مکرم مرزا فضل الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ رضوان صاحب احمدیت قبول کرنے کے بعد بڑے اخلاص کے ساتھ جماعت سے منسلک رہے۔ وصیت بھی کر دی اور اس طرح سلسلے کے جاری کردہ نظام وصیت میں شامل ہو کر موصی کہلائے۔ فرماتے ہیں، میرے کراچی میں قیام کے دوران میری ان سے اکثر ملاقات ہوتی رہی۔ وہ ماسٹر وارنٹ آفیسر

بن کر ریٹائر ہوئے۔تاہم میرے ۱۹۷۸ء میں ربوہ آنے کے دوتین سال بعد معلوم ہوا کہ رضوان صاحب وفات پا چکے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے!

☆

نوٹ: مکرم مرزا فضل الرحمٰن صاحب نے ربوہ آکر محلّہ دارالبرکات میں رہائش اختیار کرلی۔اسی محلّہ میں خاکسار بھی رہائش رکھتا تھا۔اِس وقت آپ نقل مکانی کر کے کینیڈا میں مقیم ہو چکے ہیں،آپ نے یہ مضمون ''احمدیہ گزٹ'' کینیڈا کی فروری ۱۹۹۷ء کی اشاعت میں شائع کروایا تھا۔پھر اسی حوالے سے اخبار الفضل انٹرنیشنل ،لندن، مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۹۷ء، میں چھپا۔چونکہ اس سلسلے میں بعض تفصیلات درکار تھیں،خاکسار راقم الحروف نے مکرم مرزا صاحب سے اپنے سابقہ تعلقات کے حوالے سے رابطہ کیا۔چنانچہ آپ کی بتائی ہوئی تفصیلات کے مطابق یہ مضمون بعض ضروری اضافوں کے ساتھ کتاب ہٰذا کی زینت بنایا جارہا ہے۔

(بحوالہ مکتوب نمبر ۹۹،مورخہ ۷ فروری ۲۰۰۵ء از کینیڈا)

﴿۳۵﴾

''میری بیعت کا خط لکھ دو''

## چودھری کرم دین صاحب کا قبول احمدیت

اسی طرح کا ایک اَور واقعہ مکرم مرزا فضل الرحمٰن صاحب نے ڈھلواں گاؤں ضلع گورداسپور کے رہنے والے ایک دوست، چودھری کرم دین صاحب، کا بھی تحریر فرمایا ہے۔بذریعہ اعلام سماوی احمدیت کی طرف رہنمائی نصیب ہونے کا یہ واقعہ چودھری صاحب موصوف نے مکرم مرزا صاحب کو اُس وقت سنایا، جب مؤخر الذکر کراچی میں لانڈھی کورنگی کے حلقہ میں جماعت کے صدر تھے۔اب اس واقعہ کی ایمان افروز تفصیل جیسا کہ مکرم مرزا فضل الرحمٰن صاحب نے تحریر فرمائی ہے، ذیل میں درج کی جاتی ہے۔آپ فرماتے ہیں:

''جنگ عظیم کے دوران جب برما میں ریلوے لائن بچھائی جارہی تھی تو چودھری کرم دین صاحب اپنے گاؤں کے کچھ لوگوں کے ساتھ بھرتی ہو کر برما گئے۔آپ کچھ زیادہ پڑھے ہوئے نہ تھے۔بس معمولی سا اردو پڑھ لیتے تھے۔لکھنا بالکل نہ جانتے تھے۔چنانچہ آپکو

اور آپکے دوسرے ساتھیوں کو تو بطور مزدور رکھ لیا گیا، جبکہ آپکا ایک اَور ساتھی جو غالباً پرائمری پاس تھا، اسے میٹ Mate بنا دیا گیا۔ انہی مزدوروں میں ایک آدمی جو آپ کے گاؤں کا نہ تھا اور جس کا نام محمد حسین تھا اور باقاعدہ نماز پڑھتا اور قرآن شریف کی تلاوت کرتا تھا، چودھری کرم دین صاحب کا دوست بن گیا۔ چودھری کرم دین صاحب کو جلد معلوم ہو گیا کہ محمد حسین صاحب احمدی ہیں''

اب احمدی کی کوشش تو ہمیشہ یہ ہوتی ہے کہ جس نور سے اس نے خود حصہ پایا ہے، اس سے دوسروں کو بھی منور کرے۔ چنانچہ محمد حسین صاحب نے اپنی دوستی کا حق ادا کرتے ہوئے چودھری کرم دین صاحب کو وقتاً فوقتاً حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی کتب جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے، مطالعہ کی غرض سے دینی شروع کیں۔ چودھری صاحب فرماتے ہیں:

''مَیں کتابیں لے تو لیتا، مگر پڑھتا نہ تھا۔ بس چپکے سے اپنے سرہانے کے نیچے رکھ دیتا اور چند دن کے بعد واپس کر دیتا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ غالباً جاپانیوں کی شدید بمباری کے باعث دن کے وقت کوئی کام نہ ہونیکی وجہ سے مَیں سارا دن سویا رہا۔ رات کو جب لیٹا تو آنکھوں میں نیند نہ تھی۔ چنانچہ وقت گذارنے کیلئے مَیں نے تکئے کے نیچے پڑی ہوئی کتاب نکالی۔ چونکہ مولویوں نے بتایا ہوا تھا کہ مرزا صاحب کی کتابوں میں جادو ہوتا ہے، اس لئے بڑی کوشش اور ہمت کر کے استغفار اور لاحول پڑھنے کے بعد مَیں نے اس کتاب کو کھولا اور پڑھنے لگا۔ یہ حضرت مسیح موعودؑ کی اردو نظموں والی کتاب درثمین تھی۔ اب جو صفحہ کھولا، تو اس پر ایک یہ شعر لکھا ہوا نظر آیا:

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا ☆ نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے''

کہتے ہیں، جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ یہی کچھ چودھری صاحب کے ساتھ ہوا۔ فرماتے ہیں:

''جونہی مَیں نے یہ شعر پڑھا، مَیں فوراً بول اٹھا کہ ایسا شعر کہنے والا کافر نہیں ہو سکتا۔ پھر ساری رات درثمین پڑھتا رہا۔ اب افسوس ہوا تو یہ کہ مَیں نے پہلی کتابیں کیوں نہ پڑھیں؟ چنانچہ صبح ہوتے ہی مَیں محمد حسین صاحب کے پاس گیا اور کہا، کوئی اَور کتاب ہے؟ وہ کہنے لگے، جتنی کتابیں میرے پاس تھیں، وہ سب مَیں تمہیں دے چکا ہوں۔

مَیں نے کہا، وہی پھر دیدو۔ وہ کہنے لگے، وہ تو تم پڑھ چکے ہو۔ مَیں نے کہا، کیا وہ دوبارہ نہیں پڑھی جاسکتیں؟ اس پر انہوں نے مجھے ایک ایک کر کے پھر وہ دینی شروع کر دیں۔ اور مَیں نے اپنی استعداد کے مطابق وہ ساری پڑھ لیں''

اب جب آپ کے گاؤں والے ساتھیوں کو آپ کی احمدیت میں دلچسپی کا پتہ چلا تو وہ سب آپ کو بہکانے اور گمراہ کرنے کیلئے آپ کے ڈبے میں پہنچ گئے (ان سب مزدوروں کی رہائش مال گاڑی کے ڈبوں سے تیار کی گئی بیرکوں میں تھی) اَور تو انہیں کچھ آتا نہ تھا، بس آتے ہی احمدیت کو برا بھلا کہنے، ہائے ہائے کرنے اور چھاتی پیٹنے لگے۔ جب وہ اپنے دل کا غبار نکال کر چلے گئے تو آپ فرماتے ہیں:

''مَیں بہت پریشان ہوگیا۔ اسی پریشانی کے عالم میں کھڑا تھا کہ اچانک گنبد کی آواز کی طرح گونجتی ہوئی ایک آواز میرے کانوں میں پڑی: 'خوشی ہے خوشی، غمی دور ہوئی'، اور پھر اسی طرح گونجتی ہوئی چلی گئی''

یہ ایک قسم کی آسمانی تسلی تھی جو آپ کو ملی۔ تاہم جس بیہودگی کا مظاہرہ آپکے گاؤں والے کر چکے تھے، اس کا اثر آپکے ذہن پر اب تک موجود تھا۔ مگر جب آپ نے یہ بات چودھری محمد حسین صاحب کو بتائی تو وہ کہنے لگے کہ دعا کرو اور اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں رہنمائی طلب کرو۔ فرماتے ہیں:

''اب مَیں دعا میں لگ گیا۔ ایک رات بڑے تضرع سے دعا کی کہ اے اللہ! مَیں اَن پڑھ ہوں، مجھے صاف صاف لفظوں میں بتا دے کہ مرزا صاحب سچے ہیں یا نہیں۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ

'مَیں ایک گندے پانی کی نہر میں ہوں، کپڑے نہایت گندے اور کیچڑ سے بھر چکے ہوئے ہیں۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ مَیں ایک اَور نہر میں جا پڑا ہوں، جسکا پانی بالکل صاف ہے۔ جب باہر نکلتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ کپڑے اور بدن صاف ہوگیا ہے۔ پھر نظارہ بدلتا ہے تو مجھے ایک بزرگ نظر آتے ہیں۔ ان سے کچھ فاصلے پر تین اَور بزرگ بیٹھے ہیں، مَیں پہلے والے بزرگ سے پوچھتا ہوں کہ وہ بزرگ کون ہیں؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ جو درمیان میں ہیں، وہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ کی دائیں جانب والے بزرگ مرزا صاحب یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں

اور بائیں جانب والے گیارھویں والے پیر (یعنی حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ) ہیں۔ اس پر مَیں پہلے بزرگ سے کہتا ہوں کہ کیا مَیں آنحضرت ﷺ سے مرزا صاحب کے بارے میں پوچھ سکتا ہوں۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ اگر پوچھنا ہے تو چھوٹے مرتبہ والے بزرگ سے شروع کرنا۔ اس پر مَیں گیارھویں والے پیر صاحب کے پاس جا کر کہتا ہوں کہ کیا مرزا صاحب سچے ہیں؟ میرے اس سوال پر آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں، 'ہاں سچے ہیں' اور ساتھ سر کے اشارے سے بھی تصدیق فرماتے ہیں' "

فرماتے ہیں، اب معاملہ بالکل صاف ہو چکا تھا۔ چنانچہ صبح اٹھتے ہی مَیں محمد حسین صاحب کے پاس گیا، انہیں اپنی خواب سنائی اور کہا کہ میری بیعت کا خط لکھ دو۔

.......☆.......

## ایک عبرت کا نشان

اب یہ دونوں احمدی دوست جو پہلے بھی دوست تھے، پہلے سے بھی زیادہ قریب ہو کر اکٹھے اٹھنے بیٹھنے اور نمازیں پڑھنے لگے اور یہ چیز ان کے دوسرے ساتھیوں کو ہرگز پسند نہ تھی۔ وہ اَور تو کچھ کر نہ سکے ، البتہ ان دونوں سے کدورت رکھنے اور دبی زبان میں انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے لگے۔ سب سے گندہ مظاہرہ چودھری کرم دین صاحب کے اس ہموطن نے کیا، جسے 'میٹ' بنایا گیا تھا، چنانچہ ایک دن جب آپ کسی کام سے شہر گئے ہوئے تھے، تو اس 'میٹ' نے موقع پا کر محمد حسین صاحب کا بازو اس زور سے مروڑا کہ انہیں بہت تکلیف ہوئی۔ جب چودھری کرم دین صاحب واپس آئے اور انہیں معلوم ہوا کہ 'میٹ' نے محمد حسین صاحب کا بازو بلاوجہ مروڑا ہے، جس سے انہیں سخت تکلیف ہو رہی ہے، تو چودھری صاحب، جو اچھے قد کاٹھ اور جسم کے تھے، کہنے لگے، چلو، اسے اس کا مزا چکھاتے ہیں۔ محمد حسین صاحب نے کہا، نہیں ایسا نہیں کرتے ، بلکہ جب عشاء کی نماز پڑھیں گے، تو مَیں دعا کروں گا ، آپ آمین کہیں۔ چنانچہ دونوں نے ایسا ہی کیا اور خوب دعا کی۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ اگلی صبح جب میٹ ایک اونچی جگہ پر کھڑا مزدوروں کو کام دے رہا تھا، تو اچانک اسکا پاؤں پھسلا اور وہ دھڑام سے نیچے گر پڑا، اور گرتے ہی اسکا اسی طرف کا بازو ٹوٹ گیا، جس طرف کا اس نے محمد حسین صاحب کا مروڑا تھا۔ جب وہ ہسپتال سے پلستر لگوا کر واپس آیا تو محمد حسین صاحب اور چودھری کرم دین صاحب کے

سامنے ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا، خدا کیلئے اب دعا نہ کرنا (معلوم ہوا کہ جب یہ دونوں ساتھی دعا کررہے تھے تو وہ ساتھ والے ڈبے میں بیٹھا سب کچھ سن رہا تھا) اس طرح خدا تعالیٰ نے احمدیت کے حق میں اپنی غیرت کا ایک اَور نشان دکھا کر احمدیت کے مخالفوں کو شرمسار کیا۔ اس کا چرچا تمام یونٹ میں ہوا۔

(مکتوب نمبر ۹۷، مورخہ ۲۸ فروری ۲۰۰۵ء، از کینیڈا)

☆

تعارف: چودھری کرم دین صاحب اپنی آخری عمر میں کینیڈا میں منتقل ہو گئے تھے، جہاں حال ہی میں انہوں نے وفات پائی ہے۔ آپ کا پوتا محمد ناصر کینیڈا کا پہلا احمدی ہے، جس نے اس ملک میں پناہ (Asylum) کی درخواست دی۔ اپنا کیس منظور ہونے پر انہوں نے اپنے دادا صاحب اور اپنے والد صاحب، مکرم غلام نبی صاحب، کو سپانسر کیا۔ مکرم غلام نبی صاحب اس وقت مع فیملی ٹورانٹو میں مقیم ہیں۔ مکرم ناصر صاحب بھی ٹورانٹو میں ہی جماعت کی سب سے بڑی مسجد ''بیت السلام'' کے حلقہ میں رہائش پذیر ہیں۔

﴿۳۶﴾

''اللہ تعالیٰ نے میرے لئے آسمانی کھڑکی کھول دی''

## حضرت مولوی عبداللطیف صاحب (بہاولپوری) کا قبول احمدیت

اب اس سلسلے کا آخری واقعہ استاذی المکرّم حضرت مولوی عبداللطیف صاحب بہاولپوری کا بیان کیا جاتا ہے۔ آپ ایک نہایت مسکین طبع، درویش صفت مگر بلند علمی پایہ رکھنے والی بزرگ شخصیت کے مالک تھے۔ اس عاجز (راقم الحروف) کو جامعہ احمدیہ۔ ربوہ۔ میں تعلیم کے دوران آپ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرنے کا فخر حاصل ہے۔ آپ ہمیں تصوف کا مضمون پڑھایا کرتے تھے (یہ 1950ء تا 1956ء کے عرصہ کی بات ہے)۔ آپکو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب (روحانی خزائن و ملفوظات) کی تدوین میں نمایاں خدمات سرانجام دینے کا موقع ملا۔ آپ قبول احمدیت سے قبل احمدیت کے کیسے شدید مخالفین میں سے تھے اور پھر کس طرح خدائے بزرگ و برتر نے آپ کی محض اپنے فضل سے احمدیت کی طرف رہنمائی فرمائی، ایک طویل مگر دلچسپ اور ایمانی لذت سے بھری ہوئی داستان ہے جو انہوں نے خود اپنے قلم سے رقم فرمائی ہے۔ ذیل میں قارئین کے ازدیادِ ایمان کی خاطر

اسے اسی تفصیل کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''مجھے ابتدائے عمر سے احمدیت کے متعلق ہمیشہ ایسی باتیں سننے میں آئیں جنکی وجہ سے دل میں سلسلہ کے خلاف شدید نفرت پیدا ہوگئی۔ یہاں تک کہ خلوت میں دعائیں بھی میں اس قسم کی کرتا کہ الٰہی مرزائی (احمدی) کی شکل تک نظر کے سامنے نہ آئے۔ خاکسار دارالعلوم دیوبند میں نصاب تعلیم کی تکمیل کرنے کے بعد جب گھر واپس گیا تو ایک دفعہ میرے والد صاحب مرحوم و مغفور نے مجھ سے دریافت کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں۔ تو جھٹ اسی پرانے عقیدے کی بنا پر یہی جواب دیا کہ زندہ ہیں اور کہا کہ اہل سنت والجماعت کا یہی اجماعی عقیدہ ہے۔ حالانکہ اس مسئلہ کے متعلق خود کبھی تحقیق نہیں کی تھی۔ پرانا عقیدہ دل میں اس قدر راسخ تھا جس کی وجہ سے تحقیق کی طرف توجہ دینا ہی فضول سمجھتا تھا۔ اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے مجھے اس ورطۂ ضلالت سے نکالنا چاہا تو اپنی صفت رحمانیت کے ماتحت میری ہدایت و راہنمائی کا سامان بھی عجیب طرح غیب سے پیدا فرمایا۔ بجائے اس کے کہ کسی احمدی سے میری ملاقات ہوتی اور اس سے تبادلۂ خیالات کر کے کسی نتیجہ پر پہنچتا، اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے میری ہدایت کا نرالا سامان مہیا فرمایا''

آگے فرماتے ہیں:

''ضلع حیدر آباد سندھ میں ایک گاؤں بنام 'گوٹھ پیر جھنڈا' ہے۔ اس میں مولوی عبیداللہ سندھی نے ایک عربی مدرسہ 'دارالرشاد' قائم فرمایا تھا۔ جس میں ابتداءً مولانا موصوف خود بھی تعلیم دیتے تھے۔ بعد میں جب آپ سیاست میں منہمک ہو گئے تو پہلے کچھ عرصہ دیوبند میں قیام پذیر ہو کر ایک تحریک چلائی مگر بعد میں بعض وجوہات کی بنا پر وہاں سے ہٹ کر دہلی میں اس تحریک کو کامیاب کرنے کیلئے 'نظارۃ المعارف القرآنیہ' کے نام سے قرآنی تعلیم کی درسگاہ قائم فرمائی''

آپ فرماتے ہیں کہ آپ (مولانا عبیداللہ سندھی) کے سندھ سے تشریف لے جانے کے بعد اس مدرسہ دارالرشاد کے انتظام کا کام ایک انجمن تعلیم وارشاد کے سپرد کر دیا گیا۔ 1922ء میں آپ کو اس

مدرسہ میں تعلیم دینے کی خاطر بلایا گیا۔ یہاں مصلحت ایزدی سے آپکے خیالات میں ایک ایسی تبدیلی پیدا ہوئی جس نے آپ کو صحیح راستے پر گامزن کردیا۔اس کی تفصیل بتاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''جب میں نے تعلیمی چارج لیا تو الٰہی حکمت سے تفسیر قرآن کا مضمون بھی میرے سپرد ہوا۔اتفاق سے پہلے ہی دن جو مضمون میں نے پڑھانا تھا،وہ آیت: یٰعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ کی تفسیر کا تھا۔چونکہ میں نووارد تھا اور ماشاءاللہ طلبہ بھی اچھے لائق اور ہوشیار تھے،اسلئے اس آیت کے متعلق مجھے اچھی خاصی تحقیق کی ضرورت محسوس ہوئی ۔ وہاں اعلیٰ پیمانہ پر ایک کتب خانہ بھی تھا۔ چنانچہ رات کو جب میں نے کتب تفاسیر وغیرہ کا انبار لے کر مطالعہ شروع کیا تو میرے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی کہ جس مسئلہ کو ہمیں فاضل استادوں نے اہل سنت کا اجماعی عقیدہ جتلا کر مضمون از بر کرادیا تھا،وہ نظریہ صریح غلط اور پُرفریب نظر آیا۔میں جوں جوں کتب تفاسیر کا مطالعہ کرتا گیا، اس مسئلہ میں سلف صالحین سے دونوں قسم کی روایات میرے سامنے آتی چلی گئیں اور جب میں نے وفاتِ مسیح کے دلائل پر غور کی تو مجھے یہی پلہ بھاری نظر آیا اور اسکے مقابل حیاتِ مسیح کی دلیلیں کمزور اور پھس پھسی معلوم ہوئیں۔مطالعہ کتب کے بعد میرے دل کی کیفیت یہ ہوگئی کہ جس کو میں قبل ازیں اپنا ایمانی عقیدہ قرار دے رہا تھا،اسکے متعلق مجھے پورا انکشاف ہوگیا کہ یہ فریبِ نفس سے زیادہ کچھ نہیں (ع):

''اَتحتَ رِجلِکَ فَرسٌ اَوحِمارٌ''

آگے فرماتے ہیں:

''اس پر میری طبیعت حیاتِ مسیح کے عقیدہ سے بیزار ہوگئی۔اگرچہ مجھے ابتک کسی احمدی سے مل کر ان سے تبادلۂ خیالات کرنے اور ان کے عقائد کا جائزہ لینے کا موقعہ نہیں ملا تھا، (لیکن) چونکہ نفس امارہ کا ابھی تک میری طبیعت پر بہت کچھ اثر تھا،اسنے مجھے اس موقعہ پر بھی دھوکہ دیا کہ جس نتیجہ پر تو پہنچا ہے،یہ عقیدہ مرزائیوں کا ہے۔چونکہ ان کے متعلق دوسرے علماء کی طرح علمائے دیوبند کا بھی یہی فتویٰ تھا کہ وہ ضال اور مضل اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں،اس طرح جو نفرت میرے دل میں احمدیوں کے متعلق تھی،اس

جذبۂ نفرت کو اُبھار کر میرے نفس نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ مرزائیوں کی طرح کہیں تُو خود گمراہ ہو کر دوسروں کو گمراہ کرنے کا باعث نہ بنے۔ اس سے دل میں خوف پیدا ہوا۔ چونکہ رحمت الٰہی نے دستگیری فرمانی تھی، دل میں فوراً خیال آیا کہ اس کے متعلق استخارہ کر لو۔ اس پر میں فوراً اُٹھا اور وضو کر کے نماز شروع کر دی۔ دُعائے استخارہ کرنے کا موقعہ تو آخر میں آنا تھا، اس سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے میرے انشراح صدر کیلئے آسمانی کھڑکی کھول دی''

وہ کھڑکی اللہ تعالیٰ نے کیسے کھولی، اور اس کے نتیجے میں آپ کے قلب پر کس قسم کی روحانی کیفیت وارد ہوئی، اسے بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''سورۃ فاتحہ ختم کر کے ابھی دوسری سورۃ پڑھنے ہی والا تھا کہ طبیعت میں ایک قسم کی ہچکچاہٹ سی ہوئی کہ کون سی سورۃ پڑھوں۔ اس حالت میں معاً ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی دھکا دے کر سورۃ الضحیٰ پڑھنے کو کہتا ہے۔ تب فوراً ہی سورۃ الضحیٰ کی تلاوت شروع کی۔ (اب) زبان پر تو سورۃ الضحیٰ کے الفاظ جاری تھے۔ مگر دل کی کیفیت کچھ اور ہی تھی۔ القائی طور پر جو سورۃ کا مفہوم دل پر وارد ہوا، میں اس میں کچھ ایسا کھویا کہ محو حیرت بن گیا۔ یہ مفہوم میرے دماغی تفکر کا نتیجہ نہیں تھا۔ یعنی کیف آمد تھی آوردہ نہ تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ گویا یہ سورۃ میرے لئے نازل ہوئی ہے اور اس میں میری دعاءِ استخارہ کا جواب ہے''

یوں غیر شعوری طور پر دل پر القا ہونے والے مضمون کے بارے میں آگے فرماتے ہیں:

''سورۃ کے مضمون کا مجھ پر یوں انکشاف ہوا گویا مجھے خطاب ہو کر ارشاد ہوتا ہے کہ تو گھبراتا کیوں ہے، ہمارے ظاہری نظام لیل و نہار کی طرح ایمان کے روحانی نظام میں بھی ایک طرح کے لیل و نہار ہیں۔ عقائدِ حقہ اپنے روشن دلائل اور براہین نیرّہ کی تیز شعاعوں کے ساتھ بصیرت ایمانی کیلئے گویا ضحوۃ النہار ہیں اور عقائد باطلہ اپنے کمزور دلائل، اغلوطات اور تاویلات رکیکہ کی تاریکی میں محجوب ہونیکے باعث اندھیری رات کی مانند ہیں۔ پس ان دونوں کا دنیا میں موجود رہنا بھی قانون الٰہی کے ماتحت ضروری

ہے۔اس سے گھبرانا نہیں چاہئے بلکہ بصیرت کی آنکھ سے ان کے آثار و اثمار کا مشاہدہ کرنا چاہئے ،(یہ کہ) اس وقت جو تجھ پر حقیقت حال کا انکشاف ہوا ہے ، یہ دلیل ہے اِس بات کی کہ خُدا تجھ سے روٹھا نہیں ۔پس گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں :مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی (یعنی تیرے رب نے نہ تجھے چھوڑا ہے، نہ تجھ سے ناراض ہوا ہے)''

آگے فرماتے ہیں:

''اس کیفیت سے بھرپور ہونے کے بعد جب میں اپنے ہوش و حواس میں آیا تو دل میں ایسا اطمینان و سرور تھا جو حدِ بیان سے باہر ہے۔ پھر جب پہلی رکعت ختم کر کے دوسری رکعت میں **الم نشرح لک صدرک** کی تلاوت کی ،تب تو روح گویا وجد میں آگئی اور آستانہ الٰہی پر سجدہ ریز ہو کر حمد الٰہی کا یوں ترانہ گانے لگی کہ **الحمد لله الذی هدانا لهذا وما كنا لنهتدی لو لآ ان هدانا الله**''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہونے والی اس ابتدائی رہنمائی کے بعد بھی آپکو ایک لمبا سفر طے کرنیکی ضرورت تھی ۔ یہ روحانی سفر آپنے کیسے طے کیا ،خود آپکے قلم سے ملاحظہ ہو۔فرماتے ہیں:

''اس انکشاف کے بعد اتنا تو واضح ہو گیا کہ احمدیوں کا مسلک وفات مسیح کے مسئلہ میں حق پر ہے مگر انکی طرف جو دوسری رکیک باتیں اور غلط عقائد منسوب کئے جاتے تھے ،ان کی بناء پر ان سے دل میں بدستور نفرت موجود تھی ۔احمدیت قبول کرنا تو کجا ، مجھے اس کے قریب پھٹکنا بھی ابھی تک گوارا نہ تھا۔مگر ربوبیتِ الٰہیہ بھی میری اصلاح و ہدایت کے لئے ایک مناسب موقع کی تاک میں تھی''

یہاں آپ کو ایک ایسی علمی شخصیت ،مولانا عبید اللہ سندھی ،کی تحریرات پڑھنے کا موقع ملا جن کے حضرت مہدی علیہ السلام کے متعلق تصور سے تو آپ کو شدید اختلاف تھا[ا] مگر جن کے احمدیت کے

..........................................................................

[ا] آنے والے مہدیؑ کے بارے میں مولانا موصوف کا تصور کچھ اس قسم کا تھا کہ

''اگر آئندہ زمانہ میں ایک ایسا عالم پیدا ہو جو سید بھی ہو (تا شیعہ سنی دونوں فرقوں کو متحد کر سکے) اور اعلیٰ درجہ کا امام بھی ہو۔ پس جس وقت مسلمانوں میں ایسا عالم پیدا ہو جو مرکز اسلام (حجاز و شام) اور مصر و ایران و افغانستان وغیرہ کے مسلمانوں کو متحد کر دے تو یہی مہدی ہوگا''

بارے میں غیر متعصّبانہ اور آزادانہ موقف کو آپ نے بہت پسند کیا۔ چنانچہ آپ نے اس مسئلہ پر قرآن اور احادیث کی روشنی میں سنجیدگی سے غور کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا کی اس تاویل سے مجھے شدید انکار تھا۔ میں تو سیدھے طور پر عام مسلمانوں کی طرح اس مہدی کی آمد کا معتقد اور منتظر تھا جسے اللہ تعالیٰ خود مبعوث فرمائیگا اور زمانہ کے پیش آمدہ حالات وعلامات کی رو سے آپ کے جلد مبعوث ہونے کی توقع بھی رکھتا تھا۔ فرطِ اشتیاق کے جذبہ سے سرشار ہوکر ایک دفعہ میں نے سورۃ بنی اسرائیل کی بعض آیات کے استنباط سے اس موضوع پر ایک مضمون بھی لکھنا چاہا مگر بعد میں اچانک دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ اس مختصر مضمون کی بجائے کیوں نہ مکمل سورۃ بنی اسرائیل کی تفسیر لکھی جائے۔[ا]

دراصل یہ ایک الٰہی تحریک تھی جو آپ کے قلب مضطر میں پیدا ہوئی اور جسکے ذریعہ اللہ تعالیٰ آپکو وہ روحانی بینائی عطا کرنا چاہتا تھا جسکے بغیر امام وقت کی شناخت ناممکن تھی، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''بعد کے واقعات سے معلوم ہوا کہ درحقیقت اس تحریک سے مشیّت الٰہی میں میری ہدایت یابی کا سامان مقدر تھا جسے میں خود نہیں جانتا تھا۔ کیونکہ وہ مہدی موعود جس کی جلد تشریف آوری کی بشارت دینے کے لئے میں قلم اٹھانے لگا تھا، وہ امن کا شہزادہ، دنیا کو امن کا پیغام دینے والا موعود اقوام عالم، تو واقعہ میں مبعوث ہوکر اپنا کام سرانجام فرما چکا تھا، مگر اس کی شناخت سے مَیں اب تک جہالت کی وجہ سے محروم تھا۔ خدا تعالیٰ نے اب اس کے ذریعہ سے میرے لئے اس کی شناخت کا موقعہ غیب سے مہیا فرمایا''

اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''اور وہ یوں ہوا کہ جب میں نے سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر لکھنے کا ارادہ کیا اور اس کے متفرق مضامین کی ترتیب و تنظیم کا خاکہ ذہن میں جمایا تو بعض جگہ تفسیر آیات اور ترتیبِ مضامین کے متعلق سخت مشکلات پیش آئیں جنکے حل کی میں نے بڑی کوشش کی۔ بعض

[ا] یہ تفسیر آپ کے احمدی ہوجانے کے بعد زیر عنوان ''دستور الارتقاء'' چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔

استادوں سے بھی دریافت کیا، کتب تفاسیر بھی دیکھیں مگر گرہ کشائی نہ ہوسکی۔آخر آستانہ الٰہی پر گر کر متضرعانہ دعاؤں سے رحمتِ الٰہی کا دروازہ کھٹکھٹایا تو بحمد اللہ گوہر مراد پالیا‘‘

یہ گوہر مقصود پانے سے پہلے آپ بتاتے ہیں کہ آپکا ذوق جستجو کس طرح پر آپکو ایک خاص سمت میں کھینچ کرلے جارہا تھا۔چنانچہ آپ رقمطراز ہیں:

’’ان پیش آمدہ عقدوں میں سے ایک اہم ترین عقدہ ’مقام محمود‘ کی تفسیر کے متعلق تھا۔ عام طور پر تو مفسرین آیت: عَسیٰ اَن یبعثک ربُّک مقاماً محمُوداً کے وعدہ کو آخرت پر چسپاں کرتے ہوئے وہ روایات بیان کرتے ہیں جن میں ذکر ہے کہ قیامت کے دن آنحضرت ﷺ تمام اُمتوں کی شفاعت کے لئے دربارِ الٰہی میں سربسجود ہونگے مجھے ان کی اس تفسیر پر دراصل کوئی اعتراض نہیں تھا مگر اسے محض وعدۂ فردا قرار دینا ذوق سلیم پر گراں گزرتا تھا۔میرا قلبِ مضطرب تو اسے آنحضرت ﷺ کی حیاتِ مقدسہ کے متعلق پیشگوئی سمجھتے ہوئے اس کا ظہور بدیہی طور پر واقعات مشہودہ کی صورت میں دیکھنے کا متمنی تھا، تا مبلغ اسلام خود علی وجہ البصیرت ہوکر اور حامل لواءِ الحمد بن کر اقوام عالم کو یہ بشارت سنا سکے۔اس رنگ میں تفسیر کے لئے مجھے اساتذہ یا علمائے زمانہ کی طرف رجوع کرنا بے سود نظر آیا۔کیونکہ اس سے مجھے خطرہ تھا کہ مجھ پر تفسیر بالرائے کے قائل ہونے کا فتویٰ نہ جڑ دیا جائے‘‘

مگر فرماتے ہیں، دل کی پیاس بجھتی بھی نظر نہیں آتی تھی۔آخر آپکی یہ دل کی پیاس کیسے بجھی اور اللہ تعالیٰ نے اپنا قرآنی وعدہ کہ وَالّذین جاھدُوا فِینا لَنھدِ ینھُم سُبُلَنا (سورۃ العنکبوت: ۷۰) اپنے اس بندے کے حق میں کیسے پورا فرمایا، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

’’آخر جناب الٰہی میں تضرع والحاح سے دعا کی تو یہ عقیدہ بھی حل ہوا۔میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ میری قسمت ایسی جاگے گی کہ رُوح پُرفتوح حضرت مسیح موعود علیہ السلام میرے لئے خضر راہ بنے گی کیونکہ جھوٹے پروپیگنڈہ کے باعث آپکی ذات کے متعلق اب تک میرے دماغ میں بدظنی کا زہریلا اثر موجود تھا۔البتہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کچھ حسنِ ظنی تھی کیونکہ استادوں سے سنا ہوا تھا کہ آپ عالم

متجر ہیں مگر کسی مصلحت سے مرزا صاحب کے پیرو بن گئے ہیں۔ میں دعا کر کے سو گیا تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ

’حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ ( آلتی ) پالتی لگائے بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے زانو پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سر مبارک رکھے خواب استراحت فرما رہے ہیں۔ چونکہ میں نے حضرت مولانا موصوف کے علمی تبحر کا چرچا سنا ہوا تھا، فوراً آپ کی خدمت میں اپنا عقدہ پیش کر کے اسکا حل چاہا۔ قبل اس کے کہ حضرت مولانا ممدوح میرے سوال کا جواب دیتے، دیکھا کہ میری گفتگو ختم ہوتے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیدار ہو گئے اور جلدی سے اُٹھ کر میری طرف مخاطب ہو کر ایک مفصل اور لمبی تقریر فرمائی جو نہایت ہی دلچسپ اور معارف وحقائق سے لبریز تھی۔ آپکی تقریر سن کر میرے تمام عقدے حل ہو گئے اور جو کیفیتِ سرور اس تقریر کے سننے سے میرے دل میں پیدا ہوئی، اسے اب تک میرے قلب نے فراموش نہیں کیا‘ ’’

اب آپ کا عقدہ حل ہو چکا تھا اور گوہر مقصود خود آپ کا استقبال کرنے کیلئے آپ کے پاس پہنچ چکا تھا۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

’’بیدار ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لایا اور اپنے سابقہ خیال سے توبہ واستغفار کی۔ اب میرا ذہنی انقلاب ہو چکا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات سے جو مجھے پہلے نفرت و بدظنی تھی، وہ دُور ہو چکی ( تھی ) اور آپؑ کی صداقت ومحبت کے جذبہ سے دل معمور ہو چکا تھا۔ چنانچہ حضور کی تصانیف کا مطالعہ کر کے اپنے دل کی پیاس بجھائی اور حالاتِ سلسلہ کا تفحص کر کے حصولِ حق میں بصیرت پائی‘‘

تاہم اسکے حصول میں ایک آخری روک آپ کے دل میں ابھی باقی تھی۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

’’مگر ابھی تک نفسِ امارہ کے چنگل سے پوری طرح نجات نہیں پائی تھی اور وہ یوں کہ اگرچہ میں اس وقت احمدیت کو حق سمجھتا تھا، جب کبھی اس کے خلاف کوئی آواز سنتا تو

غیرت برداشت نہ کرتی اور جب تک جواب نہ دے لیتا، چین نہ پڑتا تھا مگر بیعت کرنا ضروری نہیں جانتا تھا۔ حریت زمانہ کی مسموم فضا کے اثر سے نفسِ امارّہ کی جڑ صحنائے قلب میں ابھی باقی تھی جس کی وجہ سے میں اس وسوسۂ شیطانی کا شکار تھا کہ اسلام کے وسیع دائرہ کو جس میں کروڑوں مسلمان شامل ہیں، چھوڑ کر احمدیت کے محدود دائرہ میں کیوں مقید بنوں۔ (چنانچہ) آوارگیٔ نفس کی تاریکی میں کچھ عرصہ گزرا''

اس روک کو اللہ تعالیٰ نے کیسے دور فرمایا، یہ وہی ایمان افروز حقیقت ہے جس کے اظہار کے لئے یہ عاجز یہ جملہ واقعات قلمبند کر رہا ہے یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کو جو یہ خوشخبری دی تھی کہ ہم آسمان سے وحی نازل کر کے لوگوں کو تمہاری غلامی میں آنے کی تحریک کریں گے تو یہ کس عظیم الشان رنگ میں پوری ہو کر آپؑ کے منجانب اللہ ہونیکا ثبوت بہم پہنچا رہی ہے۔ مولانا عبدالطیف صاحب بہاولپوری کے حق میں رحمت الٰہی کس طرح جوش میں آئی اور کس طرح آسمان سے وہ نور کی تجلی نازل ہوئی جس نے آپ کے دل و دماغ سے تاریکی کا آخری پردہ چاک کر کے اسے نُورِ ہدایت سے منور کر دیا، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''آخر رحمتِ الٰہیہ نے آسمانی نور کی شعاع میرے دل و دماغ پر ڈال کر یہ ظلماتی پردہ بھی چاک کر دیا اور وسوسۂ شیطانی کی دیوار توڑ کر میری اصلاح کے لئے پھر ایک نیا روحانی نظارہ دکھایا''

یہ روحانی نظارہ، جس میں آپ نے رؤیا کے اندر ہی حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی سعادت حاصل کی، اس کی تفصیل آپ نے یوں بیان فرمائی ہے:

''خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہایت وجیہہ شکل میں عمدہ سبز لباس پہنے کھڑے ہیں اور آپکے ہاتھ میں ایک فل سکیپ کاغذ ہے جس میں مبائعین کے نام درج ہیں۔ تمام صفحہ ناموں سے بھرا ہوا ہے۔ صرف آخری سطر خالی ہے۔ حضور مجھے وہ کاغذ دے کر فرماتے ہیں کہ اس میں اپنا نام لکھ دو۔ میں وہ کاغذ لے لیتا ہوں۔ سامنے ایک پلنگ پڑا ہے جس کے سرہانے حضور مجھے بیٹھنے کا ارشاد فرماتے ہیں اور خود پائنتی کی طرف بیٹھ جاتے ہیں۔ حضور کے ان اخلاق کو دیکھ کر مَیں شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہوں۔ پاس ہی قلم دوات

پڑی ہوئی تھی۔ میں نے اپنا نام لکھ کر کاغذ حضور کے حوالے کر دیا۔ پھر خیال آیا کہ بیعت کیلئے نام لکھ دیا مگر ابھی تو میرے دل میں بعض عقدے باقی ہیں۔ انہیں بھی آپ سے حل کرالوں مگر حیا کی وجہ سے حضور کی خدمت میں عرض کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ اس اثناء میں بیدار ہو جاتا ہوں۔ وقتِ سحر تھا۔ اٹھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی..... جس پر اس نے وہ تمام کدورتیں دھوڈالیں اور انشراح صدر سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں ستمبر ۱۹۲۷ء میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ الحمد لِلّٰہ علیٰ ذٰلک حمداً کثیراً"۔

اوراس طرح پر خدا کا یہ سعید الفطرت بندہ ماموِرمن اللہ کی اس حقیقت افروز بشارت کو پورا کرتا ہوا آپ کے غلاموں میں شامل ہو گیا کہ

'جس کی فطرت نیک ہے وہ آئیگا انجام کار'

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ،لندن ،۲۶ جون ۱۹۹۸ء)

## ۳۷

### "ایک مُردہ جوزندہ ہوگیا"

# ایک اجنبی کا قبول احمدیت

آخر پر ایک چھوٹا سا واقعہ، جو حضرت بانئ سلسلہ علیہ السلام کی زندگی میں رونما ہوااور پھرانہی ایام میں اخبار البدر میں شائع بھی ہوگیا، بیان کِیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسے آدمی سے تعلق رکھتا ہے جو قسم قسم کے معاصی میں مبتلا تھا مگر آسمان سے نازل ہونے والی ہدایت کے نتیجے میں اس نے حضرت مسیح پاکؑ کے غلاموں میں شامل ہونیکی توفیق پائی۔ اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت پر دلالت کرنے والی یہ دلچسپ روئداد حسب ذیل ہے:

"ایک صاحب نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ میں شریر آدمی تھا اور مجھ کو جھوٹے

دعوے کرنے اور لوگوں کے حقوق چھین لینے اور ضبط کرنیکی خوب مشق تھی اور دوسرے بھی جس قدر معاصی مثل شراب وغیرہ تھے، ان تمام میں مَیں مبتلا تھا۔ چند دن ہوئے کہ میں نے ایک ہندو سے اسی طرح ظلم کیا اور اسکے حقوق ضبط کئے۔ رات کو جب میں سویا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہی ہندو میرے ساتھ کلام کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ یا تو خدا تعالیٰ تجھے ہدایت کرے یا تجھے اس دنیا سے اٹھا لیوے تا کہ ہم لوگ تیرے مظالم سے نجات پاویں''

آگے وہ ہندو تو اس کی نظروں سے غائب ہو گیا، مگر اس نے دیکھا کہ

''آسمان سے ایک شعلہ نُور کا گرا اور جس مکان میں مَیں تھا اس (کے) دروازے کی طرف آیا۔ میں اٹھ کر اسے دیکھنے لگا تو دیکھا کہ حضور (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کی شکل کا ایک آدمی ہے۔ میں نے پوچھا، تمہارا نام کیا ہے؛ اسنے جواب دیا کہ کیا تُو نام نہیں جانتا؟ اس کے بعد کہا کہ اب بس کر، بہت ہوئی ہے۔ پھر میں نے نام پوچھا تو بتلایا کہ

''میرزا غلام احمد قادیانی''

آگے یہ کہہ کر کہ پھر میری آنکھ کھُل گئی، وہ کہنے لگا:

''میں اپنے افعال و کردار پر نادم ہوں اور اب اسی خواب کے ذریعہ آپ کے پاس آیا ہوں''

حضرت اقدس نے یہ سن کر اسے فرمایا:

''تم کو خدا تعالیٰ نے خبر دار کیا ہے کہ اپنی حالت کو بدل دو اور سمجھو کہ ایک دن موت آنی ہے۔ خدا تعالیٰ کا دستور ہے کہ وہ گناہگار کو بلا سزا دئے نہیں چھوڑتا۔ توبہ کرنے سے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ بہت ہی رحم کرنے والا ہے مگر سزا بھی بہت دینے والا ہے۔ تمہاری فطرت میں کوئی نیکی ہوگی، ورنہ عام طور پر خدا تعالیٰ کی یہ عادت نہیں ہے کہ اس طرح سے خبر دیوے۔ اسلئے اپنی زندگی کو بدلو اور عادتوں کو ٹھیک کرو''

(البدر، قادیان، مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۰۳ء بحوالہ ملفوظات جلد ۵ ص ۳۹ تا ۴۰)

# باب پنجم

## دیارِ غیر کے خوش نصیب باشندوں کے

# قبول احمدیت کی ایمان افروز داستانیں

اسلام کا خُدا صرف ایک قوم یا ایک ملک کا خُدا نہیں بلکہ وہ ربّ العالمین ہے یعنی سب جہانوں کا رب اور ان کی روحانی اور جسمانی تربیت کرنے والا ہے۔ عنوان زیر بحث میں اب ایسے واقعات درج کئے جا رہے ہیں جو بتاتے ہیں کہ تمام جہانوں کے اس خُدا نے احمدیت کا پیغام برصغیر ہندو پاکستان کے علاوہ دُنیا کے دیگر کن کن ممالک میں پہنچایا اور پہنچا رہا ہے اور پھر اپنے مامور کیساتھ کئے ہوئے وعدہ

ینصرک رِجالٌ نُوحِی الیھم مِن السَّماء

کی عالمگیر تکمیل کیلئے اپنی رحمتِ کے آسمانی چھینٹے دنیا کی کیسی کیسی سعید روحوں پر برسا رہا ہے۔ چنانچہ اگلے صفحات میں واقعات کی روشنی میں اس آسمانی بشارت کے عملی ظہور کے سلسلے میں مختلف ممالک کے حوالوں سے بعض مثالیں پیش کی جائیں گی، جن سے پتہ لگتا ہے کہ جب ابھی ان ممالک میں احمدیت کی داغ بیل بھی نہ پڑی تھی، تو کس طرح اللہ تعالیٰ نے وہاں حضرت بائیٔ سلسلہ علیہ السلام کا پیغام پہنچا دیا۔ یہ سلسلہ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے اتنی کثرت کے ساتھ دنیا کے ہر ملک میں جاری ہو چکا ہے کہ وہ دن دُور نہیں جب نورِ محمدی کی ضیاء پاشیوں سے دنیا کا ہر کونا جگمگا اٹھے گا اور حضرت بائیٔ سلسلہ علیہ السلام کی تعبیر کے مطابق دنیا کی ہر قوم اس چشمہ سے پانی پینے لگ جائیگی اور ہر قوم اسلامی جھنڈے تلے جمع ہو کر توحید باری تعالیٰ اور رسالت محمدیہ کا اقرار کرنے لگ جائے گی، انشاء اللہ العزیز!

........☆........

# امریکہ

سب سے پہلے براعظم امریکہ کے دو باشندوں کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ کس طرح انہوں نے خواب کے اندر حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں بتایا گیا کہ ان کی نجات اس ہستی کے ساتھ وابستہ ہے اور جب وہاں بھیجے جانے والے احمدی مبلغ اسلام نے انہیں حضورؑ کی تصویر دکھائی، تو وہ فوراً پکار اٹھے کہ ہاں، ہاں، یہی وہ بزرگ ہیں جو انہیں خواب میں نظر آئے تھے۔

یاد رہے، امریکہ کا ملک کرۂ ارض کے مغربی نصف کرہ میں واقع دنیا کا وہ ترقی یافتہ ملک ہے جو سیاسی اور فوجی اعتبار سے اِس وقت دنیا کا لیڈر بن چکا ہے۔ احمدیت کے نقطۂ نگاہ سے اسکی یہ اہمیت ہے کہ اسی ملک کا ایک باشندہ، ڈاکٹر جان الیگزنڈر ڈوئی، بیسویں صدی عیسوی کی ابتداء میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے مقابل پر ایک روحانی معرکہ میں ایسی شکست اور ہزیمت سے دوچار ہوا کہ دنیا کی اخباروں میں اس کا چرچا ہوا۔ ان اخبارات نے جہاں شہ سرخیوں کے ساتھ امریکہ کے اس جھوٹے اور خود ساختہ مدعیٔ نبوت کی شکست کا اعتراف کیا، وہاں اسکی اندرون خانہ بدکرداریوں اور عیاشیوں کا بھی پردہ چاک کیا۔ چنانچہ انہوں نے حضرتؑ بانیٔ سلسلہ کا نام لے کر آپؑ کو اس کے مقابل پر ہونے والی روحانی فتح پر خراج تحسین ادا کیا[ا]۔ اِس وقت امریکہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مقامی اور دیگر ممالک سے آنیوالے باشندوں پر مشتمل ایک مضبوط احمدیہ جماعت قائم ہے جو مالی اور عددی اعتبار سے کئی دیگر یورپی ممالک کی جماعتوں سے آگے بڑھ چکی ہے۔

اب پیشتر اس کے کہ بتایا جائے کہ یہاں بھیجے جانے والے احمدیت کے سب سے پہلے مبلغ، حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ (یکے از رفقاء حضرت بانیٔ سلسلہؑ) کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے وہاں کیا نشان دکھایا، یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ آپ جب امریکہ کے ساحل پر اترے، تو آپ کو گرفتار کر لیا گیا (یہ ۱۹۲۰ء کی بات ہے)۔ اگرچہ آپکو بعد میں آزاد تو کر دیا، مگر آپکی تبلیغ پر پابندیاں عائد کر دیں۔

---

[ا] حضرت بانیٔ سلسلہؑ نے اپنی کتاب ''حقیقۃ الوحی'' میں امریکہ کی بتیس (۳۲) اخبارات کے تبصرے (تراجم) درج فرمائے ہیں۔ ان میں سے بعض نے جلی عنوانات مثلاً (Great is Mirza Ghulam Ahmad) کے ساتھ آپؑ کی فتح کا اعلان کیا۔ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲، ص: ۶۹۱ تا ۶۹۴)

اُس وقت جماعت کے اولوالعزم خلیفہ (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ) نے جن الفاظ میں امریکہ کو متنبہ فرمایا، وہ آج بھی اسی طرح ایک صداقت ہیں جس طرح اُس وقت ایک حقیقت اور صداقت تھے۔ وہ الفاظ یہ تھے:

''ہم نے اپنے ایک مبلغ کو امریکہ بھی بھیج دیا ہے۔ جسے تا حال تبلیغ کی اجازت نہیں دی گئی۔ اور اسے روک دیا گیا ہے۔ لیکن ہم امریکہ کی رکاوٹ سے رُک نہیں جائینگے۔ امریکہ جسے طاقتور ہونے کا دعویٰ ہے، اس وقت تک اس نے ساری سلطنتوں کا مقابلہ کیا اور شکست دی ہوگی، روحانی سلطنت سے اس نے مقابلہ کر کے نہیں دیکھا۔ اب اگر ہم سے مقابلہ کیا، تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ ہمیں وہ ہرگز شکست نہیں دے سکتا۔ کیونکہ خدا ہمارے ساتھ ہے.........ہم امید رکھتے ہیں کہ امریکہ میں ایک دن لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدا گونجے گی''

(بحوالہ روزنامہ الفضل، قادیان، ۱۵/اپریل ۱۹۲۰ء)

اب ذیل میں حضرت مفتی صاحب موصوفؓ کے حوالے سے آپکے بیان کردہ دو نشانات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱)

''یہ وہی بزرگ ہیں!''

## امریکہ کی ایک خاتون کی آسمانی رہنمائی کا واقعہ

حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے قدیمی رفیق، حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھیرویؓ، جنہیں نہ صرف آپؑ کے اوّلین صحابہ میں ہونے کا فخر حاصل ہے بلکہ یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ آپ نئی دنیا۔ امریکہ۔ میں سب سے پہلے احمدیت کا پیغام لیکر پہنچے، بیان فرماتے ہیں کہ آپ کو امریکہ میں پہنچے ابھی تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا کہ

''ایک لیڈی کا ایک دوسرے شہر سے خط آیا۔ اس نے لکھا کہ مجھے کشف میں ایک ہندوستانی بزرگ ملا کرتے ہیں اور میری مشکلات میں میری رہنمائی کرتے ہیں۔ کیا

آپ مجھے بتلا سکتے ہیں کہ وہ بزرگ کون ہو سکتے ہیں؟''

آپ اپنی کتاب ''ذکر حبیب'' کے صفحہ 374 پر اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں نے اسے چند ایک تصاویر بھیجیں، جن میں ایک تصویر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بھی تھی اور لکھا کہ تم خود ان تصویروں سے پہچان لو کہ وہ کون شخص ہے۔ اس پر اس لیڈی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر پر نشان کر کے مجھے لکھ بھیجا کہ

'یہ وہ بزرگ ہیں' جو خوابوں میں مجھے ملتے ہیں اور میری رہنمائی کرتے ہیں''

........☆........

نوٹ: حضرت مفتی صاحب موصوف نے آگے یہ تو بیان نہیں فرمایا کہ اس خاتون نے بعد میں اِسلام قبول کیا یا نہیں تاہم یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ خدائے برتر نے اس براعظم پر اپنے مامور کا پیغام پہنچانے کے پہلے سے ہی سامان کر رکھے تھے اور اس کے فرشتے پہلے سے ہی سعید روحوں پر نازل ہو کر انہیں پیغام حق قبول کرنے کے لئے تیار کر رہے تھے۔ چنانچہ اِس وقت امریکہ میں جو ہزاروں امریکن حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں، تو یہ اسی آسمانی وحی کا کرشمہ ہے جو حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام پر **ینصرک رِ جال نُوحِی اِلیھم مِنَ السَّمَا** کے الفاظ میں نازل ہوئی اور جس میں آپ کو دنیا کی تمام قوموں کے آپکے سلسلہ میں داخل ہونے کی عظیم بشارت دی گئی تھی۔ **فالحمد للہ علیٰ ذٰلک!**

## (۲)

''میں احمد ہوں''

# ایک اَور امریکن کی آسمانی رہنمائی کا واقعہ

اسی طرح آپ ایک اَور امریکن دوست کے متعلق بیان فرماتے ہیں:

''امریکہ کے ایک مشہور شہر میں میرا لیکچر ہوا۔ لیکچر کے بعد مجھے ایک شخص ملا جس نے بتایا کہ میں بھی ہندوستانی ہوں۔ ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہوں۔ میں نے وہاں گورنمنٹ کے خلاف تقریر کی تھی جسکی وجہ سے مجھے جیل میں بند کر دیا گیا۔ مگر ریاست کا جیل خانہ چنداں مضبوط نہ تھا۔ میں وہاں سے نکل بھاگا (اور) افغانستان پہنچ گیا۔ وہاں میں

مسلمان ہو گیا۔ پھر ایران آیا۔ ایران سے ترکی اور ترکی سے امریکہ پہنچ گیا۔ یہاں میں ایک کارخانہ میں ملازم ہوں۔ ایک انگریز لیڈی سے شادی بھی کر لی ہے (اور) اللہ کے فضل سے بڑی اچھی گذر رہی ہے۔ یہ تمام باتیں کرنے کے بعد کہنے لگا، چونکہ میں بھی ہندوستانی ہوں، آپ بھی ہندوستانی ہیں، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ کل آپ میرے گھر میں کھانا کھائیں"

آپ فرماتے ہیں، میں نے وعدہ کر لیا (اور) دوسرے دن وقت مقررہ پر اس دوست کے مکان پر پہنچ گیا۔ دعوت میں اسنے کچھ اور معززین بھی بلائے ہوئے تھے، جو وہاں پہلے سے موجود تھے۔ کھانا کھا چکنے کے بعد مجھے فرمائش کی گئی کہ میں کوئی لیکچر دوں۔ چنانچہ میں نے لیکچر دیا۔ کچھ اسلام کی خوبیاں بیان کیں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ کے دعویٰ کی بابت بیان کیا۔ آگے فرماتے ہیں:

"تقریر ختم ہونے پر اس شخص کی بیوی میرے پاس آگئی اور کہنے لگی، آپ نے اپنی تقریر میں بار بار 'احمد' کا نام لیا ہے۔ میں نے کہا، ہاں۔ پھر اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ چند دن پہلے ہمارا ایک دوست میرے شوہر سے پوچھنے لگا کہ کیا 'احمد' نام کا کوئی نبی ہندوستان میں ہوا ہے؟ میرے شوہر نے کہا نہیں۔ اس جواب کو سن کر اس شخص کا چہرہ مرجھا گیا اور وہ مایوس ہو کر چلا گیا۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کو بُلا لوں۔ میں نے کہا، خوشی سے بلایئے۔ اس پر اس نے فون کیا۔ اس شخص کے گھر میں اپنا ٹیلی فون اور اپنی موٹر کار تھی۔ وہ گھبرایا ہوا فوراً اپنی کار پر پہنچ گیا۔ میرے پاس بیٹھ کر اس نے اپنی ڈائری نکالی اور میرے سامنے کر دی۔ اس پر لکھا تھا:

Prophet Ahmad India

فرماتے ہیں:

"میں نے اسے کہا، اس سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ وہ کہنے لگا، ایک رات میں نے ایک خواب دیکھا کہ 'ایک بزرگ آئے ہیں جو میری رہنمائی کر رہے ہیں اور مجھے بتا رہے ہیں کہ دیکھو، یہ رستہ چلو، یہ رستہ نہ چلو، اس سے تمہیں فائدہ ہوگا، اور اس سے تمہیں

نقصان ہو گا۔ جب وہ یہ فرما چکے تو میں نے انکا نام پوچھا۔تب انہوں نے کہا:

’میں احمد ہوں، ہندوستان سے آیا ہوں‘ ’’

آپ فرماتے ہیں، پھر وہ امریکن دوست کہنے لگے کہ میں وہ چہرہ ابھی تک نہیں بھولا۔اس پر میں نے اسے بھی حضرت مسیح موعودؑ کا فوٹو دکھایا جسے دیکھ کر وہ بے اختیار بول اٹھا کہ ’ہاں، ہاں، بالکل یہی‘۔ اور پھر یہی تصویر اس کے لئے احمدیت قبول کرنے کا باعث بن گئی۔

(صادق بیتی ،ص:۲۹،بحوالہ روزنامہ الفضل ۲۵ راپریل ۲۰۰۲ء)

☆ ☆ ☆

# انگلستان

انگلستان، مغرب کا وہ دوسرا ملک ہے جسے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے اِس دَور میں اشاعت اسلام کے سلسلے میں مرکزی کردار ادا کرنے کی توفیق ملی اور مل رہی ہے۔ چنانچہ حضرت مخبر صادق ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل تطلع الشمس من المغرب کے الفاظ میں مغربی ممالک کے اندر اسلام پھیلنے کا جومژدہ سنایا تھا،اسکی تعبیر حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے علم پاکر یوں بیان فرمائی کہ

’’طلوعِ شمس کا جو مغرب سے ہوگا،ہم اس پر بہر حال ایمان لاتے ہیں۔لیکن اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا،وہ یہ ہے کہ مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنے رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمتِ کفر و ضلالت میں ہیں،آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے اوران کو اسلام سے حصہ ملے گا‘‘

(ازالہ اوہام ،روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۳۷۶)

اور پھر اسکی عملی تعبیر کا جو نقشہ آپکی روحانی آنکھوں نے دیکھا،اسے آپ نے یوں بیان فرمایا:

’’میں نے دیکھا کہ مَیں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے مَیں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ

سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا۔ سومیں نے اسکی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے'' (ایضاً)

یہ ہر دو رؤیا مغربی ممالک میں اسلام کے حق میں برپا ہونے والے جس عظیم الشان تغیر کی نشاندہی کر رہی ہیں، آج وہ اپنی پوری قوت اور آب و تاب کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے اسی روحانی فرزند اور آپ کے غلاموں کے ہاتھوں منصۂ شہود پر آنا شروع ہو گیا ہے، چنانچہ اسی ملک انگلستان کے اندر قائم ہونے والا جماعتی نشریاتی ادارہ ایم۔ٹی۔اے (مسلم ٹیلیویژن احمدیہ)، ''رقیم پریس'' کے نام سے جاری شدہ مطبع خانہ، اور سب سے بڑھ کر خلافتِ احمدیہ کے زیر سایہ ترتیب دئے جانے والے متنوع الاقسام تربیتی و اصلاحی پروگراموں کا جو عظیم سلسلہ گذشتہ بیس پچیس سالوں سے شروع ہے، تو درحقیقت یہ وہی الٰہی سکیم ہے، جس کے نقش و نگار آج سے چودہ سو سال قبل ایک امی انسانؐ (فداہ امی وابی) کے قلب صافی پر ابھرے تھے۔

اب ذیل میں بتایا جاتا ہے کہ اس آسمانی پروگرام کی تعبیر میں اللہ تعالیٰ کیسی کیسی سعید روحوں کو اپنے مامور کی غلامی میں لا رہا ہے۔

## (۱)

### ''احمدیت میں مجھے حقیقی سکونِ قلب محسوس ہوا ہے''

## مسٹر بشیر آرچرڈ کا قبول اسلام

اس سلسلے میں سب سے پہلے ایک ایسے سعید الفطرت انگریز کے قبول اسلام کی روئداد پیش کی جاتی ہے، جس کے مقدر میں نہ صرف قبول اسلام کی سعادت پانا تھا بلکہ اسلام کے ایک عظیم داعی الی اللہ کے طور پر اپنی زندگی بسر کرنا تھا۔ ان کا نام مسٹر بشیر آرچرڈ ہے۔ ان کی اسلامی زندگی کی ابتداء ایک ایسے سنسنی خیز لمحہ سے ہوئی، جس نے ان کے خیالات کا دھارا بالکل پلٹ کر رکھ دیا۔ یہ لمحہ انہیں جنگ عظیم کے دوران ایک جنگی محاذ پر فوجی خدمات ادا کرتے ہوئے پیش آیا اور ان کے دل و دماغ کے اندر ایک وراء الوراء ہستی کا احساس پیدا کر گیا، ایک ایسا احساس جس سے وہ پہلے بے خبر تھے۔ چنانچہ آپ اپنی خود

نوشت داستان حیات ''لائف سپریم'' (Life Supreme) میں تحریر فرماتے ہیں

''۱۹۴۴ء میں جب خاکسار اپنے یونٹ کے ہمراہ آسام اور برما کے محاذ پر منی پور پہاڑ پر فوجی خدمات سرانجام دے رہا تھا اور چاروں طرف سے جاپانی گولے برسائے جا رہے تھے، تو مجھے اپنے اعلیٰ افسر نے کسی کام سے بلوا بھیجا۔ جونہی مَیں خندق سے باہر نکلا، دشمن کا ایک گولہ گرا اور میرے تمام ساتھی جو خندق میں تھے، آن کی آن میں لقمۂ اجل بن گئے''

آپ کے آباء کے کیتھولک مذہب کا پیرو ہونے کی وجہ سے آپکے اندر خدا کی ہستی کا کسی قدر تصور موجود تھا۔ مگر فرماتے ہیں، اس واقعہ کے بعد مجھے شدت سے یہ احساس ہونے لگا کہ اس نظام کائنات کو چلانے والی کوئی ایسی ہستی موجود ہے، جو انسانی زندگی کے ہر لمحہ کی تشکیل کر رہی ہے۔ عین انہی ایام میں اللہ تعالیٰ نے آپکی ہدایت کا ایک اَور سامان بھی پیدا فرما دیا، جسکے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''میری یونٹ میں عبدالرحمٰن نام کے ایک انڈین حوالدار کلرک تھے۔ اس نے مجھے قادیان سے ایک کتاب ''ٹیچنگز آف اسلام'' (Teachings of Islam) منگوا کر دی۔ جس کے بارے میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ جماعت احمدیہ کے مقدس بانی، حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام، کی تصنیف لطیف ہے۔ مجھے یہ بات کبھی سمجھ نہیں آئی کہ میری یونٹ میں جہاں اَور بھی کئی انگریز فوجی افسر موجود تھے، اس نے صرف مجھے اس دعوت کے لئے کیوں چنا...... مَیں اس کتاب سے کما حقہ استفادہ تو نہ کر سکا، کیونکہ مجھ میں اسے سمجھنے کے لئے وہ روحانی طاقت موجود نہ تھی تاہم اس میں بیان شدہ اسلامی تعلیم کے بعض حصوں نے مجھے بہت متأثر کیا''

آگے یہ بتاتے ہوئے کہ خدا تعالیٰ نے آپکے لئے وہ کونسی دوسری تقریب پیدا فرمائی جسکی بدولت آپ نہ صرف اسلام سے بہت قریب ہو گئے بلکہ آپکو آنحضرت محمد ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق خدا کی طرف سے مبعوث کئے گئے امام الزمان کی شناخت بھی نصیب ہوگئی، آپ بتاتے ہیں

''کچھ دنوں کے بعد مجھے دو ہفتوں کی چھٹیاں ہو رہی تھیں۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ دن کہاں گذاروں۔ عبدالرحمٰن نے یہ تجویز پیش کی کہ مَیں قادیان چلا جاؤں، مگر قادیان وہاں سے قریباً ایک ہزار میل دور تھا۔ پھر یہ جگہ (قادیان) میرے لئے اجنبی بھی تھی۔

چنانچہ چند دن بعد میں نے اسے کہا کہ مَیں وہاں نہیں جاسکتا۔ یہ سن کر اس کا چہرہ اتر گیا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے اسے اس کا بہت صدمہ ہوا ہو۔ یہ دیکھ کر مَیں نے ارادہ بدل لیا اور چند دن قادیان میں گذارنے کا پروگرام مرتب کرلیا''

آگے یہ کہ ایک ہزار میل کا یہ کٹھن اور طویل سفر آپ نے کیسے طے کیا، فرماتے ہیں، جب میں قادیان پہنچا تو یہاں ایک اَور ہی دنیا آباد دیکھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ مَیں صرف دو دن قادیان ٹھہرا۔ ان دو دنوں کے دوران مَیں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملنے کے علاوہ آپ کے دوسرے جانشین، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی، المصلح الموعودؓ، سے بھی ملا۔ اس ملاقات اور گفتگو سے انہوں نے جو تأثر لیا، اسے انہوں نے مندرجہ ذیل الفاظ میں قلمبند کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''مَیں آپ کے نورانی چہرے اور آپ کی مقناطیسی شخصیت سے بہت متأثر ہوا۔ آپکی گفتگو اور دلربا مسکراہٹ ہمیشہ کیلئے میرے دل میں گھر کرگئی۔ اُس وقت میرے دل میں یہ احساس بڑی شدت سے تھا کہ مَیں کسی عام آدمی سے ملاقات نہیں کررہا، بلکہ ایک نہایت اعلیٰ ہستی اس وقت میرے سامنے ہے''

پھر اہل قادیان کے بارے میں اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''قادیان کا ہر باشندہ ہی مجھے خندہ پیشانی سے پیش آیا۔ سب سے بڑی چیز جس نے مجھے اسلام کی طرف راغب کیا، وہ یہی حسن سلوک تھا۔ گو اُس وقت میرا اسلام کے بارے میں علم صفر کے برابر تھا، مگر مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ جس درخت کے پھل ایسے میٹھے ہوں، وہ درخت یقیناً نہایت اعلیٰ ہوگا''

یہ وہ تأثر تھا جو بالآخر آپ کے اسلام سے وابستہ ہوجانے بلکہ اپنی ساری زندگی ہی اس دین کی نذر کردینے پر منتج ہوا۔ تاہم فوری طور پر آپکے اندر کیا تبدیلی پیدا ہوئی، یہ بھی ایک دلچسپ واقعہ ہے، جسے بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''جب مَیں قادیان سے واپس ہورہا تھا تو اس دوران جب مَیں امرتسر سٹیشن پر پہنچ کر اگلی گاڑی کا انتظار کررہا تھا، تو ویٹنگ روم میں بعض دوسرے (انگریز) افسر بیٹھے شراب نوشی کررہے تھے۔ مجھے ان کی حالت دیکھ کر سخت کراہت محسوس ہوئی اور میری آنکھوں کے سامنے قادیان کا پاکیزہ ماحول پھر گیا۔ وہی وقت تھا، جب مَیں نے مصمم ارادہ کرلیا کہ

مَیں آئندہ کبھی شراب نوشی نہیں کروں گا۔ چنانچہ اپنے یونٹ میں واپس پہنچنے پر پہلا کام مَیں نے یہ کیا کہ شراب کی جتنی بوتلیں میرے پاس تھیں، مَیں نے وہ سب پھینک دیں“

اب ۱۹۴۵ء میں جنگ عظیم دوم ختم ہوگئی اور آپ اپنی فوجی ملازمت سے فارغ ہوکر اپنے وطن انگلستان واپس آگئے۔ آپ پہلے اپنی والدہ کے پاس برسٹل (Bristol) پہنچے لیکن اسلام کی جو چنگاری آپ کے اندر قادیان کی مختصر رہائش کے دوران پیدا ہوچکی تھی، وہ کچھ ایسے رنگ میں سلگنے لگ گئی کہ آپ چند دن ہی والدہ کے پاس گزارنے کے بعد مسجد لندن کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ وہاں اُس وقت حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس بطور امام مسجد لندن و مبلغ انگلستان، مقیم تھے۔ آپ نے وہاں پہنچ کر اپنا تعارف کرایا اور مشن میں کام کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور ساتھ ہی اسلام کی خاطر اپنی زندگی وقف کرنے کے ارادے کا بھی۔ آپ کی یہ خواہش حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کی باقاعدہ منظوری کے بعد تسلیم کرلی گئی اور آپ مسجد فضل میں ہی رہ کر اپنی تعلیم وتربیت مکمل کرنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ جلد ہی فارغ ہوکر ”پہلے یورپی احمدی مبلغ اسلام“ کے طور پر میدان عمل میں آگئے۔

آخر پر آپ کی خودنوشت داستان حیات سے چندان افضال الٰہیہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو احمدیت کی بدولت آپ کو نصیب ہوئے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

”ا۔ مجھے قمار بازی کی قبیح عادت تھی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک بار اپنی ملازمت کے دوران مَیں نے اپنے پورے مہینے کی تنخواہ جوا کھیلنے میں لٹادی۔ خدا کا شکر ہے کہ اسلام لانے کے بعد مجھے اس بدعادت سے نجات مل گئی۔

۲۔ احمدیت کی بدولت مجھے وہ ذہنی سکون اور اطمینانِ قلب نصیب ہوا، جس کا مَیں اس سے قبل تصور بھی نہ کرسکتا تھا۔

۳۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے مَیں نے کبھی ایک پیسہ بھی خیرات کے طور پر نہیں دیا تھا۔ اسلام نے مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مالی قربانی کا فلسفہ سمجھایا۔

۴۔ مجھے احمدیت سے پہلے کی اپنی کوئی خواب یاد نہیں۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد مجھے اپنی کوئی خواب نہیں بھولی“

چنانچہ آپ نے بطور تحدیث نعمت اپنی تین خوابوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے جو قارئین کے ازدیادِ ایمان کی خاطر یہاں درج کی جاتی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

## پہلی خواب

’’مَیں نے ۱۹۴۵ء میں احمدیت قبول کی۔ اسی زمانے کی بات ہے کہ مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو خواب میں دیکھا کہ آپ قادیان میں مسجد مبارک کے اندر کھڑے ہیں اور مجھے مخاطب کر کے فرماتے ہیں: ’حقیقی زندگی بسر کرنے کیلئے تمہیں غموں سے گھبرانا نہیں چاہئے‘۔ پھر آپ نے اپنا دایاں ہاتھ جس میں چھڑی پکڑی ہوئی تھی، اوپر اٹھایا اور بڑے زور سے فرمایا: ’اور اس میں شک کی گنجائش نہیں‘ ‘‘

## دوسری خواب

’’۱۹۵۸ء میں تھوڑے عرصہ کیلئے مَیں قادیان گیا۔ مَیں وہاں مہمان خانہ میں سو رہا تھا کہ کوئی شخص میرے لئے بالائی لے آیا اور مجھے کہا کہ یہ بالائی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے لئے تیار کی گئی تھی مگر کسی وجہ سے اب تجھے دی جارہی ہے‘‘

## تیسری خواب

’’تیسری خواب مجھے اس وقت آئی، جب میں ویسٹ انڈیز میں بطور مبلغ اسلام کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ میرے لئے دودھ کا ایک پیالہ لائے ہیں، جسے آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑا ہوا ہے، اس طرح کہ پیالہ میرے منہ کو لگا ہوا ہے۔ پیالے کے اندر مَیں جھانکتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ اس میں دودھ ہے اور تھوڑی سی ڈبل روٹی بھی ہے‘‘

(ملخص از ’’عظیم زندگی‘‘)

........☆........

تعارف: مسٹر بشیر آرچرڈ صاحب ۲۶/اپریل ۱۹۲۰ء کو انگلستان کے جنوبی ساحلی علاقہ کے ایک قصبہ ٹورکی (Torquoy) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ڈاکٹر تھے اور والدہ شادی سے پہلے نرس کے طور پر کام کرتی تھیں۔ آپ کے ایک بھائی رومن کیتھولک چرچ کے پادری بن گئے۔ آپ کی والدہ جو پہلے پروٹسٹنٹ تھیں، بیٹے کے رومن کیتھولک

چرچ سے منسلک ہونے پر وہ بھی رومن کیتھولک مذہب سے وابستہ ہوگئیں۔آپ ۱۹۴۱ء میں پہلے بطور کیڈٹ بھرتی ہوئے۔ چھ ماہ کی ٹریننگ کے بعد آپ سیکنڈ لیفٹیننٹ بن گئے اور آپ کو آسام اور برما کے محاذ پر بھجوادیا گیا۔اسی دوران آپکو اسلام کا تعارف آپ کے ہی یونٹ کے ایک احمدی حوالدار کلرک ،مکرم عبدالرحمٰن دہلوی (حال امریکہ)، کے ذریعہ ہوا۔آپ نے اسلام قبول کرنے کے فوراً اپنی زندگی اسلام کیلئے وقف کردی اور بطور مبلغ تربیت حاصل کرنے کے بعد آپ میدان عمل میں آگئے۔اس اعتبار سے آپ سب سے پہلے یورپین مبلغ اسلام ہیں۔آپکا سب سے پہلا تقرر ۱۹۵۲ء میں گلاسگو میں ہوا۔پھر ۱۴ سال تک آپ کو جزائر ٹرینیڈاڈ میں تبلیغ اسلام کی توفیق ملی۔۱۹۶۶ء تا ۱۹۸۷ء آپ انگلستان میں مختلف مقامات پر متعین رہے۔آپ نے ۸ جولائی ۱۹۸۷ء کو ۸۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔آپ ایک تہائی حصہ کے موصی تھے۔

(۲)

”اسلام ایک سچا مذہب ہے“

## مسٹر جان Webster کا قبول اسلام

دوسرے نمبر پر برادرم مکرم بشیر احمد خان صاحب رفیق ،سابق امام مسجد لندن، کا بھجوایا ہوا اور ان کے دور تبلیغ سے تعلق رکھنے والا ایک ایسے انگریز کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے، جو ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخصیت کے مالک ہونے کے علاوہ ہر خاص وعام میں اس اعتبار سے بڑی شہرت رکھتے تھے کہ ہر ہفتہ اور اتوار کے روز لندن کے ہائیڈ پارک میں ان کی تقریر ہوا کرتی تھی۔ یہ ان کا محبوب مشغلہ تھا اور لوگ بھی سب سے زیادہ ان ہی کی تقریر سننے کے لئے جمع ہوتے۔ان کا نام مسٹر جان وبسٹر (Webster) تھا۔ اچانک کیسے اللہ تعالیٰ نے انکی اسلام کی طرف رہنمائی فرمائی، یہ ایک دلچسپ حقیقت اور ایک عجیب سر الٰہی ہے، جسکے بارے میں مکرم بشیر رفیق خان صاحب رقمطراز ہیں:

”جب خاکسار ۱۹۵۹ء میں انگلستان پہنچا تو مَیں نے دیکھا کہ ہائیڈ پارک میں سب سے زیادہ ہجوم مسٹر Webster کی تقریر کے وقت ہوتا ہے۔لوگ انکی تقریر کو بڑے غور سے سنتے اور انکے طرز کلام کو بہت پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ مَیں بھی ان کی تقریریں سننے اور گاہے گاہے ان سے اسلام کے بارے میں سوالات بھی کرنے لگا۔ایک دن مَیں

اپنے ساتھ ''اسلامی اصول کی فلاسفی''[ا] کا انگریزی ترجمہ ''The Teachings of Islam'' لے گیا۔ جونہی انہوں نے تقریر ختم کی اور مجمع منتشر ہونے لگا، مَیں نے انہیں بطور ''احمدیہ مسلم مشنری'' اپنا تعارف کراتے ہوئے اس کتاب کی ایک کاپی پیش کی۔ مسٹر Webster نے شکریہ کے ساتھ وہ کتاب لے لی اور پڑھنے کا وعدہ کیا''

خدا کی خاص رہنمائی اور تصرف کے ساتھ اسکے مامور کے قلم سے نکلی ہوئی اور عرفان وحکمت کے موتیوں سے بھری ہوئی اس تحریر نے اس انگریز کے دل ودماغ پر کس قسم کے اثرات مترتب کیے، اس بارے میں خان صاحب موصوف رقمطراز ہیں:

''اگلے ہفتہ جب مَیں ان کی تقریر سننے کے لئے مجمع میں کھڑا ہوا، تو مسٹر Webster نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے تقریر کے بعد رُک جانے کیلئے کہا۔ جب انکی تقریر ختم ہوئی تو وہ مجھ سے کہنے لگے کہ چلئے، کسی ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم دونوں ایک نزدیکی ریسٹورنٹ میں چلے گئے۔ وہاں مسٹر Webster مجھ سے پوچھنے لگے، اس کتاب کا مصنف کون ہے؟ جب مَیں نے انہیں تفصیل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعارف کرایا، تو وہ کہنے لگے، مَیں نے اس کتاب کو دورانِ ہفتہ دو مرتبہ پڑھا ہے۔ یہ ایک عظیم کتاب ہے اور علم کا خزانہ ہے''

آگے فرماتے ہیں، اگلے ہفتہ جب مَیں انکی تقریر سننے کے لئے دوبارہ گیا، تو انہوں نے پھر مجھے اشارے سے رُک جانے کیلئے کہا۔ ہم پھر ایک نزدیکی ریسٹورانٹ میں چلے گئے۔ اِس بار انکے ہمراہ دو تین آدمی اَور بھی تھے۔ انکی موجودگی میں انہوں نے مجھے بتایا کہ اس ہفتہ دو مرتبہ مجھے حضرت مسیح موعود (علیہ السلام) خواب میں ملے ہیں اور فرمایا ہے، ''تمہیں اسلام قبول کرنے میں کیا ہچکچاہٹ ہے؟ اسلام ایک سچا مذہب ہے۔ اور مَیں مسیح موعود ہوں''۔ مکرم بشیر رفیق صاحب آگے فرماتے ہیں:

''پھر وہ کہنے لگے، کیا آپکے پاس مرزا غلام احمد صاحب کی کوئی تصویر ہے؟ مَیں دیکھنا چاہتا ہوں کہ جو خواب میں مجھے ملے ہیں، کیا وہ وہی ہیں، جنکے بارے میں آپنے مجھے بتایا ہے کہ انہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ چونکہ مجھے بھی ان میں دلچسپی پیدا ہوگئی

[ا] حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی وہ معرکۃ الآرا تصنیف، جو اسلام کی خصوصی تعلیمات کا ایک بے نظیر مرقع ہے۔

تھی ،مَیں اگلے ہی دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فوٹو لے کر ان کے گھر چلا گیا۔وہ دیکھتے ہی بول اٹھے کہ یہ تو بالکل وہی ہیں جنہوں نے خواب میں مجھے احمدیت یعنی حقیقی اسلام قبول کرنے کیلئے کہا ہے''

فرماتے ہیں ،اس سے اگلے روز وہ مشن ہاؤس میں تشریف لائے اور مکرم چودھری رحمت خان صاحب مرحوم (انچارج مشنری وامام مسجد لندن) سے بھی ملاقات کی ،اور پھر بیعت فارم پر کر کے باقاعدہ اسلام قبول کرلیا۔اس کے بعد ہر جمعہ انہوں نے مسجد میں آنا شروع کر دیا۔ بلکہ مکرم امام مسجد صاحب (خاکسار اُس وقت نائب امام تھا) کی خواہش پر انہوں نے ایک دوبار مسجد میں خطبہ بھی دیا۔

اب ہائیڈ پارک کی سنیں۔مکرم امام بشیر رفیق صاحب فرماتے ہیں کہ اسلام قبول کر لینے کے بعد انہوں نے اکثر اسلام پر تقریریں کرنی شروع کر دیں۔ چونکہ ابھی وہ اپنا احمدیت سے تعلق ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے،اس لئے کچھ عرصہ تک تو انہوں نے احمدیت کا عمداً نام نہ لیا۔مگر ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے سے انہوں نے کوئی ایسی بات کہہ دی کہ غیر احمدی لوگ جو وہاں موجود تھے،انہیں آگ لگ گئی اور بلوہ کی صورت پیدا ہوگئی ،جس میں ہمارے دوست مکرم ناصر دہلوی صاحب کو بھی کچھ چوٹیں آئیں۔خیر پولیس کی مدد سے اس ہنگامہ پر تو قابو پالیا گیا،مگر اس کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ اس کے بعد انہوں نے اپنی تقریروں میں برملا احمدیت کا تذکرہ کرنا شروع کر دیا۔

(مکتوب نمبر ۱۰۳،مورخہ ۱۲رفروری ۲۰۰۵ء)

..........☆..........

تعارف:مسٹر جان وبیسٹر صاحب اسلام قبول کر لینے کے دواڑھائی سال بعد آسٹریلیا چلے گئے اور اس طرح ان کے ساتھ ہمارا رابطہ منقطع ہوگیا۔غالباً انہوں نے وہیں وفات پائی۔تاہم ان کی ہائیڈ پارک میں کی جانے والی اسلامی خدمات اس قابل ہیں کہ ہم ان کی مغفرت کیلئے دعا کریں۔ویسے ہائیڈ پارک کے مقرر ہونے کے لحاظ سے انہوں نے ایسا نام پیدا کیا کہ حال ہی میں The Speakers of the Hyde Park کے عنوان سے جو کتاب شائع ہوئی ہے،اس میں ان کا نام تیسرے یا چوتھے نمبر پر صف اول کے مقررین میں آیا ہے۔

☆ ☆ ☆

## (۳)

### ''یہ لوگ سچے ہیں، تم اسلام قبول کرلو''

# مس ایرینے کرینے کا قبول اسلام

اب مکرم امام بشیر رفیق صاحب کے بھیجے ہوئے آخری واقعہ کے مطابق ایک انگریز خاتون، مس ایرینے کرینے (Miss Irene Crene) کے قبول اسلام کی روئداد پیش کی جاتی ہے۔ یہ واقعہ بھی آپ کے بالکل ابتدائی دور تبلیغ سے تعلق رکھتا ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''۱۹۶۰ء میں خاکسار جب ایک ماہ کی رخصت پر پاکستان گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، تو حضورؓ نے منجملہ دیگر ارشادات کے یہ بھی فرمایا کہ میں واپس جاکر انگلستان کے ساحلی شہر برائیٹن (Briton) میں تبلیغ کی طرف توجہ دوں۔ چنانچہ خاکسار نے انگلستان واپس پہنچ کر برائیٹن میں ایک ہال کرائے پر لے لیا اور لوکل اخبار میں ایک اشتہار شائع کروا کے اس میں لوگوں کو دعوت دی کہ وہ اسلام پر تقریریں سننے کے لئے آئیں۔ تقریروں کا یہ سلسلہ دو سال تک جاری رہا''

اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ جب خاکسار نے اسلام پر پہلی تقریر کی، جس میں انگریز سامعین کے علاوہ مختلف قومیتوں کے لوگ بھی موجود تھے، تو وقفہ سوالات میں ایک پادری نے کچھ بدمزگی پیدا کرنے کی کوشش کی، تاہم سوال و جواب کا سلسلہ کافی دیر تک چلتا رہا۔ آگے فرماتے ہیں:

''تقریر کے اختتام پر جب سب لوگ چلے گئے، تو میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان انگریز خاتون بیٹھی ہوئی میرا انتظار کر رہی ہیں۔ ان کا نام مس ایرینے کرینے تھا۔ خاکسار ان کے پاس گیا، تو وہ کہنے لگیں، مَیں مسلمان ہونا چاہتی ہوں۔ خاکسار کو یہ سن کر زبردست حیرت ہوئی کہ پہلی ہی تقریر کا اس پر اتنا اثر ہوا ہے کہ وہ اسلام قبول کرنے کیلئے تیار ہوگئی ہے۔ چنانچہ مَیں نے انہیں کہا کہ آپ مزید تحقیق کرلیں۔ اس پر وہ کہنے لگیں کہ مَیں تقریر کے اثر سے تو اسلام قبول نہیں کر رہی، مَیں نے خواب میں دیکھا ہے کہ کوئی کہہ رہا ہے، کہ 'اخبار میں جن کی طرف سے یہ اشتہار شائع ہوا ہے، وہ لوگ سچے ہیں، تم ان کا مذہب اختیار کرلو'۔ اس لئے مَیں ابھی اسلام قبول کرنا چاہتی ہوں''

فرماتے ہیں، اُس وقت میرے پاس بیعت فارم موجود نہ تھا۔ چنانچہ مَیں نے اسے کلمہ پڑھا دیا۔ یوں وہ خاتون مسلمان ہوگئی اور بعد کی تقریروں میں بھی بڑی باقاعدگی سے شامل ہوتی رہی۔

خاکسار راقم الحروف کے مزید دریافت کرنے پر مکرم خان بشیر رفیق صاحب نے بتایا کہ بعد میں وہ خاتون لندن کی مسجد فضل میں بھی آتی رہی اور احمدیت پر بڑی پختگی سے قائم ہوگئی۔ پھر کچھ عرصہ بعد وہ ٹرکی چلی گئی اور ایک ترک سے شادی کر لی اور اس کی بھی بیعت کرائی۔

.......☆.......

نوٹ: مکرم برادرم بشیر احمد خان صاحب رفیق اِس وقت مستقل طور پر انگلستان میں مقیم ہو چکے ہیں۔ آپ کو سالہا سال تک بطور امام مسجد لندن اور مبلغ اسلام خدمت دین کی توفیق ملی۔ خاکسار نے جب آپ سے آپکے دور تبلیغ کے دوران بعض انگریزوں کے قبول اسلام کرنے کے بارے میں استفسار کیا تو آپ نے مذکورہ بالا ہر سہ واقعات لکھ کر بھجوا دئے۔ ان کے بارے میں مزید معلومات خاکسار نے آپ سے بذریعہ فون دریافت کیں۔

☆ ☆ ☆

# ملک مصر

## ’’میں انہیں دربار رسول میں زیارت کیلئے لے جا رہا ہوں‘‘

## ایک مصری عرب کے قبول احمدیت کی دلچسپ داستان

گزشتہ صفحات میں مکرم حاجی عبدالکریم صاحب کے آسمانی ذریعۂ ابلاغ سے احمدیت قبول کرنے کا واقعہ گذر چکا ہے۔ آپ بتاتے ہیں کہ فوجی ملازمت کے دوران جب آپ مصر میں تھے تو کس طرح وہاں کے محکمہ تار میں کام کرنے والے ایک مصری عرب دوست پر اللہ تعالیٰ نے رؤیا کے اندر احمدیت کی صداقت ظاہر فرمادی اور وہ بیعت کر کے مامورِ خدا کی قائم کردہ جماعت میں داخل ہو گئے۔ اس دلچسپ اور ایمان افروز واقعہ کی تفصیل مکرم حاجی صاحب موصوف کی ہی زبانی ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں:

’’مصر میں میرے ساتھ ایک دوست علی حسن صاحب تھے جو میرے ذریعہ سلسلہ میں داخل ہوئے۔ ہم دونوں تبلیغ کی غرض سے مصری احباب کے پاس جاتے تھے۔ ایک صاحب جو محکمہ تار میں ہیڈ کلرک تھے، کئی روز اُن سے تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ سب مسائل میں وہ ہم سے متفق ہو گئے، مگر ’امتی نبی‘ ماننے پر وہ تیار نہ ہوئے۔ ہم نے ان کو ’’الخطبہ الالہامیہ‘‘ مطالعہ کے لئے دیا اور کئی ہفتے تک پھر ہم اُن کے پاس نہیں گئے‘‘

آگے اس مصری دوست کی یکدم کایا پلٹ حالت کا نقشہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’(ایک دن) اُن کا خط آیا اور انہوں نے ہم دونوں کو رات کے کھانے پر مدعو کیا۔ ہم جب گئے تو انہوں نے فرمایا کہ میری بیعت کا خط لکھ دیں۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ کیا مسئلہ نبوت حل ہو گیا؟ فرمانے لگے، میں نے اپنے ایک الازھر یونیورسٹی کے عالم کو رات کے کھانے پر بلایا تھا، کھانے کے بعد میں نے اُن سے کہا کہ دو ہندوستانی دوست میرے پاس آیا کرتے ہیں، انہوں نے مجھے بتلایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور آنے والا مسیح اسی امّت کا فرد ہوگا، (اور یہ کہ) اس کے دعویدار اِس وقت حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں، جو مسیح بھی ہیں اور مہدی بھی۔ (نیز میں

نے انہیں کہا کہ ) مجھے اُن کے دلائل سے اتفاق ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ وہ امتی نبی ہیں۔ اس کو میں ماننے کے لئے تیار نہیں۔ آپ بتائیں کہ کیا میرا یہ موقف ٹھیک ہے؟''

اس مصری عالم نے جو جواب دیا، اس سے جہاں حضرت بانی سلسلہؑ کے دعویٰ کی صداقت ظاہر و باہر ہو جاتی ہے، وہاں عربوں کی حالت زار کا بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ دنیاوی وجاہت اور ظاہری نمود و نمائش کی خاطر مذہب کو بھی داؤ پر لگانے سے نہیں جھجکتے۔ چنانچہ حاجی صاحب موصوف کے الفاظ میں اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ آپ بیان فرماتے ہیں:

''وہ (الازہر یونیورسٹی کے عالم) کہنے لگے، میں نے مرزا صاحب کا لٹریچر پڑھا ہے اور احمدیوں سے بھی ملا ہوں اور تبادلۂ خیالات کیا ہے۔ جس قسم کی نبوت کا مرزا صاحب نے دعویٰ کیا ہے، اگر اس قسم کے ہزار نبی بھی آجائیں تو ختم نبوت نہیں ٹوٹتی۔ (اس پر میں نے انہیں کہا کہ دیکھو میں اب احمدیہ جماعت میں شامل ہو جاؤں گا اور قیامت والے دن تم اس کے ذمہ دار ہو گے۔ مصری عالم کہنے لگے، 'یہ میرا جواب صرف یہاں ہے لیکن اگر پبلک میں سوال کرو گے، تو میں یہی کہوں گا کہ امتی نبی بھی نہیں آ سکتا۔ ہاں، آپ بیشک میری ذمہ داری پر احمدیہ جماعت میں داخل ہو جائیں، میرے لئے بعض روکیں ہیں۔ اور سب سے بڑی روک یہ ہے کہ اگر میں احمدی ہو جاؤں تو مجھے ملازمت سے علیحدہ کر دیا جائیگا'۔ بابو صاحب (مراد وہی تار بابو صاحب۔ ناقل) فرمانے لگے، اس کے بعد میں نے احمدیہ جماعت میں شامل ہونے کا ارادہ کر لیا۔ اور الخطبہ الالہامیہ[ا] کو ختم کر کے سو گیا''

الحاجی احمدی صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے (یعنی اس عرب تار بابو صاحب نے) آگے اپنی ایک خواب کا ذکر کیا اور بتایا کہ کس طرح خود اللہ تعالیٰ نے ''امتی نبی'' والے مسئلہ کو ان کیلئے حل فرما دیا۔ چنانچہ وہ کہنے لگے کہ

---

[ا] **الخطبہ الالہامیہ**۔ حضرت بانئ سلسلہ علیہ السلام کا وہ عربی زبان کا خطبہ ہے جو آپؑ نے ۱۹۰۱ء میں عید الاضحیٰ کے موقعہ پر مسجد اقصیٰ، قادیان، میں ارشاد فرمایا۔ آپ نے یہ خطبہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اسی کی دی ہوئی تائید و نصرت سے ارتجالاً پڑھا، حالانکہ آپکا عربی کا علم چند درسی قسم کی کتب تک محدود تھا۔ اس سے پہلے آپ نے کبھی عربی میں تقریر نہ کی تھی۔

''جس دن مَیں الخطبہ الالہامیہ پڑھ کر سویا، اسی رات میں نے خواب میں حضرت احمد (مراد حضرت بانیٔ سلسلہؑ ۔ناقل) کی زیارت کی۔ مَیں نے دیکھا کہ آپؑ ایک کثیر جماعت کیساتھ کہیں تشریف لے جارہے ہیں، میرے دریافت کرنے پر کہ حضور آپ کے ساتھ یہ کون لوگ ہیں اور آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اولیاء اللہ ہیں جو امت محمدیہ میں مجھ سے پہلے ہوئے ہیں، میں ان کو دربار رسول ﷺ میں زیارت کیلئے لے جارہا ہوں، میں خاتم الاولیاء ہوں، میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر میری جماعت میں سے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبییّن ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہی جو امتی ہو، یعنی 'امتی نبی' جیسے میں ہوں''

فرمانے لگے کہ جب میں بیدار ہوا تو میں بہت مسرور تھا کیونکہ اب ختم نبوت کا مسئلہ میرے لئے بالکل صاف ہو چکا تھا۔

الحاجی صاحب موصوف مزید بتاتے ہیں کہ میں نے ان سے یہ ساری سرگزشت لکھوا کر ان کے بیعت فارم کیساتھ (مرکز۔قادیان) میں بھجوادی۔ الحمدللہ

(ماخوذ از 'برہان ہدایت' ص ۱۱۔۹)

.......☆.......

## ایک ضروری وضاحت

خاکسار راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ تو اُس وقت کی بات ہے جب ان عرب ممالک میں احمدیت کا پیغام نیا نیا پہنچا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے عرب علماء کی اکثریت حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے علم کلام کی قائل ہوتی جارہی ہے مثلاً سب سے بڑا اور آپکے خلاف طوفان برپا کرنے والا اختلافی مسئلہ ''وفات مسیح'' کا ہی تھا جس کے لئے مکہ مکرمہ اور بغداد اور دمشق تک سے کفر کے فتوے منگائے گئے۔ مگر ابھی آپ کی وفات پر پچاس سال گذرنے نہ پائے تھے کہ مصر کے ایک چوٹی کے عالم اورالازہر یونیورسٹی کے ریکٹر (ناظم اعلیٰ)، جناب علامہ محمود شلتوت، کی طرف سے وہ فیصلہ کن فتویٰ شائع کیا گیا جس میں ڈنکے کی چوٹ یہ اعلان کیا گیا کہ قرآن اور احادیث نبویہ کے رو سے مسیح علیہ

السلام کے بجسد عنصری آسمان پر جانے کی کوئی شہادت نہیں ملتی، بلکہ وفات ثابت ہوتی ہے۔ ناظرین کی ضیافت طبع اور ازدیاد علم کی خاطر اس فتویٰ کے اصل الفاظ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

**اِنَّہ لَیسَ فِی القرآن الکریم وَ لا فِی السُّنۃِ المُطَھَّرۃ مُستَنَدٌ یَصلُحُ لِتکوینِ العَقیدۃِ یَطمَئِنُّ الیھا القلبُ بِاَنَّ عیسیٰ رُفِعَ اِلَی السَّمَاءِ وَ انّہٗ حَیٌّ اِلَی الآن فیھا وَ انّہ سَینزِلُ مِنھا آخرَ الزّمان اِلَی الارض ۰ انَّ کُلّما تُفیدُ الآیاتُ الوَارِدۃُ فی ھٰذا الشّان ھُوَ وَعدُاللّٰہِ عِیسیٰ بانَّہ مُتوَفّیہِ اجلَہٗ وَ رَافِعُہٗ الیہِ وَعَاصِمُہٗ مِنَ الّذینَ کفرُوا وَاِنَّ ھٰذا الوَعدَ قَد تَحقَّقَ فَلم یقتُلہٗ اَعداءُہٗ وَ لَم یُصلِبُوہُ وَلٰکِنَّ وَفّاہُ اللّٰہُ اجلَہٗ وَ رفعَہٗ اِلَیہِ**

یعنی ”نہ قرآن کریم میں اور نہ ہی سنت مطہرہ میں کوئی ایسی سند موجود ہے جس سے دل اطمینان پاتا ہو کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور یہ کہ وہ اب تک زندہ ہیں اور وہی آخری زمانے میں زمین پر نازل ہوں گے۔ جو کچھ ان آیات سے پتہ لگتا ہے وہ یہی ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ انہیں وفات دے گا اور اپنی طرف اٹھائے گا اور کافروں سے بچائے گا۔ اور یہ وعدہ پورا ہو چکا ہے۔ پس ان کے دشمن نہ انہیں قتل کر سکے، نہ صلیب پر مار سکے، بلکہ اللہ نے ان کی زندگی کی مدت پوری کرنے کے بعد انہیں وفات دیدی اور اپنی طرف اٹھالیا“

(بحوالہ ہفت روزہ، **الرسالۃ**، مورخہ ۱۱مئی ۱۹۴۲: بمقام قاہرہ)

☆ ☆ ☆

# ہالینڈ

ہالینڈ میں جماعت کا تبلیغی مرکز جنگِ عظیم دوم کے معاً بعد قائم ہوا۔ جنگ عظیم دوم کے خاتمے پر جماعت کے اولوالعزم امام اور خلیفہ، حضرت المصلح الموعودؓ نے گیارہ مبلغین پر مشتمل ایک وفد انگلستان بھجوایا جس کا پروگرام یہ تھا کہ وہ حالات اور مالی وسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے یورپ کے دیگر ملکوں میں پھیل کر اسلام کی تبلیغ کے لئے نئی راہیں تلاش کریں۔

اسی پروگرام کے تحت ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ، فرانس، جرمنی اور سپین میں بھی تبلیغی مشن قائم ہوئے، جہاں ان کی مساعی جمیلہ اور خلفاء وقت کی دعاؤں کے نتیجے میں اِس وقت بڑی بڑی جماعتیں قائم ہو چکی ہیں۔ ہالینڈ کے بارے میں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ جب جولائی ۱۹۵۰ء میں یہاں مسجد کی زمین خریدی گئی اور یہاں بھجوائے جانے والے سب سے پہلے مبلغ اسلام، مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب، کی طرف سے اسکا اعلان ہوا تو اسے اس قدر اہمیت دی گئی کہ ملک کی ساٹھ اخبارات نے اسے شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کیا۔ ہیگ (The Hague) کے مقام پر بننے والی اور احمدی خواتین کے چندوں سے تعمیر ہونے والی ہالینڈ کی اِس پہلی کا مسجد کا افتتاح ۹ رد سمبر ۱۹۵۵ء کو ہوا۔ اب ذیل میں بالکل ابتدائی ایام میں ایک ولندیزی خاتون کے قبول اسلام کی روئداد پیش کی جاتی ہے:

.......☆.......

## ''ان واقعات نے میری دُنیا یکسر بدل دی''

# مسز سمرمن کا قبولِ اسلام

ہالینڈ کی رہنے والی یہ خاتون، مسز ناصرہ سمرمن[۱] (Zimmermann)، جس طرح پر اسلام سے روشناس ہوئیں اور پھر قبول اسلام کی توفیق پائی، اپنی ذات میں یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کی آسمانی ہدایت کے ایک خوشگوار نتیجے کے سوا اور کوئی تعبیر نہیں کی جاسکتی۔ چنانچہ ہماری یہ بہن جنہوں نے مسلمان ہونیکے بعد اپنی زندگی اسلام کی خدمت کیلئے وقف کر دی، اپنی خودنوشت داستان میں تحریر فرماتی ہیں:

---

۱ ڈچ اور جرمن زبان میں ''Z'' کو ''س'' یا اس سے مشابہ آواز میں پڑھا جاتا ہے۔ چنانچہ ناصرہ صاحبہ کے فیملی نام میں جو ''Z'' آتا ہے، اس کے تلفظ کے لحاظ سے اسے ''سمرمن'' پڑھا اور بولا جائے گا۔

”1945 کا سال میرے لئے تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وہ سال ہے جس کے شروع میں مَیں بمباری سے مسمار شدہ لندن میں پہنچی تھی اور وہاں پہنچتے ہی مجھے ایک ترجمہ کرنے والے محکمہ (Translation Bureau) کی طرف سے ملاقات کے لئے پیغام ملا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ ملاقات قرآن کریم کے ڈچ ترجمہ کے سلسلہ میں ہے۔ مجھے آخری تین سو صفحات کا ترجمہ کرنے کیلئے کہا گیا۔ اس پر مجھے خواہش پیدا ہوئی کہ میں یہ دیکھوں کہ پہلے حصہ کا ترجمہ کیسے ہوا ہے۔ میں پہلے حصہ کے چند صفحات کو لے کر جب گھر لوٹی اور ان کا بنظر غائر مطالعہ کیا تو اس کا میری طبیعت پر بہت اثر ہوا۔ ایک تو مترجم نے قدیم ڈچ زبان میں جس کو آج کل سمجھنا بھی مشکل ہے، ترجمہ کیا ہوا تھا ۔ پھر اس کا انداز بیان بھی کوئی اچھا نہ تھا۔ لہٰذا میں نے ترجمہ کرنے سے انکار کر دیا“

آگے اپنے اس انکار پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرماتی ہیں:

”میرے لئے یہ کام اس وجہ سے بھی مشکل تھا کہ میری پیدائش اور تربیت عیسائی ماحول میں ہوئی تھی جس میں سرے سے گناہ کا تصور ہی بالکل اَور ہے۔ یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کہ حضرت یسوع ہمارے گناہوں کی خاطر مصلوب ہو گئے، قرآن کریم کی تعلیمات میرے لئے صدمہ کا باعث ہوئیں کیونکہ قرآن کریم میں جہاں اعمال پر بہت زور دیا گیا ہے، وہاں گناہوں کی پاداش میں سزا کا بھی ذکر ہے۔ اس لحاظ سے بھی قرآن کریم کا ترجمہ کرنا میرے لئے محال تھا۔ تاہم لمبی سوچ اور گہرے غور وفکر کے بعد میں نے اس مبارک کام کو سرانجام دینے کا فیصلہ کر ہی لیا“

اور پھر یہ بتاتے ہوئے کہ آپ نے دفتر کے ڈائریکٹر سے تمام قرآن کا ترجمہ اپنے طرز اور مروجہ ڈچ زبان میں کرنے کی اجازت حاصل کر لی، فرماتی ہیں کہ میں نے اس کام کو سرانجام دینے کیلئے دن رات ایک کر دیا، مگر جب میں ابتدائی صفحات کا ترجمہ کر کے ڈائریکٹر کے پاس لے گئی، تو وہاں مجھے ایک تلخ صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ کیا تھی، اسے بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

”اس موقعہ پر مَیں اس امر کا ذِکر کئے بغیر نہیں رہ سکتی کہ جب میں ڈائریکٹر کو ملنے گئی تو ہماری قرآن کریم کے متعلق طویل گفتگو ہوئی۔ ڈائریکٹر نے اس مقدس کتاب کے متعلق

نہایت ہی توہین آمیز کلمات استعمال کئے ۔ بعد میں بھی اس کا رویہ یہی رہا اور اس نے وہاں کئی بار متواتر اور مسلسل قرآن کریم کی توہین جاری رکھی ،جس کا میری طبیعت پر بہت ناگوار اثر ہوا لیکن جلد بعد جب میں دوبارہ اس سے ملنے گئی تو میں نے اسے ایک نہایت ہی المناک کیفیت میں پایا۔اسے Lumbago کا شدید حملہ ہوا تھا۔میں نے اسے فوری طور پر گھر پہنچانے کا انتظام کیا۔ جہاں اگلے ہی روز وہ چل بسا۔چند روز بعد دوسری ڈائریکٹریس بھی جس نے اس گفتگو میں حصہ لیا تھا، بیمار ہوئی اور اس مقدس کتاب کی توہین کی وجہ سے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہ بچ سکی اور ہسپتال میں ہی اس جہان سے رخصت ہوگئی۔ان واقعات نے میری طبیعت پر گہرا اثر کیا‘‘

لیکن فرماتی ہیں، ابھی خُدا تعالیٰ نے اس مقدس کتاب کی صداقت کو میرے دل و دماغ پر اَور منقوش کرنا تھا۔خُدا تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ ان واقعات کے بعد اس دفتر کا ٹائپسٹ جس نے اس توہین آمیز اور مضحکہ خیز گفتگو میں حصہ لیا تھا، بھی خدائی گرفت میں آ گیا۔وہ جنوبی امریکہ گیا۔تین ہفتہ کے اندر ہی مجھے معلوم ہوا کہ وہ بھی خدائی عذاب کا شکار ہو کر اس دُنیا سے کوچ کر گیا ہے۔تاہم ایک سیکرٹری جو اس توہین آمیز گفتگو میں کبھی شریک نہ ہوئی تھی ،صحیح وسلامت رہی۔

آگے یہ بتاتے ہوئے کہ اسلام کی طرف توجہ انہیں کیونکر پیدا ہوئی، فرماتی ہیں:

’’ان واقعات نے میری دُنیا یکسر بدل ڈالی ۔میری طبیعت پر قرآن کریم کی صداقت اور حقانیت کا سکہ بیٹھنا شروع ہوا اور اس کتاب کی عظمت کا میرے دل پر گہرا اثر ہوا۔ انہی واقعات نے میری توجہ اسلام کی طرف مبذول کی ۔میں نے ان واقعات کا اس لئے بھی ذکر کر دیا ہے تا کہ یہ مخالفین کیلئے حجت کا باعث ہوسکیں ۔میں اپنے مولا کریم کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اس نے مجھے اس کام کے کرنے کی سعادت عطا فرمائی‘‘

خود قرآن کریم کے مطالعہ نے جس قسم کے دُوررس اثرات آپ کے دل دماغ پر مترتب کئے،ان پر بھی آپ نے روشنی ڈالی ہے۔چنانچہ فرماتی ہیں:

’’میں نے ترجمہ کے دوران اس مقدس کتاب سے جو روحانی لذت اور پُرکیف روحانی اثرات حاصل کئے ،وہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتے۔خُدا تعالیٰ نے مجھے اپنی رحمت سے

نوازا۔ جو روشنی میں نے قرآن کریم سے حاصل کی، وہ خدا تعالیٰ کی صفت رحمانیت اور رحیمیت کا نتیجہ ہے۔ خُدا تعالیٰ نے میرے ساتھ بالخصوص اپنی رحمت کا سلوک فرمایا۔ میں ترجمہ کے دوران ہی قرآن کریم کی صداقت کی دل سے قائل ہو چکی تھی۔ چنانچہ میں نے اس مقدس کتاب سے اپنا لگاؤ اور تعلق بڑھانے کیلئے لندن مسجد میں جانا اور احمدیت کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ میرے ساتھ ہر دفعہ برادرانہ اخوت اور محبت کا سلوک کیا گیا اور میری روحانی تشنگی کو دور کرنے کے سامان مہیا کئے جاتے رہے۔ اس محبت اور اخوت بھرے سلوک نے مجھے احمدیت کے بہت ہی قریب کر دیا''

کچھ عرصہ بعد ہماری یہ ڈچ بہن، ناصرہ سمرمن صاحبہ، اپنے وطن ہالینڈ میں آ گئیں، جہاں حسنِ اتفاق سے انہیں پھر وہی روحانی ماحول میسر آ گیا، جو انہیں انگلستان میں حاصل تھا اور جس کی بدولت انہیں اسلام جیسی عظیم نعمت نصیب ہوئی تھی۔ چنانچہ آپ فرماتی ہیں:

''میرے ہالینڈ آنے کے تھوڑا عرصہ بعد ہی یہاں (جماعت احمدیہ کا) مشن قائم ہو گیا۔ یہاں آنے والے تینوں مبلغین نے میری تربیت کیلئے اخلاص اور محنت سے کام کیا، مجھے مطالعہ کیلئے کتب دیتے رہے اور کافی دیر تک اپنا قیمتی وقت مجھ پر صرف کرتے رہے۔ ان کی انہی مخلصانہ کوششوں کا نتیجہ تھا کہ مجھے احمدیت جیسی نعمت نصیب ہوئی۔ میں ہمیشہ اپنے ان تینوں مبلغ بھائیوں کی ممنونِ احسان رہوں گی جن کے ہاتھوں میری نجات کے سامان ہوئے'' [ا]

(ملخص از روزنامہ الفضل، ربوہ، مورخہ 16 ستمبر 1948)

☆ ☆ ☆

[ا] مسز ناصرہ سمرمن ایک لمبا عرصہ احمدیہ مشن ہالینڈ سے منسلک رہنے کے بعد اندازاً ۱۹۷۰ء میں فوت ہوئیں۔ خاکسار راقم الحروف کو انہیں ملنے کا موقع تو نہیں ملا۔ تاہم خاکسار کے نائیجیریا میں بطور امیر اور مشنری انچارج قیام کے دوران ان کی جبکہ وہ ہالینڈ میں تھیں، خاکسار کے ساتھ خط و کتابت بھی ہوئی تھی۔ یہ بھی پتہ چلا کہ وہ کسی وقت خود بھی نائیجیریا میں آئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کی نیکیوں کی بہترین جزا عطا فرمائے اور اپنی جنت کی نعماء کا وارث بنائے۔ آمین!

# جرمنی

ہالینڈ کی طرح جرمنی میں بھی جنگ عظیم دوم کے بعد ہمارا مشن قائم ہوا۔ یہاں کی پہلی مسجد ہمبرگ کے مقام پر ۱۹۵۷ء میں تعمیر ہوئی۔ دوسری مسجد ۱۹۵۹ء میں فرانکفرٹ شہر میں تعمیر ہوئی۔ شروع شروع میں چند اِکا دُکا جرمنوں کو اسلام لانے کی توفیق حاصل ہوئی، مگر کئی سالوں تک یہ تعداد ایسی نہ تھی کہ ہم کہہ سکیں کہ یہاں احمدیت کا پودا لگ چکا ہے۔ البتہ ۱۹۶۷ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے پہلے یورپی دورہ کے بعد جرمن قوم کے اندر اسلام کی طرف ایک خاص رجحان دیکھنے میں آیا۔ حضور نے اپنے بعد کے (۱۹۷۰ء، ۱۹۷۳ء اور ۱۹۷۶ء میں ہونے والے) دوروں میں اپنی ایک طالب علمی کے زمانے کی خواب کی بنا پر برسرِ عام یہ اعلان فرمایا کہ آئندہ پچاس سے سو سالوں کے عرصہ میں جرمن قوم کی اکثریت اسلام قبول کر لے گی[ا] اِس وقت یہاں جرمن اور پاکستانی احمدیوں پر مشتمل جرمنی میں ایک مضبوط جماعت قائم ہو چکی ہے، جسے مالی اور عددی اعتبار سے یورپ کی دیگر جماعتوں کے مقابلہ میں نمایاں برتری حاصل ہے۔ **اللّٰھم زد فزد!**

اس ترقی کا ایک خوشگوار پہلو یہ ہے کہ جرمن جماعت کو اپنے مقدس امام کی طرف سے جرمنی میں سو مساجد تعمیر کرنے کا ٹارگٹ مل چکا ہے جس پر بڑی تیزی سے کام ہو رہا ہے (اس سکیم کے تحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے جرمنی کے مختلف شہروں میں اِس وقت تک اکیس (۲۱) خوبصورت مساجد تعمیر ہو چکی ہیں)

**فَالحَمدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذٰلِک**

اب اگلے صفحات کے اندر جرمنی میں نازل ہونے والے اُن افضالِ الٰہیہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس تالیف کا اصل موضوع اور مدعا ہیں۔ **وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔**

---

[ا] ۱۹۷۶ء میں فرانکفرٹ کے تاریخی ٹاؤن ہال (RÖMER) میں منعقدہ پریس کانفرنس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس سلسلہ میں جو اعلان فرمایا، وہ فرانکفرٹ کی اخبار (Frankfurter Abend Post) میں حضورؒ کی چیف میئر، فرانکفورٹ، کی تصویر کے ساتھ مندرجہ ذیل الفاظ میں شائع ہوا: ''فرانکفرٹ کے چیف میئر کو جماعت احمدیہ کے سربراہ کی طرف سے علاوہ جرمن ترجمہ قرآن کے یہ یقین دہانی بھی موصول ہوئی کہ جرمن قوم بہت جلد اسلام قبول کر لے گی''۔ انشاء اللہ العزیز!

## (۱)

### ''میری رگ اشتیاق غیر معمولی طور پر پھڑک اٹھی''

## الحاج ڈاکٹر محمد عبد الهادی اطالوکیوسی صاحب، کا قبول اسلام

سب سے پہلے ایک اطالوی دوست، پروفیسر ڈاکٹر الحاج محمد عبد الہادی کیوسی صاحب، کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ انہیں قبول اسلام کی دولت کیسے نصیب ہوئی۔ یہ دلچسپ اور ایمان افروز روئداد انہی کی خودنوشت داستان ''میراج بیت اللہ'' [ا] سے نقل کر کے درج کی جارہی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''اِسلامی دُنیا کیساتھ میرا پہلا تعلق محض اتفاقی طور پر عمل میں آیا۔ اور وہ یوں کہ مئی 1964ء میں مَیں بیمار ہو گیا اور کئی ہفتے بیمار رہا۔ بیماری تو مجھے یاد نہیں کیا تھی، کوئی ایسی خطرناک بھی نہیں تھی، مگر طول پکڑ جانے کے باعث اس نے مجھے خاصا کمزور کر دیا۔ صحت یاب ہونے کے بعد میرے لئے کچھ عرصہ تک اپنی قوت کو بحال کرنے کے لئے آرام کرنا ضروری ہو گیا۔ چنانچہ 21 جون ۱۹۶۴ء کو مَیں اپنے ننھے بچے کے ہمراہ سیر کی غرض سے فرانکفرٹ کی بلدیاتی سیر گاہ کی طرف جانکلا''

آگے فرماتے ہیں:

''بابن ہوئزر لنڈ سٹرا سے' (Babenhäuser Landstrasse) [۲] کی سڑک پر جاتے ہوئے ہم باپ بیٹا ایک ایسی عمارت کے پاس سے گزرے، جو اپنی طرز کی ایک نرالی عمارت تھی اور جسے میں پہلے بھی کئی بار کار پر آتے جاتے ہوئے بغیر کسی خاص توجہ کے دیکھ چکا تھا۔ یہ احمدیہ جماعت کے اسلامی مرکز کی عمارت تھی، ایک چھوٹی سی دو میناروں والی مسجد جو 1959ء میں تعمیر ہوئی تھی''

---

[ا] ان کی اصل کتاب جو بزبان جرمن انہوں نے لکھی، اس کا نام Das Haus in Mekka ہے۔ اس عاجز راقم الحروف کو اس کا اردو میں ترجمہ کرنے اور ''میراج بیت اللہ'' کے نام سے شائع کرنے کی توفیق حاصل ہوئی۔ ہر دو کتب جرمن مشن سے دستیاب ہیں۔

[۲] یہ وہ سڑک ہے جس کے اوپر جماعت احمدیہ کی فرانکفرٹ شہر میں تعمیر شدہ 'مسجد نور' واقع ہے۔

آگے یہ کہ وہ کس طرح جماعت سے متعارف ہوئے اور کیونکر مسجد سے ان کا مستقل رابطہ قائم ہوا، اس بارے میں فرماتے ہیں:

''سہانا دن تھا اور سورج اپنی پوری آب وتاب کیساتھ آسمان پر چمک رہا تھا۔ مسجد کی عمارت کے سامنے سڑک کی جانب پاکستانی وضع قطع میں مسجد کے امام محمود احمد صاحب چیمہ کھڑے تھے۔ انہوں نے ایک دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ اپنا تعارف کرایا۔ میں ان کیساتھ انگریزی میں چند منٹ باتیں کرتا رہا۔ جرمن انہیں ابھی بہت کم آتی تھی۔ اپنی سیر جاری رکھنے سے پہلے انکے کہنے پر میں نے مسجد کی 'گیسٹ بک' میں اپنا نام ایک مختصر جملہ کیساتھ یوں درج کردیا:

ڈاکٹر اطالو کیوسی۔ آج مورخہ 21.6.64 کو مسجد دیکھی''

ڈاکٹر اطالو کیوسی صاحب مسجد میں اپنا پتہ کیا چھوڑ گئے، انہوں نے اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کی بنیاد رکھ دی۔ چنانچہ اس دیئے ہوئے پتہ پر انہیں وقتاً فوقتاً مسجد نور میں منعقد ہونے والی تقاریب میں شمولیت کیلئے دعوت نامے بھجوائے جاتے رہے۔ اسی قسم کی ایک تقریری مجلس کا خاص طور پر ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''مسجد میں منعقد ہونے والی تقریر جسکی تاریخ انعقاد، مقرر کی شخصیت یا عنوان کے بارے میں افسوس ہے مجھے کچھ یاد نہیں رہا، اس سلسلہ کی پہلی تقریر تھی جس نے چند ماہ کے اندر اندر اسلامی نظریات کی دُنیا کے ساتھ میرا ایک قریبی تعلق پیدا کردیا''

آگے اس تعلق نے کیا رنگ اختیار کیا اور اس کے کیسے سہانے نقوش انکے دل ودماغ پر پیدا ہوئے ،ایک دلربا داستان ہے، جس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''اِسلام کے چہرے سے اس معمولی سی نقاب کشائی کے ساتھ (معمولی اس اعتبار سے کہ ابھی تک میں صرف ترجمہ شدہ کتب کے ذریعہ ہی اسلام کی خوبیوں سے تھوڑا بہت متعارف ہونے پایا تھا) میری رگِ اِشتیاق غیر معمولی طور پر پھڑک اُٹھی اور میں نے مصمم ارادہ کرلیا کہ ایک بار مسٹر چیمہ اور مسٹر انوری (جو اُس وقت تک فرانکفرٹ میں آچکے تھے) کی اس پیشکش سے جو انہوں نے برسبیل تذکرہ کی تھی، فائدہ اٹھاؤں اور اسلام

کے بنیادی مآخذ یعنی قرآن اور حدیث کو پڑھ کر انکی اصلی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کروں ۔ اس کیلئے مجھے عربی زبان پڑھنے کی ضرورت محسوس ہوئی تا کہ میں ان ہر دو مآخذِ اسلامی کا ان کی اصل زبان میں مطالعہ کر سکوں ۔ مجھے بتایا گیا کہ میں ان سے عربی زبان کے ابتدائی قواعد پڑھ سکتا ہوں ۔ عربی اسباق کا یہ سلسلہ 65-1964ء کے موسم سرما میں شروع ہوا ۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد چیمہ صاحب تو پاکستان چلے گئے اور پھر انوری صاحب اکیلے ہی میرے ذوقِ جستجو کی تکمیل کیلئے پورے انہماک کیساتھ مصروف ہو گئے ۔ کافی غور و خوض کے بعد میں نے محسوس کیا کہ قرآن کریم کو اچھی طرح سمجھنے کیلئے بہتر ہو گا کہ میں اس کا با قاعدہ ترجمہ کرنا شروع کر دوں تا کہ ایک ایک جملے اور اس کے ایک ایک لفظ پر غور ہو سکے"

خاکسار راقم الحروف (فضل الٰہی انوری) عرض کرتا ہے کہ انہوں نے خاکسار سے مشورہ کرنے کے بعد جس زبان میں ترجمہ کرنے کا فیصلہ کیا، وہ اسپرانٹو (Esperanto) تھی ۔ یہ یورپ کی ایک خود ساختہ زبان ہے جسے یورپ کا ایک مخصوص علمی طبقہ جانتا ہے ۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"اس کارِ خیر کے ابتدائی مرحلہ میں یعنی 1967ء کے سال نو کے شروع ہوتے ہی مجھے تین ہفتوں کیلئے اوڈن بن (Odenwald) میں ایک مقام 'باڈ کیونِگ' (Bad König) میں واقع ایک چھوٹے سے ہوٹل بیوشنر (Büchner) نامی میں رہائش اختیار کرنے کی سہولت میسر آ گئی ۔ میں نے لغات اور کئی ایک تراجم قرآن مثلاً فرنچ، اطالوی، جرمن اور انگریزی نیز تفاسیر کی مدد سے اصل عربی متن پر اپنا کام شروع کر دیا"

قرآن کریم خدائے قدوس کا کلام ہے جس کے اندر روحانیت کا ایک بے پناہ سمندر موجزن ہے ۔ ہر وہ شخص جو تعصب سے بالا ہو کر اسے پڑھتا ہے، وہ اس کی اعجازی تاثیرات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ اوپر ولندیزی خاتون ناصرہ سرمن کا ذکر آیا ہے کہ ان کے قلب صافی پر اس کے مطالعہ سے کس قسم کی تاثیرات مترتب ہوئیں ۔ یہاں ڈاکٹر کیوسی صاحب کے دل و دماغ پر قرآن کریم نے کس قسم کا معجزانہ اثر پیدا کیا، اس کی دلچسپ روئداد خود انہی کی زبان سے سننے کے قابل ہے ۔ چنانچہ آپ بیان کرتے ہیں:

''اُس وقت مجھ پر جو بیتی، اس کی صحیح تصویر چند سطور میں کھینچنا آج میرے لئے ممکن نہیں تاہم مجھے اتنا ابھی تک یاد ہے کہ میرے کام نے میرے اندر انہماک اور استغراق کی کچھ ایسی کیفیت پیدا کر دی اور مَیں اس میں ایسے طور پر محو ہو گیا کہ ماحول پر نظر ڈالنے یا اس کا تصور تک کرنے کی سکت نہ رہی''

مکرم ڈاکٹر کیوسی صاحب کی فطرت صافی پر قرآن پاک کے مطالعہ نے ایک گہرا اثر تو پیدا کر ہی دیا تھا، اس اثر کا عملی ظہور ان کے وجود میں کیونکر ہوا، اس بارے میں آپ رقمطراز ہیں:

''ان چند ہفتوں کے دوران میں نے تجربۃً اسلامی نماز کی مشق بھی شروع کر دی کیونکہ اس طرح پر میں اپنے اندر پُر اسرار اور غیر شعوری طور پر اُٹھنے والی اُس رَو کا جو درحقیقت قرآن کریم پر غور اور تدبر کے نتیجہ میں پیدا ہو رہی تھی، مداوا اور اس میں اپنے ذوقِ جستجو کی تکمیل کا ذریعہ پاتا تھا''

اِسلام کو بطور مذہب قبول کرنا ڈاکٹر کیوسی صاحب جیسے مغربی تہذیب میں پروردہ شخص کیلئے آسان نہ تھا۔ لیکن قرآن کریم کے مطالعہ نے ان پر اس قسم کا زبردست مقناطیسی اثر پیدا کِیا کہ وہ دل وجان سے اس کے گرویدہ ہو گئے اور اس کے پیش کردہ مذہب اسلام کو انہوں نے زندگی کے ایک بنیادی تقاضا اور ایک ناگزیر حقیقت کے طور پر تسلیم کر لیا۔ گویا وہی شخص جو چند ماہ قبل راقم الحروف کو یہ احساس دلا رہا تھا کہ اسلام کو قبول کرنا اس کیلئے ناممکنات میں سے ہے (اس کا مفصل ذکر خاکسار کی کتاب 'میراج بیت اللہ' کے تمہیدی صفحات کے اندر زیر عنوان ''مصنف کا تعارف'' میں آچکا ہے) وہ اب اسلام پر فریفتہ ہو چکا تھا۔ یہ سب کچھ ہماری کسی تدبیر یا کوشش کے نتیجہ میں نہیں بلکہ آسمانی خدائے قادر وقدیر کی قدرت کا ایک اعجازی کرشمہ تھا۔ چنانچہ جب انہوں نے ایک دن مسجد نور (فرانکفرٹ) میں تشریف لا کر مجھے اپنے اس فیصلے سے آگاہ کیا تو ان کے جسم کا رواں رواں اس بات کی شہادت دے رہا تھا کہ انہیں یہ قدم اٹھا کر کس قدر روحانی فرحت محسوس ہوئی ہے اور پھر میرے سامنے کلمہ: **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** پڑھ کر اپنے مسلمان ہو جانے کا اقرار کرتے ہوئے انہیں جو قلبی راحت وسکون حاصل ہو رہا تھا، اس کا تذکرہ بعد میں انہوں نے مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا:

''میں نے آخر کار اپنی زندگی کے اُس گوہر مقصود کو جو خُدا تعالیٰ کیساتھ تعلق پیدا کرنے پر

مبنی ہے، پالیا۔ ہاں وہی مقصد حقیقی جس کی مجھے اپنی پچاس سالہ زندگی کے دوران مسلسل ضرورت اور تلاش رہی اور جس کے ذریعہ مجھے وہ سکون قلب، وہ سعادت اور وہ نسخہ کیمیا نصیب ہوا جسکی بدولت میں دنیا کو باطنی اور ظاہری لحاظ سے استنکار اور مایوسی کی نظروں سے نہیں بلکہ موافقت اور رغبت کی نگاہوں سے دیکھتا ہوں۔ میرا اپنے انسانی بھائیوں کی نسبت محبت اور ہردلعزیزی کے احساس کے سوا کسی اَور چیز کا خیال تک کرنا بھی میرے ایمان کے موجودہ تقاضوں کے منافی اور میری مقدرت سے بعید ہے"

یوں اسلام کو اپنا آخری اور حقیقی مذہب تسلیم کر لینے کے بعد وہ بڑی گہری نظر اور سنجیدگی کے ساتھ اس امر کا مطالعہ کرنے میں مصروف ہو گئے کہ احمدیت کی قرآن وحدیث اور اسلامی مسلمات کے آئینے میں کیا حقیقت ہے۔ اس سلسلہ میں وہ رقمطراز ہیں:

"میری رفیقۂ حیات کو جب میرے مسلمان ہونے کا علم ہوا تو اسے زبردست صدمہ پہنچا۔ پچھلے تمام عرصہ کے دوران اسے کچھ محسوس نہ ہوا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ البتہ اس نے میری چند ایک تقاریر ضرور سنی تھیں جو میں نے انوری صاحب کی اور بعد میں انکے خلف رو، مسعود صاحب، کی دعوت پر بالکل غیر جانبدارانہ طرز کے علمی اور اخلاقی (نہ کہ دینی) موضوعات پر مسجد میں کی تھیں تاہم ظاہر ہے کہ اس پر یہ بالکل واضح نہیں تھا کہ یہ سب کچھ میرے لئے کتنی زبردست اور گہری اہمیت کا حامل ہے"

اس بیان کو جاری رکھتے ہوئے آگے فرماتے ہیں:

"اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں خود بھی یہ معلوم ہونے کے بعد کہ اسلام ہی اپنی ذات میں اور اپنی تمام تر تفصیلات کے ساتھ میرا حقیقی مذہب ہے، انتہائی سنجیدگی کے ساتھ ایک اَور مسئلہ پر غور وخوض کر رہا تھا، وہ ایک علمی تحقیق کا مسئلہ تھا یعنی یہ کہ احمدیت کی (اسلام کے مسلمات کے آئینے میں) کیا حیثیت ہے۔ جب تک مجھ پر اس مسئلہ کی پوری حقیقت واضح نہیں ہوئی تھی، میں نے اپنے اہل خانہ کے سامنے ان جملہ امور کے بارے میں بڑا "محتاط موقف" اختیار کئے رکھا"

آگے اسی موضوع کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مجھے یاد ہے کہ ۲۳ دسمبر ۱۹۶۷ء کو جب دیگر دوستوں کے ہمراہ میں انوری صاحب کو پاکستان کیلئے واپسی کے وقت رخصت کرنے کے لئے ہوائی اڈہ پران کے ساتھ گیا تو ہم دونوں انتظار گاہ کے وسیع وعریض ہال میں بڑی سنجیدگی سے اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے جس کے دوران انہوں نے بڑے محبت بھرے انداز میں مجھے یہ پرزور مشورہ دیا کہ میں اس مسئلہ پر اچھی طرح اور قبل از وقت کوئی رائے قائم کئے بغیر غور کروں تا کہ انجام کار کسی واضح نتیجہ پر پہنچ سکوں''

اور بالآخر جب وہ اپنی اس جستجو میں ایک حتمی نتیجہ پر پہنچ گئے تو ان پر ایک اَور پُر سرور اور اطمینان بخش کیفیت طاری ہوئی جس کا ذکر وہ اِن الفاظ میں کرتے ہیں:

''وقت گزرنے کے ساتھ آخر مجھے اس مسئلہ عظیمہ کے بارے میں وہ ضروری انشراحِ قلب حاصل ہوگیا جس کی مجھے تلاش تھی ۔سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ان تمام تحریرات سے جو میرے مطالعہ میں آئیں ،مجھ پر یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ احمدیت اِسلام کی بنیادی تعلیمات سے (جنکی اب مجھے بخوبی واقفیت ہوچکی تھی ) کسی زاویہ نگاہ سے بھی اختلاف نہیں رکھتی ۔حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی تحریرات کے غیر مبہم اور منجھے ہوئے الفاظ مجھے اُنہی قرآنی بیانات کی تصدیق وتوثیق کرتے نظر آئے جن پر اب مجھے کافی عبور حاصل ہو چکا تھا ۔بلکہ اسلام کے دیگر مکاتیب فکر کے برعکس میں نے احمدیت کے آئینے میں بعینہٖ وہی تصویر دیکھی جو میری اپنی دانست میں صحیح اور قابل قبول تھی ۔یعنی یہ کہ آخری شریعت کے حامل اور نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد خُدائے علیم وحکیم نے بنی نوع انسان کو اپنی براہ راست ہدایت اور رہنمائی سے محروم نہیں چھوڑا بلکہ سچے الہام کے ذریعہ سے اسے اپنی نصرت وتائید سے نوازا ہے''

اس کے برعکس عیسوی تعلیم کا عقلی اور منطقی لحاظ سے تجزیہ کرتے ہوئے آپکے دل میں جو سوالات پیدا ہوئے ،ان کے بارے میں آپ بیان کرتے ہیں:

''خود مسیحی عقائد کے اندر بھی مجھے یہ بات ہمیشہ کھٹکتی رہتی تھی اور اس نے مجھے ہمیشہ شبہات میں ڈالے رکھا کہ کیوں یسوع مسیح کے (مسیحی عقیدہ کے مطابق ) انسانی

تجسم اختیار کر لینے کے بعد الہامات کا دروازہ (یعنی خُدا کا انسانوں کے ساتھ براہِ راست تعلق کا واحد ذریعہ) ہمیشہ ہمیش کیلئے بند ہو گیا۔ اس ضمن میں میرے دل میں سوال پیدا ہوتا تھا کہ انسان جو کہ سہو و نسیان کا پتلا ہے، اسے کیوں صدہا بلکہ ہزار ہا سال تک براہ راست ہدایت سے محروم کر دیا گیا اور کیوں زندہ خُدا کیساتھ بلاواسطہ تعلق پیدا کرنے کے امکان کو ختم کر کے آنیوالی کئی نسلوں کو محض الفاظ کا مکلّف ٹھہرایا گیا ہے''

پھر اسلام کے دیگر فرقوں کا جماعت احمدیہ کے پیش کردہ نظریات کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے ان کے ذہن رسا نے جو منطقی نتیجہ اخذ کیا، اسے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جماعت احمدیہ اور اسلام کے دیگر مذہبی فرقوں کے درمیان نظریات کے اختلاف کے بارے میں میرے سامنے پھر وہی مسائل آ گئے جو میری عیسائیت سے برگشتگی اور اسلام سے وابستگی کا موجب بنے تھے اور میں بالآخر اس نتیجے پر پہنچ گیا کہ احمدیت کا پیش کردہ موقف ہی میرے نزدیک درست ہے کیونکہ جہاں اس نے قرآنی ہدایت کے غیر مبدل ہونے اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے قیامت تک جاری و ساری رہنے پر مہر تصدیق ثبت کی ہے، وہاں اسنے میرے اندر اس یقین کی شمع بھی روشن کی ہے کہ ہمارا خدا ایک زندہ خُدا ہے جو اپنے بندوں سے اب بھی اسی طرح ہمکلام ہوتا ہے جیسے پہلے ہوتا تھا اور قیامت تک ہوتا رہے گا۔ خود ایسے شواہد بھی موجود تھے جن کی روشنی میں میرے لئے یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہ رہا کہ بانی سلسلہ احمدیہ، حضرت مرزا غلام احمد قادیانی، کا کلام محض فلسفیانہ یا معروف قسم کے مفروضات پر مبنی نہیں بلکہ واقعہ میں خُدا تعالیٰ کے چشمۂ صافی سے نکلا ہوا قوی الاثر شیریں بیان ہے''

اِسلام پر ایمان لانے اور احمدیت کو ایک صداقت کے طور پر قبول کر لینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحب موصوف کے جذبۂ ایمان کو ایک اور طریق سے بھی ایسی جلا بخشی کہ ان کے جسم و جان کا گوشہ گوشہ نُورِ ایمان سے جگمگا اٹھا اور ان کا دل و دماغ اِس کامل یقین سے بھر گیا کہ جس صداقت کو انہوں نے اپنے علم اور عقل کے زور پر تسلیم کیا ہے، اسے زمین و آسمان پیدا کرنے والے خدا کی مکمل تائید حاصل ہے۔ اس کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ 1971ء میں عمرہ پر جاتے ہوئے وہ پہلے قادیان

گئے تا کہ حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی جائے پیدائش اور احمدیت کے اوّلین مرکز کی بھی زیارت کر لیں۔ وہاں ایک صحابیہ (والدہ حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خانؓ) کی قبر پر دُعا کرتے ہوئے انہوں نے جو کشفی نظارہ دیکھا، اسے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرت بانی سلسلہؑ کے مزار مبارک اور اولین صحابہ کی قبور پر دُعا سے فارغ ہونے کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کے والد بزرگوار اور والدہ ماجدہ جو وہاں ابدی نیند سوئے ہوئے ہیں، کی قبروں پر جا کر انکے لختِ جگر کی طرف سے انہیں ایک بار پھر سلام پہنچاؤں اور ان سے رُخصت حاصل کروں۔ ابھی مجھے چودھری صاحب کی والدہ مکرمہ کی قبر کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے دونوں ہاتھ دُعا کی غرض سے اپنی آنکھوں پر رکھے ہوئے چند منٹ ہی گذرنے پائے تھے کہ یکدم میں نے اپنے اندر ایک قوی الاثر اور پُر زور روحانی ارتعاش محسوس کیا، ایسا کہ اس سے قبل کبھی میرے تجربے میں نہ آیا تھا۔ مجھے میری آنکھوں کے بند پپوٹوں اور اپنے ہاتھوں کی انگلیوں میں سے قبر والی مٹی کے اُوپر تھالی کی مانند ایک گول سا نشان دکھائی دیا جیسے وہ جگہ گیلی ہوگئی ہو۔ آپ اُسے خواب کہہ لیں یا کشف مگر میرے لئے وہ بالکل اسی طرح ایک حقیقت تھی جیسے یہ کاغذ جس کے اوپر میرا قلم حرکت کر رہا ہے۔ پھر یوں نظر آیا جیسے تھالی کے برابر وہ گیلی جگہ اندر دھنس رہی ہو۔ اسکے ساتھ ہی اندر سے پانی نکلتا دکھائی دیا جو پہلے کچھ گدلا سا تھا، پھر چند لمحوں بعد وہ صاف اور شفاف، شیریں اور ٹھنڈا پانی یوں نکلتا ہوا معلوم ہوا گویا کسی غیبی چشمہ سے انسانی دل کی دھڑکن کے ساتھ پھدک پھدک کر باہر آرہا ہو''

آگے فرماتے ہیں:

''میں نے اس لمحہ کیا محسوس کیا، اس کا بیان کرنا میری قوت بیان سے باہر ہے۔ میری تمام وجود ہستی میں ایک ہیجان، ایک ارتعاش اور ایک سرور کی کیفیت پیدا ہوئی۔ اِدھر میرے آنسوؤں کی لڑی تھی کہ تھمنے میں نہ آ رہی تھی۔ اُس وقت، ہاں اُس وقت، مجھے یقینی علم کے ساتھ محسوس ہوا کہ اِس مقام پر ایک بے پناہ قوت اور ایک عظیم توانائی کی نہ ختم ہونیوالی دھاریں پھوٹ پھوٹ کر باہر نکل رہی ہیں۔ ایک ایسی توانائی جس میں کوئی

ہلاکت آفرینی نہیں بلکہ ایک ماں کے سینے سے نکلی ہوئی محبت اور شفقت بھری حیات آفریں قوت جوخود خالقِ حقیقی نے انسانی دلوں کوعطا کی ہے‘‘

اس کشفی نظارہ سے جونتیجہ آپ نے اخذ کیا، وہ آپ کے قلب صافی پر نقش ہونے والی ایک انمٹ حقیقت کا آئینہ دار ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

’’تب ساتھ ہی مجھ پر یہ حقیقت بھی روشن ہوئی کہ اُس بے پناہ قوت کا سرچشمہ کیا ہے جو احمدیت سے وابستہ لاکھوں انسانوں کی روحانی زندگی کی تشکیل کر رہی ہے، وہ جو اسلام پر سچا ایمان رکھتے ہوئے اسے ایک معاشرتی ضرورت کے طور پر نہیں بلکہ زندگی کے ایک بنیادی تقاضے کے طور پر تسلیم کرتے اور اسے ایک فریضہ اور زندگی کا اصل مقصود قرار دیتے ہوئے خُدا تعالیٰ کے قرب کی تلاش میں سرگرداں ہیں‘‘

(ماخوذاز’’میراحج بیت اللہ‘‘76-77)

........☆........

## ڈاکٹر کیوسی صاحب کا تعارف اور وفات

الحاج ڈاکٹر محمد عبدالہادی اطالو کیوسی صاحب ریاضی میں پی، ایچ، ڈی (Ph.D) ہونے کے علاوہ اپنی ملکی زبان سمیت چھ زبانوں پر پورا عبور رکھتے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد پہلے آپ نے عُمرہ کیا اور پھر اگلے سال یعنی ۱۹۷۲ء میں حج کی سعادت حاصل کی۔ یوں پورے سات سال اسلام پر گامزن رہنے اور پیشہ ورانہ طور پر ایک کامیاب زندگی گزارنے کے بعد (آپ ایک اطالوی انشورنس کمپنی کی جرمن برانچ واقع فرانکفورٹ میں ڈائریکٹر تھے) ۸ جون ۱۹۷۳ء کو پھیپھڑے میں کینسر کی تکلیف سے وفات پا گئے۔ خاکسار اُس وقت اپنے دوسرے دورِ تبلیغ پر جرمنی میں آچکا تھا۔ تدفین کے روز، جو شہر فرانکفورٹ کے ’’جنوبی قبرستان‘‘ (Süd Friedhof) میں ہوئی، انکی کمپنی کے اطالوی ہیڈ کوارٹر سے آئے ہوئے ایک خصوصی نمائندہ، ڈاکٹر فابیو پاڈووا (Dr. Fabio Padoa) نے تعزیت نامہ پڑھا۔ آپ کی قبر کے آس پاس اب کتنے ہی اَور احمدیوں کی قبریں بن چکی ہیں۔

☆ ☆ ☆

# (۲)

## ''اے خدا مجھے پاک کردے!''

# برادرم ہدایت اللہ ہیوبش (جرمن) کا قبول اسلام

مکرم ہدایت اللہ ہیوبش (Hübsch) صاحب ایک فعال جرمن احمدی اور جرمنی کی جماعت کے روح رواں ہیں۔ انہوں نے 70-1969ء کے لگ بھگ اسلام قبول کیا اور اسی وقت سے وہ جماعت کی قلمی خدمات سرانجام دیتے چلے آرہے ہیں۔ وہ اپنے قبول اسلام کی روئداد یوں بیان فرماتے ہیں:

''1969ء کے موسم بہار میں میری حالت انتہائی خطرناک ہو چکی تھی۔ حشیش اور LSD کے کثرت استعمال سے میرا دماغ ماؤف ہو چکا تھا۔ اور مجھے معلوم نہ تھا کہ میں اس مصیبت سے کیسے نجات حاصل کروں۔ میری نظموں کا پہلا مجموعہ ایک بہت بڑی ناشران کتب کی کمپنی نے شائع کیا مگر نہ مجھے اس سے کوئی خوشی محسوس ہوئی اور نہ میں اس قابل تھا کہ کچھ اور لکھ سکتا۔ چنانچہ میں نے اپنے آپکو تازہ دم کرنے کی غرض سے مراکش کا سفر اختیار کیا۔ لیکن وہاں مجھے بعض امریکن ھپی (Hippies) مل گئے، جنہوں نے مجھے حشیش پینے کیلئے دی۔ اس سے میری حالت مزید خراب ہوگئی''

آگے اپنی خستہ حالی کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ایک دن اچانک میں نے محسوس کیا کہ میں کسی غیر مرئی طاقت کے قبضے میں ہوں اور میرے سینے کے اندر سے یہ دعا نکلی:

'اے خدا! مجھے پاک کردے'

اس دعا کا جو خوش آئند نتیجہ ان کے حق میں برآمد ہوا، اس بارے میں وہ تحریر فرماتے ہیں:

''اس وقت تک مجھے اسلام کا کچھ تصور نہ تھا تاہم جونہی میری زبان سے یہ الفاظ نکلے، مجھے سکون محسوس ہوا لیکن بظاہر میں اپنے آپ کو ابھی مصائب اور آلام کے چکر میں پھنسا ہوا محسوس کرتا تھا''

آگے یہ بیان کرنے کے بعد کہ وہ چند ماہ بعد سپین گئے، مگر وہاں کچھ دن ہسپتال اور پھر جیل میں گذارنے کے بعد کس طرح انہیں واپس اپنے ملک میں بھجوادیا گیا، وہ لکھتے ہیں:

''اب میری عمر 25 سال کو پہنچ چکی تھی اور میں سکون کی تلاش میں ہندوآنہ طرز پر ''یوگا'' کی مشق کرنے لگا۔ ایک دن اپنی والدہ کے ہاں اپنے بستر پر بیٹھا دیوار پر آویزاں ایک ہندوطرز پر منقش کپڑے کے درمیان بنے ہوئے ایک نشان کی طرف ٹکٹکی لگائے ہوئے تھا کہ مجھے ایک سفید روشنی کندھے کے اوپر سے نکل کر کتابوں کی اس الماری کی طرف جاتی ہوئی نظر آئی جس میں سینکڑوں کتابیں ترتیب سے پڑی تھیں۔ وہ روشنی ایک کتاب پر آ کر رُک گئی۔ میں نے اُٹھ کر جب اس کتاب کو نکالا تو وہ جرمن ترجمۂ قرآن تھا جو کئی سال پہلے میرے ایک چچا نے مجھے اپنے یوم ولادت یا غالباً کرسمس کے موقع پر تحفۃً دیا تھا اور جسے میں کلیۃً فراموش کر چکا تھا''

اب آپ منزل مقصود کے بہت قریب پہنچ چکے تھے، چنانچہ فرماتے ہیں:

''مجھے اُس نشان (جو بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ ہندی زبان کا لفظ 'اوم' ہے، جس کے معنی 'خُدا' کے ہیں)، روشنی کی اُس شعاع اور قرآن کریم کے مابین کسی غیر مبہم جوڑ کا احساس ہونے لگا۔ چنانچہ میں قرآن کریم کو اپنے ہاتھوں میں لے کر پڑھنے لگا۔ مجھے اب یہ تو بالکل یاد نہیں کہ میں نے اس میں سے کون سا حصہ پڑھا تاہم میں سو فیصد اس یقین سے بھر گیا کہ خُدا اس کتاب کے وسط میں سے بول رہا ہے۔ اُسوقت میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ کتاب سچی ہے اور مجھے اسے قبول کر لینا چاہئے اور آج سے میں مسلمان ہوں۔ یہ خیال آتے ہی میں نے مسجد کی تلاش شروع کر دی۔ مجھے جلد ہی پتہ لگا کہ فرانکفرٹ میں ایک مسجد موجود ہے یہ ''مسجد نور'' تھی۔ چنانچہ جون 1970ء میں مَیں باقاعدہ بیعت کر کے مسلمان ہو گیا''

(مکتوب نمبر ۹۵، مورخہ ۱۰ مئی ۲۰۰۰ء)

........☆........

نوٹ:۔ برادرم ہدایت اللہ ہیوبش نے یہ سارا واقعہ راقم الحروف کو زبانی بھی سنایا۔ جس کے ساتھ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ 1970ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی فرانکفرٹ میں تشریف آوری کے موقعہ پر کس طرح ان کی حضور سے ملاقات ہوئی جو اِس کے بعد ان کے باقاعدہ طور پر مشرف بہ اِسلام ہونے کا پیش خیمہ بنی۔

## جرمنی میں ظاہر ہونے والے

# آسمانی رہنمائی کے چند اَور ایمان افروز واقعات

جرمنی کی مناسبت سے اب تین اَور ایسے نشانات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اگرچہ جرمن قوم کے کسی فرد سے تعلق نہیں رکھتے مگر جن کا ظہور جرمنی ہی کی سرزمین کے اندر اور جرمن جماعت ہی کی دعوت الی اللہ کے سلسلے میں بجالانے والی مساعی کے نتیجہ میں ہوا۔

## پہلا نشان

### ’’مجھے حضور مسکراتے ہوئے نظر آئے‘‘

# ایک ترک فیملی کا قبول احمدیت

یہ نشان جو سلسلہ کے مبلغ، مولانا مکرم محمد احمد صاحب راشد، مقیم کاسَل کا بیان کردہ ہے، بتاتا ہے کہ کس طرح ایک ترک خاتون کو چند دن پہلے رؤیا میں دکھائی دینے والا منظر اس سارے خاندان کی ہدایت کا موجب بن گیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ

’’ہمارے ایک تبلیغی سٹال [۱] پر ایک دن ایک ترک میاں بیوی آئے۔ وہ جرمن زبان میں چند ایک کتب خریدنے لگے تو ان کی دلچسپی کو دیکھ کر سٹال پر موجود ہمارے خدام نے انہیں کہا کہ ہمارے مربی صاحب (مراد مکرم محمد احمد صاحب راشد۔ ناقل) کی بیگم بھی ترک ہیں، اگر وہ پسند کریں تو ہم ان سے ان کی ملاقات کا بندوبست کر سکتے ہیں۔ اس فیملی نے بھی اشتیاق ظاہر کیا چنانچہ ان سے ان کا پتہ وغیرہ لے لیا گیا‘‘ [۲]

.............................................................

[۱] جرمن جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں میں شہروں اور قصبات میں ہفتہ وار تبلیغی سٹال لگانا بھی شامل ہے جس میں مقامی انتظامیہ کی اجازت سے سلسلہ کا لٹریچر رکھا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا واقعہ اس کے مفید نتائج میں سے ایک ہے۔

[۲] مکرم مولانا محمد احمد راشد صاحب جرمنی آنے سے قبل سالہا سال تک ترکی میں بطور مبلغ کام کرتے رہے ہیں۔ ان کی بیگم مکرمہ شاذیہ صاحبہ ترک ہیں اور بڑی مخلص احمدی ہیں۔

مکرم مولانا راشد صاحب بتاتے ہیں کہ بعد میں خاکسار کے علاوہ ہماری جماعت کے ایک عرب احمدی دوست نے بھی دئے ہوئے پتہ پر ان سے رابطہ کیا۔ نیز ان سے کہا گیا کہ یہاں (کاسل میں) ہماری مسجد بھی ہے، اگر وہ نماز جمعہ پر تشریف لائیں تو وہیں خاکسار کی بیگم سے بھی انکی ملاقات ہو جائے گی۔ اس پر طے شدہ پروگرام کے مطابق اگلے جمعہ کو (یہ ۲۰۰۱ء کے جولائی کے مہینہ کی ٦ تاریخ تھی) دونوں میاں بیوی ہماری مسجد (ایک عارضی اور کرائے پر لیا گیا Sikingenstrasse پر واقع ایک مکان) میں تشریف لائے۔

مولانا صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ ان کے مسجد میں آنے کے بعد ایک ایسا عجیب وغریب منظر پیدا ہوا جسے دیکھ کر نہ صرف ہم خود دم بخود ہو کر رہ گئے بلکہ اس سے اس ترک فیملی کے اندر بھی فرحت وانبساط کی ایک لہر پیدا ہوگئی۔ چنانچہ، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ

"اس فیملی کی خاتون، مکرمہ صفیہ صاحبہ، کے آنے کے چند منٹ بعد ہی خاکسار کی اہلیہ (مکرمہ شاذیہ صاحبہ) بھی مسجد میں آگئیں۔ مگر جونہی اس ترک مہمان عورت کی نگاہ میری اہلیہ پر پڑی، وہ ان سے لپٹ گئیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے (یاد رہے یہ ان کی خاکسار کی اہلیہ سے پہلی ملاقات تھی)۔ جب خاکسار کی اہلیہ نے ان کے یوں جذباتی ہونے کی وجہ دریافت کی، تو وہ کہنے لگیں، ابھی چند دن قبل میں نے رؤیا میں آپ کو دیکھا ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ آپ سے ملتا جلتا چہرہ تھا بلکہ ہو بہو آپ ہی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ مجھے تبلیغ کر رہی ہیں اور بار بار کہتی ہیں کہ 'وحدہ لا شریک کا مطلب یہ ہے'، 'وحدہ لا شریک کا مطلب یہ ہے' (یعنی یہ کلمات آپ بار بار دہرا رہی ہیں)۔ آپ جوں جوں مجھے یہ سمجھاتی جا رہی تھیں، میں نے دیکھا کہ کوئی غیر مرئی طاقت مجھے اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ اس پر میری اہلیہ نے انہیں احمدیت کے متعلق کچھ معلومات بہم پہنچائیں اور دوبارہ ملنے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد اس خاتون نے مسجد میں ہی ہماری خواتین کے ساتھ بیٹھ کر حضور کا فرمودہ خطبہ جمعہ بھی سنا (یاد رہے کہ یہ خطبہ جو اردو میں ہوتا ہے، اس کا ساتھ ساتھ علاوہ دیگر زبانوں کے ترکی زبان میں بھی ترجمہ ہوتا جاتا ہے)"

آگے کیا ہوا اور اس نیک بخت خاتون نے کیا نظارہ دیکھا، جس نے اسے اور اس کے میاں کو ہمیشہ کے لئے احمدیت سے وابستہ کر دیا، اس کی روئداد بتاتے ہوئے مکرم راشد صاحب فرماتے ہیں:

''کل بروز بدھ یعنی گیارہ جولائی (۲۰۰۱ء) کو خاکسار نے اس فیملی کو اپنے گھر بلایا۔ اس ملاقات میں ہم نے ان کو احمدیت کے بارے میں کافی معلومات دیں۔ اس کے دوران اس خاتون نے ہمیں بتایا کہ

'۶ جولائی بروز جمعہ حضور کا خطبہ سننے کے بعد جب میں گھر واپس آئی تو میں نے اس رنگ میں دعا کی کہ اے اللہ! میرے لئے تو یہ ایک معمہ بن گیا ہے، تُو ہی میری مدد کر، اگر میرا مرشد سچا ہے تو آج میری اس سے ملاقات کرا دے، اور اگر وہ بزرگ سچے ہیں، جنہیں میں نے آج ٹیلیویژن پر مسجد میں دیکھا ہے (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ناقل)، تو ان سے میری ملاقات کرا دے'

(مکرم راشد صاحب بتاتے ہیں کہ یہ دونوں میاں بیوی نقشبندی طریقت کے پیروکار تھے اور اسی فرقہ کے کسی پیر طریقت کو اپنا مرشد سمجھتے تھے)

اب اس خاتون کی یہ دعا کیسے قبول ہوئی، یہ بھی احمدیت کی صداقت کا ایک زندہ نشان ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے دکھایا۔ چنانچہ مکرم مولانا راشد صاحب نے اس خاتون کے حوالے سے بتایا کہ

''ہر چند کہ میں نے ٹیلیویژن پر نظر آنے والے بزرگ کو صرف چند سیکنڈ کے لئے دیکھا تھا اور ان کی شکل بھی صحیح طور پر میرے ذہن میں نہ تھی، میری ان سے ملاقات ہوئی، میری آنکھیں بند تھیں مگر میں پوری طرح بیدار تھی۔ جونہی میں نے آنکھیں کھولیں، میں کیا دیکھتی ہوں کہ وہی بزرگ میرے سامنے میرے کمرے میں تشریف فرما ہیں اور میری طرف مسکرا مسکرا کر دیکھ رہے ہیں۔ یہ نظارہ چند منٹ میری نگاہوں کے سامنے رہا اور پھر غائب ہو گیا۔ میں پہلے تو اس سے کسی قدر خوف زدہ ہو گئی مگر پھر ایسا سکون پیدا ہوا کہ میں بہت دیر تک اس سے محظوظ ہوتی رہی''

مکرم راشد صاحب مزید فرماتے ہیں کہ اس روز اس فیملی کے ساتھ ہماری ساڑھے پانچ گھنٹے کی نشست ہوئی، ان کے سوالات کے حسب توفیق تسلی بخش جوابات دیئے گئے۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ

اس ترک فیملی کے یوں احمدیت سے متعارف ہونے اور پھر اسے قبول کرنے کی تہ میں جیسا کہ یہ سارے روحانی نظارے بتلا رہے ہیں، یقیناً حضرت مسیح موعودؑ کا الہام: ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء کام کررہا تھا۔

اوراب وہی ترک دوست، مکرم حسن عودہ باشی صاحب، اپنے کئی ہم وطن بھائیوں کو جماعت سے متعارف کرانے میں بڑے جوش وخروش سے حصہ لے رہے ہیں اور اس طرح پر کئی ترکی احباب احمدیت قبول کر کے غلامانِ مسیح موعودؑ میں شامل ہو چکے ہیں۔ خاکسار راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اس علاقہ میں متعین ہمارے موجودہ مربی سلسلہ، مکرم مولانا منیر احمد صاحب منور، نے خاکسار کو بتایا کہ گذشتہ دنوں جب وہ ترکی گئے، تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سی بیعتیں لے کر آئے۔

........☆........

نوٹ: یہ واقعہ جو احمدیہ بلٹین، جرمنی، کی ماہ اگست ۲۰۰۱ء کی اشاعت میں شائع ہوا، حضور انورؒ نے بھی اپنے خطاب بر موقع جلسہ سالانہ جرمنی، منعقدہ ۲۰۰۱ء میں اسے منجملہ ان نشانات کے بیان فرمایا، جو احمدیت کے حق میں دنیا کے دیگر ممالک میں ظاہر ہورہے ہیں۔

☆ ☆ ☆

## دوسرا نشان

### ''دو اشخاص ہمارے گھر آئے ہیں''

# آذربائیجان کے ایک مسلم شخص کا خواب

دعوت الی اللہ کے سلسلے میں جرمنی میں ظاہر ہونے والے ایک دوسرے نشان کا ذکر کرتے ہوئے ہمارے مربی سلسلہ مقیم ہمبرگ، مولانا منیر احمد صاحب منور، نے بھی ایک واقعہ بیان فرمایا، جو بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فرشتوں کی تحریک کے نتیجے میں احمدیت کے حق میں تبلیغ کی کیسی کیسی راہیں کھل رہی ہیں۔ چنانچہ مولانا موصوف بیان کرتے ہیں کہ

''جرمنی کے مشرقی حصہ (جو کسی وقت 'جرمن ڈیموکریٹک ریپبلک' کے نام سے ایک الگ ملک تھا اور اب 'جرمن فیڈرل ریپبلک' کا جزو لاینفک بن گیا ہے۔ناقل) کا

کامیاب دورہ کرنے کے بعد ہمارا ارادہ ہوا کہ ایک بار پھر اس علاقہ کا دورہ کیا جائے۔
مگر جب خاکسار کے ساتھ جانے والے دوسرے دوست، برادرم اشفاق احمد صاحب طاہر، اس غرض کے لئے ہمبرگ مشن میں پہنچے، تو خاکسار نے انہیں بتایا کہ گھر میں بچی بیمار ہے، اس لئے مجوزہ دورہ ملتوی کر کے اسکی بجائے کسی قریبی علاقہ میں چلے جاتے ہیں۔ اس کے لئے ہم نے ایک مقام گوسلار (Goslar) کا انتخاب کیا۔ جب وہاں پہنچے تو ایک 'لاگر' (Lager) میں تبلیغ کے لئے گئے۔ مگر ہم نے دیکھا کہ وہاں کوئی بھی شخص ہماری بات سننے کو تیار نہ تھا۔ اچانک ایک بچہ ہماری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا، 'میرے والد بازار گئے ہیں اور ابھی آنے والے ہیں، آپ تھوڑی دیر ٹھہر جائیں'۔ کچھ دیر بعد وہ دوست جن کا نام علی زادہ تھا اور وہ آذر بائیجانی مسلمان تھے، آ گئے اور ہمیں اپنی جائے رہائش پر لے جا کر انہوں نے ہمیں بڑی عزت کے ساتھ بٹھایا اور کہنے لگے:

**'آج صبح ہی میں اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ دو اشخاص ہمارے گھر آئے ہیں، اس لئے آج ایسا ہی ہوگا۔ اب آپ آ گئے، تو میری خواب پوری ہوگئی' ''**

مکرم مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ علی زادہ صاحب اپنی خواب کے یوں پورا ہونے پر اس قدر خوش تھے کہ جب انہیں ہمارے آنے کا مقصد معلوم ہوا تو انہوں نے آس پاس کے اَور لوگوں کو بھی جن میں ان کے ہم وطن بھی تھے، اکٹھا کر لیا۔ چنانچہ ہم نے انہیں تبلیغ کرتے ہوئے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے پیغام اور آپکے ذریعے اسلام کو ساری دنیا میں پھیلانے کے کام کے بارے میں بتایا۔ اس کے نتیجے میں اس دن علی زادہ اور ان کی فیملی سمیت پانچ چھ اشخاص نے بیعت کر لی۔ پھر انکی بیگم صاحبہ نے ہمیں پر تکلف کھانا پیش کیا۔ انہوں نے یہ بھی خواہش کی کہ ہم ہر جمعہ کو نماز پڑھانے کے لئے وہاں آ جایا کریں'' [۱]

(ملخص از 'احمدیہ بلٹین'، جرمنی، ماہ مارچ ۲۰۰۱ء)

---

[۱] خاکسار راقم الحروف کے دریافت کرنے پر مکرم مولانا منور صاحب نے بتایا کہ ان لوگوں کے ساتھ کافی بعد تک رابطہ رہا۔ لیکن ان میں سے اکثر اب نقل مکانی کر کے دوسرے شہروں میں جا چکے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ واپس اپنے ملک چلے گئے ہوں۔

## تیسرا نشان

"تین دن کے اندر اندر میرے دل کا سارا بوجھ اتر گیا"

## ایک ہندو برہمن پر سورۃ الفاتحہ کا اعجازی اثر

جرمنی کی سرزمین پر حال ہی میں ایک ایسے برہمن نوجوان کو آنحضرت محمد ﷺ کی غلامی میں آنے کی توفیق ملی ہے جو نہ صرف ایک کٹڑ ہندو ذات سے تعلق رکھتا ہے بلکہ جس کا باپ ابھی تک اپنے علاقہ کا پنڈت اور مذہبی لحاظ سے انتہا پسند خیالات کا مالک ہے۔ اسکی تقریب کیونکر پیدا ہوئی اور کس طرح وہ ہمارے ایک احمدی دوست، مکرم منیر احمد صدیقی اور انکی بیگم صاحبہ کی تبلیغ، دعا اور نیک تربیت کے نتیجے میں مسلمان ہو کر احمدیت کی نعمت سے مالا مال ہوا، اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے 'رضوان خالد' نام پا کر ہمیشہ کے لئے دین اسلام سے وابستہ ہو گیا، یہ ایک دلچسپ اور ایمانوں کو زندہ کرنے والی داستان ہے۔ چنانچہ شہر اوفن باخ (Offenbach) کے رہنے والے ہمارے یہ دوست (برادرم منیر صدیقی صاحب ابن ڈاکٹر محمد شفیع صاحب مرحوم و مغفور) بیان کرتے ہیں کہ

"ایک ہندو برہمن نوجوان، جن کا ہندوآنہ نام راجیش کمار ہے اور وہ یہاں کپڑے کا کاروبار کرتے ہیں، کچھ عرصہ سے میرے واقف تھے اور کاروباری سلسلہ میں عموماً ملتے رہتے تھے۔ وہ ایک دن بڑی پریشانی کی حالت میں آئے اور کہنے لگے، "صدیقی صاحب! بس میں چند دنوں کا مہمان ہوں، میرے لئے کچھ کر سکتے ہوں تو کریں، کوئی تعویز، گنڈے یا جو بھی آپ مسلمان لوگ کرتے ہیں، مجھے دیں، ورنہ میں تو گیا"۔ ان کی یہ حالتِ زار دیکھ کر ہم دونوں میاں بیوی کو ان پر بڑا رحم آیا۔ تفصیل پوچھنے پر انہوں نے بتایا، کہ مجھے کچھ ہو گیا ہے، میری راتوں کی نیند اُڑ گئی ہے، میں سوتے سوتے جاگ اٹھتا ہوں، جیسے کوئی چیز مجھے سونے نہ دے رہی ہو اور ایسا کئی مہینوں سے ہو رہا ہے۔ میں کئی راتیں متواتر سو نہیں سکا۔ اور اب تو میری طاقت جیسے بالکل جواب دے گئی ہو۔ ہم نے انہیں کہا کہ ہم احمدی مسلمان ہیں، تعویز، گنڈے تو ہم کرتے نہیں۔ البتہ اپنے خدا سے دعا کرتے ہیں۔ وہ بولے، کچھ بھی کریں، میں بہت عاجز آ گیا ہوں"

وہ فرماتے ہیں کہ اس پر میں نے اپنی بیوی، بشریٰ بیگم، کو کہا کہ انہیں سورۃ الفاتحہ کا ترجمہ بتائیں۔

پہلے سمجھائیں کہ اس میں کیا لکھا ہے اور پھر انہیں آہستہ آہستہ لکھوا دیں۔ چنانچہ انہوں نے اس طرح پر سورۃ الفاتحہ کا سارا ترجمہ اپنی ہندی زبان میں لکھ لیا۔ میں نے انہیں کہا کہ اب یہ ترجمہ آپ رات سونے سے پہلے پڑھ لیا کریں اور ایسا کم از کم سات دن کریں۔ یہ ایک دعا ہے جس کے بارے میں ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شفا بخشے گا۔ عزیزم راجیش کمار وہ کاغذ لے کر چلے گئے۔

آگے کیا ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے انکے حق میں کیا معجزہ دکھایا، اسکی روئداد جیسے صدیقی صاحب نے سنائی اور خاکسار نے بعد میں خود بھی ان سے (رضوان خالد صاحب سے) سنی، وہ قرآن کریم کا ایک ایسا اعجاز ہے جس پر ہر مسلمان کو فخر ہونا چاہیئے۔ انہوں نے بتایا کہ

''میں جب گھر پہنچا تو وہ کاغذ میز پر رکھ کر لیٹ گیا، مگر نیند کہاں سے آئے، وہ تو جیسے میرا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ تھوڑی دیر تک تو میں حسب معمول کروٹیں لیتا رہا۔ پھر میں نے کہا، نیند تو ویسے بھی نہیں آرہی، کیوں نے صدیقی صاحب کا بتایا ہوا نسخہ استعمال کرلوں تاہم وہ ہندی میں لکھی ہوئی دعا پڑھنے سے پہلے میں نے مناسب سمجھا کہ مجھے غسل کر لینا چاہیئے کیونکہ یہ پرمیشور کا کلام ہے۔ چنانچہ میں غسل کر کے اور وہ دعا پڑھ کر لیٹ گیا مجھے معلوم نہیں کہ کب نیند آئی تاہم دو تین گھنٹے مَیں خوب سویا۔ مگر پھر نیند کھل گئی۔ میں نے دوبارہ غسل کیا اور اسی طرح وہی کلمات پڑھے اور لیٹ گیا۔ اب میں صبح تک سویا رہا۔ یہ میرے لئے ایک عجوبہ تھا کیونکہ ایسی نیند مجھے کئی مہینوں سے نہیں آئی تھی۔ اگلے روز اور پھر تیسرے روز بھی میں نے ایسا ہی کیا۔ اب میں یوں محسوس کر رہا تھا جیسے میرا سارا دکھ درد دُور ہو گیا ہو۔ چنانچہ شام کو میں دوڑا دوڑا صدیقی صاحب کے گھر پہنچا اور انہیں یہ مژدہ سنایا اور کہا کہ آپ نے مجھے کیا عجیب وغریب نسخہ دیا ہے، میں تو تین دنوں کے اندر ہی ٹھیک ہو گیا ہوں''

صدیقی صاحب نے مزید بتایا کہ اس واقعہ کے قریباً تین ماہ بعد رضوان صاحب اچانک ہمارے گھر آئے۔ آتے ہی پہلے **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** عربی میں پڑھی۔ پھر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھا اور کہا، صدیقی صاحب! میں آج سے مسلمان ہوں۔ فرماتے ہیں، ہمارے لئے اس سے زیادہ خوشی اَور کیا ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے انہیں حضور (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) کی خدمت میں خط

لکھنے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے ہندی میں لکھا اور پھر میرے دئے ہوئے پتہ پر ڈاک میں ڈال دیا۔ چند دنوں کے بعد ان کی بیعت کی منظوری کا خط حضورؒ کی طرف سے آ گیا۔ حضور نے ''رضوان خالد'' نام تجویز فرمایا تھا۔ بعد میں انہیں مَیں اپنے صدر جماعت (Seligenstadt) کے پاس لے گیا چنانچہ وہ با قاعدہ ایک ممبر کے طور پر ہماری جماعت میں لے لئے گئے، **فالحمد لله علیٰ ذٰلک**.

رضوان خالد صاحب کے بارے میں مکرم صدیقی صاحب نے ایک دلچسپ بات یہ بتائی کہ جب انہوں نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا تو اپنے باپ کو فون پر اپنا سارا قصہ سنایا کہ کس طرح قرآن کی دعا پڑھنے سے ان کی بے چینی اور بے خوابی دُور ہوگئی ہے اور یہ کہ وہ اب مسلمان ہونے لگے ہیں، تو ان کے باپ نے جو اس سے قبل ان کی حالت دیکھ چکا تھا اور ان کے علاج کے سلسلے میں اپنے سارے نسخے بھی آزما چکا تھا، کہنے لگا کہ مجھے تمہاری زندگی چاہیئے، تم جو چاہو بن جاؤ۔ دوسری بات جو انکے ایمان کی مضبوطی اور پختگی پر دلالت کرتی ہے، انہوں نے یہ بتائی کہ انہوں نے انگلستان میں اپنے ایک مسلمان دوست کو فون پر بتایا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ اس نے پوچھا، کیا قادیانی تو نہیں ہو گئے؟ انکے ''ہاں'' میں جواب دینے پر وہ بولا ''تم نے یہ اچھا نہیں کیا، احمدی ایسے اور ویسے ہوتے ہیں''۔ اس پر انہوں نے اسے کہا کہ تم نے تو مجھے اسلام کے بارے میں کبھی کچھ بتایا ہی نہیں تھا اور اب کہتے ہو کہ قادیانی ایسے اور ویسے ہوتے ہیں۔ اس پر وہ ایسا خاموش ہوا کہ کچھ کہہ نہ سکا۔

عزیزم رضوان خالد بیعت کرنے کے بعد سے با قاعدہ چندہ دینے لگ گئے ہیں بلکہ انہوں نے کہا کہ میں پچھلا یعنی اپنے اسلام قبول کرنے سے پہلے کا چندہ بھی دینا چاہتا ہوں تاہم انہیں بتایا گیا کہ پہلے چندے کی ادائیگی لازمی نہیں ہے۔ دوسرے، انہوں نے اسی سال (۲۰۰۴ء میں) حج بھی کر لیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دین پر استقامت بخشے۔

.........☆.........

نوٹ: یہ عاجز راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ مکرم صدیقی صاحب سے یہ سب کچھ سننے کے بعد خاکسار نے خواہش ظاہر کی کہ اگر ممکن ہو تو عزیزم رضوان سے مجھے بھی ملوا دیں۔ چنانچہ یہ تقریب پیدا ہوئی اور ہم سب کیلئے بہت دلچسپی اور خوشی کا باعث بنی۔ رضوان صاحب اپنی نَو بیاہتا بیوی، رادھا، کو بھی ساتھ لائے تھے۔ ابھی اس نے اسلام قبول نہیں کیا، نہ ہی رضوان صاحب اس پر زور ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ بھی شریف برہمن عورت ہے اور امید ہے جلد اسلام قبول کرلے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

# فرانس

یورپی ممالک میں سے فرانس بھی وہ ملک ہے جسے جنگ عظیم دوم کے اختتام کے معاً بعد قادیان سے بھجوائے جانے والے گیارہ مبلغین کے تبلیغی پروگرام میں شامل کیا گیا۔ مگر جہاں دوسرے ملکوں، جرمنی، سوئٹزرلینڈ، ہالینڈ وغیرہ میں احمدیت کے پودے لگ کر اپنی بہار دکھلانے لگ گئے، مسجدیں بھی تعمیر ہو گئیں، وہاں فرانس کی قسمت بہت دیر کے بعد کھلی، یہاں تک کہ خلافت رابعہ کا دور سعادت آ گیا چنانچہ اس ملک میں از سرِ نو احمدیت کی تبلیغ کا آغاز ہوا، مبلغین بھجوائے گئے اور مشن ہاؤس کھولا گیا۔ اِس وقت یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک اچھی خاصی جماعت قائم ہو چکی ہے جن میں اگرچہ اکثریت پاکستان سے آنے والے احمدیوں کی ہے۔ تاہم فرانسیسی نژاد لوگوں کی بھی ایک معقول تعداد اسلام میں داخل ہو کر احمدیت کے جھنڈے تلے جمع ہو چکی ہے۔ ان کی تبلیغی مساعی کے نتیجے میں اب ایسے ایسے واقعات سامنے آ رہے ہیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ ملائکہ کی فوجیں اس سرزمین پر بھی اپنا کام کر رہی ہیں اور سعید روحوں کو پکڑ پکڑ کر حضرت امام الزمان علیہ السلام کی غلامی میں داخل کر رہی ہیں۔ تبلیغی مجالس اور جلسہ ہائے سالانہ کا انعقاد بھی شروع ہو چکا ہے۔ اس رفتار ترقی کو دیکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی ایک بار فرمایا تھا کہ 'فرانس کی بنجر زمین بھی اب پھل دینے لگ گئی ہے'۔ چنانچہ ۲۰۰۳ء کے جلسہ سالانہ انگلستان کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے وہاں نازل ہونے والے افضال الٰہیہ کا ذکر کرتے ہوئے چند نہایت ایمان افروز واقعات سنائے۔ ذیل میں ان کی تفصیل پیش کی جاتی ہے:

(۱)

"فرانس آنے سے قبل آسمانی پیغام مل گیا"

## ری یونین آئی لینڈ کی ایک خاتون کا قبول احمدیت

پہلا واقعہ آسمانی ذریعہ ابلاغ سے ایک ایسی سعید روح کے احمدیت میں داخل ہونے کا ہے جو احمدیت یا اسلام کے بارے میں کچھ جانتی نہ تھیں۔ پھر انہیں کیونکر اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب

ہوئی، اس بارے میں جماعت کے موجودہ امام، حضرت مرزا مسرور احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطاب فرمودہ بر موقع جلسہ سالانہ، انگلستان ۲۰۰۳ء میں فرمایا:

''امیر صاحب فرانس لکھتے ہیں کہ ری یونین آئی لینڈ کی ایک خاتون فرانس میں ایک میٹنگ میں شرکت کی غرض سے آرہی تھیں۔ چلنے سے قبل انہوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی انہیں کہہ رہا ہے کہ فرانس جا کر اپنے فلاں عزیز سے ضرور ملنا۔ فرانس پہنچنے کے بعد جب وہ اپنے اس عزیز سے ملنے گئیں، تو انہیں معلوم ہوا کہ وہ بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہو چکے ہیں[۱]۔ اب جب وہ ایک دن اپنی اس مہمان خاتون کو مسجد میں لے آئے اور اس نے وہاں منعقد ہونے والی ایک تبلیغی مجلس میں شرکت کی، تو وہ اس قدر متاثر ہوئیں کہ انہوں نے بھی بیعت کر لی''

امیر صاحب فرانس، مکرم اشفاق احمد صاحب ربانی، فرماتے ہیں کہ جب یہ خاتون جن کا نام مسز ترانگا تریگانین (Tangatriganin) ہے، واپس اپنے وطن گئیں اور انہوں نے اپنے میاں اور بیٹے کو اپنے اسلام قبول کرنے کی ساری سرگذشت سنائی تو اس خاندان کی سعادت مندی دیکھیئے کہ انہوں نے بھی بلا حیل و حجت اسلام قبول کر لیا۔ اب یہ سارا خاندان آگے اپنے جزیرہ[۲] کے لوگوں میں تبلیغ اسلام کی مہم میں مصروف ہے۔

☆ ☆ ☆

---

[۱] ان کے اس عزیز کا نام، جیسا کہ خاکسار راقم الحروف کو مکرم امیر صاحب فرانس کی زبانی معلوم ہوا، مسٹر عبداللہ پونم بالم ہے۔ انہوں نے اور ان کی اہلیہ مکرمہ، عزیزہ صبا پونم بالم، نے آج سے چار سال قبل جماعت فرانس کی دعوت الی اللہ کے نتیجے میں اسلام قبول کیا، اور اس وقت سے لے کر آج تک وہ اور انکی اہلیہ جماعت کی تبلیغی مساعی اور دیگر پروگراموں میں بھرپور حصہ لے رہے ہیں۔ ناقل)

[۲] یہ جزیرہ، ''ری یونین آئی لینڈ'' ماریشس اور مڈغاسکر کے درمیان واقع ایک چھوٹا سا ملک ہے، جو فرانسیسی عملداری میں ہے۔ نظام جماعت کے لحاظ سے البتہ یہ ماریشس مشن کے ماتحت ہے، جہاں گذشتہ پون صدی سے ایک مضبوط جماعت قائم چلی آرہی ہے۔ اس خاتون کا جس کا اوپر ذکر آیا ہے، اسلامی نام مسز نور ترانگا تریگانین رکھا گیا ہے

(۲)

## ''وہ تصویر دیکھ کر کھڑے ہو گئے''

## الجزائر کے عبداللہ فاتح کا قبول احمدیت

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے اسی خطاب میں امیر صاحب فرانس کے حوالے سے اسی طرح کے ایک اور نشان کا بھی ذکر فرمایا۔ یہ بھی ایک دلچسپ واقعہ ہے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا کہ امیر صاحب فرانس لکھتے ہیں کہ:

''الجزائر کے ایک دوست، جن کا نام عبداللہ فاتح ہے، ہمارے مشن ہاؤس میں آئے اور سوال و جواب کی ایک مجلس میں شامل ہوئے۔ اس مجلس کے اختتام پر انہیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی (عربی) کتب الخطبہ الالہامیہ اور الھدیٰ مطالعہ کے لئے دی گئیں۔ مطالعہ کے بعد دوبارہ آئے اور کہنے لگے، یہ تحریر کسی جھوٹے کی نہیں ہو سکتی۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک کپڑا لے کر اسے پگڑی کی طرح لپیٹا اور کہنے لگے، مَیں نے کچھ عرصہ قبل ایک شخص کو خواب میں دیکھا ہے، اسکا چہرہ انتہائی پُر نور تھا اور اس نے سر پر اِس طرح کا کپڑا باندھا ہوا تھا۔ تب انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دکھائی گئی، مگر یہ نہ بتایا گیا کہ یہ کون ہیں۔ وہ تصویر دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے، یہ تو بالکل وہی شخص ہے جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ چنانچہ وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ بلا تاخیر بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو گئے'' [۱]

☆ ☆ ☆

---

[۱] خاکسار راقم الحروف کے مکرم اشفاق احمد صاحب ربانی، امیر جماعت احمدیہ فرانس، سے دریافت کرنے پر کہ آج کل یہ دوست کہاں ہیں، معلوم ہوا کہ عبداللہ فاتح کچھ عرصہ سے اپنے وطن الجزائر تشریف لے جا چکے ہیں۔

(۳)

''کوئی شخص انہیں کلمہ طیبہ کی طرف بلا رہا ہے''

## ایک فرانسیسی دوست کا قبول اسلام

اب فرانس کے ایک اَور شہر بریسال (Versaille) میں ظاہر ہونے والے نشان الٰہی کا ذکر کیا جاتا ہے جو بتاتا ہے کہ یہ ملک جو اپنی عریانی، فحاشی اور آزادیٔ نفس میں یورپ کے ممالک میں صف اول پر شمار ہوتا ہے، وہاں کس طرح اللہ تعالیٰ اسلام کے حق میں زمین ہموار کر رہا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے، جیسے یہ سعید روحیں پہلے سے ہی تیار بیٹھی تھیں، صرف یہ انتظار کر رہی تھیں کہ امام الزمان کا پیغام انہیں کب پہنچتا ہے کہ وہ اس کے غلاموں میں شامل ہو کر اپنی دنیا و عاقبت سنوار لیں۔ چنانچہ اس مامور کے پانچویں مظہر نے اپنے محولہ بالا خطاب میں اس سلسلے کا یہ تیسرا واقعہ سناتے ہوئے فرمایا:

''ایک دوست ایک عرصہ سے زیر تبلیغ تھے۔ ایم۔ ٹی۔ اے کے پروگرام بھی دیکھتے تھے۔ ایک روز انہوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص انہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی طرف بلا رہا ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ جس روز انہوں نے خواب دیکھا، اسی دن ہمارے صدر صاحب جماعت (مسٹر عبداللہ پونم بالم۔ ناقل) ان کے پاس پہنچے اور بیعت کرنے کی ترغیب دلائی۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے آج ہی صبح یہ خواب دیکھا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسی وقت بیعت کر لی''

(۴)

''حضورؒ کی تصویر دیکھ کر رونے لگ گئیں''

## مراکش کی ایک خاتون کا قبول احمدیت

فرانس کے ملک سے تعلق رکھنے والا اب ایک آخری واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ یہ بھی منجملہ ان ایمان افروز واقعات میں سے ایک ہے، جو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے

خطاب بر موقع جلسہ سالانہ انگلستان، منعقدہ ۲۰۰۳ء پر ارشاد فرمائے۔ حضور نے بتایا کہ کس طرح ایک مراکش کی خاتون نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تصویر دیکھتے ہی رونا شروع کر دیا۔ اس واقعہ کی تفصیل پر سے پردہ اٹھاتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''پچھلے سال (۲۰۰۲ء) نومبر کے مہینے میں مراکش کی رہنے والی ایک خاتون جماعت کی طرف سے منعقد کی جانے والی ایک تبلیغی نشست میں شامل ہوئیں۔ تبلیغی نشست ختم ہونے پر جب یہ خاتون اس جماعت (Xevlline) کے صدر صاحب (جو خود دو سال قبل جماعت میں داخل ہوئے، فرانسیسی نژاد ہیں، نام مسٹر عبداللہ پونم بالم ہے۔ ناقل) کے گھر تشریف لے گئیں، تو وہاں دیوار پر آویزاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تصویر دیکھتے ہی زاروقطار رونے لگ گئیں اور کہنے لگیں، یہ کون ہیں؟ یہ ہر روز میری خواب میں آتے ہیں۔ جب انہیں بتایا گیا کہ یہ ہماری جماعت کے چوتھے امام ہیں، جو اَب وفات پا چکے ہیں، تو اس خاتون نے یہ کہتے ہوئے کہ یہ شخص جھوٹا نہیں ہوسکتا، فوراً سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کا اعلان کر دیا''

وہی صدر صاحب فرماتے ہیں کہ اس خاتون پر تبلیغی نشست کا تو اتنا اثر نہ ہوا کہ وہ بیعت کر لیتیں، مگر حضورؒ کی تصویر دیکھ کر ان کی گویا کایا ہی پلٹ گئی اور وہ فوراً اسلام قبول کرنے کیلئے تیار ہو گئیں۔

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بر موقعہ جلسہ سالانہ انگلستان ۲۰۰۳ء۔ دوسرا روز بمطابق الفضل انٹرنیشنل، لندن، ۱۹ ستمبر ۲۰۰۳ء)

☆ ☆ ☆

# براعظم افریقہ

اب مغربی اور مشرقی افریقہ کے بعض ان ممالک کا ذکر کیا جاتا ہے جہاں افضال الٰہیہ کے نزول کے نتیجے میں لاکھوں سعید روحوں کو قبول احمدیت کی توفیق ملی اور مل رہی ہے اور اتنی تیزی کے ساتھ نئی جماعتیں قائم ہورہی ہیں کہ دوسرے مذاہب کو فکر لاحق ہوگیا ہے کہ کہیں ان ملکوں سے ان کی صف ہمیشہ کے لئے نہ لپیٹ دی جائے۔ اس کا تفصیلی تذکرہ کرنے سے قبل یہاں اس خاص تقدیر الٰہی کی طرف اشارہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے، جو ان ممالک میں کام کرتی نظر آرہی ہے۔ جیسا کہ حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے دوسرے جانشین، حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن کا دَور خلافت خدا تعالیٰ کی خاص تجلیات کا دَور تھا[ا] نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر آج سے قریباً پچپن سال پہلے ان ممالک کے بارے میں دنیا کو مندرجہ ذیل خوشخبری بہم پہنچائی:

”خدا نے ان افریقن ممالک کو احمدیت کیلئے محفوظ رکھا ہوا ہے اور اسلام کی ترقی کے ساتھ ان کا نہایت گہرا تعلق ہے۔ ہمارا مستقبل افریقہ کے ساتھ وابستہ ہے......خدا تعالیٰ نے یہ راز مجھ پر کھول دیا ہے کہ یہ وہ ملک ہے جس میں ہمارے لئے غیر معمولی ترقی کے راستے کھلے ہیں، اور جنکو کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا......اگر ہم کچھ بھی کوشش کریں تو چونکہ حق ہمارے ساتھ ہے، اس لئے نہ صرف حق کے لحاظ سے ہمیں غلبہ حاصل ہوگا بلکہ افریقن فطرت بھی ہماری تائید کرے گی اور حریف پر ہمیں سبقت حاصل ہوگی“

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن، ۵ دسمبر ۲۰۰۳ء)

[ا] آپ کی پیدائش آپکے والد بزرگوار (حضرت بانیٔ سلسلہؑ) کو آپکی ولادت سے پہلے الہاماً ملنے والی خدائی بشارات کے نتیجے میں ۱۸۸۹ء میں ہوئی۔ انہی بشارات کے تحت آپ نے بڑے ہوکر ”مصلح موعود“، ”صاحب شکوہ اور عظمت“ اور ”مظہر الحق والعلاء“ کے خطابات پائے۔ آپکے ۵۱ سالہ دَور خلافت میں جماعت نے دن دونی رات چوگنی ترقی کی اور خدائی وعدوں: ”وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا“ اور ”قومیں اس سے برکت پائیں گی“ کے مطابق جماعت برصغیر کی سرحدوں سے نکل کر دنیا کے کناروں تک جا پہنچی اور قومیں اس سے برکت پانے لگیں۔

اسی طرح آپ (حضرت بانی سلسلہؑ) کے چوتھے جانشین، حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ، پر بھی افریقہ کے فرانسیسی زبان بولنے والے ممالک کے حوالے سے ایک ایسی حقیقت کھولی گئی جو اس بات پر دلالت کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان ممالک میں تبلیغ اسلام کی غیر معمولی راہیں کھولنے والا ہے۔ چنانچہ حضور نے اپنی ایک رؤیا میں دیکھا کہ ''ڈاکار'' کا لفظ بار بار آپکی زبان پر آ رہا ہے۔ ڈاکار فرنچ زبان بولنے والے افریقیائی ملکوں میں سے سب سے بڑے ملک، سینگال، کا دارالحکومت ہے۔ چنانچہ جب سینگال کی طرف توجہ کی گئی تو غیر معمولی نتائج سامنے آئے اور یوں معلوم ہوا جیسے یہاں کے بڑے بڑے لوگ جن میں حکومت کے افسران اور وزراء بھی تھے، پہلے ہی احمدیت قبول کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ چنانچہ اسکے بعد سے مغربی افریقہ میں عموماً اور وہاں کے فرانکوفون ممالک میں خصوصاً احمدیت کے حق میں ایک ایسا زبردست رجحان دیکھنے میں آیا کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔

چنانچہ اگر گذشتہ دس بارہ سالوں کی عالمی بیعتوں کے ریکارڈ پر نگاہ دوڑائی جائے تو یہ خوشکن حقیقت سامنے آتی ہے کہ مغربی افریقہ میں احمدیت قبول کرنے والوں کی تعداد دنیا کے تمام ممالک کی بیعتوں کی مجموعی تعداد سے بھی زیادہ ہے۔ گویا وہ خاص تقدیر الٰہی جسکے نقوش حضرت المصلح الموعودؓ اور آپ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنی روحانی آنکھوں سے دیکھے، وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پوری قوت کے ساتھ افریقہ کی سرزمین پر جاری ہوچکی ہے، اور جو اس امر کی غمازی کر رہی ہے کہ افریقہ کی سرزمین حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے عملی ظہور کیلئے کتنی کشادہ اور وسیع کردی گئی ہے۔

خود حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا گذشتہ سال (۲۰۰۴ء میں) ہونے والا مغربی افریقہ کا پہلا تاریخی دورہ، جو قریباً ایک ماہ تک جاری رہا اور جس میں حضور نے دو انگریزی بولنے والے اور دو فرانکوفون ممالک کا دورہ فرمایا، وہ بھی اسی حقیقت کی عکاسی کر رہا ہے۔ اس دورہ کے دوران اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے ایسے ایسے نظارے دیکھنے میں آئے، کہ انہیں دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا اور خدا کی حمد کے ترانے گانے لگ جاتا ہے۔ چنانچہ احمدیت کے حق میں پیدا ہونے والے اسی غیر معمولی رجحان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''افریقہ کا براعظم وہ خوش قسمت ترین ہے جسکے رہنے والوں نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو قبول کرنے میں سب سے زیادہ جوش اور جذبے کا مظاہرہ کیا اور کررہے ہیں۔ انکے دل نور یقین سے پر ہیں، وہ اخلاص و وفا کے پیکر ہیں اور اپنے ایمان

میں ترقی کر رہے ہیں"

اسی طرح فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وہ بارش برسی ہے جو انسانی تصور سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضرت مسیح موعودؑ سے کیئے ہوئے وعدوں اور خوشخبریوں کے مطابق یہ کامیابیاں تو ہونی تھیں، لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ یہ نظارے اس نے ہماری زندگیوں میں ہمیں دکھائے"

اس سلسلے میں وہ منظر خاص طور پر بیان کرنے کے قابل ہے، جو اس وقت دیکھنے میں آیا جب خدا کے اس مقدس خلیفہ اور حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے پانچویں جانشین، حضرت مرزا مسرور احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ، نے پہلی بار اس سرزمین پر اپنے مبارک قدم رکھے [ا]۔ اس موقع پر جس جوش و خروش کے ساتھ اور جس بے پناہ جذبۂ ایمانی سے سرشار ہو کر اس خطہ پر بسنے والی سعید روحوں نے آپکا استقبال کیا، ان کا پورا نقشہ تو وہ سمعی بصری ریکارڈ ہی بتا سکتا ہے جو ایم۔ ٹی۔ اے اور ان ممالک کے قومی ادارے مل کر بلکہ ایک دوسرے سے سبقت لے کر تیار کرتے رہے۔ تاہم ناظرین کو کسی قدر اس سے روشناس کرانے کی غرض سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے وہ الفاظ درج کئے جاتے ہیں، جن سے حضور نے انگلستان واپس پہنچنے کے بعد اپنے پہلے خطبہ جمعہ (فرمودہ ۱۶/اپریل ۲۰۰۴ء بمقام لندن) میں اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا۔ یاد رہے کہ اُن چار افریقی ملکوں میں، جن کا حضور کے اس دورے کیلئے انتخاب کیا گیا تھا، سب سے پہلا ملک غانا تھا۔

چنانچہ جونہی "برٹش ائرویز" (British Airways) کا جہاز آکرا (ملک غانا کا دارالحکومت اور ہوائی مستقر) کے رن۔ وے پر اترا، ائرپورٹ پر ایک بے پناہ ہجوم ہاتھوں میں سفید رومال لہراتا ہوا دیکھا گیا۔ یہ نظارہ اس قدر غیر معمولی اور دلکش تھا کہ ابھی جہاز اپنی مخصوص پوزیشن پر رُکا ہی تھا کہ جہاز کا

---

[ا] حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ، حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے پانچویں جانشین اور خلیفہ کے طور پر ۲۱/اپریل ۲۰۰۳ء کو مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ حضرت مرزا منصور احمد صاحب کے بیٹے اور حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے پڑپوتے ہیں۔ خلافت سے قبل آپ ربوہ میں بطور امیر مقامی اور ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ، خدمات بجالا رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو اور روح القدس سے آپ کی تائید و نصرت فرمائے۔ آمین!

انگریز کپتان بھاگتا ہوا آپکے پاس آیا اور بڑے جذباتی انداز میں آپ سے کہنے لگا کہ ”آپ کے لوگ آپکے استقبال کیلئے آئے ہوئے ہیں“۔ حضور فرماتے ہیں، یہ معلوم نہیں کہ جہاز کے کپتان کو یہ کیونکر پتہ لگا کہ لوگ میرے استقبال کو آئے ہوئے ہیں۔ تاہم استقبال کے لئے آنے والوں کا یہ منظر اس قدر نرالا اور ہیجان آمیز تھا کہ کوئی بھی اس سے مرعوب ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ بلکہ جہاز کے اندر بیٹھے ہوئے مسافر بھی کھڑکیوں میں سے جھانک جھانک کر دیکھ رہے تھے اور اس سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے اس زمین کے باسی صدیوں سے اس انتظار میں بیٹھے ہوں کہ کب وہ امن کا شہزادہ ان کے ملک میں آئے اور وہ اسے دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔

پھر جس دلی جوش اور وفورِ عشق میں ڈوبے ہوئے جس بے پناہ جذبے کے ساتھ اس سارے دورے کے دوران کیا مردوں اور کیا عورتوں اور بچوں نے آپ پر اپنی عقیدت اور محبت کے پھول برسائے، اس کا نقشہ بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:

”لگتا تھا کہ جوش پھوٹ پھوٹ کر باہر آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اخلاص اور وفا کا اظہار اس طرح ہو رہا تھا کہ ان کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ چہروں سے خوشی اس طرح پھوٹی پڑتی تھی کہ نا قابل بیان ہے“

(خطبہ جمعہ، فرمودہ ۱۶/اپریل ۲۰۰۴ء

بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن، ۳۰/اپریل ۲۰۰۴ء)

ان لوگوں کی خدا، اس کے رسول ﷺ اور اس کے سچے دین اسلام کے لئے حضرت مہدی علیہ السلام کے جانشین کے ساتھ دلی محبت کا اندازہ اُن حسین مناظر سے بھی لگایا جا سکتا ہے جن کی بعض جھلکیاں بعد میں اخبارات میں شائع ہوئیں، مثلاً ایک احمدی نامہ نگار غانا کے جلسہ کا آنکھوں دیکھا حال قلمبند کرتے ہوئے جلسہ کے آخری دن کی روئداد میں لکھتا ہے:

”یہ جلسہ کا آخری دن تھا۔ حضور نے مرد حضرات کو سلام کیا اور عورتوں کے حصہ کی طرف انہیں الوداعی سلام کہنے کے لئے تشریف لے گئے۔ عورتوں کی یہ حالت تھی کہ حضور انور کے دیدار کیلئے بیتاب ہوتی جاتی تھیں۔ حضور انور جدھر جاتے، وہ پورے جوش کیساتھ

نعرے لگاتیں، لا الہ الا اللہ کی صدائیں اور اھلاً وّ سھلاً وّ مرحباً کے الفاظ بلند کرتیں۔ حضور انور نے بھی ہاتھ ہلا ہلا کر ان والہانہ نعروں کا جواب دیا۔ نظارہ بڑا ایمان افروز اور روح پرور تھا، قلم اس کے بیان کی طاقت نہیں پاتا"

اسی طرح ایک اَور موقع پر (غالباً ریپبلک آف بنین کے دورہ کے دوران) ایک نامہ نگار وہاں کی احمدی خواتین کی خلافت سے محبت اور وابستگی کا آنکھوں دیکھا حال یوں بیان کرتا ہے:

"جب حضور انور وہاں (ایک جلسہ میں تقریر کی غرض سے) تشریف لے گئے، تو جائے پروگرام پر ایک عجیب منظر دیکھنے میں آیا۔ وہ یہ کہ گیٹ سے سٹیج تک کے تمام راستے پر عورتوں نے اپنے سروں کی چادریں بچھا رکھی تھیں تا کہ ان پر چل کر حضور سٹیج پر تشریف لائیں۔ حضور کے لئے عزت اور احترام کے اظہار کیلئے یہ محبت کا عجیب انداز تھا۔ انہیں یہ شوق تھا کہ حضور انور کے بابرکت پاؤں ان کی چادروں پر پڑیں اور اس طرح وہ آپکے قدموں سے برکت حاصل کر سکیں"

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، ۳۰ جولائی ۲۰۰۴ء)

**اے افریقہ کی خوش قسمت سر زمین** ! کیا اس قسم کے روح پرور نظارے اور اظہار محبت اور عقیدت کے یہ دلفریب انداز تُو نے کبھی اس سے پہلے بھی دیکھے ہیں؟

.......☆.......

اب مضمون زیر بحث کی مناسبت سے فرانکوفون ممالک کے تعلق میں سب سے پہلے آئیوری کوسٹ میں نازل ہونے والے افضال الٰہیہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

# آئیوری کوسٹ

'آئیوری کوسٹ' مغربی افریقہ کا وہ ملک ہے جہاں فرانسیسی زبان بولی جاتی ہے اور جہاں کی پینتیس فیصد آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے احمدیت کے حق میں ایسے ایسے نشانات دکھلائے ہیں کہ انہیں پڑھ کر روح وجد میں آجاتی اور دل ایمان سے بھر جاتا ہے۔ چنانچہ امام جماعت احمدیہ، حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ، کے ہی الفاظ میں ان نشانات کی روئداد پیش کی جاتی ہے، جو الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام: ''ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء'' کی عملی تعبیر میں ان ممالک میں ظاہر ہوئے اور جن کا ذکر آپؒ نے اپنے خطاب برموقع جلسہ سالانہ انگلستان، منعقدہ ۱۹۹۹ء، کے موقع پر دنیا کے مختلف ممالک میں احمدیت کو حاصل ہونے والی فتوحات کے ضمن میں فرمایا۔ یہ جملہ نشانات اسلام/احمدیت کی صداقت کے زندہ گواہ کے طور پر تاریخ کے صفحات پر رقم ہو گئے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ آنے والی نسلوں کے دلوں میں ایمان اور یقین کی شمع روشن کرتے رہیں گے۔

## پہلا نشان

### ''یہی وہ بزرگ ہیں جو مجھے خواب میں ملے تھے''

## آئیوری کوسٹ کے ایک افریقی دوست کا قبولِ احمدیت

پہلا واقعہ وہ ہے جو احمدیہ مبلغ اسلام، مقیم آئیوری کوسٹ، کے حوالے سے حضور رحمہ اللہ نے اپنے دوسرے روز کے خطاب میں بیان فرمایا اور جو بعد میں اخبار الفضل انٹرنیشنل، یکم تا 6/اکتوبر 1999ء میں شائع ہوا۔ چنانچہ حضور نے فرمایا:

''آئیوری کوسٹ کے نادرن ریجن کے ایک گاؤں شینالہ میں ایک شخص بیما (Bema) نے لوگوں کے سامنے ایک عجیب واقعہ بیان کیا کہ عرصہ بیس سال قبل میں ایک سخت

بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ مرگی کے دورے پڑنے لگے۔ ہر ممکن علاج کیا مگر ذرا بھر بھی افاقہ نہ ہوا۔ شہر کے ایک عامل نے کچھ تعویز گنڈے دیتے ہوئے کہا کہ ان کو کمر سے باندھ لو، یہی تمہاری بیماری کا علاج ہے۔ انہی ایام میں کشفی حالت میں ایک بزرگ آئے۔ انہوں نے کہا کہ تم نے یہ کیا باندھا ہوا ہے، اسے اتار ڈالو۔ میرے دل میں بہت زور سے یہ احساس پیدا ہوا کہ یہ بزرگ امام مہدی ہیں۔ چنانچہ خاکسار نے کمر سے باندھے ہوئے وہ تعویز گنڈے اُتار پھینکے۔ اسی روز خُدا تعالیٰ نے مجھے شفا دیدی۔ اس دن سے آج تک کبھی ایک دفعہ بھی مجھے مرگی کا دورہ نہیں پڑا"

حضور فرماتے ہیں، اس واقعہ پر کافی عرصہ گذر گیا اور وہ سوچتا رہا کہ اگر امام مہدی آ گئے ہیں تو کہاں ہیں؟ چنانچہ جب کچھ مدت کے بعد وہ احمدی مبلغین سے ملا جو اس گاؤں میں تبلیغ کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے، تو ان کے سامنے کہنے لگا:

"میں تو اسی روز سے مہدی کو قبول کر کے انکی تلاش میں تھا، آپ لوگوں کے آنے سے مجھے مہدی مل گئے ہیں، اب کون ہے جو مجھے اس جماعت میں شامل ہونے سے روک سکتا ہے؟"

آگے یہ کہ اسے کس طرح معلوم ہوا کہ رؤیا میں نظر آنے والے بزرگ واقعہ میں امام مہدی علیہ السلام ہی تھے، حضور فرماتے ہیں:

"اس پر ہمارے مبلغ نے اسے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء احمدیت کی تصویریں دکھائیں۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر کی طرف دیکھ کر اشارہ کر کے فوراً بول اٹھا کہ یہی وہ بزرگ ہیں جو مجھے خواب میں ملے تھے اور تعویز گنڈے سے منع کیا تھا"

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بر موقع جلسہ سالانہ انگلستان، منعقدہ ۱۹۹۹ء

بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن، یکم اکتوبر ۱۹۹۹ء)

☆ ☆ ☆

## دوسرا نشان

"یہی خالص اور حقیقی اسلام ہے"

# آئیوری کوسٹ میں نصرت الٰہی کا دوسرا نشان

یہ واقعہ بھی جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بیان فرمایا، بتاتا ہے کہ افریقہ کی اس سنگلاخ زمین میں کس طرح اللہ تعالیٰ اچانک اور بالکل غیر متوقع طور پر احمدیت کے حق میں فتح و نصرت کے ایسے سامان پیدا فرما رہا ہے کہ لوگ جوق در جوق سلسلہ کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ذیل کا واقعہ ایسے طور پر ظاہر ہوا کہ اسے دیکھ کر سارے کا سارا علاقہ احمدیت کی آغوش میں آ گیا۔ جیسا کہ حضور نے مبلغ انچارج جماعت احمدیہ آئیوری کوسٹ کے حوالے سے فرمایا:

"جب ہمارا ایک تبلیغی وفد آئیوری کوسٹ کی طرف سے مالی کی سرحد پر واقع آخری بڑے شہر ٹنگریلا (Tengrela) میں تبلیغ کیلئے پہنچا تو اہل سنت والجماعت (والوں) نے انہیں اپنی مسجد میں تبلیغ کی دعوت دی۔ لیکن تبلیغ کا کوئی اثر کسی طرح سے نظر نہ آیا۔ اگلے روز دوبارہ تبلیغ کا موقعہ دیا لیکن کسی ایک شخص نے بھی بیعت کے لئے رضامندی کا اظہار نہ کیا۔ ہمارا وفد اسی فکر میں اس شہر سے اگلی منزل کے لئے روانہ ہو گیا۔ شہر سے چند کلومیٹر ہی باہر نکلے تھے کہ ہماری گاڑی خراب ہو گئی۔ اب گاڑی کی مرمت پر تین چار دن درکار تھے۔ چنانچہ ہم نے واپس اسی شہر ٹنگریلا میں آ کر دوبارہ تبلیغ شروع کر دی، لیکن پھر بھی کامیابی نہ ہوئی۔ اسی پریشانی کے عالم میں خدا تعالیٰ نے ہمیں ینصرک رجالٌ........ کا ایسا نظارہ دکھایا کہ ہم خدا کی قدرت پر حیران رہ گئے۔ ہوا یہ کہ ہمارے ایک پرانے احمدی افریقن دوست ابراہیم وہاں آن پہنچے۔ ہمیں معلوم ہوا کہ ان کے ہمارے میزبان کے ساتھ بہت گہرے مراسم ہیں۔ اس نے ابراہیم سے سوال کیا کہ یہ لوگ اس شہر میں احمدیت کی تبلیغ کر رہے ہیں، یہ کیا معاملہ ہے؟"

آگے فرماتے ہیں کہ ابراہیم اپنے میزبان کو احمدیت کا تفصیلی تعارف کراتے ہوئے جب رسالہ "التقویٰ" (لندن سے شائع ہونے والا جماعت احمدیہ کا عربی ماہوار رسالہ۔ ناقل) سے شرائط بیعت سنانے لگا، تو ہم نے دیکھا کہ ہر شرط سنتے ہوئے ہمارے میزبان کے چہرے کا رنگ بدلتا جا رہا تھا۔

بالآخر وہ کہہ اُٹھے، 'اللہ اکبر'، اگر یہی احمدیت ہے تو یہ اسلام ہی اسلام ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ اور ساتھ ہی برملا کہنے لگے کہ میں آج اس جماعت میں شامل ہوتا ہوں۔ ان کے اندر ایک جنون کی سی کیفیت پیدا ہوگئی اور وہ پکڑ پکڑ کر لوگوں کو لانے لگے۔ اب خُدا تعالیٰ کے فضل سے ان کی کوششوں سے یہ سارا علاقہ احمدیت میں داخل ہو چکا ہے۔

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، برموقع جلسہ سالانہ انگلستان ۱۹۹۹ء
بحوالہ الفضل انٹرنیشنل مورخہ یکم تا 6/اکتوبر 1999ء)

☆ ☆ ☆

## تیسرا نشان

### ''دو ہزار تین سو بارہ افراد نے بیعت کرلی''

اب اگلے سال یعنی ۲۰۰۰ء کے جلسہ سالانہ انگلستان کے موقع پر آئیوری کوسٹ میں مبلغین سلسلہ کی تبلیغی مساعی اور انکے نتیجہ میں وہاں نازل ہونے والے افضال الٰہیہ کا ذکر کرتے ہوئے حضورؒ نے پھر ایسے واقعات بیان فرمائے جن سے حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کو ملنے والی آسمانی بشارت (ینصرک رجال......الخ) کی صداقت پر چار چاند روشن ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ مبلغ سلسلہ، مکرم مولانا باسط احمد صاحب، کے حوالے سے بتایا کہ

''وہاں کے ایک مقامی شخص، ابوبکر بورا، ساکن کوباڈالا (Koba Dala) نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ انکے گاؤں میں سیاہ جبہ پہنے تشریف لائے ہیں۔ سارا گاؤں آپکے استقبال کے لئے باہر نکل آتا ہے۔ سڑک کے کنارے میں بھی یہ نظارہ دیکھ رہا ہوں۔ معاً یہ منظر خواب کی حالت میں ہی بدل جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے معاً بعد ایک سفید آدمی تین افریقن افراد کے ہمراہ پہنچ جاتا ہے۔ میں اس سفید آدمی سے مصافحہ کرتا ہوں اور یوں آنکھ کھل جاتی ہے''

حضور فرماتے ہیں، ابوبکر بورا صاحب کی یہ خواب جو انہوں نے صرف دو روز پہلے دیکھی تھی، بالکل سچی ثابت ہوئی کیونکہ اس دن ہمارے مبلغ، مولانا باسط احمد صاحب، فی الواقعہ تین افریقن دوستوں کے ہمراہ وہاں پہنچے تھے۔ حضور نے فرمایا، وہ پاکستانی لوگوں کو'سفید آدمی' ہی کہتے ہیں۔ پھر استقبال کا بھی وہی منظر تھا جو ابوبکر بورا صاحب نے خواب میں دیکھا تھا، اور ان سے مصافحہ کرنے کا بھی وہی انداز تھا۔ چنانچہ جب یہ سارا واقعہ اس گاؤں والوں کے سامنے پیش کیا گیا تو ان کیلئے اس قدر تقویتِ ایمان کا موجب بنا کہ اس کو دیکھ کر اس گاؤں کے دو ہزار تین سو بارہ افراد نے قبول حق کی توفیق پائی۔

☆ ☆ ☆

## چوتھا نشان

### ''تین ہزار ۹۵۹ بیعتیں ہوئیں''

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضورؒ نے بتایا کہ کس طرح آئیوری کوسٹ کے نارتھ میں 'سارالا' (Sarala) کے علاقہ میں واقع ایک گاؤں کے ایک نوجوان کی خواب سارے گاؤں کو احمدیت کی آغوش میں لانے کا موجب بن گئی۔ حضور نے فرمایا کہ

وہاں کی مسجد کے مؤذّن نے خواب میں دیکھا کہ ایک گروپ جو مختلف اقوام پر مشتمل ہے، ایک خوش خبری لے کر شمال کی طرف سے انکے گاؤں میں پہنچا ہے اور امام کا پتہ پوچھ رہا ہے۔ اسکے بعد ایک اَور گروپ جو جنگجو اور ہتھیاروں سے لیس ہے، آیا ہے۔ حضور فرماتے ہیں کہ اب اتفاق یہ ہوا کہ اسی دن ہمارا تبلیغی وفد جس میں ہمارے پاکستانی مبلغ کے علاوہ آئیوری کوسٹ، بورکینا فاسو اور مالی کے لوگ شامل تھے، اس گاؤں میں پہنچ گیا۔

حضور آگے فرماتے ہیں کہ جب ہمارے وفد نے انہیں یہ خوشخبری سنائی کہ ہم آنحضرت محمد ﷺ کی دی ہوئی خبر کے مطابق حضرت امام مہدی کی آمد کا پیغام لے کر آئے ہیں، اُدھر ان لوگوں کو اپنے نوجوان مؤذّن کی خواب کا علم ہوا اور انہوں نے دیکھا کہ اسکی خواب کے عین مطابق وہ وفد کئی اقوام پر

مشتمل ہے اور خوشخبری بھی لے کر آیا ہے، تو اس واقعہ کا ایسا اثر ان پر ہوا کہ خدا کے فضل سے سارے کا سارا گاؤں احمدیت میں داخل ہو گیا۔ اس دن تین ہزار ۹۵۹ لوگوں نے بیعت کی۔

☆ ☆ ☆

## پانچواں نشان

''میں اپنی تین بیویوں سمیت احمدیت میں داخل ہوتا ہوں''

پھر آئیووری کوسٹ کے ایک اور شہر 'وانگولوڈوگو' (Ouango Lo Dougou) میں بھی اللہ تعالیٰ نے احمدیت کے حق میں ایک معجزہ دکھایا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

''اس شہر میں تبلیغی پروگرام کی غرض سے جب ہمارا وفد وہاں پہنچا تو علاقہ کے امام درامے اسحٰق، جن کی عمر تقریباً اسّی سال کی تھی اور ان سے پہلے بھی متعدد مرتبہ تبلیغی رابطہ ہو چکا تھا، سے اس دفعہ کہا گیا کہ آپ تک مسیح اور مہدی موعودؑ کا پیغام پہنچ چکا ہے اور اب آپکی عمر اسّی سے تجاوز کر رہی ہے، آپ کیوں اس پیغام کو قبول نہیں کر لیتے؟ اس پر امام صاحب نے جواب دیا کہ آپ قبول کرنے کا کہتے ہیں، میرے نزدیک تو آپ کی میرے ہاں آمد ہی معجزہ سے کم نہیں، آپ یقیناً ایک سچا پیغام لے کر آئے ہیں''

لیکن انہوں نے کہا کہ اسکی تفصیل بیان کرنے سے قبل میں اعلان کرتا ہوں کہ آج میں خدا کے فضل سے اپنی تینوں بیویوں سمیت احمدیت میں داخل ہوتا ہوں۔ پھر انہوں نے بتایا کہ

''گذشتہ تین ہفتوں سے مَیں پیٹ کی سخت تکلیف میں مبتلا تھا اور شدید کمزوری محسوس کرتا تھا۔ عام نمازیں تو الگ رہیں، جمعہ کے لئے جانا بھی میرے لئے ناممکن تھا۔ آج آپ لوگوں کے میرے گھر میں قدم رکھتے ہی ایسا محسوس ہوا جیسے بیماری میرے جسم کو مکمل طور پر چھوڑ چکی ہے، کوئی کمزوری اور بداثر اس بیماری کا محسوس نہیں کرتا۔ یقیناً آپ خدا تعالیٰ کے فرستادہ کے نمائندہ ہیں، اس لئے میں احمدیت قبول کرنیکا اعلان کرتا ہوں''

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے اس اعلان کے ساتھ اس علاقہ میں ۴۴۸۶

افراد جماعت میں داخل ہو گئے"

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، برموقع جلسہ سالانہ انگلستان، بتاریخ ۲۶/اگست ۲۰۰۰ء
بحوالہ الفضل انٹرنیشنل مورخہ ۸ ستمبر ۲۰۰۰ء)

☆ ☆ ☆

## چھٹا نشان

### "تمہیں کوئی بہت بڑی خوشخبری ملنے والی ہے"

اس سے اگلے سال یعنی ۲۰۰۱ء میں پھر جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر آئیووری کوسٹ ہی کے ضمن میں بعض مزید نشانات کا ذکر کرتے ہوئے حضور رحمہ اللہ نے بتایا کہ کس طرح وہاں کے ایک اَور گاؤں سوسے آبے (Soceabe) میں رؤیا کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے احمدیت کے حق میں اپنی رحمت کے دروازے کھول دئے۔ چنانچہ حضور نے اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ :

"جب ہمارے مبلغین تبلیغ کے لئے وہاں پہنچے اور امام مہدی کے ظاہر ہونے کی خبر سنائی تو اس گاؤں کے بانی، مکرم یحییٰ جباتے صاحب، جو وہاں کے چیف بھی تھے، کھڑے ہو گئے اور اپنی رؤیا بیان کرنے لگے۔ انہوں نے بتایا کہ کچھ عرصہ قبل انہوں نے دیکھا کہ انتہائی شمالی افق پر تقریباً دو بجے صبح ایک روشنی نمودار ہوئی ہے۔ پھر ہر ہفتہ بعد ایک روشنی جنوبی افق پر نمودار ہوتی انہیں نظر آئی۔ انہوں نے جب اپنی یہ رؤیا اپنے علماء کے سامنے بیان کی تو وہ کہنے لگے کہ تمہیں کوئی بہت بڑی خوشخبری ملنے والی ہے"

حضورؒ نے فرمایا کہ اس خواب کے کچھ دنوں بعد جب احمدی مبلغین کا وفد اس گاؤں میں پہنچا اور انہوں نے امام مہدی کی آمد کی بشارت انہیں سنائی تو وہ (یعنی یحییٰ جباتے صاحب) خوشی کے مارے اچھل پڑے۔ وہ لوگوں کے سامنے آئے اور اپنا سارا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہنے لگے، یہی تو وہ خوش بختی ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے شمال اور جنوب کی طرف سے نمودار ہونے والی روشنی کی صورت میں مجھے دی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اعلان کیا کہ میں اس صداقت کو قبول کرتا ہوں اور جو تم میں سے قبول کرنا

چاہے، اسے یقین دلاتا ہوں کہ احمدیت خدا تعالیٰ کی طرف سے بھجوائی گئی خوش بختی ہے، اس کو قبول کر لیں۔ چنانچہ ان کا یہ اعلان سننے پر اس گاؤں کے ایک ہزار آٹھ سو افراد بیعت کر کے احمدیت میں شامل ہو گئے۔

(خطاب بر موقع جلسہ سالانہ جرمنی، بتاریخ ۲۵/اگست ۲۰۰۱ء
بحوالہ الفضل انٹرنیشنل مورخہ ۱۲/اکتوبر ۲۰۰۱ء)

☆ ☆ ☆

# کانگو

وسطی افریقہ کا یہ ملک ''کانگو'' ۱۹۰۸ء سے لے کر ۱۹۶۴ء تک بلجیم کے زیر اقتدار رہنے کے بعد آزاد ہوا۔ آزادی کے چند سال بعد ہی یہ ''کاٹانگا'' کے علاقے کو ساتھ ملا کر ایک نئے نام ''زائرے'' سے تاریخ کے پردے پر نمودار ہوا۔ تاہم ۱۹۹۶ء میں خانہ جنگی کے نتیجے میں اس کا نام ''زائرے'' سے بدل کر پھر دوبارہ ''جمہوریہ کانگو'' رکھ دیا گیا۔ یہاں کی سرکاری زبان فرانسیسی ہے۔

قریباً پانچ کروڑ کی آبادی پر مشتمل یہ ملک آزاد ہو جانے کے بعد سے کس طرح ہمارے مبلغین کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں احمدیت کی فتوحات کا مرکز بن رہا ہے، اس سلسلے میں بعض ایمان افروز واقعات سلسلہ احمدیہ کے چوتھے امام اور خلیفہ، حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ، کی جلسہ سالانہ جرمنی منعقدہ ۲۰۰۱ء کے موقع پر کی تقریر کے حوالے سے پیش کئے جاتے ہیں۔

## پہلا واقعہ

### ''احمدیت غالب آنے کیلئے وجود میں آئی ہے''

حضورؒ نے یہاں کے مبلغ سلسلہ، مکرم بشارت احمد صاحب ملک، کی مساعی جمیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ہمارا تبلیغی وفد صوبہ باکونگو کے علاقہ مٹادی (Matadi) میں پہنچا تو:

''وہاں کا لوکل امام بہت بدتمیزی سے پیش آیا اور کہنے لگا کہ آپ لوگوں کو انڈیا، پاکستان اور تنزانیہ سے نکال دیا گیا ہے اور وہاں ایک بھی احمدی نہیں ہے۔ اس لئے آپ اب یہاں گھس آئے ہیں۔ میں آپ کو ڈنڈے مار مار کر یہاں سے بھگا دوں گا۔ اس پر ہمارے مبلغ نے انہیں سمجھایا کہ آپ احمدیت کے بارے میں درست معلومات نہیں رکھتے، کسی نے انتہائی غلط باتیں آپ کو بتائی ہیں۔ ان ممالک میں تو جماعت غیر معمولی ترقی کر رہی ہے۔ اور یہ بھی بتایا کہ ہندوستان میں گذشتہ سال دو کروڑ احمدی ہوئے ہیں، آپ وہاں سے ہمارے نکل بھاگنے کی باتیں کر رہے ہیں۔ اور اب آپ نے جو یہ دھمکی دی ہے کہ

آپ ہمیں اس علاقے سے ڈنڈے مار مار کر نکال دیں گے، تو ہم آپ کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ احمدیت غالب آنے کے لئے وجود میں آئی ہے اور یہی فیصلہ خدا کا فیصلہ ہے۔اب ہم آچکے ہیں اور ہرگز نکلنے والے نہیں"

حضور نے فرمایا کہ ہمارے مبلغ کا یہ جواب سن کر اس لوکل امام نے اپنے خطبہ جمعہ میں جماعت کے خلاف پراپیگنڈا کیا مگر اس کا الٹا اثر ہوا، یعنی اس کا خطبہ سن کر بعض لوگ تحقیق کیلئے آئے اور لٹریچر لے گئے۔ اگلے روز ان سب نے بیعت کر لی۔ انہیں دیکھ کر اور لوگ بھی آنے لگ گئے اور بیعتیں کرنے لگے۔ حضور نے فرمایا، یہ سلسلہ جاری رہا ہے، یہاں تک کہ اب وہاں سترہ لاکھ لوگ جماعت میں داخل ہو چکے ہیں۔

☆ ☆ ☆

## دوسرا واقعہ

### "جس کی یہ تحریر ہے، وہ جھوٹا نہیں ہوسکتا"

حضور نے اسی ملک (کانگو) میں احمدیت کی عمومی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بہت مشکل علاقہ ہے، عیسائی مذہب کا زور ہے۔ تاہم ہمیں وہاں عیسائیت کے مقابلہ میں غیر معمولی ترقی ہو رہی ہے اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ احمدیت قبول کر رہے ہیں۔ حضور نے بتایا کہ ان کی اکثریت ان لوگوں کی ہے جو عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کر رہے ہیں۔ بلکہ فرمایا کہ اس سال (یعنی ۲۰۰۱ء میں) ۷ ۲ لاکھ سے زائد عیسائی احمدیت میں داخل ہو چکے ہیں۔ آپ نے سلسلہ کے مبلغ، مولانا طاہر احمد صاحب بھٹی، کے حوالے سے بتایا کہ ان نئے اسلام قبول کرنے والوں پر اسلام کی تعلیم کا اتنا اثر ہے کہ "ان لوگوں کو جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب 'کشتی نوح' سے 'ہماری تعلیم' کا کچھ حصّہ سنایا جاتا، تو وہ روتے تھے اور کہتے تھے کہ اسلام کی تعلیم کتنی اچھی ہے اور ہم کیا سمجھتے رہے"۔

فرمایا، ان کے اصرار پر دو، دو تین، تین گھنٹے تک 'کشتی نوح' کا درس دیا گیا۔ اور حالت یہ تھی کہ سنانے والا تھک جاتا لیکن یہ لوگ خاموشی سے بیٹھے سنتے رہتے۔

اس موقع پر حضور نے اپنے طالب علمی کے زمانے کا اسی قسم کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی تحریرات میں ایسی تاثیر ہے کہ پڑھنے والے کے دل کو گرویدہ کر لیتی ہے۔آپ نے فرمایا:

''مجھے بھی ایک دفعہ گورنمنٹ کالج (لاہور) میں اس کا تجربہ ہوا۔میرے ایک غیر احمدی بڑے طاقتور، مضبوط، بااثر دوست تھے،ان کو میں نے کشتیٔ نوح سے ہماری تعلیم کا حصّہ سنانا شروع کیا۔وہ سنتے سنتے ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ جس شخص کی یہ تحریر ہے، وہ جھوٹا نہیں ہوسکتا''

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ، برموقع جلسہ سالانہ، جرمنی، بتاریخ ۲۵/اگست ۲۰۰۱ء
بحوالہ الفضل انٹرنیشنل،لندن،مورخہ ۱۲/اکتوبر ۲۰۰۱ء)

☆ ☆ ☆

# سنیگال

سنیگال مغربی افریقہ کا فرانسیسی بولنے والا سب سے پہلا ملک ہے جو الٰہی منشاء کے مطابق خلافت احمدیہ کے چوتھے دَور میں نزول انوارِ الٰہیہ کا خاص مورد بنا۔اس کی تفصیل بتاتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جلسہ سالانہ انگلستان ۱۹۹۶ء کے موقع پر اپنے خطاب میں فرمایا تھا کہ

''۱۹۹۲ء کی بات ہے کہ ایک رات میرے منہ پر مسلسل 'ڈاکار، ڈاکار' کے الفاظ جاری ہو گئے۔ یہ ایک حیرت انگیز بات تھی۔صبح اٹھ کر پتہ کروایا تو معلوم ہوا کہ 'ڈاکار' سینیگال کے دارالحکومت کا نام ہے۔ چنانچہ ڈاکار کی طرف توجہ کی گئی''

فرماتے ہیں، اُس وقت وہاں پر احمدیوں کی تعداد صرف پانچ ہزار تھی۔اسکے بعد تین سالوں کے اندر اندر ہی وہاں تین لاکھ ۱۱ہزار احمدیوں کا اضافہ ہوا۔فرمایا، اِس وقت جلسے میں پانچ احمدی ارکان پارلیمنٹ بھی موجود ہیں، جن میں ایک وہاں کے ڈپٹی سپیکر ہیں''

(حضور نے اسی وقت ڈپٹی سپیکر صاحب کو سٹیج پر بلایا۔انہوں نے فرانسیسی زبان میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ گزشتہ سال سینیگال کے چار ممبران پارلیمنٹ احمدی تھے، آج خدا تعالیٰ کے فضل سے ۲۸ ممبر احمدی ہیں)

........☆........

## پہلا واقعہ

''یہ زمانہ امام مہدیؑ کے ظہور کا ہے''

## سنیگال کے ایک شخص کا خواب

پھر حضورؒ نے آسمانی رہنمائی کے ایک خصوصی واقعہ کی روئداد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''امسال ایک گاؤں 'سارے یورو' (Sare Yoro) احمدی ہوا ہے (اس کی تقریب اس طرح پیدا ہوئی کہ) وہاں کا ایک نمبردار سات سال سے یہ خواب دیکھ رہا تھا کہ 'دو آدمی آتے ہیں اور مجھے کہتے ہیں، یہ زمانہ امام مہدی کے ظہور کا ہے، اور وہ آچکا ہے'۔ ہر دفعہ وہی دو شخص ملتے ہیں۔اسی نمبردار نے مزید بیان کیا کہ میں ڈاکار میں تھا کہ

میں نے ایک اَور خواب دیکھا کہ میرا بھتیجا میرے پاس ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار آتا ہے اور مجھے کہتا ہے کہ دو آدمی سمندر کے کنارے تیرا انتظار کر رہے ہیں۔ جب میں وہاں پہنچا تو ان میں سے ایک نے دوسرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ اس زمانے کا امام مہدی ہے، اس کو مان لو"

فرمایا، مبلغ صاحب بتاتے ہیں کہ

"میں نے اس نمبردار کو کہا، اگر میں تمہیں تصویر دکھاؤں تو کیا تم ان آدمیوں کو پہچان لو گے۔ وہ کہنے لگا، ہاں، میں نے ایک رسالہ میں سے اسے حضرت مسیح موعودؑ اور آپؑ کے خلفاء کی تصویریں دکھائیں تو اس نے دیکھتے ہی فوراً حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر پر انگلی رکھ کر کہا، 'یہ امام مہدی ہیں'۔ پھر حضرت مصلح موعودؓ کی تصویر پر انگلی رکھی اور کہا، 'یہ دوسرا شخص وہ ہے جو امام مہدی کے ساتھ تھا'"

فرمایا، مبلغ صاحب لکھتے ہیں:

"اس گفتگو کے بعد اس (نمبردار) نے کہا، اب میں آپ کو ایک (اَور) خواب سنانے والا ہوں۔ اور اگر میں جھوٹ بولوں تو میرا یہ بچہ شام سے پہلے مر جائے۔ آج رات میں نے خواب دیکھا کہ 'دو آدمی کار پر آئے ہیں اور مجھے ان آدمیوں کی تصویریں دکھاتے ہیں جن کو میں ایک عرصہ سے دیکھ رہا ہوں۔ یہ خواب میں نے صبح اپنی بیوی کو سنائی اور کہا، آج کچھ مہمان آنے والے ہیں، اس لئے آج سارا دن میں کہیں نہیں گیا اور انتظار میں رہا کہ (وہ مہمان) کب آتے ہیں۔ تو آپ ہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا تھا۔ آپ شام کو آئے ہیں اور مجھے تصاویر دکھائی ہیں۔ میری خواب پوری ہو گئی ہے۔ اس نے بڑی جرأت سے کہا کہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر اعلان کر سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ امام مہدی آ چکے ہیں اور احمدیت سچی ہے"

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، بر موقع جلسہ سالانہ انگلستان، بتاریخ ۲۷ جولائی ۱۹۹۶ء
بحوالہ الفضل انٹرنیشنل مورخہ ۲۳ راگست ۱۹۹۶ء)

## دوسرا واقعہ

"میں ایک غیر ملکی کے ذریعے اسلام میں داخل ہوں گا"

# سینگال کے ایک غیر مسلم کا قبول اسلام

سینگال کے ملک میں ہی ظہور پذیر ہونے والا یہ دوسرا واقعہ بھی منجملہ ان نشانات کے ہے جو اللہ تعالیٰ اسلام اور احمدیت کی تائید میں دُنیا بھر میں دکھلا رہا ہے اور جن میں سے بعض کا ذکر حضرت امام جماعت احمدیہؒ نے اپنے خطاب بر موقع جلسہ سالانہ انگلستان منعقدہ 1999ء میں فرمایا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"امیر صاحب سینگال مزید تحریر کرتے ہیں کہ چند سال قبل جب خاکسار سینیگال کے قصبہ کسانار میں دورہ پر گیا تو ایک احمدی دوست نے کہا کہ اس کا ایک ماموں غیر مسلم ہے، اس کے گاؤں چلیں۔ چنانچہ ہم اس کے گاؤں گئے۔ تبلیغ کرنے پر اس نے بتایا کہ اُس نے خواب میں دیکھا تھا کہ مَیں ایک غیر ملکی کے ذریعہ اسلام میں داخل ہونگا۔ اس لئے آج میں اِسلام میں داخل ہوتا ہوں۔ بعد ازاں اس کا سارا گاؤں اس کی متابعت میں احمدیت میں داخل ہو گیا"

فرمایا، امیر صاحب آگے لکھتے ہیں:

"امسال جب ایک مبلغ کو اس علاقہ میں دو جلسوں کے انتظام کیلئے بھجوایا گیا تو اس (نو مسلم) نے اصرار کیا کہ پہلا جلسہ میرے ہی گاؤں میں ہوگا، اَور کسی گاؤں میں نہیں ہوگا چنانچہ ہم نے پہلا جلسہ اس نو مسلم کے گاؤں میں کیا۔ یہ شخص بہت غریب ہے لیکن جماعت کے ساتھ بہت محبت ہے۔ اس نے اپنی گائیوں میں سے سب سے بڑی گائے جلسہ میں آنے والے مہمانوں کو ضیافت کیلئے پیش کی اور تاکیداً کہا کہ کسی کو یہ پتہ نہ چلے کہ یہ گائے کس نے دی ہے"

اس کیساتھ ہی حضور نے وہاں کے ایک مخالف، جس کا نام ڈاکٹر عمر بلا لے ہے، کے متعلق بتایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ہر جگہ اور ہر مقام پر احمدیت کے مخالفوں کو ذلیل اور رسوا کر کے احمدیت کی ترقی کی

راہیں استوار کرتا چلا جا رہا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

''ڈاکٹر عمر بلا لے ایک مذہبی لیڈر ہے جس نے عرب ممالک سے دینیات میں تعلیم حاصل کی۔ مخالفوں کا ایجنٹ ہے۔ وہ سینیگال کے ریجن کولڈا میں جماعت کی مخالفت میں پیش پیش ہے۔ اس نے 'کولڈا' ریجن میں جماعت کے خلاف کئی اجتماعات کئے۔ ایف۔ ایم ریڈیو پر جماعت اور حضرت بانیٔ جماعتؑ کے خلاف تقاریر کیں۔ خُدا تعالیٰ نے اُس کے منہ سے ایسے الفاظ نکلوائے کہ وہی الفاظ اب اسکی ذلت اور رسوائی کا موجب بن رہے ہیں۔ مثلاً یہ اعتراض کیا کہ جماعت احمدیہ کا قبلہ، کعبہ نہیں بلکہ برطانیہ ہے۔ اب یہ ایک ایسا کھُلا جھوٹ تھا، جسے کسی نے تسلیم نہ کیا۔ چنانچہ اس علاقہ میں جماعت کی طرف سے پانچ مساجد تعمیر ہو چکی ہیں، جن کا قبلہ وہی قبلہ ہے جو سب مسلمانوں کا قبلہ ہے۔ بس اسی وجہ سے اسکے اس دعویٰ کے نتیجہ میں لوگوں نے اسے جھوٹا کہہ کر اسکی کوئی بات نہ مانی اور یہ سارا علاقہ خُدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کی آغوش میں آ گیا ہے''

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بر موقع جلسہ سالانہ انگلستان، منعقدہ ۱۹۹۹ء
بحوالہ الفضل انٹرنیشنل۔ لندن۔ یکم اکتوبر ۱۹۹۹ء)

☆ ☆ ☆

# گیمبیا

سینگال کے جنوب میں واقع مغربی افریقہ کا یہ ملک ، گیمبیا، جو قریباً ۹۰ فیصد مسلمان آبادی پر مشتمل ہے، اس وقت احمدیت کی مخالفت کا سب سے بڑا اکھاڑہ بن چکا ہے۔ مخالفت کی وجوہات کی تفصیل میں گئے بغیر یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جہاں اس ملک میں اللہ تعالیٰ احمدیت کے حق میں الہامی بشارت: ینصرک رجالٌ..... الخ کے عملی ظہور کے نظارے دکھلا رہا ہے، وہاں مخالفین کی عبرت کے نشانات بھی بڑی کثرت کے ساتھ ظاہر ہو رہے ہیں۔

## ''گیمبیا میں عبرت کا ایک نشان''

## مخالفین نے احمدیت میں دلچسپی لینی شروع کردی

چنانچہ ۲۰۰۱ء کے جلسہ سالانہ، جرمنی، میں اپنے خطاب میں جماعت احمدیہ کے چوتھے امام اور خلیفہ، حضرت مرزا طاہر احمدؒ، نے گیمبیا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ 'یہ زمین کرخت اور خدا تعالیٰ کی پھٹکار کے نیچے معلوم ہوتی ہے'۔ آپ نے ایک قصبہ 'سوٹو کوبا' (Sutokoba) جو ڈسٹرکٹ 'وولی' (Wuli) اپر وولٹا (Upper Volta) ڈویژن میں واقع ہے، کے بارے میں بتایا کہ یہاں کے باشندے احمدیت کے سخت دشمن ہیں، انہوں نے احمدیوں کا بائیکاٹ کیا ہوا ہے اور جماعت کی ترقی کو روکنے کے لئے ہر حربہ استعمال کر رہے ہیں۔ چنانچہ ان کی بدبختی کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

''وہاں پچھلے دنوں بادوباراں کا ایک زبردست طوفان آیا جس سے علاقہ کی فصلیں اور آبادیوں کو سخت نقصان پہنچا اور جس کی مثال گذشتہ کئی صدیوں میں نہیں ملتی۔ فرمایا، عجیب بات یہ ہے کہ اس طوفان سے صرف یہی علاقہ پکڑا گیا، باقی ارد گرد کے تمام دیہات کلیۃً محفوظ رہے۔ اس کے نتیجے میں اب اس علاقہ میں ہماری تبلیغی میٹنگز شروع ہوگئی ہیں اور مخالف امام اور چیف وغیرہ جو پہلے ہماری بات تک سننے کے لئے تیار نہ تھے ، اب ہمارے ان پروگراموں میں شامل ہو رہے ہیں'

اسی طرح امیر صاحب گیمبیا کے حوالے سے ایک اَور عبرت انگیز نشان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے

حضورؒ نے بتایا کہ کس طرح سعودی عرب کا ایک فسادی مولوی وہاں ہماری احمدیہ مسجد کی بربادی چاہتا تھا ،مگر خود اس کا اپنا گھر اسی طوفان کی نذر ہو کر ملبے کا ڈھیر بن گیا۔اس کا بھی مخالفین پر ایسا اچھا اثر پڑا اور وہ برملا کہنے لگے کہ خدا احمدیوں کے ساتھ ہے۔

## ''الٰہی تائید و نصرت کا ایک نشان''

# سارے گاؤں نے احمدیت قبول کر لی

اب اسی مناسبت سے گیمبیا میں خدا کی نصرت کے نزول کا بھی ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے تا کہ معلوم ہو کہ اپنے مسیح محمدی علیہ السلام کی تبلیغ کو دنیا میں پہنچانے کے روحانی پروگرام میں خدا نے جہاں عبرت انگیز نشان دکھائے ہیں، وہاں اپنی بشارت: ینصرک رجالٌ ....... الخ کے تحت تبشیری کرشمے بھی دکھا رہا ہے۔ چنانچہ گیمبیا میں کام کرنے والے ایک سابق مبلغ ،مکرم برادرم مولانا طارق احمد صاحب جاوید[ا] جو اس عاجز راقم الحروف کو جلسہ سالانہ ۲۰۰۳ء کے موقع پر قادیان میں ملے ،انہوں نے اپنے وہاں عرصہٗ قیام کے دوران کا ایک واقعہ سناتے ہوئے بتایا کہ:

''جن ایام میں خاکسار گیمبیا میں مقیم تھا تو ایک دن تین مقامی احمدی دوستوں کے ہمراہ مَیں تبلیغی سفر پر روانہ ہوا۔ان تین دوستوں میں سے ایک راستے میں ہی رہ گئے۔ باقی دو کے ساتھ جب ہمارا گذر ایک ایسے گاؤں میں ہوا، جہاں پہلے ہمارے لوکل معلمین تبلیغ کر چکے تھے تو اس گاؤں کا ایک معزز شخص جسے الکالی کہتے ہیں (یہ لفظ 'القاضی' کا مقامی تلفظ ہے، جو 'رئیس' کے ہم معنی ہے) ہمیں ملا اور کہنے لگا کہ آپکے معلمین کی تبلیغ سے مجھ پر احمدیت کی صداقت واضح ہو گئی ہے اور میں اب احمدیت میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں

---

[ا] مکرم مولانا طارق احمد جاوید صاحب گیمبیا میں آٹھ سال کام کرنے کے بعد اِس وقت سیرالیون میں بطور امیر و مشنری انچارج خدمات سرانجام دے رہے ہیں ۲۰۰۳ء کے جلسہ قادیان کے موقع پر اس عاجز راقم الحروف کی آپ سے ملاقات ہوئی (آپ کا قیام اسی کمرہ میں تھا جس میں خاکسار ٹھہرا ہوا تھا) اور پہلی بار آپ سے تعارف حاصل ہوا۔ مذکورہ بالا واقعہ آپ نے خاکسار کو زبانی سنایا۔ پھر خاکسار کے عرض کرنے پر اسے قلمبند کر کے دے دیا۔

نے کار کھڑی کر کے اپنے بیگ میں سے فارم بیعت نکالا۔ اتفاق سے ایک کی بجائے تین فارم نکل آئے۔ چنانچہ اس شخص نے وہ پڑھ کر اس پر اپنے دستخط کر دئے۔ میں نے اس فارم کو تو بیگ میں ڈال دیا اور باقی دو کو ہاتھ میں ہی پکڑے گاڑی میں بیٹھ گیا، یہاں تک کہ ہم قریب ہی دوسرے گاؤں میں پہنچ گئے''

آگے فرماتے ہیں:

''جب ہم اس گاؤں میں داخل ہوئے تو ایک شخص ہمیں دیکھ کر پہلے تو بڑے تپاک سے ملا اور پھر بغلگیر ہو کر نہایت جذباتی انداز میں کہنے لگا کہ بالکل یہی منظر میری بیوی نے آج رات دیکھا ہے۔ پھر اسی حالت میں کہ اس کے آنسو بہ رہے تھے، وہ ہمیں اپنے گھر لے گیا اور اپنی بیوی سے کہنے لگا: 'لو تمہاری خواب پورا ہو گئی ہے'۔ ہمارے دریافت کرنے پر کہ وہ کیا خواب تھی، اس کی بیوی نے بتایا کہ

**'آج ہی رات مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ایک طباب (یہ لفظ غیر ملکی سفید فام لوگوں پر بولا جاتا ہے۔ اور پاکستان وغیرہ سے آئے لوگ بھی انکے نزدیک سفید فام ہی کہلاتے ہیں۔ ناقل) دو مقامی آدمیوں کے ساتھ کار پر آیا ہے، اسکے ہاتھ میں ایک بیگ ہے اور دو سفید رنگ کے کاغذ ہیں اور وہ ہمیں اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں'**

مکرم مولانا موصوف فرماتے ہیں، یہ ایسی بات تھی جسے سن کر ہم خود حیران رہ گئے۔ گویا ہمارا تین مقامی آدمیوں کے ساتھ روانہ ہونا، راستے میں ان میں سے ایک کا پیچھے رہ جانا اور پھر میرا دو فارموں اور بیگ کا ہاتھوں میں پکڑے ہوئے ہونا، یہ سب کچھ خدا کی ایک تقدیر اور اس افریقی عورت کو دکھائی جانے والی رؤیا کی تعبیر کے عین مطابق ہو رہا تھا۔ تاہم اس کی اصل حقیقت اُس وقت ظاہر ہوئی، جب ہمارا اس گاؤں میں تبلیغی پروگرام شروع ہوا، جس کا قبل از وقت نہ کوئی خیال تھا، نہ ارادہ۔ کیونکہ جب اس کے بعد سوال و جواب کی مجلس منعقد ہوئی، جو رات ساڑھے گیارہ بجے تک جاری رہی، تو اس کے نتیجے میں اس گاؤں کے سارے لوگ جن کی تعداد ۱۷۰ کے لگ بھگ تھی، احمدیت میں داخل ہو گئے، فالحمد للہ علیٰ ذٰلک!

(مکتوب نمبر ۹۹ مورخہ ۳۰ دسمبر ۲۰۰۳ تحریر کردہ بمقام قادیان، دارالامان)

# نائیجیریا

نائیجیریا میں جماعت احمدیہ کا قیام حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیّرؓ کے ذریعے ۱۹۲۱ء کے لگ بھگ ہوا۔ اُس وقت سے ہی یہاں ایک مضبوط اور فعال جماعت قائم ہے۔ بعد میں آنے والے مبلغین سلسلہ میں حضرت حکیم مولوی فضل الرحمٰن صاحب، مولانا نور محمد صاحب نسیم سیفی اور مولانا شیخ نصیرالدین صاحب کا نام قابل ذکر ہے۔ اِس وقت وہاں جماعت کے متعدد سیکنڈری سکول، ہائی سکول اور ہسپتال قائم ہیں۔ جماعت کا ایک ہفتہ وار اخبار ''دی ٹروتھ'' بھی نکلتا ہے، جماعت کا اپنا پریس قائم ہے، جہاں اس اخبار کے علاوہ انگریزی اور مقامی زبانوں میں جماعت کا لٹریچر شائع ہوتا ہے۔ نائیجیریا کی اکثریت، بالخصوص ملک کا شمالی حصہ، ہوؔسا اور فلاؔنی قبائل کے مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ کچھ عرصہ سے سعودی عرب کے ملاؤں کے غلط پراپیگنڈا کی وجہ سے وہاں مخالفت نے سر اٹھانا شروع کر دیا ہے اور اسی کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کے خاص نشانات بھی ظاہر ہو رہے ہیں۔ جن کا تذکرہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اپنے خطابات جلسہ ہائے سالانہ میں فرماتے رہے ہیں۔ ان میں سے بعض کا ذکر عنوان زیر بحث کی مناسبت سے ذیل میں کیا جاتا ہے۔[۱]

## پہلا نشان

''اگر بارش ہو جائے تو..........''

## نائیجیریا میں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا ایک نظارہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطاب برموقع جلسہ سالانہ U.K منعقدہ ۱۹۹۹ء میں نائیجیریا میں احمدیت کے حق میں ظاہر ہونے والے ایک نشان کا ذکر فرماتے ہوئے بتایا کہ کس طرح عناصر اربعہ پر قائم خدا کے ملائکہ ان ممالک میں احمدیت کے حق میں فضا ہموار کر رہے ہیں اور لوگوں کو حق کے قبول کرنے کے لئے تیار کر رہے ہیں۔

چنانچہ وہاں کے ایک مبلغ سلسلہ کے حوالے سے فرمایا:

”علی جمعہ گیوا صاحب ،مبلغ بینن سرکٹ ، لکھتے ہیں کہ ’ایٹسا کو‘(Etsako) کے علاقہ میں ہم تبلیغ کیلئے گئے ،تو اردگرد کے دوسرے علاقوں میں بارشیں ہو رہی تھیں لیکن یہ علاقہ بالکل خشک تھا۔ وہاں کے مسلمانوں نے بھی بارش کیلئے اجتماعی دعا کی تھی اور عیسائیوں نے بھی۔ جب جماعت احمدیہ کا وفد تبلیغ کیلئے وہاں پہنچا تو گاؤں والوں نے یہی شرط رکھی کہ ہم آپ کی بات پھر سنیں گے، پہلے آپ لوگ بارش کیلئے دعا کریں اور بارش ہو جائے۔علی جمعہ گیوا صاحب نے اپنے ساتھیوں کیساتھ مل کر اسی وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنی شروع کردی“

حضور فرماتے ہیں، اُس وقت دوپہر دو بجے کا وقت تھا۔عصر کے وقت اچانک بادل آئے اور بڑی تیز بارش شروع ہوگئی اور پھر ساری رات ہوتی رہی۔ یہ نشان دیکھ کر بغیر کسی اور تبلیغی پروگرام کے اس علاقہ کے کثیر لوگ احمدیت میں شامل ہوگئے اور بیعتوں کا یہ سلسلہ جاری ہے“

(خطاب حضور بر موقعہ جلسہ سالانہ انگلستان ،منعقدہ 1999ء
بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ،لندن، یکم اکتوبر ۱۹۹۹ء)

☆ ☆ ☆

## دوسرا نشان

## ”مسجد میں موجود تمام لوگوں نے بیعت کرلی“

# مخالفت کی برکت

جیسا کہ باب ششم کی فصل اوّل کے تحت بتایا گیا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ بعض اوقات وہ مخالفت میں احمدیت کیلئے برکت کے سامان پیدا فرما دیتا ہے۔ چنانچہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۲۰۰۰ء میں انگلستان میں منعقد ہونے والے جلسہ سالانہ کے موقع پر خطاب فرماتے ہوئے نائیجیریا کے متعلق ایک ایسے ہی واقعہ کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ کس طرح ایک مخالف کے غلط پراپیگنڈا کے نتیجے میں ایک مسجد

میں موجود تمام نمازیوں نے احمدیت قبول کر لی۔ اس واقعہ کا تفصیلی ذکر تو باب ششم میں ہی کیا گیا ہے تاہم اس سلسلے میں حضورؒ نے نائیجیریا کے تبلیغی میدان میں عمومی بیداری کا ذکر کرتے ہوئے جو اظہارِ خوشنودی فرمایا، اسے تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرنا ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہوگا۔ فرمایا:

**'نائیجیریا تبلیغی لحاظ سے غاؔنا سے بہت پیچھے تھا۔ پیچھے تو اب بھی ہے مگر اپنی پہلی کامیابیوں کی نسبت بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ انہیں امسال پہلی مرتبہ اپنا ایک لاکھ بیعتوں کا ٹارگٹ پورا کرنے کی توفیق ملی ہے۔ فرمایا، ان کی بیعتوں کی مجموعی تعداد ایک لاکھ سات ہزار ۳۸۵ ہو چکی ہے''**

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، برموقع جلسہ سالانہ انگلستان منعقدہ ۲۰۰۰ء

بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن، مورخہ ۸ ستمبر ۲۰۰۰ء)

☆ ☆ ☆

## تیسرا نشان

'اچھا ہم دعا کر لیتے ہیں''

# نائیجیریا کے ایک نوجوان پولیس افسر نے بیعت کر لی

اسی طرح اس سے اگلے سال یعنی ۲۰۰۱ء میں جرمنی کے جلسہ سالانہ کے موقع پر نائیجیریا میں احمدیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت امام جماعت احمدیہ (حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ) نے ایک اَور واقعہ بیان فرمایا کہ کس طرح پولیس کے ایک افسر نے ایک خواب کی بنا پر احمدیت قبول کی اور پھر اسی کے قبیلہ کے چھ ہزار سے زائد افراد احمدیت میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا:

''عبدالخالق صاحب، مبلغ انچارج، نائیجیریا، بیان کرتے ہیں کہ 'ترابآ' (Taraba) سٹیٹ میں سوال و جواب کی ایک مجلس کے اختتام پر ایک نوجوان پولیس آفیسر کھڑا ہو گیا

اور بتانے لگا کہ میں نے خواب دیکھا تھا کہ ایک اجنبی، غیر ملکی شخص میرے پاس آیا ہے اور پوچھتا ہے کہ آپ کو کیا مسائل ہیں؟ میں جواب دیتا ہوں کہ کوئی مسئلہ نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ اچھا، ہاتھ اٹھا کر دعا کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ہم دونوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور اس پر خواب ختم ہوگئی۔ آج اس مجلس میں آپ کو دیکھا تو مجھے اپنا خواب یاد آ گیا کہ آپ تو وہی شخص ہیں، جو مجھے رؤیا میں ملے تھے اور ہاتھ اٹھا کر میرے لئے دعا کی تھی۔ چنانچہ اس پولیس افسر نے اسی وقت بیعت کر لی"

فرمایا، بیعت کے بعد انہوں نے وہاں کے (مقامی احمدی) معلم، عبدالرزاق صاحب، سے کہا کہ آؤ! ہم اپنے قبیلے کو بھی جا کر تبلیغ کریں۔ چنانچہ وہ گئے اور خدا نے ان کی کوششوں کو ایسا پھل لگایا کہ اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اب تک اس قبیلے کے چھ ہزار سے زائد افراد احمدیت میں داخل ہو چکے ہیں۔

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، بر موقع جلسہ سالانہ، جرمنی، منعقدہ ۲۰۰۱ء
بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن، مورخہ ۱۲/اکتوبر ۲۰۰۱ء)

☆ ☆ ☆

نوٹ: خاکسار راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ گذشتہ سالوں میں خاکسار کو نائیجیریا میں دو بار بطور امیر و مشنری انچارج خدمات بجالانے کی توفیق مل چکی ہے۔ مقامی غیر احمدی مسلمان عموماً وہاں ہماری جماعت کی اسلامی خدمات کے ہمیشہ ہی معترف رہے ہیں۔ تاہم ۱۹۷۴ء میں جب پاکستان میں جماعت کے خلاف فضا خراب ہوئی تو شر پسند طبقہ کو یہاں بھی شر پھیلانے کا موقع مل گیا، جس کے نتیجے میں مخالفت آہستہ آہستہ سر اٹھا رہی ہے۔ تاہم خدا کے کام نہ کبھی پہلے بند ہوئے اور نہ اب ہونگے۔ جہاں مخالفت بڑھتی ہے، وہاں خدا تعالیٰ حق کی تائید میں ایسے نشانات دکھا دیتا ہے کہ انہیں دیکھ کر مخالفین خود ہی شرمندہ و شرمسار ہو کر رہ جاتے ہیں۔

# غانا

"حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیّر کی آمد"

## غانا (سابق گولڈکوسٹ۔ مغربی افریقہ) میں احمدیت

قریباً 5 ملین (پچاس لاکھ) آبادی پر مشتمل یہ ملک غانا (Ghana) مغربی افریقہ کے ان خوش قسمت ممالک میں سے ہے، جہاں سب سے پہلے احمدیت کا پودا لگا۔ آسمانی ذرائع ابلاغ سے اس کی ابتداء کیسے ہوئی، یہ ایک ایمان افروز واقعہ ہے، جسکی روئداد یوں ہے کہ وہاں کی فینٹی (Fanti) قوم (جسکی اکثریت مسلمان ہے) کے ایک شخص یوسف نیانکو نے خواب میں دیکھا کہ وہ کسی سفید فام آدمی (white man) کی امامت میں نماز پڑھ رہا ہے۔ اس نے اسکا ذکر نائیجیریا سے آئے ہوئے اپنے ایک دوست عبدالرحمٰن پیدروسے کیا۔ اس نے بتایا کے مَیں نے ایک مسلمان مشن کے بارے میں پڑھا ہے، جس کا مرکز ہندوستان ہے اور اس کی ایک شاخ انگلستان میں بھی ہے۔ اس پر یوسف نیانکو نے اپنی قوم کے سردار، مہدی آپا، سے بات کی [ا]۔ چنانچہ انہوں نے اس مرکز کا پتہ کر کے وہاں خط لکھا کہ کسی مبلغ اسلام کو یہاں بھجوایا جائے۔ جس پر حضرت مولانا عبدالرحیم نیرّ صاحبؓ، جو پہلے ہی انگلستان میں مقیم تھے، کو مرکز (قادیان) سے گولڈکوسٹ جانے کا حکم ہوا۔

### پہلا نشان

"کمرہ میں آنحضرتﷺ تشریف لائے ہیں"

حضرت مولانا نیرّ صاحب بذریعہ بحری جہاز 28 مارچ 1921ء کو غانا کی بندرگاہ 'سالٹ پانڈ (Salt Pond)' پر اترے۔ اب خدا کی قدرت کا یہ ایک زبردست نشان ہے کہ جس دن حضرت مولانا نیرّ صاحب نے سالٹ پانڈ' پر اترنا تھا، اسی رات سردار مہدی نے رات خواب میں دیکھا کہ 'اس کے کمرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں'

---

[ا] یہ امیر قوم، مہدی آپا، ایک نیک اور خدا پرست انسان تھے، انہوں نے 45 سال قبل اسلام قبول کیا تھا اور اُسی وقت سے مسلسل اس کی اشاعت میں مصروف تھے۔

چنانچہ آپ کے پہنچنے پر سردار مہدی آپا، کے صدر مقام ''اکرافل'' میں مسلمانوں کا جلسہ ہوا، جس میں اس نے اور اسکے رفقاء نے آپکو خوش آمدید کہا۔ سردار نے اپنی تقریر میں آپکو مخاطب کر کے بتایا کہ 45 سال قبل مَیں حلقہ بگوش اسلام ہوا تھا۔ مجھے اور میرے ساتھیوں کو صرف اللہ اکبر کہنا آتا تھا۔ چنانچہ نائیجیریا کے لوگوں نے بعد میں آ کر ہمیں اسلام سکھلایا۔ اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میرے بعد میری قوم کے مسلمان یہاں کے سفید فام یورپین عیسائی مشنریوں کے جال میں پھنس کر عیسائی نہ ہو جائیں۔ اب یہ آپ کے سپرد ہیں، آپ انہیں دین اسلام سکھلائیں۔

اس کے جواب میں حضرت نیرّ صاحب نے جو تقریر فرمائی اس کا خلاصہ یہ تھا:

**''میں احمدیت کا مبلغ ہوں جو زندہ اسلام پیش کرتی ہے۔ میری آنکھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دیدار کیا، میرے کانوں نے حضور کے کلمات سُنے اور میرے ہاتھوں نے حضور کے پاؤں کو چھوا۔ مبارک ہو کہ آپ لوگوں کی نصرت کا سامان اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے۔ اب مسلمانوں کی تربیت و تعلیم کا انتظام جماعت احمدیہ کی طرف سے ہوگا''**

یوں اللہ تعالیٰ کی خاص قدرت اور مشیّت سے اس ملک کے لوگوں کو ایک ایسا مربی میسر آ گیا، جو خود مسیح پاک علیہ السلام کا تربیت یافتہ اور آپ کے نورِ روحانیت سے براہِ راست روشنی حاصل کرنے والا تھا۔ اس کے بعد کیا ہوا، ذیل کی روئداد سے اس کا پتہ چلتا ہے:

**''آپنے ایک ہفتہ بعد ایک اَور جلسہ میں اس رئیس (مہدی) اور اسکی قوم کو ترک رسوم کر کے مخلص مسلمان بن جانے اور احمدیت قبول کرنے کی تلقین کی۔ چنانچہ اگلے ہی روز اُنکی مجلس کے اکابر اور تمام جماعتیں گویا ہزاروں افراد آغوش احمدیت میں آ گئے''**

(بمطابق رپورٹ روزنامہ الفضل، 5 مئی و 30/ اکتوبر و 8 دسمبر 1921ء)

..........

نوٹ: مکرم مولانا فہیم احمد صاحب خادم، مبلغ مقیم غانا، نے اپنے الفضل انٹرنیشنل، مورخہ ۱۰ استمبر ۲۰۰۴ء میں شائع ہونے والے مضمون میں سردار مہدی آپا کا ذکر کرتے ہوئے اس قدر ترمیم کی ہے کہ انہوں نے مبلغ بھجوانے کیلئے خط لندن نہیں بلکہ قادیان، حضرت امام جماعت احمدیہ (خلیفۃ المسیح الثانیؓ) کی خدمت میں لکھا تھا۔ جس پر حضورؓ نے حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیرّؓ کو جو پہلے ہی بطور مبلغ سلسلہ لندن میں موجود تھے، گولڈ کوسٹ تشریف لے جانیکی ہدایت فرمائی۔ آپ کے سالٹ پانڈ پہنچنے کی تاریخ انہوں نے بجائے ۲۸ مارچ کے ۲۸ فروری ۱۹۲۱ بیان کی ہے۔

## غانا میں جماعت احمدیہ کا اثر ورسوخ

خاکسار عرض کرتا ہے کہ غانا میں اب جماعت کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہے۔ جن میں بعض وزراء مملکت، ممبران پارلیمنٹ اور دیگر بہت سے تعلیم یافتہ افراد شامل ہیں۔ علاوہ ازیں جماعت کے زیر انتظام کام کرنے والے متعدد تعلیمی اور رفاعی ادارے عیسائی مشنوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے ملک کی تقدیر بدلنے میں کوشاں ہیں۔ اس امر کا اعتراف آج سے پچاس سال قبل غانا یونیورسٹی کے ایک پروفیسر مسٹر جے، اے، پرائس (Mr. J.A.Price) نے مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا:

**''احمدیہ موومنٹ، عیسائیت اور غانا کی دیگر روائتی مذہبی تنظیموں کی ایک کثیر تعداد کو اپنے اندر داخل کر رہی ہے۔ یہ ترقی جو برطانوی تسلط میں آنے والے تمام مغربی افریقیائی ممالک میں محسوس کی جارہی ہے، اس عظیم تبلیغی اور تعلیمی پروگرام کی مرہونِ منت ہے جو اس جماعت میں بڑے نمایاں طور پر دیکھنے میں آتا ہے''**

اسی طرح اسی یونیورسٹی کا ایک اور پروفیسر، گولڈ کوسٹ (غانا کا سابقہ نام) میں عیسائیت کی شکست کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی کتاب ''یسوع مسیح یا محمدؐ'' (Christ or Mohammad) میں بڑے واشگاف الفاظ میں لکھتا ہے:

**''ملک کے جنوبی بالخصوص ساحلی علاقہ میں احمدیہ موومنٹ کی رفتارِ ترقی قابل فکر ہے۔ یہ خوش آئند توقع کہ گولڈ کوسٹ تھوڑے ہی عرصہ میں عیسائیت کی آغوش میں آجائے گا، اب خیال خام بنتی نظر آرہی ہے''**

(بحوالہ The Guidance۔ ماہانہ اخبار احمدیہ غانا، مورخہ نومبر 1979ء)

## دوسرا نشان

''مجھے اسلامی لباس پیش کیا گیا''

## نانا ابراہیم اگی۔ اے۔ مانگ کا قبول احمدیت

اوپر بیان کیا گیا ہے کہ غانا میں احمدیت کا نفوذ کب اور کیسے ہوا اور یہ کہ اِس وقت اللہ تعالیٰ کے

فضل سے وہاں مغربی افریقہ کی سب سے بڑی اور مضبوط جماعت قائم ہو چکی ہے۔ ذیل میں وہاں کے ایک چیف، نانا ابراہیم اگی۔ اے۔ مانگ (آپ وہاں کے 'برونگ اہافو' ریجن کے چیف رئیس تھے اور اپنی قوم میں بہت معزز سمجھتے جاتے تھے) کی احمدیت کی طرف آسمانی رہنمائی کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ آپ پہلے بُت پرست تھے۔ بلکہ بُت پرستوں کے بھی سردار تھے اور Fetish Priest (لامذہب فرقہ کے دیسی پادری) کے طور پر کام کرتے تھے۔ ان کا اپنا ایک بُت تھا، جس سے وہ مدد مانگا کرتے تھے۔ وہ بتاتے ہیں کہ

"میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے اِسلامی لباس یعنی گاؤن پیش کیا گیا ہے اور ایک ٹوپی پہننے کو دی گئی ہے۔ اسکے بعد مجھے ایک خاتون ایک وسیع جگہ میں لے گئی، جہاں بہت لوگ جمع تھے۔ ان سب نے سفید لباس پہنے ہوئے تھے۔ پھر مجھے ایک بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا، جس نے مجھے سونے کے تین بڑے بڑے ٹکڑے پیش کئے اور مجھے کہا کہ میں اپنا لباس اُتار دوں۔ لیکن اس خاتون نے جو مجھے ساتھ لے کر آئی تھی، اشارۃً کہا کہ یہ پیشکش قبول نہ کرو۔ تب میں نے وہ پیشکش مسترد کر دی۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا، تو میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں اِسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ یہ خبر اس کیلئے حیرانی کا باعث تھی، تاہم میں نے اسے بتایا کہ میں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ میں بُت پرستی ترک کر کے اسلام قبول کرلوں، جیسا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے"

آگے یہ کہ ان کو احمدیت کیسے نصیب ہوئی، اس بارے میں فرماتے ہیں:

"چنانچہ میں ایک احمدی سے ملا اور اسے کہا کہ میں احمدیت قبول کرنا چاہتا ہوں۔ وہ احمدی دوست مجھے 'ٹیچی مان' میں ریجنل مشنری کے پاس لے گیا، جہاں میں نے احمدیت قبول کرنے کی سعادت حاصل کی"

(بحوالہ بدر۔ قادیان۔ مورخہ 2/اپریل 1998ء)

☆ ☆ ☆

# سیرالیون

حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے پیغام کو دُنیا بھر میں پہنچانے کیلئے اللہ تعالیٰ کیا کیا سامان بہم پہنچا رہا ہے اور کس طرح وحی جلی اور خفی کے ذریعے دلوں کو قبول احمدیت کی طرف مائل کر رہا ہے، اسکے ثبوت میں مختلف ملکوں سے تعلق رکھنے والے متعدد واقعات پچھلے صفحات میں بیان کئے گئے ہیں۔ اب سیرآلیون سے تعلق رکھنے والے بعض واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ سیرالیون مغربی افریقہ کا وہ ملک ہے جہاں کی چالیس فیصد آبادی مسلمان ہے اور جو کئی سو سال تک انگریزوں کی عملداری میں رہنے کے بعد ۱۹۶۱ء میں آزاد ہوا۔ تاہم وہاں احمدیت کا پودا ۱۹۳۶ء میں ہی لگ چکا تھا اور اسی وقت سے وہاں الٰہی نشانات کے نزول کا سلسلہ جاری ہے۔

سب سے پہلے مبلغ جو مرکز سلسلہ کی طرف سے وہاں بھجوائے گئے، وہ حضرت مولانا نذیر احمد علی صاحب تھے۔ مگر جیسے اللہ تعالیٰ روحانی بارش سے قبل ٹھنڈی ہوائیں بشارت کے طور پر چلا دیتا ہے، آپ کی آمد سے بہت پہلے وہاں بھی احمدیت کے حق میں چلنے والی بادِ صبا سعید روحوں کو حضرت امام الزمان کی غلامی میں لانے کے لئے تیار کر رہی تھی۔ چنانچہ ماٹوٹو کا کے ایک دوست، الفا احمد وُورے، جنہیں فولانی قبیلے کا سب سے پہلا احمدی ہونے کا شرف حاصل ہوا، بیان کرتے ہیں کہ

## پہلی آسمانی خبر

### ''افسوس کہ میں اُس وقت زندہ نہیں ہوں گا''

''سیرالیون میں احمدیت کے آنے سے قبل مَیں مالَتس نامی گاؤں میں ایک مالکی عالم، چرنو ابوبکر، سے عربی پڑھتا تھا۔ (چرنو بہت بڑے عالم دین کو کہتے ہیں۔ یہ عالم دین بعد میں بصارت سے محروم ہو گئے تھے)۔ ایک دن دورانِ درس انہوں نے کہا کہ آج میں تمہیں ایک ضروری بات بتانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ امام مہدی امام الزمان علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم واحادیث میں بیان شدہ جملہ علامات پوری ہو چکی ہیں۔ میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ مہدی کسی اَور ملک میں ظاہر ہو چکے ہیں اور اُنکے ظہور کی

اطلاع عنقریب اس ملک میں پہنچے گی، مگر افسوس کہ مَیں اُس وقت زندہ نہیں ہوں گا''

الفا احمد وُدورے آگے بیان فرماتے ہیں:

''چند ماہ بعد وہ عالم موصوف (چرنو ابوبکر) وفات پا گئے۔ اور میں اپنے گاؤں کو چھوڑ کر فری ٹاؤن (سیرالیون کا دارالحکومت۔ناقل) چلا گیا۔ وہاں میرے قیام پر آٹھ سال گزرے تھے کہ الحاج مولوی نذیر احمد علی صاحب تشریف لے آئے اور ایک جلسہ عام میں آپ نے ظہور مہدی پر سیر حاصل بحث کی، یہ کہ وہ ظاہر ہو چکے ہیں اور میں ان کا پیغام لے کر اس ملک میں آیا ہوں۔ فری ٹاؤن کے مسلمانوں نے سنتے ہی مخالفت شروع کر دی، جس میں خصوصاً میرے قبیلہ فولانی اور ٹمنی قبیلہ والوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور کہنے لگے کہ مولوی علی صاحب (معاذ اللہ) ایک جھوٹے اور جدید دین کی اشاعت کر رہے ہیں۔ اپنے استاد چرنو ابوبکر کی بات مجھے یاد تھی۔ چنانچہ میں نے بعض افراد کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن بے سود۔ تاہم اس مخالفت کو دیکھ کر قبول احمدیت کی مجھے بھی جرأت نہ ہوئی''

احمد وُدورے صاحب آگے فرماتے ہیں:

''چند یوم کے بعد مَیں فرانسیسی علاقہ میں گیا تا کہ بعض علماء سے ملکر مزید تحقیق کرسکوں۔ ایک بہت بڑے عالم، چرنو عمرو، سے وہاں میری ملاقات ہوئی۔ میں نے مولوی علی صاحب کی آمد کا ذکر کیا اور حضرت مہدیؑ کے ظہور کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ظہور مہدی کا زمانہ تو یہی ہے، کیونکہ ایک ایک کر کے جملہ علامات پوری ہو چکی ہیں اور جو باقی ہیں وہ بھی پوری ہو رہی ہیں۔ لیکن مجھے معلوم نہیں کہ مہدی کا ظہور کہاں ہوگا۔ لیکن ایک بات کتب احادیث سے معلوم ہوتی ہے کہ مہدی مکہ مکرمہ میں نہیں بلکہ کسی اَور ملک میں ظاہر ہوں گے۔ لیکن اس ملک کی تعین میرے ذہن میں نہیں ہے۔ چرنو عمر کی باتوں سے مجھے مولوی علی صاحب کا پیغام مبنی بر صداقت و حقیقت نظر آیا۔ اور میں سیدھا آپ کے پاس روکوپر پہنچا، جہاں آپ مقیم تھے اور نہایت شرح صدر سے احمدیت قبول کر لی''

## دوسری آسمانی خبر

### ”یہ روشنی عنقریب دنیا پر چھانے والی ہے“

خود الفا احمد و دُورے کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک نظارہ دکھلایا جو احمدیت کی صداقت اور اس کے انوار الٰہیہ کے سرچشمہ سے نکلے ہوئے ہونے پر دلالت کرتا تھا۔ چنانچہ سیرالیون میں آنے والے ایک بعد کے مرکزی مبلغ، مکرم مولانا محمد صدیق صاحب فاضل (مرحوم)، نے اس نظارہ کی روئداد انکی (الفا دُورے صاحب کی) زبانی سن کر اور اپنی کتاب ”روح پرور یادیں“ کی زینت بنا کر احمدیت کے ایک زندہ گواہ کے طور پر ہمیشہ کے لئے محفوظ کرلی۔ آپ کے بیان کے مطابق الفا احمد و دُورے صاحب نے ان سے بیان کیا کہ

”احمدیت قبول کر لینے کے کئی سال بعد مَیں نے خود بھی ایک ایسا مبشر خواب دیکھا جس سے مجھے مکمل طور پر انشراح صدر ہوگیا کہ احمدیت واقعی ایک سچی اور الٰہی جماعت ہے اور یہی وہ ناجی اور جنتی فرقہ ہے، جس کا ذکر احادیث میں آیا ہے اور وہ دنیا میں پھیل کر رہے گی، میں نے دیکھا کہ رات کا قریباً آخری حصہ ہے اور میں ایک جگہ کھڑا ہوں کہ اچانک اوپر سے مجھے ایک فائر کی آواز سنائی دیتی ہے۔ مَیں یکدم نظر اوپر اٹھاتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ مشرق کی طرف سے ایک بہت بڑی روشنی نمودار ہوئی ہے جو آہستہ آہستہ مغرب میں پھیل گئی ہے، اس پر ایک شخص جو مجھے نظر نہیں آتا، کہتا ہے کہ ’احمدو، جانتے ہو، یہ کیا ہے‘؟ پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ

’یہ احمدیت کی روشنی ہے جو عنقریب دنیا پر چھانے والی ہے‘ “

(بحوالہ ’روح پرور یادیں‘ ص: ۲۱۷ تا ۲۱۸)

☆ ☆ ☆

## تیسری آسمانی خبر

### ”امام وقت ظاہر ہو چکا ہے“

ایک تیسری آسمانی خبر کا حال بھی ایسا ہی ایمان افروز ہے جیسا کہ پہلی دونوں آسمانی خبروں کا۔ چنانچہ روکوپور کے ایک دوست، الفا احمد و کمارا نامی، جو بعد میں الحاج مولانا نذیر احمد علی صاحب کے وہاں تشریف لے جانے پر احمدیت قبول کر کے بڑے اخلاص کے ساتھ سلسلہ سے منسلک ہو گئے تھے، فرماتے ہیں:

”۱۹۳۶ء میں جبکہ میں روکوپُر سے منتقل ہو کر ’رونو بنی‘ نامی گاؤں میں رہائش رکھتا تھا تو ایک رات نماز تہجد کے بعد میں لیٹ گیا۔ اس حالت میں کیا دیکھتا ہوں کہ دو شخص سفید ریش لمبے لمبے چوغوں میں ملبوس، جن کے سروں پر عمامے ہیں، میرے پاس آ کر کہتے ہیں کہ ہم مشرق سے آئے ہیں اور تمہیں یہ بشارت دیتے ہیں کہ جس امام وقت کا دیر سے انتظار تھا، وہ ظاہر ہو چکا ہے۔ سو اُٹھ اور اپنے اصل گاؤں جا کر لوگوں کو خوشخبری سنا اور انہیں نماز کی پابندی کی تلقین کر۔ اگر لوگوں نے اس بات پر کان نہ دھرا تو وہ خدائی سزا کے مستوجب ہونگے۔ اس پر میری آنکھ کھل گئی.......“

آگے فرماتے ہیں:

”مندرجہ بالا واقعہ کے دو سال بعد الحاج مولانا نذیر احمد علی صاحب مرحوم ’روکوپُر‘ تشریف لے آئے۔ انہیں دیکھتے ہی ہمارے امام الفا شیخنا نے مجھے کہا کہ الفا احمدو! تمہارا دو سال پُرانا خواب پُورا ہو گیا، کیونکہ الحاج نذیر صاحب مرحوم کا لباس و پیغام بعینہٖ وہی ہے جو تمہیں خواب میں بتایا گیا تھا۔ چنانچہ ان سے حضرت امام الزمان علیہ السلام کی آمد کی بشارت اور دین اسلام کی حقیقت سن کر روکوپُر میں نہ صرف مجھے اور امام الفا شیخنا کو بلکہ بیشمار دوسرے لوگوں کو بھی حضرت امام الزمان کی جماعت میں داخل ہونیکی سعادت نصیب ہوئی، جس کے ساتھ ہی روکوپُر کے مسلمانوں کے اندر روحانی زندگی کی ایک نئی رَو چل پڑی۔ وہی مسجد جو پہلے بے آباد رہتی تھی، اب نمازیوں سے بھر جانے لگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا احسان تھا، جو اُس نے مجھ پر اور میرے گاؤں کے لوگوں پر کیا“

نوٹ :اس خواب کے بارے میں بھی مکرم مولانا محمد صدیق صاحب فاضل فرماتے ہیں کہ الفا احمد وکمارا صاحب جوآپ کی سیرالیون میں تشریف آوری کے وقت بقید حیات تھے، نے اپنی یہ رؤیا انگریزی میں اپنے حلفیہ بیان کے ساتھ لکھ کر آپ کو دی۔ نیز فرماتے ہیں کہ آپ روکوپُر میں احمدیت کے قدیمی بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔

(بحوالہ ’روح پرور یادیں‘‘ص:۲۰۷)

.......☆.......

خاکسار راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ تو بہت ابتدائی دَور کے واقعات ہیں، جب ابھی سیرالیون میں خال خال احمدی موجود تھے۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں ایک بہت بڑی فعّال جماعت قائم ہو چکی ہے۔ کئی وزرا اور حکومت کے اعلیٰ ارکان جماعت میں شامل ہیں۔ جو شامل نہیں، ان میں سے اکثر نہ صرف جماعت کے مداح ہیں بلکہ اس کی رفتار ترقی سے حد درجہ مرعوب بھی ہیں۔

اب ذیل میں بعض ان نشانات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو بعد میں وہاں ظاہر ہوئے اور مقامی لوگوں کی تقویت ایمان کا موجب ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

## پہلا نشان

### ’’میرا خواب پورا ہو گیا ہے‘‘

سب سے پہلے سیرالیون کے ایک اَور ابتدائی احمدی، پاہ سانفا تُولا (Sanfatula) کا بیان کردہ واقعہ درج کیا جاتا ہے کہ کس عجیب وغریب رنگ میں اللہ تعالیٰ نے انکی احمدیت کی طرف رہنمائی فرمائی۔ چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں:

’’۱۹۳۹ء کے دوران ایک موقع پر جبکہ میں لونیاؔں ریاست کے ایک گاؤں باہوماہون نامی میں رہائش رکھتا تھا، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں وہاں کی مالکیہ مسجد کے اردگرد گھاس صاف کر رہا ہوں۔ جب کچھ دیر کام کر کے میں تھکان محسوس کرتا ہوں تو مسجد کے قریب ہی ایک پام کے درخت کے نیچے ذرا ستانے کیلئے کھڑا ہو جاتا ہوں۔ اسی اثنا

میں دیکھتا ہوں کہ میرے سامنے کی جانب سے ایک سفید رنگ کے اجنبی دوست ہاتھوں میں قرآن کریم اور بائیبل پکڑے ہوئے میری جانب آرہے ہیں۔ میرے قریب پہنچ کر وہ مجھے السلام علیکم کہتے اور دریافت کرتے ہیں کہ اس مسجد کے امام کون ہیں، میں انہیں ملنا چاہتا ہوں۔ اس پر میں ان سے رخصت لیکر امام مسجد کو بلانے چلا جاتا ہوں جن کا نام الفا تھا۔ جب میں اور امام واپس آتے ہیں تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ مسجد میں ایک سایہ دار کھڑکی سی تیار ہو چکی ہے اور وہ اجنبی (سفید فام) دوست ہماری مسجد میں خود امام کی جگہ محراب میں کھڑے ہیں''

اسی خواب کو بیان کرتے ہوئے وہ آگے فرماتے ہیں:

''انہوں نے (یعنی اس سفید فام شخص نے) ہمیں دیکھتے ہی حکم دیا کہ اس سایہ دار جگہ میں بیٹھ کر ہم انہیں قرآن سنائیں۔ ابھی اس پر چند منٹ ہی گزرنے پائے تھے کہ وہ مسجد سے نکل کر ہمارے پاس آجاتے ہیں اور ہمیں مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ میں تمہیں نماز کا صحیح طریق سکھانے کے لئے آیا ہوں، اور اس پر میری آنکھ کھل جاتی ہے''

آگے فرماتے ہیں کہ صبح ہوتے ہی میں نے اس خواب کا ذکر اپنے تمام مسلمان دوستوں سے کر دیا۔ اب خواب میں نظر آنے والا یہ نظارہ کیسے چند دنوں کے اندر اندر ہی حقیقت بن کر ان کے سامنے آگیا، اس بارے میں پاہ سانفا توُلا بیان کرتے ہیں:

''اس خواب کے قریباً ایک ہفتہ بعد جب میں ایک دن صبح کے وقت اپنا کدال لے کر اپنی اسی مالکیہ مسجد کے صحن میں گھاس صاف کر رہا تھا اور قریباً نصف گھنٹہ کام کرنے کے بعد تھکان محسوس کرتے ہوئے قریب کے ایک پام کے درخت کے نیچے کھڑا ہوا ہی تھا کہ کیا دیکھتا ہوں، سامنے سے الحاج مولانا نذیر احمد علی صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ آپ نے قریب آکر مجھے السلام علیکم کہا اور رہائش کے لئے جگہ وغیرہ دریافت کی''

اپنی خواب کے مطابق بعینہٖ وہی نقشہ دیکھ کر ان کی جو حالت ہوئی، وہ وہی جانتے ہیں۔ چنانچہ وہ اس سارے واقعہ کو اپنی خوش بختی پر محمول کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میرے لئے یہ ایک نہایت تعجب انگیز بات تھی کہ خواب میں جو نظارہ مَیں چند یوم پہلے

دیکھ چکا تھا، بعینہٖ وہ آج پورا ہو رہا تھا۔الحاج مولوی نذیر احمد علی صاحب مرحوم ہی وہ بزرگ دوست تھے، جو مجھے خواب میں دکھائے گئے تھے۔لباس بھی قریباً وہی تھا جو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔لہٰذا میں نے ایسے مہمان کی خدمت کو اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہوئے آپ کو کہیں اَور ٹھہرانے کی بجائے اپنا گھر خالی کر کے پیش کر دیا۔اس کے بعد میں اپنے مسلمان دوستوں کے پاس گیا اور انہیں بتایا کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا، وہ پورا ہو گیا ہے اور وہ بزرگ سچ مچ تشریف لے آئے ہیں اور اِس وقت میرے گھر میں رہائش پذیر ہیں"

آگے فرماتے ہیں:

"کچھ دنوں کے بعد میں احمدی ہو گیا اور پھر میری اور الحاج مولوی نذیر احمد علی مرحوم کی تبلیغ سے اس گاؤں کے اکثر مسلمان حلقہ بگوش احمدیت ہو گئے۔میرا سارا خاندان بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہو چکا ہے"

(ملخص از روح پرور یادیں، ص:۲۱۴ تا ۲۱۵)

.......☆.......

نوٹ: مکرم مولانا محمد صدیق صاحب فاضل (مرحوم) بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے یہ بزرگ بھائی، پاہ سانفا تؤلا، کئی سال ہوئے وفات پا چکے ہیں۔میرے ذاتی مشاہدہ کے مطابق آپ نہایت مخلص، دعا گو اور تقویٰ شعار تھے۔انہوں نے بھی سیرالیون میں احمدیت کے ابتدائی زمانہ میں بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں، مگر ثابت قدم رہے اور انجام بھی خدا کے فضل سے نیک ہوا۔

☆ ☆ ☆

## دوسرا نشان

"آسمان پرستارے جھلملا رہے ہیں"

بذریعہ مبشر خواب ایک اَور سیرالیونی دوست کے احمدی ہونے کا واقعہ بھی مولانا محمد صدیق صاحب فاضل (مرحوم) نے اپنی کتاب "روح پرور یادوں" میں بیان فرمایا ہے۔ وہ واقعہ اسی گاؤں یعنی باؤماہون کے رہنے والے ایک تعلیم یافتہ نوجوان، عیسیٰ احمد وفولانی، کے بارے میں ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس نوجوان نے مجھ سے بیان کیا کہ

"میں ۱۹۴۱ء کے دوران احمدیت کا مطالعہ کر رہا تھا جبکہ میرے قبیلہ کے لوگ احمدیت کی سخت مخالفت کر رہے تھے، میں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ سخت اندھیری رات ہے۔ مگر آسمان پر ستارے جھلملا رہے ہیں جن کے درمیان سنہری حروف میں یہ انگریزی عبارت لکھی ہے:

The Ahmaiyya Muslims are the last boat to save the world from Noah's flood

یعنی احمدی مسلمانوں کی جماعت دنیا کو (ضلالت اور گمراہی کے عالمگیر) طوفان سے بچانے والی آخری کشتی ہے

اس خواب کے بعد اُس نوجوان نے جماعت میں شمولیت اختیار کر لی۔

(منقول از الفضل، قادیان، مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۴۷ء

بحوالہ "روح پرور یادیں" ص:۲۱۶)

☆ ☆ ☆

## تیسرا نشان

### ''آج سے تم میرے سپاہیوں میں داخل ہو''

اب اس ملک سے تعلق رکھنے والا ایک آخری واقعہ بیان کیا جاتا ہے جو شہر 'بلاما' (Blama) کے رہنے والے ایک عالم دین، الفافودی موسیٰ کروما، کی احمدیت کی طرف آسمانی رہنمائی کے ایک روشن نشان کے طور پر یاد کیا جاتا رہے گا۔ یہ واقعہ بھی بتاتا ہے کہ اس دُور دراز افریقی ملک میں اللہ تعالیٰ نے کس زور اور شدومد کے ساتھ حضرت امام الزمان علیہ السلام کے ظہور کی آسمانی خبر مبلغین احمدیت کی وہاں آمد سے بہت پہلے پہنچا دی تھی اور ایسے دل پہلے سے ہی تیار کر چھوڑے تھے جو احمدیت پر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار بیٹھے تھے۔ ان واقعات کو پڑھ کر حضرت بانئ سلسلہ علیہ السلام کی اس پیشگوئی کی صداقت اظہر من الشّمس ہو جاتی ہے جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر بڑے زور کے ساتھ یہ جلالی اعلان فرمایا تھا کہ

> **''اس سلسلے کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے وہ قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی''**

اب اصل واقعہ کی طرف لوٹتے ہوئے کہ الفافودی موسیٰ کروما صاحب نے کیا نظارہ دیکھا تھا، جس نے ان کی کایا پلٹ دی، مکرم مولانا محمد صدیق صاحب فاضل کی 'روح پرور یادوں'' سے اس کی روئداد پیش کی جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ الفافودی موسیٰ کروما صاحب نے آپکے پاس حلفاً بیان کیا (یہ ۱۹۴۰ء کی بات ہے) کہ

> **''سیرالیون میں احمدیت کا چرچا ہونے سے قبل میں قصبہ پانڈمبو (Pandembu) میں مقیم تھا کہ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت وجیہ صورت اور فرشتہ سیرت انسان میرے پاس آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں ہی وہ امام الزمان ہوں جسکی فی زمانہ مسلمانوں کو انتظار ہے''**

وہ بتاتے ہیں، اس پر میں نے (ان سے) سوال کیا کہ کیا فی الواقعہ آپ صحیح کہہ رہے ہیں کہ آپ ہی وہ موعود امام ہیں؟ انہوں نے جواباً بتایا کہ ہاں، میں سچ کہتا ہوں کہ میں ہی امام موعود ہوں۔ اس پر میں نے کہا کہ ہم نے علماء سے سنا ہوا ہے کہ مہدی کے زمانہ میں مسلمانوں اور کفار کے درمیان جنگ

ہوگی، اس لئے آج سے میں آپ کے سپاہیوں میں شامل ہوتا ہوں اور اس راستے میں اگر میرا باپ بھی حائل ہوا تو اس کی پرواہ نہیں کروں گا۔ آگے بتاتے ہیں کہ میرے اس اقرار پر حضرت امام الزمان علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا تم نے یہ اقرار واقعی صدق دل سے کیا ہے؟ تو میں نے اس کا جواب اثبات میں دیا اور اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

وہ آگے بتاتے ہیں:

"میری اس رؤیا پر ایک لمبا عرصہ گذر گیا مگر مجھے امام وقت کے ظہور کے متعلق کوئی خبر کسی طرف سے نہ ملی، حتّٰی کہ یہ بات میرے دل سے محو ہوگئی۔ کچھ مدت کے بعد میں اپنے گاؤں پنڈ مبو سے بلاما منتقل ہو گیا اور وہاں پیراماؤنٹ چیف کے کمپاؤنڈ میں رہائش اختیار کر لی"

آگے یہ کہ انہیں امام آخر الزمان کی ظہور کی اطلاع کیسے ہوئی، اس بارے میں وہ بتاتے ہیں:

"مجھے بلاما آئے ہوئے ابھی چند سال ہی گذرے تھے کہ ۱۹۴۰ء میں الحاج مولوی نذیر احمد علی صاحب اور الحاج مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری بلاما تشریف لائے اور انہوں نے وہاں کئی لیکچر دئے، جن میں انہوں نے لوگوں کو حضرت امام الزمان علیہ السلام کی آمد کی بشارات سنائیں۔ میں اس وقت وہاں موجود نہیں تھا، بلکہ 'بو' کے قرب ایک چھوٹے سے گاؤں میں گیا ہوا تھا۔ چنانچہ میرے بھائی موسیٰ کمارا نے ان مبلغین کی اطلاع دینے کیلئے میری بیوی کو میرے پاس بھیجا"

اپنی بیوی کی بات سن کر وہ خوش تو بہت ہوئے، لیکن فرماتے ہیں:

"جب میری بیوی نے مجھے تفصیل بتائی کہ وہ کون لوگ ہیں، کہاں سے آئے ہیں اور کیا کہتے ہیں تو میں نے بلاما آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنی شروع کردی کہ اے خداوند تعالیٰ! تیری ذات عالم الغیب ہے، اگر ان ہندوستانی مبلغین اسلام کا یہ پیغام واقعی حقیقت پر مبنی ہے اور امام مہدی ظہور فرما چکے ہیں، تو تُو خود میری رہنمائی فرما، تیرے علم میں ہے کہ یہ لوگ سچے ہیں یا جھوٹے، تا ایسا نہ ہو کہ میں اس سعادت سے محروم ہو جاؤں یا جھوٹے مدعی کو قبول کر کے گمراہ ہو جاؤں"

اس دعا کے نتیجے میں انہیں کس طرح انشراح صدر حاصل ہوا، یہ اس سچے خدا کی قدرت کا ایک ایسا کرشمہ ہے کہ اس کے دیکھنے کے بعد ایک سعید الفطرت انسان ہر شک وشبہ سے پاک ہو جاتا اور حق کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں:

''اس طرح چند یوم ہی میں نے دعا کی تھی کہ مجھے پھر ایک نظارہ نظر آیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ شخص میرے پاس آئے ہیں، ان کے ہاتھ لمبے لمبے ہیں اور انہوں نے نسواری رنگ کا چوغہ پہنا ہوا ہے، وہ میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کہتے ہیں کہ میں امام الزمان ہوں، تم اپنا پہلا خواب یاد کرو، جبکہ تم نے صدق دل سے میرے ساتھ عہد کیا تھا کہ آج سے تم میرے سپاہیوں میں داخل ہو رہے ہو، اپنے اس وعدے کو نہ بھولو۔ اس کے بعد اس بزرگ کے ہاتھ لمبے ہوتے چلے گئے اور میں ان سے دور ہوتا گیا یہاں تک کہ ان میں اور مجھ میں کافی فاصلہ ہو گیا۔ تاہم ان کا ہاتھ ابھی تک میرے ہاتھ ہی میں تھا کہ میری آنکھ کھل گئی''

وہ فرماتے ہیں، اس دوسری خواب کے بعد مجھے مکمل انشراح ہو گیا اور میں نے کسی مزید علمی تحقیق کی ضرورت نہ سمجھی اور اس سے اگلے روز ہی میں بلاما آ کر الحاج مولانا نذیر احمد علی صاحب اور الحاج مولانا محمد صدیق صاحب سے ملا، انہیں اپنی خواب سنائی اور اس طرح حضرت امام الزمان کی جماعت میں شامل ہو کر ساتھ ہی اپنی زندگی کلیۃً احمدیت کے لئے وقف کر دی۔

مولانا محمد صدیق صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے یہ لوکل معلم، فودے موسیٰ کروما، انکے اہل وعیال اور بھائی، موسیٰ کمارا، شدید مخالفت کے باوجود بڑے اخلاص کے ساتھ احمدیت پر قائم رہے اور اپنی وفات تک بطور لوکل معلم سلسلہ کی خدمات بجا لاتے رہے۔ کروما صاحب ایک لمبا عرصہ بلاما کی جماعت کے صدر بھی رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے، آمین!

(ملخص از الفضل یکم نومبر ۱۹۵۶ء و تاریخ احمدیت، جلد ہشتم، ص:۴۱۹)

☆ ☆ ☆

# جزائر فجی

اب الہام ینصرک رجالٌ نوحی الیھم مّن السّماء کی تعبیر میں ظاہر ہونے والے چند اُن نشانات کا ذکر کیا جاتا ہے جو جزائر فجی میں رونما ہوئے۔اس سلسلے میں وہاں کے مرکزی مبلغ، مولانا سجاد احمد صاحب خالد، تحریر فرماتے ہیں کہ دنیا کے دوسرے ممالک کی طرح جزائر فجی میں بھی کثرت سے ایسی سعید روحیں موجود ہیں، جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں احمدیت کی برکات و فیوض کا اپنے وجودوں میں مشاہدہ کیا اور وہ احمدیت کو قبول کر کے حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے غلاموں میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ جب خاکسار کو مکرم مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری، مبلغ انچارج، کی طرف سے اس قسم کے واقعات قلمبند کرنے کا ارشاد ہوا، تو بعض نہایت ایمان افروز واقعات سامنے آئے۔ ذیل میں ان میں سے وہ واقعات درج کئے جاتے ہیں، جن کا تعلق عنوان زیر بحث سے ہے۔

### پہلا واقعہ

## ’’انشاءاللہ آپ کی پریشانی دور ہو جائیگی‘‘

آپ فرماتے ہیں، ان میں سے پہلا واقعہ ہمارے احمدیہ سکول لٹوکا کے ہیڈ ماسٹر کا بیان کردہ ہے۔انہوں نے خاکسار سے بیان کیا کہ

’’میں پہلے لاہوری جماعت (غیر مبائعین کی جماعت جو خلافت ثانیہ سے الگ ہوگئی اور لاہور کو اپنا مرکز بنا کر اپنے الگ تبلیغی مشن قائم کرنے لگی۔ ناقل) سے منسلک تھا اور ایک اَور قصبہ مارو (Maro) کے ایک پرائمری سکول میں بطور ہیڈ ٹیچر کام کرتا تھا۔ میرے سکول میں ایک ایسا واقعہ رونما ہو گیا، جس کی لپیٹ میں باوجود بے قصور ہونے کے میَں بھی آ گیا۔ بات یوں ہوئی کہ ایک روز سکول کی ایک طالبہ اپنے گھر سے دس پونڈ سٹرلنگ چوری کر لائی اور اِس نے سکول کی دوسری بچیوں سے مل کر ان میں سے ایک پونڈ خرچ بھی کر لیا۔ اس پر ان بچیوں کے والدین کے درمیان جھگڑا چل پڑا جس میں بعض والدین نے ہیڈ ٹیچر کو یعنی مجھے بھی ملوث کر لیا اور مجھ پر ناراض ہونے لگے کہ میں نے اس معاملہ میں کیوں

**دخل دیا۔ یہ بات بڑھتے بڑھتے پولیس تک جا پہنچی“**

موصوف بیان کرتے ہیں کہ وہ اس واقعہ سے سخت پریشان ہو گئے ۔انہوں نے تو بچیوں کے والدین میں مفاہمت اور مصالحت کی غرض سے محض نیک نیتی سے اس معاملے میں دخل دیا تھا،کسی کی بیجا طرفداری مقصود نہیں تھی ،مگر معاملے نے کوئی اَور رُخ اختیار کرلیا۔آگے بتاتے ہیں:

**”اس پریشانی کے عالم میں جب مَیں نے اس کے بد اثرات سے محفوظ رہنے کے لئے دعا کی ،تو جزائرفجی کی احمدیہ جماعت کے مبلغ ،مولانا شیخ عبدالواحد صاحب فاضل، مجھے خواب میں ایک فرشتہ سیرت بزرگ کی شکل میں نظر آئے ،انہوں نے مجھے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ انشاءاللہ آپ کی پریشانی دور ہوجائے گی“**

مکرم شیخ عبدالواحد صاحب اُس وقت ناندی ( جزائرفجی کا ایک اَور شہر ) میں مقیم تھے۔ چنانچہ ماسٹر صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے یہ خواب ناندی جا کرمکرم شیخ صاحب موصوف سے بیان کی ۔آپ نے اس کی یہ تعبیر فرمائی کہ انشاءاللہ آپ کی یہ پریشانی تو واقعی دور ہو جائے گی ،مگر فرمایا کہ خواب کے اندر آپ کا مجھے دیکھنا بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ آپ بیعت کر کے اب جماعتِ مبائعین میں شامل ہوجائیں اور یہ کہ آپ کی سب مشکلات کا حل احمدیت سے وابستہ ہے۔ ماسٹر صاحب بتاتے ہیں کہ اس پر وہ شرح صدر سے بیعت کر کے جماعت احمدیہ مبائعین میں داخل ہو گئے ،جس کے نتیجے میں واقعی اللہ تعالیٰ نے انکی جملہ پریشانیاں دور فرمادیں اور وہ سکول والا معاملہ بھی بخیر وخوبی طے ہوگیا۔

(ملخص از روح پرور یادیں، صفحہ:۱۴۰تا۱۴۱)

☆ ☆ ☆

## دوسرا واقعہ

## ”جس شخص کی تمہیں تلاش ہے، وہ ظاہر ہو چکا ہے“

مکرم مولانا سجاد صاحب بیان فرماتے ہیں کہ جزائرفجی میں ظاہر ہونے والا دوسرا نشان بھی ’مارو‘ (Maro)ہی کے رہنے والے ایک دوست ،مکرم محمد بشیر خان صاحب ، سے تعلق رکھتا ہے۔انہوں نے

خاکسار کو بتایا کہ:

''جزائر فجی میں احمدیت کا چرچا ہونے اور احمدیہ مشن کے قائم ہونے سے پہلے وہاں عیسائیت کا بہت زور تھا۔ اور چونکہ عیسائی بھی مسلمانوں کی طرح حضرت عیسیٰؑ کی آسمان سے آمد کے منتظر ہیں، اس وجہ سے یہ خیال میرے دل میں گھر کرنے لگا کہ عیسائیت سچّی ہے اور عیسائی ہو جانے میں کوئی حرج نہیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ واقعہ یوں ہوا کہ میں ابھی عیسائی نہیں ہوا تھا بلکہ اس بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ مجھے خواب میں ایک نہایت بزرگ انسان ملے۔ وہ مجھے بڑے جلال سے فرماتے ہیں کہ

**'محمد بشیر! ہوش کرو، جس شخص کی تمہیں تلاش ہے، وہ عیسیٰ یا مسیح ناصری نہیں ہے بلکہ کوئی اَور ہے اور وہ دنیا میں ظاہر ہو چکا ہے' ''**

آگے کہنے لگے کہ:

''اُس وقت تک جزائر فجی کے پہلے مبلغ، جناب شیخ عبدالواحد صاحب، فجی میں تشریف لا چکے تھے اور میرے والد محترم، مولوی محمد قاسم صاحب، انکے ذریعے بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت اختیار کر چکے تھے۔ لیکن میرا اِس طرف رجحان نہیں تھا۔ تاہم مذکورہ بالا خواب دیکھنے کے بعد میں بھی احمدیت کی طرف مائل ہو گیا اور میں نے اپنے والد صاحب کے نقشِ قدم پر چل کر بیعت کر لی۔ بلکہ بیعت کرنے کے بعد مجھے اسلام سے ایسی محبت اور لگاؤ پیدا ہو گیا اور ایسی فہم و فراست سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نوازا کہ میں عیسائیوں کے سامنے نہایت جرأت اور یقین کے ساتھ اسلام کی حقانیت اور عیسائیت کے مروجہ عقائد کا بطلان کرنے لگ گیا۔ مجھے خوشی ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے اور حقیقی غلاموں میں شامل ہو گیا ہوں''

(ملخص از روح پرور یادیں، صفحہ: ۱۴۱ تا ۱۴۲)

☆ ☆ ☆

# تنزانیا (مشرقی افریقہ)

☆

تنزآنیا، مشرقی افریقہ کا پانچ کروڑ آبادی پر مشتمل وہ ملک ہے جو پہلے 'ٹانگانیکا' کہلاتا تھا۔۱۹۶۴ء میں آزاد ہوا اور پھر ایک اَور ملک 'زانزیبار' اور 'پمبا سے' کو ساتھ ملا کر "جمہوریہ متحدہ تنزانیا" کہلانے لگا۔ اس کی چالیس فیصد آبادی عیسائی ہے اور باقی یا تو مسلمان ہیں اور یا مقامی روایتی مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں بھی اگرچہ گذشتہ کئی سالوں سے ہمارا مشن قائم ہے تاہم خلافت احمدیہ کے چوتھے دور میں جب مغربی افریقہ کے دیگر ممالک آسمانی بارش سے سیراب ہونے لگے، تو اس ملک میں بھی روحانی روئیدگی کے آثار نظر آنے لگے، جس کے نتیجے میں پھر جلد ہی وہ اثمار شیریں بھی منصۂ شہود پر آ گئے جن سے افریقہ کے براعظم کو خاص حصّہ مل رہا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطاب بر موقع جلسہ سالانہ، انگلستان منعقدہ ۲۰۰۳ء میں جماعت احمدیہ پر نازل ہونے والے افضال الٰہیہ کے ضمن میں تنزآنیا کا بھی خاص طور پر ذکر فرمایا۔

ذیل میں جیسا کہ حضور نے بیان فرمایا، وہاں کے مرکزی مبلغ، مولانا محمود احمد صاحب شاد، کے حوالے سے دو واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے:

## پہلا واقعہ

### "اللہ تعالیٰ نے تین بار میری احمدیت کی طرف رہنمائی فرمائی"

### تنزانیا کے محمد رمضان کا قبول احمدیت

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محمود احمد صاد صاحب، مبلغ تنزانیہ، لکھتے ہیں:

"میں موروگورو مشن میں اپنے دفتر میں بیٹھا تھا کہ ایک آدمی آیا اور کہنے لگا، میرا نام محمد رمضان ہے اور میں جماعت احمدیہ میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آپ نے جماعت کا تعارف حاصل کر لیا ہے یا ویسے ہی آ گئے ہیں۔ وہ کہنے لگا، جی، میں پہلے ہی کافی وقت ضائع کر چکا ہوں۔ اب میری تیسری بار خواب میں رہنمائی کی گئی ہے اور میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اب بیعت کر لینی ہے۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ کیا

خواب آئی ہے تو اس نے بتایا کہ میں نے خدا سے دعا مانگی تھی کہ سچے لوگ کون ہیں۔ چنانچہ مجھے تین بار خواب میں موروگورو کی احمدیہ مسجد دکھائی گئی۔ آخری دفعہ تو میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں ایک پہاڑی پر ہوں، جہاں نُور ہی نُور ہے اور میرے ساتھی جو مجھے احمدیت سے روکتے تھے، بہت نیچے ہیں۔ لہٰذا میں آج بیعت کر لینے کا فیصلہ کر کے آیا ہوں، میری بیعت لے لیں۔ چنانچہ انہوں نے بیعت فارم پُر کیا اور ساتھ ہی چندہ بھی دے دیا''

(ملخص از الفضل انٹرنیشنل ،لندن، ۱۹ستمبر ۲۰۰۳ء)

☆ ☆ ☆

## دوسرا واقعہ

''یہی وہ بزرگ تھے جنہوں نے مجھے نماز پڑھائی''

## تنزانیہ کی ایک اَور سعید روح کا قبول احمدیت

اسی طرح تنزانیا کے ایک اَور دوست ،محمد علی صاحب ، کے قبول احمدیت کا ذکر کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ کس طرح وہاں بھی آسمانی نصرت نازل ہو کر سعید روحوں کو احمدیت کی طرف لا رہی ہے۔ حضور نے بتایا کہ:

''ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ ایک سفید فام بزرگ (افریقی لوگ باہر سے آنے والے تمام لوگوں کو خواہ وہ مشرقی ہوں یا مغرب کے ملکوں کے، 'سفید آدمی' کر کے پکارتے ہیں۔ ناقل) نے اسے نماز پڑھائی ہے اور یہ کہ اسے ان کے پیچھے نماز پڑھ کر روحانی تسکین حاصل ہوئی ہے۔ اس کے چند روز بعد جب وہ ہماری مسجد میں آیا اور اس نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دیکھی تو کہنے لگا، یہی وہ بزرگ تھے جنہوں نے مجھے خواب میں نماز پڑھائی تھی۔ چنانچہ اس نے اسی وقت بیعت کر لی''

حضور نے آگے فرمایا:

’’بیعت کے بعد ان کی شدید مخالفت ہوئی۔ باپ نے جائداد سے محروم کرتے ہوئے گھر سے نکال دیا۔ اس پر وہ ایک دوسرے علاقے میں چلے گئے اور وہاں اپنی زندگی کا آغاز کیا۔ پہلی ہی فصل آنے پر انہوں نے دو بوریاں مکئی چندہ میں دیں۔ اسکے بعد ان کی حالت بدلنی شروع ہوئی۔ باپ نے جو زمین چھینی تھی، وہ ایک ایکڑ تھی۔ اسکے بدلے خدا تعالیٰ نے انہیں چھ ایکڑ زمین عطا فرمائی‘‘

فرمایا، اب وہ بہترین داعی الی اللہ بن چکے ہیں اور چھ نئی جماعتیں قائم کر چکے ہیں۔

(ماخوذ از الفضل انٹر نیشنل، لندن، ۱۹ستمبر ۲۰۰۳ء)

☆ ☆ ☆

# بھارت

بھارت (سابقہ برصغیر ہندوپاکستان) دنیا کا وہ خوش قسمت قطعہ زمین ہے جسے خدا نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا گہوارہ بننے کے لئے چن لیا۔ یعنی جسکے اندر وہ مہدی آخرالزماں پیدا ہوا جسے حضرت محمد ﷺ نے اپنا سلام بھیجا اور یہاں تک تاکید فرمائی کہ اسکے پاس پہنچنا اور اسے میرا اسلام کہنا خواہ تمہیں گھٹنوں کے بل چل کر ہی کیوں نہ جانا پڑے [۱] لیکن جب وہ ''امن کا شہزادہ'' جسکے بارے میں صحف سابقہ میں بھی لکھا تھا کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا، یہاں تک کہ شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ سے پانی پیئیں گے، اپنے وقت مقدر پر ظاہر ہوگیا، تو وہی لوگ جو صدیوں سے بیٹھے اسکی انتظار کر رہے تھے، اسکا انکار کرنے لگ گئے۔ جس پر اس کے منہ سے بڑے درد اور افسوس کے ساتھ یہ الفاظ نکلے (یہ شعر آپ کی ایک طویل نظم میں سے لیا گیا ہے):

تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جوئے شیریں حیف ہے
سر زمین ہند میں چلتی ہے نہر خوشگوار

تاہم جس خدا نے اسے بھیجا تھا، اس نے اسے یہ فرما کر تسلی دلائی کہ

''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' [۲]

یعنی اگر یہ لوگ تیری طرف توجہ نہیں کر رہے اور اس چشمہ شیریں سے اپنی پیاس نہیں بجھا رہے جو خدا نے ان کیلئے آسمان سے اتارا ہے، تو وہ وقت آتا ہے جب وہ خود ایسے سامان پیدا فرمائے گا کہ تمہارا یہ زندگی بخش پیغام اس برصغیر کی حدود سے نکل کر زمین کے کناروں تک پہنچ جائے گا۔

---

[۱] حدیث شریف کے اصل الفاظ یوں ہیں:

فَاِذَا رَأَیتُمُوہُ فَبَایِعُوہُ وَ لَوحَبواً عَلَی الثَلجِ فَاِنَّہُ خَلِیفَۃُ اللہِ المَھدِی. (ابن ماجہ: کتاب الفتن)

ایک دوسری حدیث میں یہ الفاظ اس طرح بیان ہوئے ہیں:

مَن اَدرَکَ مِنکُم عِیسَی ابنَ مَریَمَ فَلیَقرَء مِنِّی السَّلامَ (مستدرک حاکم: کتاب الفتن)

[۲] انجیل متی (باب ۲۴) میں بھی حضرت مسیحؑ کی آمد ثانی کے بارے میں قریباً اسی قسم کے الفاظ آئے ہیں: ''خدا اپنے فرشتوں کو بھیجے گا کہ وہ اسکے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کے اِس کنارے سے اُس کنارے تک جمع کریں''

چنانچہ یہ جملہ واقعات انہی وعدہ ہائے سماوی کی عملی تعبیر میں لائے جا رہے ہیں۔ان کا بیشتر حصہ تو وہی ہے جن کا ظہور اسی سرزمین (برصغیر ہند) کے اندر ہوا۔تاہم جب مذکورہ بالا وعدۂ سماوی کے مطابق دنیا کے دیگر ممالک میں بھی تبلیغ اسلام کی راہیں ہموار ہونے لگیں اور قوموں کی قومیں اس موعودِ ربانی کی لائی ہوئی برکات سے حصہ پانے لگیں، تو اس ملک (برصغیر ہند و پاکستان) کے اندر بھی احمدیت کے حق میں ایک زبردست رجحان دیکھنے میں آیا۔چنانچہ اگلے صفحات میں بعض ان نشانات کا ذکر کیا جائے گا، جو حضرت بانیٔ سلسلہؑ کو دی گئی ان آسمانی خوشخبریوں کی تعبیر میں گذشتہ سالوں میں ان ہر دو ممالک میں ظاہر ہوئے۔

## پہلا نشان

### ''میری جستجو کو قرار مل گیا''

### ڈاکٹر عبدالجبار صاحب (ضلع سہارنپور) کا قبول احمدیت

سب سے پہلے مکرم انصار احمد، صدر جماعت احمدیہ دہلی، کا خاکسار راقم الحروف کے نام لکھا ہوا ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے، جس میں آپ نے ضلع سہارنپور کے رہنے والے ایک دوست، ڈاکٹر عبدالجبار صاحب کے بارے میں تحریر فرمایا کہ انہوں نے بذریعہ اِعلام سماوی کیسے احمدیت قبول کی۔ چنانچہ آپ نے اپنے مکتوب مورخہ ۱۲رفروری ۱۹۹۹ء میں اس ایمان افروز واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ

''ایک سال سے زائد عرصہ ہوا، قصبہ ''کاندھلہ'' ضلع سہارنپور کے ایک دوست، ڈاکٹر عبدالجبار صاحب، مشن ہاؤس دہلی تشریف لائے۔ جونہی وہ آفس میں داخل ہوئے اور ان کی نگاہ وہاں پر آویزاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر پر پڑی تو بے اختیار کہنے لگے کہ میں جو ڈیڑھ سال سے متواتر خواب میں ایک بزرگ کو دیکھ رہا ہوں، وہ یہی ہیں ۔الحمدللہ ڈیڑھ سال کا میرا سفر آج مکمل ہو گیا۔ پھر اُسی وقت بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کی سعادت پائی۔ ہمارے دریافت کرنے پر انہوں نے اپنا واقعہ یوں بیان فرمایا:

'تقریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ آ کر مجھ

سے کہہ رہے ہیں کہ اُٹھ اور تحقیق حق کر۔ صبح میں نے اپنے اس خواب کا ذکر گھر میں اور باہر مولویان سے کیا، تو جواب ملا کہ بہت مبارک خواب ہے۔ کچھ دنوں بعد میں نے پھر خواب میں دیکھا کہ وہی بزرگ پھر آئے ہیں اور مجھ سے سوال کر رہے ہیں کہ کیا تم نے حق کی تلاش کی؟ میں نے عرض کیا، حضور مجھے تو کچھ علم نہیں کہ میں حق کی تلاش کیسے کروں۔ چنانچہ اُن بزرگ نے 'مرزا صاحب' کا نام لیا اور میں بیدار ہو گیا۔ صبح یہ خواب میں نے پھر گھر میں بتائی اور مولویان سے ذکر کیا، تو وہ (مولویان) کہنے لگے کہ یہ سب شیطانی خواب ہیں، ان کا کچھ خیال نہ کرو'

یہ کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی کیسے رہنمائی فرمائی اور پھر کس طرح وہ اپنی مراد کو پہنچے، اس بارے میں مکرم انصار احمد صاحب فرماتے ہیں:

"اُن مولویوں نے جو کچھ بھی کہا، اس سے میرے دل میں ایک لگن اور تڑپ پیدا ہو گئی جسے میں نہ تو دبا سکا نہ ہی ختم کر سکا، تاہم کسی نے رہنمائی نہ کی۔ لیکن مولویوں کی بات سے یہ اندازہ ضرور ہوا کہ یہ کچھ بتانا نہیں چاہتے۔ خُدا کا کرنا کچھ اسی طرح ہوا کہ میں ڈیڑھ سال کے بعد دہلی کے ایک محلہ کُھریجی میں کسی کام کے سلسلہ میں ایک صاحب کے گھر آیا۔ ان سے میں نے اپنے اس خواب کا ذکر کیا اور پوچھا کہ کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ یہ "مرزا صاحب" کون ہیں؟ وہ کہنے لگے کہ یہاں مرزائیوں کی ایک مسجد ہے، وہاں سے آپ کو اس بارے میں پتہ لگ سکتا ہے۔ مگر کہنے لگے کہ میں آپ کو اس مسجد کا پتہ اور اُدھر جانے والی بس کا نمبر بتا دیتا ہوں، میں خود تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا"

آگے فرماتے ہیں:

"اُن کا یہ کہنا تھا کہ میں سب کچھ بھول گیا۔ میں نے کہا، بس تم مجھے راستہ بتا دو، میں خود ہی چلا جاؤنگا۔ چنانچہ انہوں نے مجھے بس کا نمبر بتایا کہ یہ وہاں جائے گی۔ میں سوار ہوا اور تغلق آباد میں 'بترا' (BATRA) ہسپتال کے پاس اُتر گیا۔ ساتھ ہی آپکی یہ مسجد نظر آئی۔ میں گیٹ میں سے داخل ہوا (اور) چلتا ہوا یہاں آپکے آفس میں آ گیا ہوں۔ اور یہاں میں نے اس بزرگ کا فوٹو بھی دیکھ لیا ہے، جنہیں میں نے

عالم خواب میں دیکھا تھا‘‘

برادرم مکرم انصار احمد صاحب فرماتے ہیں کہ اس طرح یہ دوست حلقۂ بگوش احمدیت ہو گئے اور بعد یک روزہ قیام دہلی سے ہی جاتے وقت بیعت فارم ساتھ لے گئے اور وہاں جا کر اپنے خاندان کے باقی افراد کو بھی یہ پیغام (حق) دیا اور وہ سب کے سب احمدیت میں داخل ہو گئے‘‘۔ الحمدللہ

(مکتوب نمبر ۹۱ مورخہ ۱۲رفروری ۱۹۹۹ء)

☆ ☆ ☆

## دوسرا نشان

’’قادیان سے ایک جماعت ہمارے گھر آئی ہے‘‘

## خوشی محمد (تلونڈی ضلع سنگرور) اور ان کے خاندان کا قبول احمدیت

اسی طرح مکرم تنویر احمد صاحب خادم (نگران تبلیغی امور پنجاب و ہماچل منجانب صدر انجمن احمدیہ قادیان) تحریر فرماتے ہیں۔

’’ماہ جولائی (یہ ۱۹۹۶ء کی بات ہے۔ ناقل) میں دوران تبلیغی سفر موضع منجو کے تلونڈی، ضلع سنگرور، مکرم خوشی محمد صاحب کے گھر جا کر تبلیغ کرنے کا موقعہ ملا۔ اس وقت خوشی محمد صاحب کے بچوں کے علاوہ ان کے تمام افرادِ خاندان اور بھائی وغیرہ بھی پاس بیٹھ کر گفتگو سُن رہے تھے۔ جب خاکسار زبانی تبلیغ کے بعد شرائطِ بیعت پڑھ کر سُنا رہا تھا، تو خوشی محمد صاحب کی اہلیہ، چھوٹی بیگم صاحبہ، چائے وغیرہ لے کر آئیں اور بڑی حیرانی سے اپنے شوہر کو مخاطب ہو کر کہنے لگیں کہ یہ تو وہی جماعت ہے جس کے بارہ میں مَیں نے آج رات خواب میں دیکھا ہے۔ اس پر خوشی محمد صاحب نے کہا کہ ہاں، میں بھی سوچ رہا ہوں کہ یہ تو وہی امام مہدی کی جماعت ہے۔ ہمارے دریافت کرنے پر خوشی محمد صاحب کی اہلیہ نے بتایا کہ

’آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جماعت ہمارے گھر میں آئی ہے اور مجھ سے دریافت کرتی ہے کہ آپ کے گھر میں قرآن مجید ہے۔ میں کہتی ہوں، قرآن مجید تو کوئی ہمارے گھر سے لے گیا ہے۔ اس پر اُس جماعت نے کہا کہ آئیں ہم آپ کو قرآن مجید کی باتیں سُناتے ہیں۔ خواب میں مَیں دیکھتی ہوں کہ جہاں پر آپ اس وقت بیٹھے ہیں اور جیسے یہ فارم پڑھ کر سُنا رہے ہیں، اسی صورت میں آپ جیسا ایک شخص یہاں بیٹھا ایک فارم پڑھ کر سُنا رہا ہے، جس میں قرآن مجید کی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گئی اور اُٹھتے ہی یہ خواب مَیں نے اپنے شوہر اور اس کے بعد دیگر رشتہ داروں کو سُنائی‘

مکرم تنویر صاحب خادم آگے تحریر فرماتے ہیں:

’’ان کی اہلیہ کے یہ خواب سنانے پر خوشی محمد صاحب کہنے لگے، کہ چند روز قبل مالیر کوٹلہ کے مولوی ہمارے گھر آئے تھے اور کہتے تھے کہ تمہارے پاس ایک جماعت آئے گی اور وہ لوگ بتائیں گے کہ امام مہدی آ چکا ہے۔ وہ جھوٹے لوگ ہیں، تم سے فارموں پر دستخط کروا کر تمہاری زمینیں اور جائیداد ہڑپ کر لیں گے، اس لئے ان کی باتوں میں نہ آنا موصوف نے بتایا کہ میں نے ان کی بات سُن لی مگر دل میں سوچا کہ مہدی کا زمانہ تو یہی ہے، اگر اب بھی مہدی نہ آیا تو کب آئے گا، جبکہ مسلمان سِکھ بن رہے ہیں۔ جب میری بیوی نے اپنی خواب سنائی تو اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ جماعت جس کا مالیر کوٹلہ کے مولوی ذکر کر رہے تھے، ضرور سچی ہو گی، کیونکہ وہ لوگ خواب میں قرآن مجید کی ہی باتیں بتا رہے تھے۔ اسی وقت سے میرے دِل میں تڑپ پیدا ہوئی کہ میں اس مہدی والی جماعت سے کیسے ملوں‘‘

اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ جس رات خوشی محمد صاحب کی اہلیہ صاحبہ کو وہ خواب آتی ہے، اسی صبح اس کے پورا ہونے کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ یعنی خوشی محمد صاحب کا اس دن گھر سے باہر نکلنا، ہماچل پردیش کے تبلیغی وفد کا اُن کے گاؤں میں سے گذرنا اور پھر اس وفد کا خوشی محمد صاحب سے کسی مسلمان گھر کا پتہ پوچھنا، یہ سب کچھ ایک الٰہی تدبیر کے ماتحت ہو رہا تھا اور وہ الٰہی تدبیر یہی تھی کہ زمین

وآسمان کا پیدا کرنے والا خُدا اس گھرانے کو احمدیت کی آغوش میں لانا چاہتا تھا۔ جیسا کہ خوشی محمد صاحب کی اہلیہ اوران کے بھائیوں کا بیان ہے کہ آج صبح سے ہی خوشی محمد صاحب یہ بار بار ذکر کررہے تھے کہ اس جماعت سے کیسے ملا جاسکتا ہے، کیونکہ میں نہیں جانتا کہ قادیان کہاں ہے۔ یہی باتیں کرتے ہوئے یہ گھر سے نکلے ہیں اور آپ لوگوں کیساتھ اب گھر میں داخل ہوئے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہماری آپ لوگوں کیساتھ ملاقات کے سامان غیب سے مہیا فرمائے ہیں۔

اس کی تصدیق خود مکرم تنویر احمد صاحب خادم ( نگران وامیر وفد) کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہمارا ضلع سنگرور کے اس گاؤں منجو کے تلکونڈی میں رُکنے کا کوئی پروگرام نہ تھا۔ لیکن راستے میں ہمیں خوشی محمد صاحب مل گئے۔ جن سے ہم نے یونہی پوچھ لیا کہ کیا اس گاؤں میں کوئی مسلمان گھر بھی ہے۔ تو ان کے بتانے پر کہ میں بھی مسلمان ہوں، ہمیں بہت خوشی ہوئی۔ چنانچہ ہم ان کیساتھ اُن کے گھر آ گئے اور یوں سارے افراد خانہ کے بیعت کر لینے کی تقریب پیدا ہوگئی''

مکرم تنویر احمد صاحب خادم آخر پر لکھتے ہیں:

''بیعت کر لینے کے بعد جب اجتماعی دعا ہوئی تو ایک عجیب سماں دیکھنے میں آیا، تمام عورتیں اور مرد بچوں کی طرح بلک بلک کر رورہے تھے''

خاکسار راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ جو سماں اس سارے خاندان کے آغوشِ احمدیت میں آ جانے سے پیدا ہوا، اس کی حقیقی لذّت اور سرور تو وہی محسوس کر رہے تھے جو اس پُر سرور منظر کا حصہ بن کر اُس میں شریک تھے یا جن کی نگاہوں کے سامنے یہ منظر پیدا ہوا، مگر میں یہاں احمدیت کے معاندین سے یہ پوچھتا ہوں کہ اس قسم کا نرالا اور دلوں کو ایک گونہ خوشی سے ہمکنار کرنے والا منظر کیا انہیں اس وقت سوائے احمدیت کے دُنیا کے کسی اَور خطہ میں بھی کہیں دیکھنے میں آیا ہے؟

( مکتوب نمبر 91۔ مورخہ 12 فروری 1999ء)

☆ ☆ ☆

## تیسرا نشان

### ’’اس دروازے کے اندر مجھے جنت نظر آئی‘‘

## اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا ایک نرالا واقعہ

آندھرا پردیش (انڈیا) میں وقوع پذیر ہونے والا یہ واقعہ جس نے ایک پورے گاؤں کو احمدیت کی آغوش میں لاڈالا، ان نشاناتِ الٰہیہ میں سے ایک ہے جن کا تذکرہ حضرت امام جماعت احمدیہ نے اپنے خطاب برموقعہ جلسہ سالانہ انگلستان 1999ء میں فرمایا۔ چنانچہ حضورؒ آندھرا پردیش کے صوبائی امیر کے حوالے سے فرماتے ہیں:

’’ہمارا ایک تبلیغی وفد ایک گاؤں ’کوٹا لگی‘ پہنچا اور گھر گھر جا کر لوگوں سے ملا اور حضرت امام مہدی کی آمد کا پیغام دیا اور بیعت کرنے کو کہا، لیکن کوئی بھی بیعت کیلئے آگے نہیں آیا اتنے میں ایک عورت جس کا نام مالن بی تھا، اچھی پڑھی لکھی تھی اور گاؤں میں سارے لوگ اس کی بہت عزت کرتے تھے، آ کر کہنے لگی کہ میں اس جماعت میں بیعت کر کے داخل ہوتی ہوں۔ اس پر اسکے خاوند نے کہا کہ تم تو احمدیت کیخلاف تھی۔ اس نے جواب دیا، ہاں ایک ہفتہ پہلے تک۔ ایک ہفتہ پہلے میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ

> ’’میں ایک راستے سے جارہی ہوں، راستے میں ایک گیٹ نظر آتا ہے، میں جب اس کے دروازے کے اندر دیکھتی ہوں، تو مجھے جنت نظر آتی ہے۔ جب میں اس میں داخل ہونے لگتی ہوں تو ایک سفید پگڑی والے بزرگ کھڑے ہوئے فرماتے ہیں، آپ ہماری جماعت میں داخل ہونے پر ہی اس جنت میں داخل ہوسکتی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ جماعت کہاں ہے، تو فرمایا، آپ کے گھر آنے والی ہے۔ اس وقت سے میں انتظار کر رہی تھی کہ یہ لوگ کب آئیں گے، جو خواب میں نظر آئے تھے اور میں بیعت کرونگی‘‘

حضور نے فرمایا کہ اس خواب کو بیان کرنے کے بعد وہ خاتون اپنے خاوند اور دونوں جوان بیٹوں سمیت بیعت کر کے جماعت میں داخل ہوگئی۔ ان کا احمدیت قبول کرنا تھا کہ سارے گاؤں کے کل افراد جو تعداد میں 245 تھے، بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوگئے‘‘

# سری لنکا

سری لنکا، ہندوستان کے جنوب میں واقع قریباً دو کروڑ کی آبادی پر مشتمل ایک جزیرہ ملک ہے۔ جس میں بدھ مت اور ہندو مت کے علاوہ تیسرا بڑا مذہب اسلام ہے۔ یہاں احمدیت کا پودا سب سے پہلے ایک شخص عبدالعزیز صاحب، جو زاہرہ کالج، کولمبو، کے بانی تھے، کے ذریعے لگا۔ پھر ۱۹۱۵ء میں حضرت صوفی غلام محمد صاحبؓ جب دعوت الی اللہ کیلئے قادیان سے ماریشس جاتے ہوئے سری لنکا کی بندرگاہ، کولمبو، پر اترے، جہاں سے انہوں نے جہاز تبدیل کرنا تھا، تو آپ کا قیام لمبا ہوتا گیا اور اس طرح آپ کو وہاں بھرپور تبلیغ کا موقع مل گیا، جس کے نتیجے میں وہاں چالیس مخلصین کی ایک جماعت قائم ہوگئی۔ ذیل میں ایک دوست، مکرم محمد اسمٰعیل لبّے صاحب، کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ کس طرح احمدیت قبول کرنے کے بعد انکے گھر کے سارے لوگ انکے مخالف ہو گئے اور پھر کس طرح بذریعہ اعلام سماوی اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کی پختگی کا سامان بہم پہنچایا۔ آپ فرماتے ہیں:

## ''مَیں نے ایک بزرگ شخصیت کو خواب میں دیکھا''

**''میں نے خواب میں ایک بزرگ شخصیت کو دیکھا، جنہیں دیکھ کر مجھے بڑی تسکین ہوئی اور یوں معلوم ہوا جیسے میرے غم مسرّت میں بدل گئے ہیں۔ بعد میں جب میں نے حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی تصویر ایک رسالہ میں شائع ہوئی دیکھی، تو میں نے فوراً پہچان لیا کہ یہ تو وہی بزرگ ہیں جنہیں میں نے خواب میں دیکھا تھا''**

مگر فرماتے ہیں، آپ کا لباس وہ نہ تھا جو مجھے خواب میں نظر آیا تھا۔ لیکن جب حضورؒ ۱۹۸۳ء میں آسٹریلیا کے دورے سے واپس ہوتے ہوئے کولمبو میں رُکے، تو حضور بالکل وہی لباس زیب تن کئے ہوئے تھے، جس لباس میں مجھے آپؒ خواب کے اندر نظر آئے تھے۔

(ماخوذ از الفضل انٹرنیشنل، لندن، ۴؍اپریل ۲۰۰۳ء)

---

[۱] آپ نے ۱۹۷۰ء میں احمدیت قبول کی۔ آپ اپنی فیملی میں اکیلے احمدی تھے۔ چنانچہ آپکے گھر والوں نے آپ کی سخت مخالفت کرنی شروع کردی۔ اس دوران آپ نے مذکورہ بالا خواب دیکھا، جس سے آپکو بہت تسلی ہوئی۔ یہ خواب آپ کی ایمان میں پختگی کا باعث بنا۔ آپکی وفات ۱۹۹۹ء میں ہوئی۔

# پاکستان

برصغیر کا دوسرا ملک ''پاکستان'' ہے۔ اگرچہ گذشتہ ابواب میں دئے گئے واقعات کا ظہور برصغیر کے اندر ہی ہوا، تاہم پاکستان کے ایک الگ مملکت کے طور پر معرض وجود میں آجانے کے بعد اور بالخصوص خلافت ثالثہ اور رابعہ کے وقت پیدا ہونے والے ان سنگین حالات کے دوران، جن میں ۱۹۷۴ء کے ہنگاموں نے جنم لیا اور جن کی آڑ لے کر پاکستان میں احمدیوں کو ''غیر مسلم'' قرار دے دیا گیا اور پھر قانوناً ان کے لئے تبلیغ کے سارے راستے بند کر دئے گئے، احمدیت کے حق میں ایسے ایسے ایمان افروز واقعات رونما ہوئے کہ انہیں دیکھ کر یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہو جاتی ہے کہ احمدیت خدا تعالیٰ کا لگایا ہوا پودا ہے اور دشمن جس قدر اسے مٹانے کی کوشش کرے گا، یہ پودا اسی قدر زیادہ تیزی اور تیز رفتاری کے ساتھ بڑھے گا، پھولے گا اور پھلے گا۔ اب ذیل میں ان میں سے بعض ایسی واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے، جن کا عنوان زیر بحث سے تعلق ہے۔

## پہلا واقعہ

''اپنی خواب کی سچائی اس کے قبول احمدیت کا باعث بن گئی''

## ایک خاتون کے قبول احمدیت کا واقعہ

۱۹۹۶ء میں انگلستان میں منعقدہ جلسہ سالانہ کے موقع پر اپنے خطاب کے دوران یہ فرماتے ہوئے کہ حکومت پاکستان کی احمدیت کی تبلیغ کے راستے میں پیدا کی گئی روکوں کے باوجود حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کا الہام: ''ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء'' کس شان سے پورا ہو رہا ہے، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''پاکستان میں ایک جگہ ایک احمدی خاتون 'یسرنا القرآن' کے ذریعہ تعارف پیدا کرتی تھیں۔ جہاں جاتیں، 'یسرنا القرآن' لے جا کر پڑھاتی تھیں۔ ایک دفعہ ایک گاؤں میں

گئیں ،تو ایک خاتون جو غیر احمدی تھی ،وہاں پر انکا انتظار کر رہی تھی ۔وہ کہنے لگی کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک احمدی عورت آئی ہے ،اسکے پاس بارہ 'یسرنا القرآن' ہیں اور ان میں سے ایک (اس نے) مجھے دیا ہے۔ چنانچہ جب اس احمدی خاتون نے اپنی گٹھڑی کھولی ،تو وہ غیر احمدی خاتون یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئی کہ اس میں فی الواقعہ بارہ عدد 'یسرنا القرآن' تھے اور پھر (ان میں سے) ایک 'یسرنا لقرآن' (اس نے) اس خاتون کو دیا۔ اس نے یہ اعجاز دیکھ کر اپنی خواب کی سچائی کی بنا پر وہیں بیعت کر لی'' [۱]

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بر موقع جلسہ سالانہ انگلستان ،بتاریخ ۲۷ جولائی ۱۹۹۶ء

بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ،۲۳ /اگست ۱۹۹۶ء)

☆ ☆ ☆

## دوسرا واقعہ

''ایک بزرگ سفید لباس اور سفید پگڑی میں نظر آئے''

## نارووال کی ایک بچی کا قبول احمدیت

پھر جلسہ سالانہ انگلستان (یو۔کے) 1999ء کے موقعہ پر آپ نے احمدیت کی تائید میں دُنیا بھر میں ظاہر ہونے والے نشانات کا تذکرہ کرتے ہوئے ،ضلع نارووال (پاکستان) کے ایک گاؤں کی بچی کا اسی طرح کا ایک اَور واقعہ سناتے ہوئے بتایا کہ کس طرح اسکے نتیجے میں اسکا سارا خاندان احمدیت کی آغوش میں آ گیا۔ فرمایا:

''ضلع نارووال کے ایک گاؤں میں ایک بچی نے رؤیا میں دیکھا (حضور نے فرمایا، میں نے گاؤں کا نام جان بوجھ کر چھوڑ دیا ہے ،اب نارووال میں ڈھونڈتے پھریں) کہ ایک بزرگ جو

.........................................................................

[۱] ''یسّرنا لقرآن'' ،جماعت کی طرف سے شائع ہونیوالا وہ قاعدہ ہے ،جو بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کی غرض سے تیار کیا گیا ہے۔ اس طرز پر تیار شدہ اسباق کی بدولت بچہ چند ماہ میں ہی قرآن پڑھنے کے قابل ہو جاتا ہے

سفید لباس اور سفید پگڑی میں ملبوس ہیں، خواب میں آئے ہیں اور اسے پوچھتے ہیں کہ آپ کون لوگ ہیں۔ وہ جواب میں کہتی ہے کہ ہم قصاب ہیں۔ وہ بزرگ پھر پوچھتے ہیں کہ آپ مذہباً کون ہیں؟ وہ جواب دیتی ہے، مسلمان۔ وہ فرماتے ہیں، تم احمدی مسلمان ہو جاؤ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنتَ سُبحانکَ اِنِّی کُنتُ مِنَ الظٰلِمِین پڑھا کرو، تمہارے گھر کے دوسرے افراد بھی احمدی ہو جائیں گے۔ اسکے بعد وہ بچی بیدار ہوگئی''

اس کے بعد کیا ہوا، حضور فرماتے ہیں:

''خواب کے آٹھ دن بعد جب احمدی داعی الی اللہ اس گاؤں میں پہنچے تو اس بچی سے رابطہ ہوا اور اس نے اپنی رؤیا سنائی۔ داعی الیٰ اللہ نے اس کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور آپ کے خلفاء کی تصاویر دکھائیں، تو اس (بچی) نے اس عاجز کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہی وہ شخص تھا جو خواب میں آیا تھا۔ اور پھر روتے روتے اسی وقت بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوگئی۔ پھر جیسا کہ رؤیا میں بتایا گیا تھا، اس کی والدہ اور بہنوں وغیرہ نے جب اسکی حالت دیکھی، تو وہ بھی بہت متاثر ہوئیں اور پھر ان سب نے بھی بیعت کر لی''

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع، برموقعہ جلسہ انگلستان، منعقدہ 1999ء)

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، یکم اکتوبر 1999ء)

☆ ☆ ☆

## تیسرا واقعہ

### ''میری کتاب پڑھو!''

## محترم مرزا سردار محمد صاحب کا قبول احمدیت

ایک اور دوست، محترم مرزا سردار محمد صاحب، کے متعلق بھی آتا ہے کہ انہوں نے ۱۹۵۳ء میں یعنی جن دنوں پاکستان میں مجلس احرار اور دیگر نام نہاد مذہبی پارٹیوں کی طرف سے جماعت احمدیہ کے خلاف اٹھائی جانے والی پہلی شورش اپنا سر اٹھا رہی تھی، ایک خواب کی بنا پر احمدیت قبول کی۔ وہ اُس وقت اپنی ملازمت کے سلسلہ میں لیّہ شہر میں مقیم تھے اور کچھ عرصہ سے احمدیت کا مطالعہ کر رہے تھے۔ یہ وہ وقت تھا، جب اخبارات میں جماعت کے خلاف آئے دن کوئی نہ کوئی نئی الزام تراشی، کوئی نہ کوئی نئی غلط بیانی منظر عام پر آتی رہتی تھی۔ چنانچہ وہ اپنی روئداد بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں:

**''میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی بزرگ شخص آئے ہیں اور مجھے کہتے ہیں، مرزا سردار محمد! مجھے پہچانو، میں ہی امام وقت ہوں اور امام مہدی اور مسیح موعود ہوں۔ پھر ایک کتاب جس کا نام 'براھین احمدیہ' تھا، کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، میری یہ کتاب پڑھو''**

آپ فرماتے ہیں، مَیں نے اس خواب کا ذکر لیّہ کے سٹیشن ماسٹر صاحب سے جو احمدی تھے، کیا اور دریافت کیا کہ کیا آپکے مرزا صاحب اس حلیہ کے ہیں۔ انہوں نے اس کی تائید کی۔ پھر میں نے ان سے کتاب ''براہین احمدیہ'' کے بارے میں پوچھا کہ کیا آپؑ نے اس نام کی کوئی کتاب لکھی ہے۔ انہوں نے اس کا بھی اثبات میں جواب دیا۔ اس پر میں نے ان سے یہ کتاب (یعنی براہین احمدیہ) پڑھنے کے لئے مانگ لی۔

(ماخوذ از الفضل انٹرنیشنل، ۲۰ دسمبر ۲۰۰۳ء

بحوالہ روزنامہ الفضل، ربوہ، ماہ فروری ۲۰۰۱ء)

☆ ☆ ☆

# چوتھا واقعہ

## ”میں مسجد میں بیٹھ کر بیعت کر رہا ہوں“

## حافظ غلام محمد معلم اصلاح وارشاد کا قبول احمدیت

حافظ غلام محمدؐ، وریام، تحصیل پھالیہ، ضلع گجرات، کے رہنے والے ہیں۔ آپ 1963ء میں احمدیت میں داخل ہوئے۔ اس سے قبل وہ اپنے علاقہ میں ایک مسجد کے امام تھے۔ ان کو اپنے احمدی ہونے سے قبل متعدد خوابیں آئیں، جوان کے نیک مستقبل پر دلالت کرتی تھیں۔ وہ ان کی تعبیرات معلوم کرنے کیلئے اپنے پیروں کے پاس جاتے رہے (پیر کرم شاہ صاحب آف بھیرہ کا انہوں نے خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ ناقل) مگر انہیں تسلی نہ ہوئی۔ تاہم ایک دفعہ انہیں ایک ایسا نظارہ دکھایا گیا، جو انہیں کشاں کشاں ربوہ لے آیا اور پھر وہی نظارہ اُن کی بیعت کے وقت ہو بہو حقیقت بن کر ان کی آنکھو ں کے سامنے آ گیا۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

”1957-58ء کی بات ہے میں نے ایک شہر دیکھا جس کے متعلق بتایا گیا کہ وہ ربوہ ہے۔ دوسری رات پھر ربوہ کا نظارہ دیکھا۔ وہی مقامات جو پہلی رات دیکھے تھے، نظر آئے۔ ایک مسجد بھی دیکھی، جس کے جنوبی دروازے سے میں اندر داخل ہوتا ہوں، میرے ساتھ دو آدمی اَور بھی ہیں اور میں اسی مسجد میں بیٹھ کر بیعت کرتا ہوں۔ خواب میں مجھے ایک بزرگ شخص بھی دکھائے دیئے، جو لیٹے ہوئے تھے اور مجھے بتایا گیا کہ یہی مرزا صاحب ہیں۔ اس کے بعد میری آنکھ کھُل گئی“

اب جب حافظ صاحب موصوف 1963ء میں پہلی بار ربوہ گئے، تو فرماتے ہیں:

”میں نے 16راگست 1963ء کو ربوہ جا کر بیعت کی۔ میں مسجد مبارک میں جنوبی دروازے سے داخل ہوا۔ میرے ساتھ دو اَور دوست، مکرم مولوی محمد اشرف صاحب اور مکرم مولوی عبدالرشید صاحب عابد بھی تھے۔ اور پھر بعد از نماز اِسی مسجد میں مجھے بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی“

(مکتوب نمبر 27 مورخہ 1979ء)

## پانچواں واقعہ

### ''میں تو پہلے ہی خواب میں احمدی ہو چکی ہوں''

## عبدالستار صاحب چانڈیو اور ان کی اہلیہ صاحبہ کا قبول احمدیت

برادرم عبدالسلام صاحب، مربیٔ سلسلہ احمدیہ، اپنے لاڑکانہ (سندھ) میں قیام کے دوران کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''خاکسار ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۴ء لاڑکانہ سندھ میں مربیٔ سلسلہ متعین تھا..... ایک دفعہ گوٹھ جام خان چانڈیو سے خدام واطفال میں ایک نوعمر لڑکا، ذوالفقار چانڈیو، بھی اجتماع میں شرکت کے لئے آیا۔ دوسرا دن تھا اور اختتامی تقریر ہو رہی تھی کہ دوران تقریر ہی عزیزم چانڈیو کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا، میں نے احمدیوں کو حق پر پایا ہے اور میں احمدی ہونا چاہتا ہوں۔ چنانچہ بعد اجلاس وہ بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گیا''

آگے فرماتے ہیں کہ اِس بچہ کے احمدی ہو جانے پر اس کی دوسری ماں کے بڑے بھائی نے اس کی شدید مخالفت کی، مگر اس کی اپنی والدہ سے بڑے بھائی، عبدالستار صاحب چانڈیو، جو بڑے ذہین وفہیم ہیں، اس کی حمایت میں کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اسے تسلی دی کہ اگر تم نے احمدیت کو سچا سمجھ کر قبول کیا ہے، تو پھر ڈٹے رہنا، میں تمہارا ساتھ دوں گا، مخالفت سے بالکل نہ گھبرانا۔ فرماتے ہیں، اس دوران میری بھی ان (عبدالستار چانڈیو صاحب) سے ملاقات ہوتی رہی اور وہ میرے بہت ہی گہرے اور بے تکلف دوست بن گئے۔ اب ان کی یہ نیکی کس طرح ان کی اپنی ہدایت کا موجب بن گئی، یہ بھی ایک دلچسپ داستان ہے جس کے بارے میں مکرم مولوی عبدالسلام صاحب فرماتے ہیں:

''۱۹۷۵ء میں مَیں ٹرانسفر ہو کر کراچی چلا گیا۔ حسن اتفاق سے اس کے دو تین سال بعد محترم عبدالستار صاحب بھی تعلیمی سلسلہ میں کراچی آ گئے۔ اس طرح خاکسار کا ان کے ساتھ رابطہ پھر بحال ہو گیا۔ وہ گاہے بگاہے مجھے ملنے احمدیہ ہال[۱] میں آتے رہتے

---

[۱] کراچی میں میگزین لین پر واقع جماعت احمدیہ کی مرکزی مسجد، جہاں جماعت کے دفاتر بھی ہیں، لائبریری بھی ہے اور مربیٔ سلسلہ کی رہائش گاہ بھی ہے۔

اور سلسلہ کی کوئی نہ کوئی کتاب پڑھنے کے لئے مجھ سے لے جاتے۔ آخر کار وہ وقت آن پہنچا کہ وہ آئے اور آتے ہی کہنے لگے، اب میں پورے طور پر مطمئن ہوں، احمدیت کی سچائی روز روشن کی طرح مجھ پر عیاں ہوگئی ہے اور میں احمدی ہونا چاہتا ہوں''

مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ جب وہ بیعت فارم پر کر چکے، تو میں نے انہیں مبارکباد دی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ اب اپنی بیوی کو بھی احمدی بنانے کی کوشش کریں۔ انہوں نے کہا، ہاں میں کوشش کروں گا، آپ دعا کریں۔ اب ان کی خوش بختی دیکھئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کی بیوی کے قبول احمدیت کا مرحلہ ان کے لئے کس قدر نہ صرف آسان کر دیا، بلکہ اسے ایک خوشگوار سانحہ کی صورت بخش دی۔ اس بارے میں مکرم عبدالستار صاحب کا بیان ہے، وہ فرماتے ہیں:

''جب میں اس کے کچھ عرصہ بعد اپنے گاؤں گیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ میں ایک خاص مقصد کے لئے آیا ہوں اور تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میں احمدی ہو گیا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی احمدی ہو جائیں۔ مگر کوئی جبر اور سختی نہیں۔ اگر دل مانتا ہے تو قبول کریں۔ میں آپ کے حقوق بہر حال ادا کرتا رہوں گا۔ ہاں خوشی سے احمدی ہو جائیں تو میرے لئے بہت خوشی ہوگی، تو میری بیوی یہ سب کچھ سن کر کہنے لگی، میں تو پہلے ہی احمدی ہو چکی ہوں۔ اور جب میں نے حیران ہو کر اس کی تفصیل دریافت کی، تو اس نے بتایا کہ میں نے کچھ دن ہوئے خواب دیکھا تھا کہ آپ کراچی سے آئے ہیں اور مجھے آپ اسی طرح کہتے ہیں، جیسے آج کہہ رہے ہیں۔ بالکل یہی منظر ہے اور اسی انداز میں مجھے احمدی ہونے کو کہہ رہے ہیں۔ تو میں خواب میں ہی کہتی ہوں کہ میں بھی احمدی ہوتی ہوں۔ لہٰذا میں تو اس خواب کے ذریعے پہلے ہی احمدی ہو چکی ہوں اور عین خواب والا نظارہ دیکھ کر میرا ایمان اَور بھی مضبوط اور پختہ ہو گیا ہے''

مولوی عبدالسلام صاحب فرماتے ہیں کہ جب عبدالستار چانڈیو صاحب نے مجھے یہ واقعہ سنایا تو میں نے انہیں مبارک باد دی۔ اس کے بعد ان کی والدہ صاحبہ نے بھی بیعت کر لی اور یوں یہ ماں اور دو بیٹوں پر مشتمل خاندان اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کی آغوش میں آ گیا۔

(منقول از الفضل انٹرنیشنل، لندن، ۱۵ دسمبر ۲۰۰۰ء)

# چھٹا واقعہ

"اے اللہ! احمدیت کی طرف میری رہنمائی فرما!!"

## چودھری محمد شریف نوشہروی کا قبول احمدیت

چودھری محمد شریف نوشہروی ( مرحوم ) اپنی خودنوشت داستانِ حیات میں اپنے احمدی ہونے کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

"میرے والد ۱۹۴۷ء میں پاکستان آتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ اور مَیں اپنی والدہ، پانچ چھوٹے بھائیوں اور دو چھوٹی بہنوں کا واحد کفیل رہ گیا۔ ۱۹۵۳ء میں احمدیت کے خلاف فسادات میرے سامنے گذرے۔ میں کبھی کبھار دعا کیا کرتا تھا کہ اے اللہ تعالیٰ! احمدیت کا معاملہ میرے لئے واضح فرمادے۔ ایک رات ایسا ہوا کہ والد صاحب مرحوم خواب میں آئے اور کر کہا کہ

'بیٹے! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے تمام دعاوی میں سچے ہیں، ہم تو ماننے سے محروم رہ گئے تھے، لیکن تم ضرور قبول کر لینا"

فرماتے ہیں، جب مَیں نے والدہ صاحبہ سے اپنے احمدی ہونے کی اجازت مانگی تو وہ سخت ناراض ہوئیں اور کہنے لگیں، مَیں تمہیں اپنا دودھ نہیں بخشوں گی۔ مَیں یہ کہہ کر کہ آپ سمجھ لیں، آپ کا ایک بیٹا فوت ہو گیا ہے، ربوہ چلا گیا۔ ربوہ میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد:

"جب ربوہ سے واپس اپنے گاؤں پہنچا تو میرے 'مرزائی' ہو جانے کی کافی تشہیر ہو چکی تھی۔ لوگ قسم قسم کی باتیں کر رہے تھے۔ اب وہ مجھے واپس اپنے دین کی طرف لانے کی تجویزیں کرنے لگے۔ ایک رات گاؤں کے بعض عمر رسیدہ افراد نے مجھے بلایا اور پوچھا کہ تم نے احمدیت میں کیا دیکھا؟ میں نے کہا، مَیں ان پڑھ ہوں اور زیادہ نہیں جانتا۔ لیکن مَیں نے سنا ہوا تھا کہ ایک مومن دس مُخالفوں پر بھاری ہوتا ہے۔ اب مجھ ایک سے تمہارا پُورا گاؤں خوفزدہ ہے۔ اس سے بڑی صداقت احمدیت کی اَور کیا دلیل ہو گی؟"

آگے یہ کہ آپ کے مخالفوں نے آپ کے ساتھ کیا کیا زیادتیاں کیں، آپکو احمدیت سے منحرف

کرنے کے لئے کیا کیا خوفناک حربے استعمال کئے بلکہ قتل تک کرنے کے منصوبے کئے، مگر خدا تعالیٰ نے آپ کو ہر بار معجزانہ رنگ میں محفوظ رکھا، یہ ساری داستان اسی سلسلہ کتب ''درویشان احمدیت'' کی تیسری جلد بعنوان ''حفاظت سماویہ'' میں بیان کی گئی ہے۔ یہاں مختصراً یہ بتا دینا کافی ہوگا کہ آپ کچھ عرصہ بعد حالات کی تنگی کی وجہ سے ہجرت کر کے محمود آباد سٹیٹس (سندھ) میں چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہاں اس طور پر نوازا کہ اِس وقت آپ ستّر ایکڑ اراضی کے مالک ہیں۔ آپ کے بیٹوں کے پاس چالیس کے قریب دوکانیں ہیں۔ اس کے ساتھ آپ ایک فعّال داعی الی اللہ کے طور پر زندگی بسر کر رہے ہیں اور ایک سو سے زیادہ افراد کو احمدیت سے روشناس کرا چکے ہیں۔ جبکہ آپ کے گاؤں والے اپنی اسی حالت میں آپس کے جھگڑوں، فسادات اور غربت کی چکی میں پس رہے ہیں۔

(ملخص از الفضل انٹرنیشنل، لندن، ۱۰ مئی ۲۰۰۲ء)

☆ ☆ ☆

# ساتواں واقعہ

## ’’چشمہ آب زمزم کے کنارے‘‘

## راجہ احتشام الحق صاحب کا قبول احمدیت

برادرم راجہ احتشام الحق صاحب، جرمن جماعت کے ایک نوخیز احمدی اور علاقہ اوفن باخ کی مقامی مجلس خدام الاحمدیہ کے ایک فعّال رکن ہیں۔ آپ نے ۱۹۹۴ء میں جرمنی پہنچنے کے بعد احمدیت قبول کی۔ آپکے بیان کے مطابق زندگی کے کسی مرحلہ پر بھی آپ کا اس کوچے میں گذر نہ ہوا تھا۔ تعلیمی عرصہ کے دوران البتہ مختلف تحریکات اور مذاہب کی طرف آپ کا میلان ہوتا رہا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ مودودیت سے بے حد متاثر ہوئے، تاہم اللہ تعالیٰ آپکو ان سے کسی نہ کسی طرح بچاتا رہا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ ایک دوست کے اصرار پر یورپ آ گئے اور پھر مشیئت ایزدی کے تحت جرمنی پہنچ گئے، جہاں ایک عیسائی فیملی کے زیر اثر قریب تھا کہ آپ عیسائیت قبول کر لیتے مگر خدا تعالیٰ نے یہاں بھی آپ کو بال بال بچالیا۔ فرماتے ہیں:

’’اسی دوران میری ملاقات بعض احمدی فیملیوں سے ہونے لگی جسکے نتیجے میں آخر وہ دن آ گیا، جب مَیں اپنے انہی پاکستانی احمدی دوستوں کی تحریک پر جماعت کے ۱۹۹۴ء کے جلسہ سالانہ منعقدہ ناصر باغ، بمقام ’گروس گیراؤ‘ (Gross Gerau)، میں شامل ہوا۔ بس یہی تقریب میری زندگی کا اہم موڑ ثابت ہوئی‘‘

آپ اپنے قبول احمدیت کے ضمن میں بتاتے ہیں کہ کس طرح اسکے پیچھے انکی نیک بخت والدہ کی اور خود انکی اپنی ایک رؤیاء کارفرما ہے۔ ان ہر دو رؤیاہائے صالحہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ نے خاکسار راقم الحروف سے بیان کیا کہ:

### پہلی رؤیا

### ’’دونوں بچوں کو آب زمزم سے غسل دیا‘‘

### ۔والدہ ماجدہ کی رؤیا۔

والدہ صاحبہ فرماتی ہیں:

''میں نے رؤیا میں دیکھا کہ آب زمزم کے چشمہ کے کنارے پر حضرت فاطمہ الزہرا ؓ تشریف فرما ہیں اور برقعہ میں ہیں۔ میرے ساتھ میرے بچے بھی ہیں۔ اسی دوران حضرت فاطمہ الزہرا ؓ فرماتی ہیں (تمہاری طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہ اس بچے کو اور ایک اَور بچی کو (جو میری بچیوں میں سے معلوم نہیں ہوتی) مجھے دیدیں تا کہ میں ان کو آب زمزم سے غسل دے دوں۔ اس طرح آپ (حضرت فاطمہ الزہرا ؓ) نے ان دونوں بچوں کو پاک پانی سے غسل دے دیا۔ مگر باقی بچوں کو نہیں''

آپ فرماتے ہیں کہ والدہ صاحبہ نے اپنی یہ رؤیا جو آج سے پچیس سال پہلے کی ہے، خاکسار کے بڑا ہونے پر کئی دفعہ بیان کی۔ تاہم انہیں معلوم نہیں کہ اس کی کیا تعبیر ہے۔

........☆........

## دوسری رؤیاء

## ''دو فرشتوں نے مجھے چوتھے آسمان پر پہنچا دیا''

## ۔آپکی اپنی رؤیا۔

فرماتے ہیں

''میں نے بچپن میں رؤیا میں دیکھا کہ دو فرشتے مجھے لیکر آسمان کی طرف پرواز کر جاتے ہیں۔ پہلے آسمان پر پہنچ کر یہ دونوں فرشتے وہیں رک جاتے ہیں اور دو اَور فرشتے لے کر دوسرے آسمان تک پہنچا دیتے ہیں۔ دوسرے آسمان پر پہنچ کر یہ فرشتے بھی رک جاتے ہیں، اور وہاں سے دو دوسرے فرشتے مجھے تیسرے آسمان تک لے جاتے ہیں۔ پھر وہاں سے دو اَور فرشتے مجھے چوتھے آسمان تک پہنچا دیتے ہیں۔ اور اس کے بعد میری آنکھ کھل جاتی ہے''

آپ نے پہلی رؤیا، یعنی اپنی والدہ کی رؤیا، کی یہ تعبیر فرمائی کہ حضرت فاطمہ الزہرا ؓ کا مجھے رؤیاء کے

اندر آبِ زمزم سے غسل دینے کا مطلب یہ تھا کہ مجھے احمدیت کی نعمت نصیب ہوگی۔ دوسری بچی جو والدہ صاحبہ کو اپنی بچیوں میں سے نہیں بلکہ کوئی اَور لگتی تھی، مگر ساتھ تھی، وہ میری بیوی تھی جسے میرے قبول احمدیت کے معاً بعد (جبکہ وہ پاکستان میں تھیں) احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

دوسری یعنی اپنی رؤیاء کی آپ نے یہ تعبیر فرمائی کہ اس سے مراد یہ تھی کہ انہیں جماعت احمدیہ کی خلافت کے چوتھے دَور میں احمدیت نصیب ہوگی جیسا کہ عملاً ایسا ہی ہوا۔ آپ فرماتے ہیں، بیعت کر لینے کے بعد خاکسار نے جب یہ رؤیا اور اس کی تعبیر حضور انور (مراد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ) کی خدمت میں تحریر کی، تو حضورؒ نے جواباً تحریر فرمایا کہ 'تعبیر بالکل درست ہے'۔

خاکسار راقم الحروف کے نزدیک آسمانوں پر فرشتوں کا آپ کیساتھ ہونے کا یہ مطلب بھی تھا کہ آپ مذہب کے بارے میں مختلف آزمائشوں اور ابتلاؤں میں سے گذریں گے، مگر ہر مرحلہ پر فرشتوں کی مدد آپ کے شامل حال ہوگی اور آپ ہر ابتلاء سے محفوظ رہتے ہوئے بالآخر اپنی منزل مراد کو پہنچنے میں کامیاب ہو جائینگے۔ جیسا کہ عملاً آپ کے ساتھ اپنی زندگی کے مختلف مراحل پر ایسا ہی ہوتا رہا، یہاں تک کہ آپ اس منزل تک پہنچ گئے جو خدا نے آپکے لئے مقرر کر رکھی تھی واللہ اعلم بالثواب.

☆ ☆ ☆

## آٹھواں واقعہ

### "مَیں اندھیرے سے روشنی میں آ گیا"

### رانا منظور حسین صاحب کا قبول احمدیت

اب پاکستان سے تعلق رکھنے والے ایک ایسے واقعہ کی روئداد بیان کی جاتی ہے، جس میں ایک اَور سعید روح کے حق میں حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے اس قول کی صداقت نمایاں طور پر ظاہر ہوئی کہ

**"جس کی فطرت نیک ہے، وہ آئیگا انجام کار"**

یہ خوش نصیب دوست جنکا نام رانا منظور حسین ہے اور جنہوں نے اپنے قبول احمدیت کی یہ دلچسپ داستان خود رقم فرمائی ہے، پارٹیشن (برّصغیر ہندو پاکستان کا بٹوارہ) سے قبل ضلع جالندھر کے ایک

چھوٹے سے گاؤں، شاہکوٹ مرٓثیاں میں رہتے تھے۔آپ کے آباؤاجداد ہندوؤں سے مسلمان ہوئے تھے۔پاکستان آنے کے بعد جب آپ سنِ رشد کو پہنچے، تو فرماتے ہیں کہ مَیں مسلمانوں کے جملہ فرقوں کو باہم دست وگریباں دیکھ کر تلاشِ حق میں سرگردان رہنے لگا۔تاہم جب میری نیک بختی کے دن قریب آئے (یہ ۵۷۔۱۹۵۶ء کا بات ہے) تو:

''مَیں کسی ضروری کام کیلئے رحیم یارخاں گیا۔کیا دیکھتا ہوں کہ شہر میں زبردستی دوکانیں بند کروائی جارہی ہیں، جلوس نکالے جارہے ہیں، جن کی قیادت علماء کرام کررہے ہیں اور مرزائیوں (احمدیوں) کے خلاف زبردست نعرے بازی ہورہی ہے۔جب قریب ہوکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ اس لئے ہورہا ہے کہ احمدی سیرۃ النبی ﷺ پر جلسہ منعقد کرنا چاہتے ہیں اور اسلام کے اِن ٹھیکیداروں نے اسلام کو 'خطرے' میں دیکھ کر احتجاجاً جلوس نکالا ہے تاکہ زبردستی دوکانیں بند کرواکر اس کے خلاف ہڑتال کا مظاہرہ کریں اور اس طرح پر ثواب دارین حاصل کریں''

''ختم نبوت'' کے اِن ٹھیکیداروں، جن میں احرار پارٹی پیش پیش تھی، کا یہ جوش وخروش دیکھ کر آپ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کیوں نہ پہلے ''مرزائیوں'' کے علماء سے مل کر ان کے عقائد کا پتہ کیا جائے۔چنانچہ فرماتے ہیں:

''مَیں اشتہار پر درج ایڈریس کو دیکھ کر ایک ہوٹل میں پہنچا جو غالباً جماعت احمدیہ ہی کے کسی دوست کی ملکیت تھا۔باہر دروازہ پر تعینات خدام نے مجھے اندر داخل ہونے سے منع کیا۔خاکسار نے جب اپنا تعارف کرا کر ضرورتِ ملاقات سے آگاہ کیا تو تھوڑی دیر انتظار کروانے کے بعد مجھے ایک دوست اپنے ساتھ لے کر ایک ہال میں داخل ہوئے۔وہاں پندرہ بیس احباب تشریف فرما تھے۔خاکسار نے تھوڑی بلند آواز میں السلام علیکم کہا تو ہال میں موجود ہر دوست کے منہ سے بیک وقت وعلیکم السلام و رحمة الله کی آواز میرے کانوں میں پڑی''

آگے یہ بتاتے ہوئے کہ اسکے بعد جب آپکی ملاقات وہاں پر موجود سلسلے کے جید علماء کرام، مولانا جلال الدین صاحب شمس، مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری اور قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری،

وغیرھم سے ہوئی، تو انہوں نے مختصراً اختلافی مسائل پر روشنی ڈالتے ہوئے آپکو حضرت مہدیٔ آخر الزمان (حضرت مسیح موعودؑ) کے دعوے کے بارے میں ضروری تعارف کرادیا۔ فرماتے ہیں، انہوں نے خاکسار کو جھنگ کے ناطے ربوہ آنیکی بھی دعوت دی تاکہ تفصیلی گفتگو ہوسکے۔ چونکہ اس دوران نماز ظہر کا وقت ہو چکا تھا، آپ آگے احمدیوں کے ساتھ ہی باجماعت نماز پڑھنے کا دلکش منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

**''نماز کی ادائیگی میں تو مجھے کوئی فرق نظر نہ آیا البتہ سجدہ میں دعاؤں کیساتھ سسکیوں کی جو آواز ہال میں گونج رہی تھی، اس قسم کی نماز میں نے پہلی بار دیکھی تھی۔ یوں محسوس ہورہا تھا جیسے نماز میں ہر فرد رو رو کر اللہ پاک کے حضور سجدہ ریز ہو کر عرش الٰہی کو ہلا رہا ہو''**

فرماتے ہیں، احمدیت کے چہرے سے اس معمولی سی نقاب کشائی کے بعد مزید تحقیق اور جستجو میں دن، مہینے اور سال گذر گئے۔ اس دوران مجھے ربوہ جانے اور ان بزرگ علماء، جن سے مجھے تعارف حاصل ہو چکا تھا، کی علمی محفلوں میں بھی شریک ہونے کے کئی مواقع ملے اور اس طرح میرے دل و دماغ پر چھایا ہوا غبار آہستہ آہستہ ڈھل کر دُور ہونے لگا، تاہم بیعت کرنے کی جرأت مجھے اس لئے نہ ہوئی کہ جماعت کے خلاف مخالفانہ پراپیگنڈا، نیز میرے اپنے خاندان اور اپنے گردو پیش کی مخالفانہ روش مجھے ایسا کرنے سے روکتی رہی۔ چنانچہ وقت گذرتا چلا گیا، یہاں تک کہ وزیراعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کا پُرآشوب دَور آ گیا۔ اس میں احمدیوں کی املاک کو لُٹتے بھی دیکھا۔ انکے بیدردی سے زدوکوب ہونے بلکہ شہید ہونے کے واقعات بھی نظروں سے گذرے۔ پھر غیر احمدی علماء کے جلسوں اور جلوسوں میں احمدیوں اور ان کے بزرگوں کے خلاف غلیظ زبان بھی استعمال ہوتے سنی۔ تاہم اس وقت کا سب سے بڑا ''کارنامہ'' جس نے ہر سنجیدہ مسلمان کو حیرت زدہ کر کے رکھ دیا، وہ جماعت احمدیہ کو بحیثیت مجموعی ''غیر مسلم'' قرار دیا جانا تھا۔ چنانچہ ریڈیو اور ٹی، وی پر دن رات یہ اعلان ہونے لگا کہ بھٹو صاحب نے نوے (۹۰) سالہ مسئلہ حل کر کے گویا اہل اسلام کو ایک بہت بڑے فتنہ سے بچالیا ہے۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے مکرم رانا صاحب رقمطراز ہیں:

''میرے دل و دماغ پر جماعت کی صداقت کی روشنی تو عیاں ہو چکی تھی، جس کے پیش نظر میرے ضمیر کے اندر اب یہ سوال ابھرا کہ اگر پاکستان کے علماء اور بھٹو صاحب نے یہ فیصلہ حق پر مبنی ہو کر کیا ہے، تو بھٹو صاحب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام واکرام سے

نوازا جائے گا اور اگر انہوں نے مولوی صاحبان کے دباؤ میں آ کر ان کی خوشنودی اور سیاسی منفعت حاصل کرنے کے لئے ایسا کیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکیں گے اور خدا کی درگاہ میں سزاوار ٹھہریں گے“

چنانچہ فرماتے ہیں، بالآخر خدائی فیصلے کا دن آن پہنچا۔ ۱۹۷۷ء کے انتخابات ہوئے۔ بھٹو بظاہر کامیاب ہوا مگر وہ اپنی کامیابی کا جشن بھی منانے نہ پایا تھا کہ اس پر اپنے ساختہ پرداختہ کی آری چل گئی اور وہ خدا تعالیٰ کی قہری تقدیر کا نشانہ بن کر صفحہ ہستی سے اٹھا لیا گیا۔ ملک کے وزیر اعظم کی یہ عبرتناک موت کس طرح ایک نشان بن کر خدا کے اس سعید بندے، رانا منظور حسین صاحب، کے لئے ہدایت کی راہ ہموار کر گئی، اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

”چار اپریل ۱۹۷۹ء کو یہ عبرتناک واقعہ ہوا۔ اس سے اگلی رات خاکسار نے عبادت اور متضرعانہ دعائیں کرتے ہوئے بارگاہِ ایزدی سے آگاہی چاہی، کہ الٰہی! اپنی درگاہ عالیہ سے مجھ پر ظاہر فرما کہ یہ موت تیری ناراضگی کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوئی ہے اور یہ واقعی تیرے امام آخرالزمان کی صداقت کا نشان ہے۔ گرمیوں کا موسم تھا، میں اپنے گھر کی چھت پر چارپائی کے پاس مصلّے کے اوپر رات بھر ذکر الٰہی، نوافل اور تہجد ادا کرنے کے بعد صبح کاذب اور صبح صادق کے درمیانی وقفہ میں لیٹا ہوا تھا کہ مجھ پر غنودگی طاری ہوئی۔ اسی لمحہ مجھے حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت نصیب ہوئی۔ گو کوئی کلام یا مکالمہ تو نہ ہوا تھا، تاہم حضورؑ کی شبیہ مبارک آنکھوں کے سامنے آ گئی۔ اسی حالت میں فوراً بیداری ہوئی اور مَیں نے دیکھا کہ قبلہ کی طرف سے نُور کی ایک تجلّی نمودار ہوئی ہے، جسکی سفید برّاق اور چمکدار شعاع نے ایک لمحہ کیلئے میری آنکھوں کو چندھیا دیا، یہاں تک کہ مَیں سجدہ ریز ہونے پر مجبور ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی کبریائی کے تصور سے لرزتے ہوئے گڑگڑا کر دعائیں کرنے اور شکر گذاری کے طور پر شیریں بول گنگنانے لگ گیا۔ اس کیفیت سے جب مَیں نکلا تو حضرت امام آخرالزمانؑ کی صداقت روح کی گہرائی تک دل میں میخ کی طرح گڑ چکی تھی۔ چنانچہ بیدار ہونے پر مَیں نے دوبارہ وضو کیا اور نماز فجر ادا کی“

اب آپ کے لئے اگلا قدم اٹھانا آسان ہو گیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''اگلا دن یعنی ۵/اپریل ۱۹۷۹ء میرے لئے اللہ پاک کے فضلوں اور رحمتوں کی نوید لے کر آیا۔ سب سے پہلا کام مَیں نے یہ کیا کہ میاں بشیر الدین صاحب، امیر ضلع جھنگ، کی خدمت میں صبح صبح ہی ان کے گھر پر فون کر کے اپنے ساتھ ربوہ لے جانے کی گذارش کی۔ انہوں نے حامی بھرلی۔ چنانچہ مَیں انکی رفاقت میں ۱۰ بجے ربوہ پہنچ گیا۔ مجھے دار الضیافت میں ٹھہرا کر میاں صاحب خود قصر خلافت تشریف لے گئے۔ حضور انور (حضرت مرزا ناصر احمد صاحب، خلیفۃ المسیح الثالثؒ) دفتر میں موجود تھے۔ ملاقات کی اجازت ملنے پر خاکسار کے متعلق عرض کیا..... چنانچہ بعد نماز ظہر مسجد مبارک میں ہی حضورؒ نے خاکسار کو اپنے پاس طلب فرمایا اور تبسّم فرماتے ہوئے اپنے قریب بیٹھنے کا ارشاد فرمایا۔ بس پھر کیا تھا:

'یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ مَیں آیا پسند'

''بیعت کرنے کے بعد حضورؒ نے نہایت شفقت سے مجھے گلے لگالیا۔ دوسرے نمبر پر جس پاک وجود نے محبت سے مسکراتے ہوئے مبارک باد دی اور مجھے سینے سے لگایا، وہ حضرت صاحبزادہ میاں طاہر احمد (بعدہٗ جماعت کے چوتھے امام اور خلیفہؒ۔ ناقل) تھے۔ پھر مسجد میں موجود سب احباب نے مصافحہ کرتے ہوئے مبارک باد دی''

بیعت کر لینے کے بعد جب آپ واپس گھر آئے تو فرماتے ہیں، سب سے زیادہ ناراض والد صاحب ہوئے۔ انہوں نے مجھے بہت کچھ سمجھانے کی کوشش کی اور مخالف حالات کے حوالے سے فیصلے پر نظر ثانی کرنے کے لئے کہا مگر ع: 'یہ وہ نشے نہیں جنہیں ترشی اُتار دے'۔ چنانچہ میرا عزم بالجزم دیکھ کر وہ خاموش ہو گئے اور صرف اتنا کہا کہ 'اچھا، مَیں تمہارے لئے دعا ہی کر سکتا ہوں'۔ اسی طرح خاندان کے دوسرے افراد نے بھی بہت کچھ طعن و تشنیع کی، مگر آخر بیاہ شادیوں میں شامل ہونے کی ممانعت اور سوشل بائیکاٹ پر آ کر ساری باتیں ختم ہو گئیں۔

فرماتے ہیں، مَیں نے یہ سب کچھ صبر سے برداشت کیا مگر سب سے زیادہ غم مجھے والد صاحب کی وجہ سے تھا کیونکہ وہ بے حد اداس رہنے لگ گئے۔ خاکسار نے اپنی طرف سے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے علمی و عقلی دلائل کے ساتھ صداقت مسیح موعودؑ انکے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی۔ آپ سن لیتے اور رو

پڑتے، پھر خاموش ہو جاتے۔ ان کی یہ کیفیت دیکھ کر آپ فرماتے ہیں:

''والد محترم کی یہ حالت دیکھ کر خاکسار حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) سے ملاقات کا وقت لے کر ربوہ گیا اور بوقت ملاقات حضور کی خدمت میں بلک بلک کر استدعا کرنے لگا کہ خاکسار کو تو حضور نے ظلمت سے نکال کر روشنی دکھادی ہے۔ حضور، میرے والدین اور میرے بڑے بھائی کہیں جہالت کی موت نہ مر جائیں۔ حضورؒ نے میری بیتابی کو دیکھ کر مجھے گلے لگایا اور تھپکی دیتے ہوئے تین مرتبہ ارشاد فرمایا:

**''اللہ اُن پر بھی فضل فرمائے گا''**

یہ اُس مردِ خدا کے الفاظ تھے جس کے بارے میں احباب جماعت کا ذاتی تجربہ ہے کہ انکے منہ سے خدا کلام کرتا تھا۔ یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ جیسا کہ مکرم رانا صاحب موصوف فرماتے ہیں:

''مَیں ربوہ سے خوشی خوشی واپس آیا۔ اور موقع پا کر والد صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ آپ نے دنیاداری کے کاموں میں ہمیشہ مجھ پر اعتماد کیا ہے، اب بھی آپ بھروسہ کرتے ہوئے اُس بزرگ ہستی سے مل تو لیں، جس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر مَیں نے یہ قدم اٹھایا ہے۔ الحمدللہ کہ والد صاحب نے میری یہ درخواست قبول فرمالی۔ اور خاکسار محترم امیر صاحب ضلع جھنگ اور محترم والد صاحب کے ساتھ ربوہ پہنچ گیا۔ محترم امیر صاحب نے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی خدمت میں خصوصی عرض کرتے ہوئے اسی روز ہی ملاقات کی اجازت لے لی۔ چنانچہ حضور نے اپنے دفتر میں ہی شرف ملاقات بخشا۔ والد صاحب محترم کے ساتھ معانقہ فرمایا اور نہایت شفقت سے گلے لگاتے ہوئے خاکسار کو ارشاد فرمایا کہ 'رانا صاحب! ایسی روحیں تو جنت کی وارث ہوتی ہیں، تم غمگین کیوں ہوتے ہو؟ اور پھر والد صاحب سے مسکراتے ہوئے فرمایا، 'آپ کے بیٹے نے امامِ وقت کی شناخت کر کے جو فیض پایا ہے، آپ بھی دونوں ہاتھوں سے اسے سمیٹ لیں۔ نیک لوگ حق کو پالینے پر شکر بجالاتے ہیں''

فرماتے ہیں، اس ملاقات نے معجزانہ اثر کیا، چنانچہ ہم نے دارالضیافت پہنچ کر کھانا کھایا ہی تھا کہ والد صاحب فرمانے لگے:

’میری ظہر کے وقت بیعت کرادو۔ جو چہرہ آج میں نے دیکھا ہے، اس کو مَیں متعدد بار خواب میں دیکھ چکا ہوں۔ مَیں سمجھتا تھا، مجھے آنحضور ﷺ کی زیارت ہوتی ہے۔ اور دل ہی دل میں خوش ہوتا رہتا تھا اور اپنے آپکو خوش نصیب سمجھتا تھا مگر کسی سے ذکر نہیں کرتا تھا‘

چنانچہ ہماری درخواست پر اسی روز بعد نماز ظہر حضور رحمۃ اللہ علیہ نے والد صاحب کی بیعت قبول فرمالی۔ الحمدللہ۔ فرماتے ہیں، خاکسار نے جونہی یہ روحانی نظارہ دیکھا، اللہ پاک کا شکر ادا کیا کہ حضور نے چندروز قبل جو دعا فرمائی تھی، وہ پوری ہوگئی ہے۔ آگے اس دعا کا دوسرا حصہ یعنی خاکسار کے بڑے بھائی صاحب کے متعلق حضور کی دی ہوئی بشارت کیسے پوری ہوئی، اس کی دلچسپ روئداد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’والد محترم، حاجی فقیر محمد رانا، کی احمدیت میں شمولیت کے بعد والد صاحب نے حج پر جانے کا ذکر اپنے بیٹے طالب حسین یعنی خاکسار کے بڑے بھائی صاحب سے جو انگلستان میں رہتے ہیں، کِیا۔ اس نے بھی نہایت سعادت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے والدین کے ساتھ خود بھی حج پر جانے کی تیاری کر لی۔ حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر طالب حسین پاکستان آیا اور والدین کو پہنچا کر واپس انگلستان روانہ ہوگیا۔ اس کے جانے کے بعد خاکسار نے جناب شیخ مبارک احمد صاحب، امام مسجد فضل لندن، کی خدمت میں خط لکھا کہ میرے بھائی کو مل کر اسے دعوت حق پہنچائیں۔ اس پر شیخ صاحب از راہ شفقت والسال (WALSALL) میں بھائی صاحب کے گھر تشریف لے گئے، انہیں میرا خط دیا اور جماعت کا تعارف کرایا۔ آپ دو تین گھنٹے وہاں ٹھہرے، کھانا وغیرہ تناول فرمایا اور کچھ ضروری لٹریچر دے کر واپس آ گئے‘‘

فرماتے ہیں، خدا کے فضل سے اس ملاقات کا بیحد اچھا اثر ہوا۔ تاہم خدا تعالیٰ کا یہ فضل حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے مبارک دور میں اپنے نقطۂ کمال کو پہنچا، جسکی تفصیل یوں ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

’’بڑے بھائی، حاجی طالب حسین صاحب، نے انگلستان پہنچ کر والد صاحب اور والدہ صاحبہ کو اپنے پاس بلا لیا اور اس طرح گھر میں احمدیت کی باتیں ہونے لگیں۔ سب سے

پہلے حاجی صاحب کے بیٹے، طاہر سلیم رانا، جو خوش قسمتی سے خاکسار کے داماد بھی ہیں (وہ مکرم شیخ مبارک احمد صاحب مرحوم کا احمدیت کے بارے میں دیا ہوا لٹریچر پڑھ چکے تھے) اور انکی بیگم یعنی خاکسار کی بیٹی، ممتاز سلیم، نے بیعت کر لی۔ اس کے تھوڑا عرصہ بعد ہی حاجی طالب حسین صاحب نے خود بھی اور انکے بڑے بیٹے محمد سلیم صاحب غرضیکہ ان کے گھر کے سارے افراد نے احمدیت میں شمولیت اختیار کر لی'' [ا]

فرماتے ہیں، جب اس کی اطلاع پاکستان میں پہنچی تو فرطِ مسرت سے خاکسار سجدہ ریز ہو گیا اور اپنے مولائے حقیقی کے افضال کے گن گانے لگا۔ ادھر خاکسار کے اپنے سب بچے بھی بیعت کر کے شمع احمدیت کے پروانوں میں شامل ہو چکے تھے۔ اور یوں خدا کے مقدس خلیفہ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کہ 'اللہ ان پر بھی اپنا فضل کرے گا'، پورے ہو کر احمدیت کی صداقت کے گواہ بن گئے۔

(ماخوذ از الفضل انٹرنیشنل، لندن، ۳۰/اپریل ۲۰۰۴ء
نیز مکتوب نمبر ۱۰۲ بنام خاکسار مورخہ ۱۴/دسمبر ۲۰۰۴ء)

..........

[ا] بیعت کی روئداد مکرم رانا صاحب نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ جب بھائی صاحب کے گھر کے جملہ افراد نے احمدیت میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا تو انہوں نے تھوڑی سی جستجو کے بعد نارتھ ویلز کی جماعت کے صدر، جناب قاضی ناصر احمد بھٹی صاحب کو گھر پر بلایا اور انہیں اپنے اس مبارک ارادے سے مطلع کیا۔ چنانچہ انکی وساطت سے یہ جملہ افراد لندن پہنچے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔ مزید فرماتے ہیں کہ میرے داماد، عزیزم طاہر سلیم، کو بیعت کرنے کے بعد سے تبلیغ کا ایسا جنون پیدا ہو گیا ہے کہ یہ مبارک شغل اسکے دل کی راحت اور جان کا سکون بن چکا ہے۔ پھر اس کی بیگم یعنی خاکسار کی بیٹی عزیزہ ممتاز سلیم (علم نفسیات میں ڈپلومہ ہولڈر) جو بطور سیکرٹری تبلیغ، نارتھ ویلز، خدمات سرانجام دے رہی ہیں، بھی اخلاص اور قربانی کا ایسا جذبہ رکھتی ہیں کہ جب بیت الفتوح (لندن کی وہ مسجد جو ۲۰۰۳ء میں تعمیر ہوئی اور اس وقت یورپ کی سب سے بڑی مسجد ہے) کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی طرف سے مالی تحریک ہوئی، تو اس نے حضورؒ سے ملاقات کے وقت اپنا سارا طلائی زیور اتار کر حضور کی میز پر رکھ دیا۔ حضورؒ نے اس قربانی پر اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا اور دعا دی۔ اسی طرح آپکے بھائی، حاجی طالب حسین صاحب بھی تبلیغ کا اچھا خاصا جنون رکھتے ہیں۔ ان کی تبلیغ اور نیک نمونہ کو دیکھ کر ایک مقامی انگریز نوجوان، مسٹر آنڈریو (Andrew) نے قبول اسلام کی توفیق پائی ہے۔

.......☆.......

## رانا منظور حسین صاحب کا تعارف

مکرم رانا منظور حسین صاحب ۱۹۹۴ء سے انگلستان تشریف لا چکے ہیں۔آپ اس وقت نارتھ ویلز (.U.K) کی مجلس انصاراللہ کے زعیم کے طور پر خدمات بجالا رہے ہیں۔ان کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔سب سے چھوٹی بیٹی،عزیزہ سدرہ رانا تحریک وقف نو میں شامل ہے۔انکے بڑے بھائی،رانا طالب حسین صاحب،بھی عرصہ دراز سے نارتھ ویلز میں ہی مقیم ہیں۔جب عاجز راقم الحروف نے ان کا یہ مضمون اخبار الفضل انٹرنیشنل میں پڑھا تو ان کا ذاتی تعارف نیز بعض تفصیلات حاصل کرنے کی غرض سے ان سے رابطہ کیا،جس پر انہوں نے ایک مفصل مکتوب خاکسار کو ارسال فرمایا،نیز بتایا کہ آپکے والدین،حاجی فقیر محمد خان صاحب اور فضل بی بی صاحبہ،وفات پا چکے ہیں اور نارتھ ویلز کے قبرستان میں ہی مدفون ہیں۔

☆ ☆ ☆

## نواں واقعہ

### ”یہ مومنوں کی جماعت ہے“

## چودھری عبدالستار صاحب کا قبول احمدیت

اب حویلی لکھا،ضلع اوکاڑہ، کے ایک خوش نصیب دوست،چودھری عبدالستار صاحب،سینٹری انسپکٹر، کے قبول احمدیت کی داستان بیان کی جاتی ہے۔آپکے والد چودھری عبدالعزیز صاحب آپ کے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔آپ فرماتے ہیں،احمدیت کے بارہ میں مجھے کچھ علم نہ تھا۔تاہم پہلی بار لفظ ”مرزائی“ اُس وقت میرے کانوں میں پڑا،جب میں پانچویں جماعت کا طالب علم تھا۔لیکن فرماتے ہیں،میرے ذہن پر اس نے ایسا اثر چھوڑا کہ بعد میں وہی میرے قبول احمدیت پر منتج ہوا۔آپ یہ دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ایک جمعہ کی نماز کے بعد ہمارے خطیب صاحب کی باہر سے آنے والے کسی آدمی سے کوئی مذہبی گفتگو ہوئی،جو مباحثہ کا رنگ اختیار کرگئی۔ مجھے اپنی کم عمری اور کم علمی کے باعث یہ تو علم نہ ہوسکا کہ وہ مباحثہ کیا ہے،مگر یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ وہ اجنبی آدمی بار بار قرآن کریم کی آیات کے حوالے دے رہا ہے۔مگر ہمارا خطیب قرآن کریم کی آیات

کے جواب میں اسے بار بار دھمکیاں دیئے جا رہا ہے۔ جب وہ اجنبی چلا گیا تو خطیب صاحب لوگوں کو بڑے فخر سے بتانے لگے کہ یہ مرزائی تھا اور مَیں نے اسے بھگا دیا ہے۔ اُس وقت تک مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ مرزائی کسے کہتے ہیں مگر مَیں اتنا سمجھ گیا کہ ہمارا خطیب جھوٹا ہے''

آگے فرماتے ہیں کہ دوسری بار میرے کانوں میں مرزائی کا لفظ اُس وقت پڑا جب میں سینٹری کا کورس کرنے کے بعد ملازمت کی تلاش میں تھا۔ فرماتے ہیں:

''میٹرک پاس کرنے کے بعد مَیں نے سینٹری انسپکٹر کا کورس کیا اور ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر، ساہیوال کے پاس ملازمت کے لئے درخواست دے دی۔ یہ ۱۹۵۷ء کی بات ہے۔ ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر (D.H.O.) جناب ڈاکٹر میجر عبدالحق صاحب تھے جنہوں نے میرے کاغذات ڈسٹرکٹ بورڈ کے چیئرمین کے پاس بغرض منظوری بھجوانے کیلئے ایک کلرک کو میرے ساتھ کیا۔ وہ کلرک راستے میں مجھے بتانے لگا کہ ڈی، ایچ، او، مرزائی ہے، اس نے پہلے بھی ایک لڑکے کو رکھ لیا تھا، وہ لڑکا مرزائی تھا، مگر جب چیئرمین صاحب کو پتہ چلا، تو اس نے منظوری نہ دی''

فرماتے ہیں، جب میری تقرری ہوگئی تو یہی تقرری میرے احمدی ہونے کا موجب بن گئی، اس کی روئداد بتاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''میری تقرری ہو جانے کے بعد میرے دوسرے ہم منصب ہر ماہ دفتر میں آتے اور ان سے ملاقات ہوتی رہتی۔ ان میں ایک چودھری غلام قادر صاحب 'حویلی لکھا' سے آیا کرتے تھے۔ مَیں انکے حسن اخلاق سے بہت متأثر ہوا۔ دوسرے انہوں نے بتایا کہ حویلی لکھا میں ایک سینٹری انسپکٹر کی ضرورت ہے، آپ وہاں آجائیں۔ چنانچہ مَیں نے درخواست دے دی اور مجھے وہاں ملازمت مل گئی۔ اب اتفاق یہ ہوا کہ بلدیہ کے جس سکول کے چوبارہ پر مَیں نے رہائش رکھی، اسی گلی میں چودھری صاحب موصوف بھی رہتے تھے۔ یہ بھی پتہ چل گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہیں اور جماعت کے سیکرٹری مال ہیں۔ نیز جمعہ کی نماز بھی آپ ہی کے مکان پر ہوتی تھی''

فرماتے ہیں، انہوں نے مجھ سے کبھی احمدیت کے بارے میں بات نہیں کی تھی۔تاہم ایک روز جب مَیں ان کے گھر گیا تو میری نظر ایک کتاب پر پڑی جس کا عنوان تھا ''مذہب کے نام پر خون'' [ا] فرماتے ہیں، مَیں نے یہ کتاب انکی اجازت سے پڑھنے کے لئے لی۔اس کتاب کا پڑھنا تھا کہ احمدیت کے بارے میں مجھے پورا انشراح حاصل ہو گیا اور چند دن بعد ہی مَیں چودھری صاحب سے اصرار کرنے لگا کہ میری بیعت کرا دیں۔جس پر انہوں نے بیعت فارم پُر کرا کر مرکز سلسلہ میں بھجوا دیا۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۶۴ء میں میری بیعت منظور ہو گئی۔

احمدیت قبول کرنیکے بعد چودھری عبدالستار صاحب کے ساتھ وہ سب کچھ ہوا جو الٰہی جماعتوں کے ساتھ ہمیشہ ہوتا چلا آیا ہے۔یعنی اپنے بیگانے بن گئے، عزیزوں نے ساتھ چھوڑ دیا اور دوستیاں دشمنیوں میں بدل گئیں، مگر خدا کے اس بندے کے پائے استقلال میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔پھر جلد ہی ملک کے اندر ایک ایسے خونی دَور نے جنم لیا جس میں انسانی قدروں کو پامال کیا گیا، عدل وانصاف کے پیمانے بدل گئے اور تہذیب، اخلاق اور شرافت کی دھجیاں یوں بکھیر کر رکھ دی گئیں کہ مذہب تو درکنار، انسانی شرافت دم توڑ کر رہ گئی۔اسکے نتیجے میں احمدیوں کی املاک، ان کے اموال اور نفوس، انسانی درندوں کی ہوس وہوا کی بھینٹ چڑھنے لگے۔غرض خود اسلام کے نام لیواؤں نے اسلام ہی کے نام پر کلمہ گو مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ لئے۔اس دَور کی شرانگیزیوں سے مکرم چودھری عبدالستار صاحب کو بھی وافر حصہ ملا۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''۱۹۷۴ء کے فسادات بھڑک اٹھنے کے دوسرے ہی روز مَیں اپنے دفتر میں تھا کہ ایک مجمع توڑ پھوڑ کرتا اور نعرے لگاتا ہوا مجھ پر حملہ آور ہوا۔میرے کپڑے پھاڑ دئے اور سر اور جسم پر کئی زخم لگا کر اور مجھے ادھ موا کر کے چلے گئے۔پھر مَیں انتظامیہ کے مجبور کرنے پر مختلف مقامات میں رہتا رہا۔میرے اہل وعیال ایک عزیز کے پاس چیچہ وطنی چلے گئے

---

[ا] ''مذہب کے نام پر خون''، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ (صاحبزادہ میاں طاہر احمد صاحبؒ) کی قبل از زمانۂ خلافت کی واقعاتی شہادات پر مبنی ایک ایسی تصنیف ہے جو پاکستان کے مذہبی رہنماؤں کے اسلام کے نام پر عوام کو گمراہ کرنے اور اسے اپنی سفلی اغراض کیلئے استعمال کرنے کی افسوسناک داستان پیش کرتی ہے۔اس کے ساتھ ہی اس میں عقلی لحاظ سے ان غلط فہمیوں کا جواب دیا گیا ہے، جو ہمارے مخالفین آئے دن ہمارے خلاف پھیلاتے رہتے ہیں۔

آخر میرے دوست چودھری غلام قادر صاحب مجھے اوکاڑہ کے نائب امیر، مکرم چودھری مسعود صاحب باجوہ، کے پاس لے گئے، جہاں میرا قیام مسجد میں ہوا۔ اسکا ایک فائدہ یہ ہوا کہ مجھے مربی سلسلہ، مکرم مولانا عبدالوہاب صاحب، کی نیک صحبت میسر آ گئی، نیز مَیں پنجوقتہ نماز کا عادی ہو گیا"

ابھی یہ دَور جاری تھا کہ اس نے ایک اَور رُخ بدلا، جو پہلے دَور سے بھی بدتر، شدید تر اور صبر آزما ثابت ہوا۔ یعنی اُس وقت کے ڈکٹیٹر، جنرل ضیاء الحق، نے ایک ایسا آرڈیننس جاری کِیا (جسے جلد ہی دستور پاکستان کا حصہ بنا دیا گیا) کہ جسکی زد میں آکر ایک احمدی مسلمان کا ہر فعل جو وہ قرآن اور سنت رسول ﷺ کی پیروی میں بجالا رہا تھا، جرم متصور ہونے لگا۔ گویا اسلام کے نام پر حاصل ہونے والی اس سب سے بڑی مملکت خداداد پاکستان کے اندر ایک احمدی کے لئے بطور مسلمان زندہ رہنا دشوار ہو گیا۔ اس کے کلمۂ شہادت پڑھنے، اسکے اذان دینے، اس کے نماز پڑھنے، قرآن کی تلاوت کرنے، بلکہ قرآن کریم پاس رکھنے اور "السلام علیکم" تک کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اس کے ہاتھوں میں زنجیریں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر اسے آزادی کے جملہ حقوق سے محروم کر دیا جائے۔ بالفاظِ دیگر وہ سارے آلام ومصائب جو اسلام کے دَورِ اول میں صحابہ کرامؓ پر ڈھائے گئے تھے، آج مملکت پاکستان کے اندر احمدی مسلمانوں کو ان کا تختۂ مشق بنایا جانے لگا۔ خدا کے فضل سے چودھری صاحب موصوف کو بھی سیرت صحابہ پر چلنے اور دَورِ یوسفی کی یاد تازہ کرنیکی سعادت نصیب ہوئی۔ اسکی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

"جب دسمبر ۱۹۹۹ء میں مَیں اپنی ملازمت کے دوران حویلی لکھا میں تھا، تو وہاں احمدیہ مسجد کی تعمیر کے الزام میں جن چھ احمدی افراد پر مقدمہ قائم ہوا، ان میں سے ایک یہ عاجز بھی تھا اور اس طرح مجھے بھی کچھ مدت کیلئے اسیر راہِ مولیٰ رہنے کا شرف حاصل ہوا"

آپکے جیل میں آنے کے دن ایک ایسا لطیفہ ہوا جو قانون نافذ کرنے والوں کی بے دینی اور بزدلی پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ مکرم چودھری عبدالستار صاحب فرماتے ہیں:

"جیل میں ایک مولوی نما اہلکار میری جامہ تلاشی لے رہا تھا۔ پوچھنے لگا، کیسے جیل میں آئے۔ مَیں نے تفصیل بتائی تو کہنے لگا، اچھا، تم مرزائی ہو! مَیں نے کہا، مَیں احمدی ہوں۔ وہ بولا، احمدی تو ہم ہیں، تم مرزائی ہو۔ اس پر کچھ تکرار ہوئی تو مَیں نے کہا، 'اچھا

اگر تم اپنے آپ کو احمدی کہتے ہو، تو جیل کے دوسرے ملازمین کے سامنے جا کر کہہ دو کہ تم احمدی ہو'، تو فوراً کھسیانا ہو کر کہنے لگا، 'ادھر لائن میں جا کر بیٹھ جاؤ' ''

آپ ۲۰ ستمبر ۲۰۰۲ء کو جیل سے آزاد ہوئے۔

یہ واقعہ ختم کرنے سے قبل مکرم چودھری عبد الستار صاحب کو حاصل ہونے والے ایک روحانی تجربہ کا بیان قارئین کی دلچسپی اور ازدیاد ایمان کا باعث ہوگا۔ جن دنوں آپ پر احمدی ہونیکے جرم میں ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی قدرت کا ایک ایسا جلوہ دکھایا جس سے آپ کا احمدیت پر ایمان پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو گیا۔ اس کی تفصیل بتاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''جب میں حویلی لکھا میں تھا اور وہاں پانچ وقت باجماعت نمازوں کی توفیق مل رہی تھی، تو ایک روز جب عشاء کی نماز پڑھنے سے قبل مَیں کچھ دیر آرام کی غرض سے لیٹا ہوا تھا اور سونے جاگنے کی سی کیفیت تھی تو اچانک مجھے آواز آئی، 'یہ مومنوں کی جماعت ہے'۔ یہ آواز اتنی شیریں تھی کہ مَیں آج تک اس کا مزہ لے رہا ہوں''

فرماتے ہیں، یہ واقعہ علاوہ میرے دل کو مضبوط کرنے کے نمازوں کی ادائیگی کے بارے میں بھی میری زندگی کا اہم موڑ ثابت ہوا۔

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن، ۲ نومبر ۲۰۰۳ء)

نوٹ: مکرم چودھری عبد الستار صاحب تا حال حین حیات اور مسجد بیت الذکر (جماعت احمدیہ کی مسجد) اوکاڑہ میں قیام فرما ہیں۔ خاکسار راقم الحروف نے الفضل انٹرنیشنل سے یہ مضمون نقل کرنے کے بعد مزید تصدیق کیلئے اسکی کاپی مکرم چودھری صاحب موصوف کو بھجوائی۔ آپ نے ملاحظہ فرما کر معمولی سے اضافہ و ترمیم کے بعد اس پر صاد کیا ہے اور جزاکم اللہ کے ساتھ اپنے دستخط ثبت فرمائے ہیں (بحوالہ مکتوب مورخہ ۶ فروری ۲۰۰۵)۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان و عرفان میں مزید برکت عطا فرمائے اور لمبی اور فعال زندگی سے نوازے۔ آمین!

☆ ☆ ☆

# بورکینا فاسو

اللہ تعالیٰ جس طرح دنیا بھر میں احمدیت کی تبلیغ کی راہیں کھول رہا ہے اور اپنے مامور کو دیئے گئے وعدہ ''ینصرک رجالٌ نوحی الیھم من السماء'' کے موافق مختلف ممالک میں بسنے والی سعید روحوں کو کھینچ کھینچ کر امام وقت کی غلامی میں لا رہا ہے، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسکے ثبوت میں نت نئے واقعات سامنے آ رہے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ صفحات میں اس سلسلہ میں ملک وار اس کی متعدد مثالیں بیان کی جا چکی ہیں۔ اب مغربی افریقہ کے ایک صحرائی ملک ،بورکینا فاسو، میں ظاہر ہونے والے اس قسم کے بعض نشانات کا تذکرہ کیا جاتا ہے[ا]۔ فرانسیسی زبان بولنے والے اس ملک میں ۱۹۸۹ء میں جماعت کا باقاعدہ مشن قائم ہوا۔ اُس وقت سے ہی یہاں دعوت الی اللہ کے میدان میں ایسے ایسے ایمان افروز واقعات رونما ہو رہے ہیں کہ انہیں دیکھ کر روح وجد میں آ جاتی اور دل خدا کی حمد سے بھر جاتا ہے۔ چنانچہ ۱۹۹۸ء کے جلسہ سالانہ، انگلستان، کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے خطاب میں اس ملک (بورکینا فاسو) میں نازل ہونے والے افضال الٰہیہ کے ذکر میں وہاں کے مبلغ سلسلہ،مکرم ناصر احمد سدھو، کے حوالے سے ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

''ناصر احمد سدھو صاحب کی والدہ نے دس سال قبل ایک رؤیا میں دیکھا تھا کہ وہ (یعنی ناصر احمد صاحب) ایک بہت بڑی ڈوری انکے پاس لائے ہیں اور میرا (یعنی حضور کا) نام لے کر کہتے ہیں کہ حضور نے یہ ڈوری دی ہے، ایک بہت بڑا علاقہ فتح ہوا ہے، اس کے گرد لگانی ہے۔ (فرمایا، ڈوری اردو میں سُوت یا کسی بھی مادے کی بٹی ہوئی رسی کو کہتے ہیں) اور یہ کہ والدہ خواب کے اندر ہی ساری رات وہ ڈوری بُنتی رہیں، جس کے نتیجے میں صبح ان کے بازوؤں میں اچھا خاصا درد ہو رہا تھا۔ فرمایا، یہ واقعہ تو گذر گیا لیکن اسکے

[ا] بورکینا فاسو کا تعارف :اس ملک کا پہلا نام 'اپر وولٹا' (Upper Volta) تھا۔ آزادی کے بعد اس کا نام 'بورکینا فاسو' یعنی 'عزت دار لوگوں کی سرزمین' رکھا گیا۔ یہاں ۱۹۵۱ء سے غانا (گولڈ کوسٹ) کے ذریعے تبلیغی کوششیں جاری تھیں تاہم ۱۹۸۶ء میں باقاعدہ طور پر جماعت کا قیام عمل میں آ گیا اور ۱۹۸۹ء میں مرکزی مبلغین کی یہاں آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اِس وقت یہاں پندرہ مرکزی اور چالیس سے زیادہ مقامی مبلغین کام کر رہے ہیں۔

دس سال بعد جب ہمارے یہ مبلغ (ناصر احمد صاحب سدھو) بورکینافاسو میں بھجوائے گئے اور انکا تقرر، ڈوری (Dori) کے علاقہ میں ہوا، تو اچانک انہیں اپنی والدہ کی رؤیا یاد آگئی اور انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ (یعنی ان کا اس علاقے میں بطور مبلغ متعین ہونا) اتفاقی امر نہیں ہے"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وہاں تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اندر ایسے سامان پیدا فرمادئے کہ لوگ دھڑا دھڑ جماعت میں داخل ہونے لگے۔ فرمایا، یہ خدا کا فضل ہے کہ یہاں اب تک دو لاکھ کے قریب بیعتیں ہو چکی ہیں۔

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ، برموقع جلسہ سالانہ، منعقدہ ۱۹۹۸ء

بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن، مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۹۸ء)

اس سے اگلے سال یعنی جلسہ سالانہ ۱۹۹۹ء کے موقع پر اس ملک میں حاصل والی مزید کامیابیوں کا ذکر فرماتے ہوئے حضور انورؒ نے اسی مبلغ (مکرم ناصر احمد صاحب سدھو) کے حوالے سے بتایا:

"میں نے گذشتہ سال ان کی والدہ کی ایک رؤیا بیان کی تھی۔ انہوں نے دیکھا تھا کہ میں نے انہیں ایک ڈوری دی ہے کہ ایک بہت بڑا علاقہ فتح ہوا ہے، اس کے گرد لگانی ہے۔ وہ رات بھر رؤیا کے اندر ڈوری بُنتی رہیں۔ صبح اٹھیں، تو ان کے بازوؤں میں درد تھی کیونکہ رات بھر محنت کرنا پڑی تھی"

فرمایا، یہ وہ لگائی ہوئی ڈوری ہی ہے جو آج کام آرہی ہے اور 'ڈوری' ہی کے علاقہ میں یہ معجزہ رونما ہوا ہے، جس کی پھر تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہاں مزید ۷۷۶ مقامات پر احمدیت کا قیام ہوا ہے، ۸۱۰ نئی مساجد کا اضافہ ہوا ہے اور ۲۶۰ چیفس (Chiefs) اور ۸۱۱، امام اپنی مسجدوں سمیت جماعت میں داخل ہوئے ہیں۔ اس طرح پر کل چھ لاکھ ۳۵ ہزار ۵۰۹ افراد بیعت کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کر چکے ہیں۔

(خطاب حضورؒ، برموقع جلسہ سالانہ انگلستان، منعقدہ ۱۹۹۹ء،

بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۹۹ء)

اس سے بھی اگلے سال یعنی ۲۰۰۰ء کے جلسہ سالانہ منعقدہ انگلستان کے موقع پر بورکینا فاسو میں حاصل ہونے والی شاندار کامیابیوں کی تفصیل پر سے پردہ اٹھاتے ہوئے حضورؒ نے پھر مکرم ناصر احمد سدھو صاحب کی والدہ کی رؤیا کے حوالے سے فرمایا کہ اب اسی علاقہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کثرت کے ساتھ احمدیت پھیل رہی ہے۔ اس سلسلے میں حضورؒ نے بعض معجزات کا بھی ذکر فرمایا جو اللہ تعالیٰ اس علاقے میں احمدیت کے حق میں دکھلا رہا ہے اور جن کے نتیجے میں جماعت غیر معمولی رفتار کے ساتھ ترقی کرتی جا رہی ہے۔ ان میں سے بعض کا ذکر ذیل میں کیا جا رہا ہے۔

## پہلا معجزہ

### ''ان کا سارا گاؤں احمدی ہو چکا ہے''

حضورؒ نے فرمایا:

''بورکینا فاسو کے نارتھ کے علاقہ میں ڈوری ریجن کے ایک گاؤں جس کا نام 'بانکی لاری' (Banki Lari) ہے، کے امام صاحب جب ہمارے لوکل مبلغ، ابوبکر سانفو صاحب، سے پہلی بار ملے، تو ابوبکر سانفو صاحب نے انہیں عربی کتاب 'القول الصریح' [۱] تحفہ کے طور پر پیش کی۔ اس کتاب کو پڑھ کر ان کا ایمان ایسا تازہ ہوا کہ سارے شکوک رفع ہو گئے۔ اور اب وہ خود ہزاروں میل کا سفر طے کرتے ہیں اور تبلیغ کرتے ہیں۔ ان کا سارا گاؤں احمدی ہو چکا ہے اور اب اس علاقہ میں بکثرت احمدیت پھیل رہی ہے''

☆ ☆ ☆

[۱] یہ کتاب، ''القول الصریح فی ظہور المہدی والمسیح''، مبلغ سلسلہ، مکرم مولانا نذیر احمد صاحب مبشر فاضل (مرحوم و مغفور) کی بزبان عربی ایک تصنیف ہے جس میں آپ نے قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کی روشنی میں وہ علامات بیان فرمائی ہیں جو حضرت مہدیؑ کے ظہور سے متعلق ان میں بیان ہوئی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ ان پیشگوئیوں کے رو سے آپ کا ظہور اسی زمانہ میں مقدر تھا۔ جو حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے وجود میں عمل میں آچکا ہے۔

## دوسرا معجزہ

"کچھ معزز مہمان آئے ہیں"

ڈوری ریجن کے ہی ایک اور گاؤں 'یاکاکالا' (Yakakala) میں آسمانی ذریعہ ابلاغ کی بدولت احمدیت کا پودا لگنے کی روئداد بیان کرتے ہوئے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"'یاکاکالا' کے امام صاحب نے خواب میں دیکھا کہ کچھ معزز مہمان آئے ہیں۔ان امام صاحب کا سفر پر جانے کا پروگرام تھا۔اس خواب کے بعد انہوں نے پروگرام ملتوی کر دیا۔اسی دن خدا کے فضل سے احمدی مبلغین کا وفد وہاں پہنچ گیا تو امام صاحب اس وفد کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ معزز مہمان تو آ گئے ہیں۔چنانچہ جب تبلیغ ہوئی تو سارے کا سارا گاؤں احمدی ہو گیا"

فرمایا، قبول احمدیت کی ایسی رَو چلی ہے کہ اب تک نائیجر (Niger) بارڈر کے اس علاقہ میں امسال ڈیڑھ لاکھ سے زائد بیعتیں ہو چکی ہیں۔

☆ ☆ ☆

## تیسرا معجزہ

"انہیں کھوئی ہوئی چیز مل گئی ہے"

ایک تیسرے معجزے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک امام صاحب نے رؤیا میں دیکھا کہ انہیں کوئی کھوئی ہوئی چیز مل گئی ہے۔جب اس گاؤں میں ہمارے مبلغین کا وفد پہنچا اور انہوں نے وہاں کے امام سے کہا کہ ہم تبلیغ کی غرض سے آئے ہیں تو امام صاحب نے انہیں بتایا کہ

"آج رات ہی سحری کے وقت خاکسار کو آواز آئی کہ مسجد جاؤ اور تبلیغ سننے کی تیاری کرو۔میں اٹھ کر مسجد گیا تو کوئی آدمی نہیں تھا، میں واپس آ گیا۔پھر دوبارہ آواز آئی، مسجد جاؤ اور تبلیغ سننے کی تیاری کرو۔میں مسجد دوبارہ گیا، تو پھر بھی کوئی آدمی نہیں تھا، میں واپس

آ کر سو گیا، تو سختی سے ہدایت ہوئی کہ مسجد جاؤ اور تبلیغ سنو اور انتظام کرو۔ پھر میں مسجد میں آ کر بیٹھ گیا کہ آپ لوگ پہنچ گئے۔ جب آپ نے بتایا ہے کہ آپ تبلیغ کرنے آئے ہیں تو میری خوشی سے یہ حالت ہوگئی کہ میں اسے بیان نہیں کر سکتا''

فرمایا، پھر امام صاحب نے سارے گاؤں والوں کو اکٹھا کیا، وہاں تبلیغ کی گئی اور خدا کے فضل سے سارے کا سارا گاؤں احمدی ہو گیا۔ اس سلسلے میں حضور نے ایک بہت ہی ایمان افروز بات بیان کہی۔ وہ ایسی ہے کہ اس سارے مضمون میں روحانیت کا ایک عجیب رنگ بھر دیتی ہے۔ فرمایا:

''خوابوں کے ذریعہ جس طرح اللہ تعالیٰ مدد فرما رہا ہے، یہ تو واقعی حیرت انگیز ہے، اتنے عظیم الشان نشانات ہیں کہ سمجھ نہیں آتی کہ ان کو دیکھ کر یہ مولوی اب جائے گا کہاں؟''

☆ ☆ ☆

## چوتھا معجزہ

### ''خدایا! مجھے اسلام کو زندہ کرنے والے لوگ دکھا''

اسی طرح کے تصرف الٰہی کے ایک اَور نشان کا ذکر کرتے ہوئے حضورؒ نے فرمایا:

''جب ہمارا تبلیغی وفد ملک کے شمال مغرب میں علاقہ 'جی ساسو' (Djissasso) میں پہنچا تو انکی ملاقات مسجد کے امام، داؤ سعید و صاحب (Dao Saeedo) سے ہوئی یہ اکثر دعا کیا کرتے تھے کہ یا الٰہی! مسلمان بہت بگڑ گئے ہیں، مذہبی حالت خراب ہوگئی ہے۔ خدایا، مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک کہ دین کی اصلاح کرنے والے نہ آ جائیں۔ ایک دن ان کو علم ہوا کہ مسجد میں تبلیغ کے لئے لوگ آئے ہوئے ہیں۔ وہ ان سے ملے اور دیکھتے ہی پہچان گئے کہ یہی وہ لوگ ہیں جو اب انشاء اللہ اس علاقہ میں اسلام کو از سرِ نو زندہ کریں گے۔ چنانچہ ان کے گاؤں کے چار ہزار ۶۸۰ افراد نے اسی دن بیعت کر لی''

## پانچواں معجزہ

### ’’احمدی امام نے درختوں کے نیچے درس دینا شروع کردیا‘‘

پھر یہ بتاتے ہوئے کہ کس طرح وہاں کے ایک طبقہ کی شدید مخالفت کے باوجود اللہ تعالیٰ اس ملک میں جماعت کی ترقی کی نئی سے نئی راہیں کھولتا جارہا ہے، حضورؒ نے فرمایا:

’’ڈوری ریجن میں ’تاکوکناجی‘ گاؤں نصف احمدی تھا اور نصف نے بیعت نہیں کی تھی۔امسال رمضان المبارک میں ہمارے احمدی امام نے غیراحمدیوں کی مسجد میں تفسیر کبیر عربی[ا] کا درس دینا شروع کردیا تو لوگوں نے بے حد پسند کیا۔ یہ سلسلہ دو دن تک جاری رہا اور اسکے نتیجے میں پھر بہت مخالفت شروع ہوگئی۔ بڑا امام اپنے چند شریروں کے ساتھ آیا اور درس بند کرنے اور (درس دینے والوں کو) مسجد سے نکل جانے کو کہا۔احمدی امام نے مسجد سے باہر آکر درختوں کے نیچے درس دینا شروع کردیا۔تمام سامعین (وہاں) جمع ہوگئے۔گاؤں کے چیف نے یہ منظر دیکھا تو خود بھی درس میں شریک ہوا۔ بعد میں اس نے اعلان کیا کہ لگتا ہے، ہمارے گاؤں کے بُرے دن آنیوالے ہیں کہ امام مسجد نے مسجد کے اندر قرآن سنانے سے منع کردیا ہے، یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، اٹھو اور مسجد چلو۔جب تک میں زندہ ہوں، کوئی تمہیں مسجد سے باہر نہیں نکال سکتا۔چنانچہ سارا رمضان المبارک مسجد میں درس ہوا‘‘

آگے فرماتے ہیں کہ جب رمضان المبارک کے بعد عید آئی اور لوگ نماز عید کے لئے جمع ہوئے تو وہی غیراحمدی امام نماز پڑھانے کیلئے آگے بڑھا۔لوگوں نے اسے یہ کہہ کر روک دیا کہ سارا رمضان تو ہم نے احمدی امام سے قرآن سنا ہے، اس نے ہمیں روشنی بخشی ہے، ہم نور کو چھوڑ کر اب ظلمت قبول نہیں کریں گے، آج سے ہم سب گاؤں والے احمدی ہیں، ہمیں آپ کی امامت کی ضرورت نہیں‘‘

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، برموقع جلسہ سالانہ، انگلستان ۲۰۰۰ء

بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن، مورخہ ۸ ستمبر ۲۰۰۰ء)

[ا] یہ اُس تفسیر بے نظیر کا عربی ترجمہ ہے جو جماعت کے دوسرے امام اور خلیفہ، حضرت مصلح موعودؓ نے اللہ تعالیٰ کی خاص تائید ونصرت سے لکھی اور جو اس وقت دس ضخیم جلدوں میں دستیاب ہے۔

## چھٹا واقعہ

### ”یقیناً یہی لوگ غالب آئیں گے“

اس سے اگلے سال یعنی ۲۰۰۱ء میں جرمنی کے جلسہ سالانہ کے موقع پر اپنے خطاب میں یہ بتاتے ہوئے کہ اسی ملک (بورکینا فاسو) میں اللہ تعالیٰ احمدیت کی صداقت کے اظہار کیلئے نہ صرف یہ کہ الہام 'ینصرک رجال.' کے ایمان افروز نظارے دکھلا رہا ہے بلکہ الہام 'نصرت بالرعب'[۱] کی شان بھی ظاہر کررہا ہے، نیز الہام :انی مھین من اراد اھانتک[۲] کی تعبیر میں مخالفین کی رسوائی اور ذلت کے سامان بھی بہم پہنچا رہا ہے، حضور نے چند مثالیں بیان فرمائیں۔

مثلاً ڈوری ریجن میں رونما ہونے والے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ

”ڈوری ریجن کے گاؤں 'کوریاباغ' میں وہابیوں نے جماعت کے خلاف جلسہ کیا۔ اس جلسہ میں (انہوں نے) جماعت پر جھوٹے الزامات لگانے شروع کئے تو اس جلسہ میں موجود ایک احمدی عالم الحاج ہادی کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے کہا کہ آپ سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ اصل حقیقت کیا ہے، پھر کیوں جھوٹ بولے جارہے ہیں۔ آپ اس بھرے مجمع میں اللہ کی قسم کھائیں کہ امام مہدی جن کو ہم مانتے ہیں، جھوٹے ہیں۔ اس پر وہ وہابی مولوی صاحب کہنے لگے کہ آپ قسم کھائیں کہ آپ کے امام مہدی جن کو آپ مانتے ہیں، سچے ہیں اور خدا کے نبی ہیں۔ اس پر احمدی امام نے بھرے مجمع میں تین مرتبہ قسم کھائی کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مسیح موعود علیہ السلام خدا کے سچے مامور اور مہدی موعود ہیں۔ اس پر وہابی مولوی خاموش ہو گئے اور انہوں نے مقابل پر قسم کھانے کی جرأت نہیں کی اور علاقے پر ایک رعب طاری ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں کثرت سے بیعتیں شروع ہو گئی ہیں“

---

[۱-۲] یہ ہر دو الہامات بھی حضرت بانئ سلسلہ علیہ السلام کی اپنے مخالفین پر فتح کی خوشخبری اپنے اندر لئے ہوئے ہیں۔ پہلے الہام کا مطلب ہے کہ 'تمہیں مخالفین پر رعب کے ذریعے غالب آنے کی خوشخبری دی جاتی ہے'۔ دوسرے کے معنی ہیں کہ 'میں ہر اس شخص کو ذلیل کروں گا جو تیری ذلت کا ارادہ کرے گا'

# ساتوار معجزہ

## ’’قبولیت دعا کے ایک نشان کا ظہور‘‘

پھر یہ بتاتے ہوئے کہ جہاں مخالفینِ احمدیت رسوا پر رسوا ہو رہے ہیں، وہاں احمدیت کے حق میں اللہ تعالیٰ ایسے ایسے نشانات دکھلا رہا ہے کہ لوگ احمدیت کی صداقت کا اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں، حضورؒ نے مکرم محمود احمد ناصر صاحب، امیر جماعت بورکینا فاسو، کے حوالے سے بتایا کہ

’’جب وہ تیجانیہ فرقہ کے ایک بہت بڑے امام، شیخ احمد، جن کی عمر ۶۵ سال کے قریب ہے اور جن کے مریدوں کے تقریباً ۳۰۰ دیہات ہیں، سے ملنے گئے تو وہ سخت بیمار تھے۔ امیر صاحب نے انہیں ہومیو پیتھک دوائی دی اور دوائی دینے کے ساتھ انہوں نے مجھے (یعنی حضور کی خدمت میں۔ناقل) بھی دعا کے لئے لکھا۔ حضور فرماتے ہیں، اس کا جو جواب میں نے دیا، خود مجھے بھی اس پر تعجب ہوتا ہے کہ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کیا لکھوا دیتا ہے، میں نے انہیں لکھا:

’اللہ آپ کو صحت عطا فرمائے اور آپ کی پریشانیاں دور فرمائے اور اولادِ نرینہ عطا کرے‘

حضورؒ فرماتے ہیں:

’’اب میرے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کی کوئی اولاد نہیں ہے، ان کی تین بیویاں ہیں اور وہ چالیس سال سے شادی شدہ ہیں لیکن ایک بھی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ خدا تعالیٰ کی شان ہے کہ چار ماہ قبل اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹا عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ جب ہمارے مبلغ ان کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ یقیناً یہ دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے‘‘

☆ ☆ ☆

## آٹھواں معجزہ

''مخالفین کا پروگرام دھرے کا دھرا رہ گیا''

پھر ایک اور ریجن میں مخالفین کی رسوائی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''مخالفین جماعت نے 'ٹنکو ڈوگو' ریجن، بورکینا فاسو، میں ایک مذہبی پروگرام کیا، جس میں مراکش اور تیونس سے آئے ہوئے تبلیغی جماعت کے افراد بھی شامل ہوئے۔ ایک سیشن جماعت کے خلاف رکھا گیا تھا جسکا عنوان تھا: 'احمدیت کا حقیقی چہرہ'۔ اس سیشن میں صرف ایک مقرر سلیمان نے خطاب کرنا تھا۔ لیکن جب یہ صاحب مقررہ وقت پر نہ پہنچے، تو لوگوں کو پریشانی ہوئی۔ کچھ دیر بعد انکی طرف سے پیغام آیا کہ وہ نہیں آ سکتے کیونکہ انکا بیٹا فوت ہو گیا ہے۔ اس طرح جماعت کے خلاف انکا پروگرام دھرے کا دھرا رہ گیا''

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، برموقع جلسہ سالانہ جرمنی منعقدہ ۲۰۰۱ء
بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن، مورخہ ۱۲/۱۲ اکتوبر ۲۰۰۱ء)

☆ ☆ ☆

## نواں معجزہ

''اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں آ گیا ہے''

اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے پانچویں جانشین، حضرت مرزا مسرور احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، نے جلسہ سالانہ انگلستان منعقدہ ۲۰۰۳ء کے موقع پر اپنے خطاب میں بیان فرمایا۔ ڈوری ریجن میں ہی وقوع پذیر ہونے والا یہ واقعہ بھی جو احمدیت کے چمکتے ہوئے نشانوں میں سے ایک ہے، مخالفین کے اندر عبرت کا نشان بن گیا ہے، جسے دیکھ دیکھ کر علاقے

کے لوگ مرعوب ہو رہے ہیں۔ چنانچہ حضور امیر جماعت بورکینا فاسو کے حوالے سے فرماتے ہیں:

''ڈوری ریجن میں وہابیوں نے سوڈان سے ایک مولوی، حسن گر یہ نامی، کو احمدیت کے خلاف بولنے کے لئے بلایا۔ موصوف کے متعلق انہیں یقین تھا کہ یہ شخص احمدیوں کی ترقی کو روک سکے گا۔ چنانچہ اس شخص نے تین صوبوں کا چکر لگا کر ہر جگہ احمدیت کے خلاف اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا۔ ہم نے اسے مقابلے کے لئے بلایا، لیکن وہ ٹالتا رہا۔ اس پر ہم نے اس کے سارے اعتراضات کو بیان کر کے یہ اعلان کیا کہ سب جھوٹ ہے اور ہم جھوٹے پر لعنت ڈالتے ہیں۔ یہ شخص چکر لگاتے ہوئے ایک احمدی گاؤں 'غل غنتے' میں جمعہ کے روز داخل ہوا اور نماز جمعہ کے بعد کہنے لگا، 'لوگو! بات سنو، میں کہتا ہوں کہ مسیح موعود جھوٹے ہیں اور میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو'۔ تمام احمدیوں نے کہا، الحمد للہ، اب فیصلہ خدا تعالیٰ کی عدالت میں ہے، ہم ضرور نتیجہ دیکھیں گے۔ (چنانچہ اس پر) ڈیڑھ ہفتہ نہیں گذرا تھا کہ یہ شخص بیمار ہوا، اور اسے ڈوری ہسپتال میں لیجایا گیا۔ مگر ڈاکٹروں نے جواب دے دیا۔ پھر اسے بورکینا فاسو کے سب سے بڑے ہسپتال میں لے جایا گیا۔ وہاں بھی ڈاکٹروں نے جواب دے دیا اور کہا کہ اسے گھانا لے جاؤ''

حضور فرماتے ہیں، اب دیکھیں! اللہ تعالیٰ کا بھی کیسا انتقام ہوتا ہے کہ احمدیہ ہسپتال میں اسے داخل کروا دیا۔ جماعت کے ڈاکٹروں نے تو بہر حال خدمت کرنی ہوتی ہے، قطع نظر اسکے کہ مخالف ہے یا حق میں ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اگر یہ شخص آج رات نکال گیا، تو صبح اسکا اوپریشن کر دینگے (مگر) یہ شخص رات کے وقت پیشاب کرنے کیلئے بیت الخلا گیا اور وہیں دم توڑ دیا۔ فرمایا، اسکی عبرتناک موت کا پورے علاقہ پر اثر ہوا ہے اور اس واقعہ نے تمام مخالفین کے دلوں میں ہیبت ڈال دی ہے۔

(خطاب مذکورہ کا حوالہ واقعات کے آخر پر آ رہا ہے)

☆ ☆ ☆

# دسواں معجزہ

## ’’سارا گاؤں احمدی ہوگیا‘‘

اپنے اسی خطاب کے اندر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے امیر صاحب بورکینا فاسو کے حوالے سے ایک اُور معاند احمدیت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح اس نے ہماری تبلیغ کے راستے میں روک ڈالی اور لوگوں کو ہماری باتیں سننے سے باز رکھا، اور پھر اس کا کیا وبال اس پر پڑا، جس کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ اس نے خود عبرت حاصل کی بلکہ یہ واقعہ اس کے گاؤں کی ساری آبادی کی ہدایت کا موجب بن گیا۔ حضور نے فرمایا:

’’ہمارے ایک لوکل مبلغ ابوبکر باندا صاحب تبلیغ کیلئے جب ایک گاؤں ’نانا‘ (Nana) گئے اور لوگوں کے سامنے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا تو امام صاحب نے لوگوں کو جمع ہونے کے لئے کہا۔ لیکن وہاں کے ایک مخالف نے شور مچانا شروع کر دیا کہ ہرگز ان کا پیغام نہیں سننا۔ اُس کی اِس حرکت کی وجہ سے بہت سے لوگ اس جلسہ میں نہ آئے، تاہم تبلیغی پروگرام ہوا اور کچھ لوگوں نے احمدیت قبول کر لی۔ اگلی بار جب ہمارے معلم وہاں گئے، تو انہیں معلوم ہوا کہ وہی مخالف اور اس کی بیوی سخت بیمار پڑے ہیں اور کوئی علاج کارگر نہیں ہو رہا۔ جب ہمارے معلم اس کے پاس پہنچے تو اس نے معافی مانگی اور سخت ندامت کا اظہار کیا اور آئندہ مخالفت سے توبہ کی۔ پھر سارے گاؤں کو اکٹھا کیا اور تبلیغ ہوئی، جسکے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے سارا گاؤں احمدیت میں داخل ہو گیا‘‘

(حوالہ خطاب مذکورہ، واقعہ نمبر ۱۱ کے آخر پر ملاحظہ فرمائیں)

☆ ☆ ☆

# گیارھواں معجزہ

## ''میری رؤیا پوری ہوگئی''

اللہ تعالیٰ اپنے پاک مسیح و مہدی علیہ السلام کو دی ہوئی بشارت کی عملی تعبیر میں کیسے کیسے زبردست نشان دکھا رہا ہے، اس سلسلے کا بورکینا فاسو کے ملک سے تعلق رکھنے والا ایک آخری واقعہ بیان کیا جاتا ہے، جو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مذکورہ بالا خطاب میں منجملہ ان نشانات کے بیان فرمایا جو اللہ تعالیٰ ان ممالک میں احمدیت کے حق میں دکھلا رہا ہے۔ حضور نے فرمایا:

''بورکینا فاسو کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک گاؤں 'برٹینگا' میں جب ہم تبلیغی دورے کے سلسلے میں پہنچے، تو ایک معمر دوست نے، جن کی عمر ۶۵ سال کی ہوگی، بیعت کی۔ بیعت کرنیکے بعد وہ بتانے لگے کہ آپ لوگوں کے یہاں آنے سے پہلے میں نے رؤیا میں ایک بزرگ کو دیکھا جنہوں نے مجھے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام نازل ہوئے ہیں، انہیں قبول کرو۔ ایک ماہ کے وقفہ سے وہی بزرگ دوبارہ رؤیا میں آئے اور یہی پیغام دیا کہ آدم علیہ السلام نازل ہوئے ہیں، انہیں قبول کرو۔ امیر صاحب لکھتے ہیں کہ جب انہیں تفصیلاً بتایا گیا کہ حضرت مہدی علیہ السلام جنکی آپنے بیعت کی ہے، انہیں بھی خدا تعالیٰ نے آدمؑ کے نام سے موسوم کیا ہے، تو وہ بہت خوش ہوئے کہ انکی رؤیا پوری ہوگئی'' [۱]

(خطاب حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بر موقع جلسہ سالانہ، انگلستان، منعقدہ ۲۰۰۳ء، بحوالہ اخبار الفضل انٹرنیشنل، لندن، مورخہ ۱۹ ستمبر ۲۰۰۳ء)

---

[۱] وہ الہامات جن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کو ''آدمؑ'' کے نام سے موسوم کیا ہے:

۱) اَرَدْتُ اَنْ اَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ آدَمَ (براہین احمدیہ، حصہ چہارم ص ۴۸۹) ۔ یہ الہام آپ کو کئی بار ہوا۔ ایک مقام پر اسکے ساتھ یہ الفاظ بھی الہام ہوئے: لِيُقِيمَ الشَّرِيعَةَ وَ يُحْيِ الدِّينَ (اربعین نمبر ۳ ص ۲۳)۔ یہ وہی الفاظ ہیں جو حدیث شریف میں مہدی آخر الزمانؑ کے بارے میں آئے ہیں کہ 'وہ دین کو زندہ اور شریعت کو قائم کریگا'

۲) يا آدم اسكن انت و زوجک الجنّة (اربعین نمبر ۳ ص ۲۳)۔ یہ الہام بھی آپکو کئی بار ہوا بلکہ بعض دفعہ یہی کلمات 'یا آدمؑ' کی بجائے 'یا احمد' کے الفاظ کے ساتھ دہرائے گئے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دَورہ بورکینا فاسو سے تعلق رکھنے ہونے والے

# چنداَور ایمان افروز واقعات

☆

افریقی ممالک میں کام کرنے والی جس تقدیر الٰہی کی تعبیر میں یہ جملہ واقعات لائے جا رہے ہیں، وہ جیسا کہ اس عنوان کے تمہیدی بیان میں بتایا گیا ہے، خلافت احمدیہ کے پانچویں مبارک دور میں ایک خاص علوِ شان کے ساتھ جاری وساری نظر آتی ہے۔ چنانچہ جس طرح اور جس رنگ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پہلے ہی دورہ مغربی افریقہ کے دوران قدم قدم پر افضال الٰہیہ کی بارشیں ہوتی رہیں (جیسا کہ ان کا ذکر اس مضمون کی ابتدا میں کیا جا چکا ہے)، وہ اس کا عملی ثبوت ہیں۔

اب ذیل میں اللہ تعالیٰ کی معجزانہ قدرت کے چند ایسے ایمان افروز واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے، جو خاص طور پر حضور کے بورکینا فاسو کے دورہ کے دوران دیکھنے میں آئے اور جو بتاتے ہیں کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ دورہ بھی ایک خاص الٰہی تقدیر کے ماتحت تھا، جس کے نقوش عالم ملکوت میں پہلے سے تیار ہو چکے تھے۔ صرف وقت کا انتظار تھا، جس کے آجانے پر وہ عالم مجاز میں حقیقت کا روپ اختیار کر گئے۔

(۱)

"حضور کے دَورہ کی خبر دو سال پہلے ہی مل گئی"

اس سلسلے کا پہلا واقعہ بورکینا فاسو کے مبلغ، مکرم مولانا ظفر اقبال ساہی، کا بیان کردہ ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عجیب شان ہے کہ حضور انور کے دورہ کی خبر کئی دوستوں کو بذریعہ خواب پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ نے دے دی تھی۔ چنانچہ بورکینا فاسو کے پانچویں بڑے شہر "کایا" میں حضور انور کے ورود کی روئداد قلمبند کرتے ہوئے وہ بیان فرماتے ہیں کہ

"حضور وہاں ۳۱ مارچ بروز بدھ کو تشریف لے گئے۔ اس سے دو سال قبل وہاں کی جماعت کے صدر مکرم سواڈاگو صاحب کے بیٹے، عزیزم معاذ سواڈوگو، نے خواب میں

دیکھا تھا کہ حضرت خلیفۃ رابع رحمہ اللہ تعالیٰ ڈوری کی طرف سے آتے ہوئے کایا میں داخل ہوئے ہیں (ڈوری۔Dori۔صحرائے اعظم کے کنارے پر واقع بورکینا فاسو کا ایک اَور اہم شہر ہے۔جس کا خصوصی ذکر سلسلہ کے ایک اَور مبلغ ،مکرم مولانا ناصر احمد سدھو ،کی والدہ کی ایک خواب کے حوالے سے اس مضمون کی ابتدا میں کیا جا چکا ہے)۔اب حضور (خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ) کا پروگرام اس طرح بنا کہ حضور پہلے ڈوری تشریف لے گئے۔دارالحکومت سے ڈوری جاتے ہوئے کایا سے گزر کر جانا پڑتا ہے۔ مگر جاتے ہوئے کایا میں حضور کا قیام نہیں ہوا بلکہ ڈوری سے واپسی پر حضور کایا تشریف لائے اور یوں عزیزم معاذ سواڈوگو کا دو سال پہلے کا خواب،جس میں اس نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو ڈوری کی طرف سے کایا میں داخل ہوتے دیکھا تھا،حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے وجود میں پورا ہو گیا"

..........☆..........

## (۲)

### "ایک بزرگ مجھے احمدیہ مشن ہاؤس میں لے آئے"

اسی طرح ایک اَور دوست کی خواب بیان کرتے ہوئے مکرم مولانا موصوف تحریر فرماتے ہیں:

"دوسری خواب وہاں کے ایک اَور دوست،مکرم لقمان احمد سواڈوگو، نے ایک سال قبل دیکھی تھی،جو ان کے قبول احمدیت کا موجب بن گئی۔انہوں نے دیکھا کہ ایک بزرگ ہیں جو ڈوری روڈ کی طرف سے آئے ہیں اور مجھے کہتے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام تشریف لا چکے ہیں،انہیں قبول کر لو۔میں ان کے ساتھ ساتھ چلتا ہوں اور وہ مجھے احمدیہ مشن ہاؤس میں لے آتے ہیں۔میرے ذہن میں شدت سے یہ احساس تھا کہ یہ خدا کا خلیفہ ہے جو اس وقت میری رہنمائی کر رہا ہے"

## (۳)

### ''یہ تو وہی بزرگ ہیں ..........''

تیسری خواب جو مالی کے ایک دوست نے پانچ سال قبل دیکھی تھی، وہ بھی عین حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے وجود میں پوری ہوئی ۔اس خواب میں اس نے ایک بزرگ کو دیکھا تھا، جن کے چہرے سے نور کی شعائیں نکل رہی تھیں ۔اب جب وہ دوست حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے مغربی افریقہ کے دَورے کے وقت بورکینا فاسو آئے ،تو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ دیکھ کر ان کی جو حالت ہوئی ،وہ دیکھنے کے قابل تھی ۔چنانچہ بورکینا فاسو کے امیر و مشنری انچارج ،مکرم مولانا محمود ناصر صاحب ثاقب ،کا بیان ہے کہ

''مالی کی ایک جماعت ججیری (Djedjeri) کے امام صاحب نے مجھے بتایا کہ پانچ سال قبل کشف میں انہوں نے ایک ایسے بزرگ کو دیکھا جن کے چہرہ سے نور کے سوتے پھوٹ رہے تھے ۔یہ نورانی شعائیں اتنی تیز تھیں کہ وہ بتاتے ہیں کہ ایک ہفتہ تک میری آنکھوں میں درد ہوتا رہا۔آگے انہی کا بیان ہے کہ اِس سال جب میں جلسہ سالانہ بورکینا فاسو پر گیا ہوں اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا،تو میں نے دیکھتے ہی کہا کہ یہ تو وہی بزرگ ہیں جنہیں میں نے پانچ سال قبل کشف میں دیکھا تھا۔چنانچہ جب مجھے مصافحہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی تو میں نے حضور کا دست مبارک چوما ۔اسے اپنے چہرے پر لگایا اور اپنا سینہ ننگا کر کے اس پر ملا، تا کہ یہ نور مجھ میں سرایت کر جائے''

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ،لندن ،۳۰ جولائی ۲۰۰۴ء)

..........☆..........

## (۴)

### ''ہم کاروں کے ذریعے بورکینا فاسو میں داخل ہوئے ہیں''

چوتھی خواب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے، جو آپ نے اپنی وفات سے چند سال پہلے دیکھی تھی ۔وہ خواب جس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دَور میں اور

آپکے وجود میں پوری ہوئی۔ یہ بھی ایک ایمان افروز واقعہ ہے، جو اس امر کا ثبوت ہے کہ حضرت خلیفة المسیح الخامس کا یہ دورہ اللہ تعالیٰ کی پہلے سے بنائی ہوئی خاص مشیئت کے مطابق تھا۔ چنانچہ حضور اپنے مغربی افریقہ کے دورہ کے حوالے سے یہ بتاتے ہوئے کہ گھانا کے دورے کے اختتام پر بورکینا فاسو جانے کا پہلا طے شدہ پروگرام بذریعہ ہوائی جہاز تھا، مگر پھر اچانک کس طرح آپ بائی روڈ بورکینا فاسو میں داخل ہوئے، فرماتے ہیں:

''بذریعہ سڑک جانے کا پروگرام بھی اللہ تعالیٰ کی خاص تقدیر سے ہی بنا لگتا ہے۔ کیونکہ پہلے جو گھانا والوں نے پروگرام بنایا تھا اور اسکی اپروول ہوگئی تھی، اس کے مطابق تو دورہ نارتھ تک مکمل کرنے کے بعد ہمیں پھر واپس اکرا آنا تھا اور وہاں سے بائی ائر پھر بورکینا فاسو جانا تھا، لیکن روزانہ فلائٹ نہیں جاتی بلکہ دو دن جاتی ہے۔ ان میں سے ایک جمعہ کا دن تھا۔ تو وکیل التبشیر ماجد صاحب نے مجھے کہا کہ جمعہ جلدی پڑھ کے فوراً ہی ائر پورٹ پر جانا ہوگا''

فرماتے ہیں، اس پر مجھے کچھ انقباض ہوا کیونکہ بعض شہر جو انہوں نے پروگرام میں نہیں رکھے ہوئے تھے اور میرے علم میں تھے، مَیں وہ بھی دیکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ یہی وجہ آپکے پہلے سے طے شدہ پروگرام میں تبدیلی کا باعث بنی اور یوں خواب کے پورا ہونے کے سامان پیدا ہوگئے، جیسا کہ فرمایا:

''اصل بات اسمیں یہ ہے کہ لندن سے سفر شروع کرنے سے چند دن پہلے ماجد صاحب (ایڈیشنل وکیل التبشیر، لندن۔ ناقل) نے بتایا کہ بورکینا فاسو کے مبلغ نے انہیں حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک خواب یاد کرائی ہے جو ماجد صاحب کو بھی یاد آگئی کہ حضور نے دیکھا تھا کہ وہ کاروں کے ذریعے سے بائی روڈ گھانا سے بورکینا فاسو میں داخل ہوئے ہیں اور کوئی اسمٰعیل نامی آدمی بھی ان کو وہاں ملتا ہے......اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ ہمارے قافلے میں ایک اسمٰعیل نامی ڈرائیور بھی تھا، جس نے کچھ وقت ہماری گاڑی بھی چلائی، جس میں مَیں بیٹھا ہوا تھا''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶/اپریل ۲۰۰۴ء بمقام لندن،
بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، ۳۰/اپریل ۲۰۰۴ء)

# (ریپبلک آف) بنین

یہ وہ خوش نصیب ملک ہے جہاں اگرچہ (مغربی افریقہ کے دیگر ممالک نائیجیریا، غانا، سیرالیون وغیرہ کی نسبت) بہت دیر بعد احمدیت کا پودا لگا، مگر خدا کا ایسا فضل ہوا ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے چند سالوں کے اندر اندر وہ ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ چنانچہ ۲۰۰۰ء کے جلسہ سالانہ انگلستان کے موقع پر جماعت کے چوتھے امام، حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطاب میں اس ملک میں ہونے والی روز افزوں ترقی کا مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر فرمایا:

**'یہ وہ ملک ہے، جہاں پہلی دفعہ ہمیں تاریخ ساز کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں'**

چنانچہ اس تھوڑے سے عرصہ کے اندر حاصل ہونے والی اِن عظیم کامیابیوں کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اِس وقت تک اس ملک کے ستر (۷۰) مقامی بادشاہوں (Kings) نے احمدیت قبول کر لی ہے۔ دوسو چوہتّر (۲۷۴) مقامات پر جماعتیں قائم ہو چکی ہیں۔ ملک بھر میں ۳۱۲ احمدیہ مساجد ہیں، جن میں سے انتیس (۲۹) نئی تعمیر ہوئیں اور دوسو تراسی (۲۸۳) وہ ہیں، جو پہلے سے تعمیر شدہ تھیں اور نمازیوں اور اماموں سمیت جماعت کو ملیں

(بمطابق رپورٹ الفضل انٹرنیشنل، مورخہ ۹ جولائی ۲۰۰۴ء)

اسی طرح امیر صاحب بنین (مکرم حافظ احسان سکندر صاحب) کے بیان کے مطابق ایک ہائی۔ وے (High Way) جو ملک کے جنوب سے شمال کو جاتا ہے، کی دونوں اطراف ۶۲ شہر اور دیہات آباد ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب کے سب احمدیت میں داخل ہو چکے ہیں۔ چنانچہ احمدیت کی اس غیر معمولی ترقی کو دیکھ کر وہاں کے ایک نیشنل اخبار، ''لی آورے'' (L' Aurore) نے اپنے ایک آرٹیکل میں مندرجہ ذیل سرخی لگائی:

**''ہماری پہاڑیاں احمدیت کی محبت میں گرفتار ہو چکی ہیں''**

اب اگلے صفحات میں بعض ان افضالِ الٰہیہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس ملک میں حضرت مسیح موعودؑ کے الہام: ینصرک رجال... الخ کی تعبیر میں ظاہر ہوئے اور جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ملک اب جلد ہی توحید باری تعالیٰ کی صداؤں اور رسالت محمدی کے ترانوں سے گونجنے لگے گا۔ انشاء اللہ العزیز!

# پہلا نشان

## ''یہ سارا گاؤں احمدیت قبول کر لے گا''

اس ملک کے پہلے واقعہ کے طور پر جنوبی علاقہ کے ایک گاؤں کیلیبو (Kilibu) کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ کس طرح وہاں پہلے ہی مرحلہ پر ہمارے داعیان الی اللہ کو ایک مخالف امام سے واسطہ پڑا ،جس نے ہماری تبلیغ میں روک ڈالنے کی پوری کوشش کی اور پھر کس طرح اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر اسے راستے سے ہٹا کر اپنی قدرت کا نشان دکھایا۔ چنانچہ حضور (خلیفہ رابع رحمہ اللہ تعالیٰ) وہاں کی جماعت کے امیر، حافظ احسان سکندر صاحب، کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ

'جب ہمارے مبلغین تبلیغ کی غرض سے وہاں گئے اور سارے گاؤں کو احمدیت کا پیغام پہنچایا تو گاؤں کے اکثر مسلمانوں نے کہا کہ جو باتیں آپ بتا رہے ہیں، درست ہیں لیکن ہمارا امام یہاں موجود نہیں، لہٰذا جب وہ آئے گا تو آپ لوگ دوبارہ آئیں۔ جب وہ امام واپس آیا تو ہمارے مبلغین دوبارہ اس گاؤں میں گئے۔ امام نے ہماری باتیں سنیں تو کہنے لگا، احمدیوں کو تو غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے اور پھر بڑے غصے سے بولا کہ میں اپنی زندگی میں کبھی احمدیت کو اس گاؤں میں داخل نہیں ہونے دوں گا۔ ہمارے مبلغین نے بھی گاؤں چھوڑنے سے قبل اس امام کو انتباہ کیا کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں، وہ سچ ہے لیکن تم اسے چھپا رہے ہو۔ ہم تمہیں بتانا چاہتے ہیں کہ مستقبل قریب میں یہ سارا گاؤں احمدیت قبول کر لے گا مگر تم احمدیت سے محروم رہ جاؤ گے' (خلاصہ)

حضورؒ نے فرمایا، ابھی اس بات پر دو ہفتے بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ وہ امام بیمار ہو گیا اور ایسا سخت بیمار ہوا کہ اسے علاج کے لئے شہر میں بھجوانا پڑا۔ جب وہ صحتیاب ہوا تو اس کے گاؤں والوں نے اسے پیغام بھجوایا کہ اب وہ واپس نہ آئے کیونکہ سارا گاؤں احمدی ہو چکا ہے۔

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بر موقع جلسہ سالانہ یو، کے، منعقدہ ۲۰۰۰ء

بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن، ۸ ستمبر ۲۰۰۰ء)

☆ ☆ ☆

## دوسرا نشان

### ’’یہ ٹی۔وی اور ریڈیو ہمیں مل جائیں گے‘‘

اسی طرح حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ کس طرح خدا کی تقدیر آسمان سے نازل ہو کر ان ممالک میں جماعت کے لئے ترقی کی نئی نئی راہیں ہموار کر رہی ہے۔ حضورؒ نے امیر صاحب بنین کے حوالے سے ایک معین مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ وہاں کے مخالفین نے جب ہمیں نیشنل میڈیا پر آنے سے روکا اور ان کا چیف امام ہمارے راستے میں سدّ راہ بن کر کھڑا ہو گیا تو پھر کس طرح خدا کی قہری تقدیر نے اسے ہمارے راستے سے ہمیشہ کے لئے ہٹا کر ہماری نصرت کے سامان پیدا فرما دئے۔ چنانچہ اس عبرتناک واقعہ کی تفصیل بتاتے ہوئے فرمایا:

’’ہم نے ٹی۔وی اور نیشنل ریڈیو پر وقت لینے کیلئے کوشش کی تو مسلمانوں کے سربراہ نے بڑی درشتی سے کہا کہ وہ ہمیں ریڈیو اور ٹی۔وی پر ہرگز وقت نہیں دیں گے۔اس پر خاکسار نے صدر اور موقع پر موجود ائمہ سے کہا کہ آپ ایسا کر کے بڑی غلطی کر رہے ہیں۔خاکسار (مراد، امیر صاحب بنین۔ناقل) نے ساتھ یہ بھی کہا کہ وہ وقت ضرور آئے گا جب یہ ٹی۔وی اور ریڈیو دونوں ہمیں مل جائیں گے۔خدا کا کرنا یہ ہوا کہ ایک ماہ کے اندر اندر بڑا امام جس نے ہمیں ریڈیو پر آنے سے روکا تھا، فوت ہو گیا۔اس کے جلد بعد ہی اس کا بیٹا بھی فوت ہو گیا۔اور ان کی مسجد فساد کا اڈہ بن گئی۔اسکے کچھ عرصہ بعد نیشنل ٹی۔وی کی طرف سے جماعت کو دعوت ملی کہ آئیں اور اپنا پروگرام کریں۔چنانچہ خدا کے فضل سے ہمارا پروگرام ریکارڈ ہوا اور نشر ہوا۔یہ پروگرام لوگوں کو ایسا پسند آیا کہ انہوں نے ٹی۔وی والوں سے مطالبہ کیا کہ اسے دوبارہ نشر کیا جائے۔چنانچہ ہمارا وہ پروگرام دوبارہ نشر ہوا۔اور اب اللہ کے فضل سے ریڈیو پر بہت عظیم الشان تبلیغ ہو رہی ہے‘‘

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ،

بحوالہ اخبار الفضل انٹرنیشنل، لندن، ۸ ستمبر ۲۰۰۰ء)

## تیسرا نشان

### ''خدا کی قسم ! آپ خدا کے بندے ہیں''

دوسری طرف خدا کے فرشتے زمینی اور آسمانی قوتوں کو حرکت دے کر اس طور پر ہمارے لئے مقبولیت کی راہیں ہموار کر رہے ہیں کہ دل خدا کی قدرتوں کو دیکھ کر اسکے حضور سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اگلے سال یعنی ۲۰۰۱ء کے جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر بنین ہی کے ضمن میں ظاہر ہونے والے بعض مزید نشانات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ:

''جب ہمارا تبلیغی وفد 'ذوگو پنتروسی' (Zougou Pantrousi) نامی ایک گاؤں میں پہنچا تو لوگوں نے ہمارا بہت شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس جماعت کے طفیل ہمیں کوئی نشان دکھائے تا ہمارے دل مضبوط ہوں۔ انہوں نے ہمارے معلم بشابی محمد سے کہا کہ اللہ ہمیں بارش دے، ہم تین ہفتوں سے بارش کے منتظر ہیں اور یہ جون کا مہینہ ہے اور ہمیں بارش کی سخت ضرورت ہے۔ اگر دس دن کے اندر بارش ہو جائے تو پھر ہم احمدیت قبول کر لیں گے''

حضورؒ نے فرمایا، اب ہمارے معلم بشابی محمد نے اسی وقت ہاتھ اٹھائے اور دعا یوں کی کہ:

**''اے اللہ! تو ان کو اپنا عرفان دے اور ان کو آگاہ کر دے کہ تو ساری طاقتوں والا قدیر خدا ہے، ان لوگوں نے تجھ سے دس دن کے اندر بارش مانگی ہے، مگر میں تجھ سے آج ہی مانگتا ہوں نہ کہ کل''**

اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے پیارے مہدی کے غلاموں کی دعا سن کر اپنی قدرت کا عجیب نشان دکھایا۔ وہ نشان ایک معجزہ سے کم نہ تھا۔ چنانچہ حضورؒ امیر صاحب بنین کے حوالے سے فرماتے ہیں:

''دعا کے بعد ہمارا تبلیغی وفد کھانا کھا رہا تھا کہ آسمان پر ہر طرف بادل ہی بادل امنڈ آئے اور بارش شروع ہو گئی اور تین گھنٹے مسلسل ہوتی رہی۔ اس معجزہ کو دیکھ کر ہم سب خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز تھے۔ ادھر یہ نشان دیکھ کر اس گاؤں کے امام صاحب ہمارے معلم کے پاس آئے اور کہنے لگے، خدا کی قسم ! آپ لوگ خدا کے بندے ہیں۔ یہ کہکر وہ ہر طرف گئے اور لوگوں سے کہا کہ یہ لوگ خدا والے ہیں، جو آج اس گاؤں میں آئے ہوئے

ہیں۔اوراسی روز رات ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کے فضل سے چار ہزار افراد نے بیعت کرلی“

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ برموقع جلسہ سالانہ، جرمنی، منعقدہ ۲۰۰۱ء

بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ،لندن، ۲۸ ستمبر ۲۰۰۱ء)

☆ ☆ ☆

## چوتھا نشان

### ”بیعت فارم پر دستخط کرو، ورنہ......“

ایک اورنشان کا ذکر کرتے ہوئے حضورؒ نے بتایا کہ کس طرح رؤیا ہائے صالحہ کے ذریعے فرشتے دلوں پرتحریک کررہے ہیں اور یوں تبلیغ کی راہیں کھلتی جارہی ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

”امیر صاحب بنین بیان کرتے ہیں کہ جب ہمارا تبلیغی وفد یاوئی (Yaoui) کے علاقہ میں ایک گاؤں پہنچا تو سب گاؤں والوں نے ہماری باتوں کی تائید کی ،مگر وہاں کے معلم نے ہماری سخت مخالفت کی اور اس مخالفت کی وجہ سے اس گاؤں میں کوئی بیعت نہ ہوئی۔ ہم وہاں سے لوٹے تو دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! تو ہی دلوں کو پھیرنے والا ہے،ان کے دلوں کو پھیر دے۔اس واقعہ کے تین ماہ بعد اس معلم نے رؤیا میں دیکھا کہ اسے کہا گیا،’تم بیعت فارم پر دستخط کردو، ورنہ خدا کی برکات سے محروم رہ جاؤ گے“

فرمایا،اس خواب کے بعد اس معلم نے ہمارے آدمیوں کی تلاش شروع کردی۔وہ اپنے گاؤں سے ساٹھ کلومیٹر پیدل چل کر ایک دوسرے گاؤں میں احمدی معلم کے پاس پہنچا اور اپنی خواب سنا کر کہنے لگا کہ میری بیعت لو اور میرے گاؤں چلو۔اس پر ہمارے معلم نے کہا کہ تمہاری بیعت سب لوگوں کے سامنے لیں گے۔ چنانچہ ہمارا وفد اسکے گاؤں پہنچا اور سارے گاؤں نے جو سات ہزار کی تعداد میں تھے،اپنے معلم کے ہمراہ بیعت کرلی۔ (بحوالہ خطاب حضورؒ و اخبار الفضل: ایضاً)

# پانچواں نشان

## ''گاؤں کے تمام لوگوں نے احمدیت قبول کرلی''

اب ایک ایسے نشان کا ذکر کیا جاتا ہے جو ایک گاؤں کے امام مسجد کی معجزانہ شفایابی کی صورت میں ظاہر ہوا اور جسے دیکھ کر اس گاؤں کے تمام لوگوں نے احمدیت قبول کر لی۔ اس نشان کا ذکر بھی امیر صاحب بنین کے حوالے سے کرتے ہوئے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''امیر صاحب بنین بیان کرتے ہیں کہ جب ہم ایک روز 'چاچو' (Tchatchou) کے علاقہ میں تبلیغ کے لئے پہنچے تو لوگوں نے ہمیں بتایا کہ ہمارے امام صاحب بہت بیمار ہیں اور گذشتہ تین ماہ سے صاحب فراش ہیں۔ ہم امام صاحب کے گھر گئے، ان کی تیمار داری کی اور پھر جمعہ کی نماز کے لئے مسجد میں آ گئے۔ وہاں نماز ادا کرنے اور تبلیغ کرنے کے بعد ہم دوبارہ امام صاحب کے گھر گئے اور ہم نے ان کی صحت کے لئے دعا کی اور خدا تعالیٰ سے التجا کی کہ اے اللہ! اگلا جمعہ امام صاحب مسجد میں ادا کریں''

فرمایا، امیر صاب فرماتے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے گاؤں کے لوگوں سے بھی کہہ دیا کہ انشاء اللہ، اگلا جمعہ امام صاحب مسجد میں ادا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی یہ اعجازی نشان دکھایا کہ امام صاحب اگلے جمعہ تک صحتیاب ہو گئے اور نماز جمعہ مسجد میں جا کر پڑھائی۔ اس واقعہ کے بعد امام صاحب نے ہمیں اپنے گاؤں بلایا اور سب لوگوں کے سامنے کہا کہ آپنے دیکھا ہے کہ ان لوگوں کی دعا سے ایک نشان ظاہر ہوا ہے۔ پس معلوم ہوتا ہے، یہ لوگ سچے ہیں۔ اس لئے ہم بھی انکے ساتھ ہیں۔ چنانچہ امام صاحب اور ان کے گاؤں کے تمام لوگ بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہو گئے۔

(بحوالہ خطاب حضورؒ و اخبار: ایضاً)

☆ ☆ ☆

# چھٹا نشان

## ’’پانچ ہزار عیسائیوں نے اسلام قبول کرلیا‘‘

اب بنین میں دعوت الی اللہ کے سلسلے میں حضورؒ کا ہی بیان کردہ ایک آخری واقعہ بیان کیا جاتا ہے جو بتاتا ہے کہ کس طرح ایک عیسائی گاؤں کی پانچ ہزار پر مشتمل ساری کی ساری آبادی ایک ہی دن کے اندر اندر مسلمان ہو کر خدائے واحد کے جھنڈے تلے آ گئی۔ یہ واقعہ بھی حضورؒ نے اپنے جلسہ سالانہ، جرمنی، منعقدہ ۲۰۰۱ء کے خطاب میں منجملہ دیگر افضال الٰہیہ کے جو دنیا میں احمدیت کے حق میں نازل ہو رہے ہیں، بیان کرتے ہوئے فرمایا:

’’بنین کے نارتھ میں ایک گاؤں ’اوکن فو‘ (Okounfo) ہے، امیر صاحب بنین لکھتے ہیں کہ جب ہمارے دو لوکل معلمین تبلیغ کے لئے اس گاؤں میں پہنچے، تو انہیں معلوم ہوا کہ یہ سارا گاؤں عیسائی ہے، صرف ایک مسلمان ہے اور وہ اکیلا ہی اذان دیتا اور نماز پڑھتا ہے۔ چنانچہ ہمارے یہ دونوں معلمین وہاں کے کِنگ (King) کو ملنے اس کے محل میں چلے گئے۔ وہاں پہنچے تو محل کے درباریوں نے ان کو روکا اور آنے کا مقصد پوچھا۔ ان کے بتانے پر کہ ہم تبلیغ کے لئے آئے ہیں، وہ کہنے لگے کہ وہ تو عیسائی ہے اور اسلام کو ہرگز پسند کرتا، اس لئے ہم آپ کو ملنے نہیں دیں گے۔ معلمین نے انہیں کہا کہ اگر کنگ (بادشاہ) خود ہمیں ملنے سے انکار کر دیگا تو ہم واپس چلے جائیں گے۔ اِس پر کنگ (بادشاہ) کو پیغام بھجوایا گیا۔ اس نے شام کو ملنے کا وقت دے دیا‘‘

آگے فرماتے ہیں کہ شام کو ہمارے معلمین جب بادشاہ کو ملنے گئے اور انہوں نے اسے احمدیت کا پیغام پہنچایا، تو ان کی باتیں سن کر King نے انہیں کہا کہ اسلام کے بارے میں میرے ذہن میں جو اعتراضات تھے، وہ تو سب دور ہو گئے ہیں مگر کہا کہ اگلے ہفتہ پھر آئیں۔ چنانچہ جب مقررہ روز ہمارے معلمین اسے دوبارہ ملنے گئے اور اسے احمدیت کی تبلیغ کے ساتھ نظام جماعت کے بارے میں بھی سمجھایا، تو بادشاہ نے سب باتیں بڑے غور سے سنیں۔ مگر جب اسے قبول احمدیت کی دعوت دی گئی تو وہ کہنے لگا کہ جو باتیں آپنے کی ہیں، وہ سب درست اور صحیح ہیں اور مجھے پسند آئی ہیں مگر قبول احمدیت لئے مجھے اپنے درباریوں اور وزیروں سے مشورہ کرنا ہوگا۔ لہٰذا آپ اگلے منگل کو آ جائیں۔

حضورؒ نے فرمایا، اس دوران تمام احباب جماعت کو دعاؤں کی تلقین کی گئی، صدقہ بھی دیا گیا اور مجھے بھی انہوں نے دعا کے لئے لکھا۔ اب منگل کے روز ہمارے یہ معلمین جب کنگ کو ملنے گئے تو وہ سب درباریوں اور وزیروں سمیت انتظار کر رہا تھا۔ ہمارے وفد نے کہا کہ ہم آج آپ کا فیصلہ سننے کیلئے آئے ہیں اور بتایا کہ ہم نے آپ کے لئے دعا کے واسطے اپنے خلیفہ کو بھی لکھا ہے، لہٰذا آج ہمیں کامیابی کی بڑی امید ہے۔

فرمایا، بادشاہ اپنی پوری وجاہت کے ساتھ تمام درباریوں کے سامنے کھڑا ہوا اور کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اسنے کہا کہ میرا یہ فیصلہ ہے، میں آج سے مسلمان ہوں اور مجھے اسلام پسند ہے اور میں عیسائیت سے توبہ کرتا ہوں، خدا میرے گناہ بخش دے۔ نیز کہا کہ آج سے میرا اسلامی نام عبدالسلام ہے، اور یہ کہتے ہوئے اس نے بلند آواز سے کلمۂ شہادت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور پھر اپنے درباریوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ میرا فیصلہ تو آپ نے سن لیا ہے۔ مگر اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ میں سے کون میرے ساتھ ہے۔ اس پر سب درباریوں اور وزیروں نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم اپنے کنگ کے پیچھے ہیں، اگر ہمارا کنگ مسلمان ہو گیا ہے تو آج سے ہم بھی مسلمان ہیں۔ اور پھر اسی وقت اس گاؤں کے پانچ ہزار عیسائیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضور نے فرمایا، اب یہاں ایک بہت خوبصورت مسجد تعمیر ہو چکی ہے اور ایک نمازی کی بجائے اب پانچ ہزار افراد نماز ادا کرتے ہیں۔

(خطاب حضورؒ برموقع جلسہ سالانہ جرمنی منعقدہ ۲۰۰۱ء،
بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن، ۲۸ ستمبر ۲۰۰۱ء)

☆

## بنین میں مخالفت

اوپر کے صفحات میں مذکورہ واقعات سے قارئین کرام یہ تاثر نہ لیں کہ ان پسماندہ ممالک میں لوگ سفید فام لوگوں سے ویسے ہی مرعوب ہو کر انکے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ حق کی مخالفت ہر جگہ ہوتی ہے اور یہ سنت اللہ ہے۔ اسکے بغیر حق پنپ ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ ان ممالک میں بھی

مخالفت ہوئی اور خوب ہوئی۔ خود بنین کے اندر بھی ہوئی۔ چنانچہ اس کا کسی قدر اندازہ کرنے کے لئے دو واقعات پیش لئے جاتے ہیں:

جب یہاں احمدیت پھیلنے لگی اور دو گاؤں بوزون (Bozoun) اور اکپے (Kpe) کے لوگوں کی اکثریت احمدی ہو گئی، تو ''کوٹونو'' (بنین کا دارالحکومت۔Cotonou) کی جامع مسجد کے امام نے اعلان کیا کہ احمدی لوگ بنین میں دین کو تقسیم کرنے کیلئے پہنچ چکے ہیں، الہٰذا لوگ انکے سد باب کیلئے تیار ہو جائیں۔ اب پہلے تو انہوں نے یہ کیا کہ سعودی عرب سے دو عربی بولنے والے علماء کو بلوایا اور ان کیساتھ دو مقامی معلموں کو لگا کر ان دونوں گاؤں میں بھجوایا تا کہ وہ احمدی ہونے والے لوگوں کو احمدیت چھوڑنے پر اکسائیں۔ مگر یہ وفد خائب وخاسر ہو کر واپس لوٹا۔ اس ناکامی کا بدلہ لینے کیلئے مخالفین نے ''اوپر'' تک رابطے کئے اور گورنمنٹ کو جماعت کے خلاف بدظن کرنے کی کوششیں شروع کر دیں، جسکے نتیجے میں چار احمدیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ دس دن کے بعد ان گرفتار شدگان کو وہاں کے وزیر داخلہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اسے جب احمدیت اور اسکی تعلیم کے بارے میں بتایا گیا تو اس نے ان جملہ احباب کو باعزت بری کر دیا۔ اس واقعہ سے مخالفین اَور بھی بھڑک اٹھے اور وہ مزید اوپر تک پہنچ کر جماعت کے خلاف حکومت کو بھڑکانے اور اسے غیر ملکی ایجنٹ قرار دینے لگے۔ چنانچہ سٹیٹ ہاؤس کی طرف سے ایک حکم نامہ جاری ہوا کہ بنین میں احمدیہ جماعت کی سرگرمیاں بند کر دی جائیں۔ ساتھ ہی جماعت کی مسجد بھی سر بمہر کر دی گئی۔ یہ ۱۹۸۷ء کا واقعہ ہے۔ اس پر جماعت کی طرف سے صدر مملکت کے نام ایک درخواست لکھی گئی، اس پر صدر نے ایک خصوصی تحقیقی کمیٹی مقرر کر کے معاملہ کی تحقیق کا حکم دیا۔ خدا کے فضل سے اس کمیٹی نے سو فیصد رپورٹ جماعت کے حق میں کی۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۸۷ء میں جماعت پر عائد شدہ پابندیاں ختم کر دی گئیں اور مکمل آزادی دے دی گئی۔

اس کے چند سال بعد مخالفت نے پھر سر اٹھایا۔ اس بار کویت اور سعودی عرب سے قریباً دو صد افراد کو بلوا کر احمدیت ختم کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ منصوبہ بھی بری طرح ناکام بنا کر احمدیت کے حق میں فضا پہلے سے بھی زیادہ سازگار فرما دی۔ ہوا یوں کہ ان عرب ملاؤں نے آتے ہی ایک گاؤں 'گوگورو' نامی (Gogoro) میں، جہاں کے رہنے والے احمدیت میں دلچسپی لے رہے تھے، مسجد بنانی شروع کر دی۔ لوگوں نے کہا کہ کیا احمدی ہونے سے تو نہیں روکو گے۔ انہوں نے کہا، نہیں۔ مگر جب دیواریں تعمیر ہو گئیں اور صرف چھت باقی تھی، تو یہ لوگ کہنے لگے کہ 'ہمارے ہیڈ

کوارٹر نے پیغام بھیجا ہے کہ آپ احمدیت چھوڑ دیں'۔ اس پر گاؤں والے ان کا اصل مقصد سمجھ گئے۔ اور انہوں نے ان کو کہا کہ ہمارے گاؤں سے نکل جاؤ۔ اور اس طرح پر یہ فتنہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بغیر نقصان پہنچائے ٹل گیا۔

.........☆.........

## بنین کے بادشاہوں کا اسلام میں داخل ہونا

# اور اسلامی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کی الٰہی تدبیر

☆

اوپر بتایا گیا ہے کہ کس طرح 'اوکن فو' کے علاقہ کا عیسائی بادشاہ اپنے پانچ ہزار عیسائی رعایا کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ یہ تو بطور مثال بیان کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس ملک (ریپبلک آف بنین) میں ابتک ستّر (۷۰) سے اوپر بادشاہ احمدیت قبول کر چکے ہیں، جن میں سے سب سے بڑے 'کنگ آف پاراکو' (King of Paraku) بادشاہوں کی یونین کے پریذیڈنٹ ہیں، جبکہ 'کنگ آف الاڈا' (King of Allada) اس کے وائس پریذیڈنٹ ہیں۔ اسی طرح ایک اَور بادشاہ 'کنگ آف ڈاسا' (King of Dassa) جو بنین کے بادشاہوں کے ناظم اعلیٰ اور وزیر خزانہ ہونے کے علاوہ ایک بہت بڑے علاقہ کے سردار بھی ہیں، گزشتہ سال احمدیت میں داخل ہوئے ہیں۔ پھر ان بادشاہوں میں ایسے بھی ہیں جو ملک میں بہت بڑی شخصیتوں کے مالک ہیں مثلاً 'کنگ آف گومے' (King of Gommey) جو شمال کے بادشاہوں کی یونین کے جنرل سیکرٹری ہیں، بنین کے سب سے بڑے قبیلہ 'باریبا' (Bariba) سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس طرح گویا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں ''بنین کی بادشاہت کے اہم ترین ستون احمدیت میں داخل ہو چکے ہیں''۔ یہی وجہ ہے کہ ان علاقوں میں احمدیت بڑی سرعت کے ساتھ پھیل رہی ہے۔

**وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء**

☆ ☆ ☆

# سلسلہ احمدیہ میں بادشاہوں کے داخل ہونے کی الٰہی سکیم

اس موقع پر یہ بتانا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ احمدیت کے افق پر ابھرتے ہوئے اس افریقی ملک، ریپبلک آف بنین، میں علاقائی بادشاہوں کے اسلام قبول کرنے کے ساتھ حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی وہ پیشگوئی بھی پوری ہوتی نظر آرہی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خوشخبری بہم پہنچائی

کہ:

''وہ وقت آتا ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے''

(اشتہار مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

بلکہ عالم کشف میں آپکو وہ بادشاہ دکھلائے بھی گئے جو گھوڑوں پر سوار تھے اور آپکو کہا گیا

کہ:

''یہ ہیں جو اپنی گردنوں پر تیری اطاعت کا جوا اٹھائیں گے اور خدا انہیں برکت دے گا''

(تجلیات الٰہیہ۔ حاشیہ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰، صفحہ: ۴۰۹)

☆

اور پھر اس کشف اور الہام کی مزید تشریح میں آپ نے فرمایا:

''یہ برکت ڈھونڈنے والے بیعت میں داخل ہوں گے اور ان کے بیعت میں داخل ہونے سے گویا سلطنت بھی اسی قوم کی ہوگی''

(اخبار الحکم مورخہ ۲۴ر اکتوبر ۱۹۰۲ء)

## حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا

# ایک اور مبشر خواب

بلکہ آپ پر ایک اَور مبشر خواب میں مذکورہ بالا کشف کی بعض اَور تفصیلات سے بھی پردہ اٹھایا گیا اور بتایا گیا کہ وہ بادشاہ نیک اور عدل قائم کرنے والے ہونگے، جیسا کہ آپ اپنی ایک عربی عبارت میں فرماتے ہیں (عربی سے ترجمہ):

''میں نے ایک مبشر خواب میں مخلص مومنوں اور عادل اور نکوکار باشاہوں کی ایک جماعت دیکھی، جن میں سے بعض اسی ملک ہند کے تھے اور بعض عرب کے، بعض فارس کے اور بعض شام کے، بعض روم کے اور بعض دوسرے بلاد کے تھے، جن کو میں نہیں جانتا۔ اس کے بعد مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا کہ یہ لوگ تیری تصدیق کرینگے اور تجھ پر ایمان لائیں گے اور تجھ پر درود بھیجیں گے اور تیرے لئے دعائیں کرینگے اور میں تجھے بہت برکتیں دوں گا، یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اور میں ان کو مخلصوں میں داخل کروں گا۔ یہ وہ خواب ہے جو میں نے دیکھی اور وہ الہام ہے جو خدائے علّام کی طرف سے مجھے ہوا''

(بحوالہ لجۃ النور، روحانی خزائن، جلد ۱۶ صفحہ: ۲ تا ۳)

☆ ☆ ☆

# جزائر طوالو

جزیرہ طوالو، ڈیٹ لائن کے دوسری جانب، جنوب مشرقی پیسفک جزائر میں واقع ایک چھوٹا سا جزیرہ ملک ہے، جو دراصل نوَ (۹) چھوٹے چھوٹے جزائر کا مجموعہ ہے۔ اس کا کل رقبہ ۲۴ مربع کلومیٹر اور آبادی قریباً نو ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ یہ یکم اکتوبر ۱۹۷۸ء کو آزاد ہوا۔ حکومت کا سربراہ گورنر جنرل کہلاتا ہے جسے ملکہ برطانیہ مقرر کرتی ہے۔ ملک کا قانون ساز ادارہ یعنی ''پارلیمنٹ'' تیرہ نمائندگان پر مشتمل ہوتا ہے، جس کا سربراہ، وزیر اعظم کہلاتا ہے۔ دارالحکومت کا نام ''فونگافالے'' ہے۔ ملک کی سرکاری زبان انگریزی ہے۔ لیکن مقامی زبانیں کریاتی اور طوالو بھی بولی جاتی ہیں۔ ملک کا سکہ ''ڈالر'' کہلاتا ہے۔

مذہبی نقطہ نگاہ سے اس جزیرہ ملک کے متعلق خاص بات یہ ہے کہ آج سے بیس سال پہلے اس جزیرہ پر کوئی مسلمان نہ بستا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس دُور افتادہ ملک میں اسلام کی حمایت کے اپنے فضل سے کیسے سامان پیدا فرمائے، یہ حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کو دی جانے والی آسمانی خوشخبری:

'ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء'

کی ایک حسین تعبیر ہے۔ چنانچہ آپؑ کے ہی غلاموں کے ہاتھوں سرانجام پانے والا یہ کارنامہ بھی منجملہ ان کارناموں کے، جو گذشتہ صفحات کے اندر بیان کئے گئے ہیں، ہمیشہ سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔

یادرہے کہ یہ جملہ واقعات دراصل آپؑ کے ایک اَور الہام:

''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''

میں دیئے گئے آسمانی وعدہ کی تعبیر اور تکمیل میں ظاہر ہورہے ہیں۔ چنانچہ عنوان زیر بحث کے تحت بیان کی جانے والی یہ دلچسپ اور ایمان افروز داستان اس سلسلے کی آخری کڑی کے طور پر جس ملک سے تعلق رکھتی ہے، وہ دنیا کا ایک بعید ترین ملک اور ڈیٹ لائن کی دوسری جانب واقع ہونے کے باعث صحیح معنوں میں 'زمین کا کنارہ' کہلانے کا مستحق ہے۔ اب اگلے صفحات میں اسکی روح افزا تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

......☆......

”یہ خدا کی دین ہے، جس کو چاہے دے“

## جزیرہ طوالو میں اسلام کا پیغام پہنچنے کی الٰہی تدبیر

ساؤتھ ایسٹ پیسیفک کے جزائر میں واقع اس ننھے سے جزیرہ ملک ”طوالو“ میں احمدیت کی تبلیغ کیسے پہنچی اور کیونکر اس کی عیسائی آبادی کے اندر بسنے والی سعید روحیں آن کی آن میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے آنحضرت محمد ﷺ کے روحانی جھنڈے تلے آکر جمع ہو گئیں، یہ ہے وہ عظیم کارنامہ جو خلافت رابعہ کے دَور کے عظیم ترین کارناموں میں سرفہرست شمار ہوگا۔ اس کی بنیاد کیونکر پڑی اور پھر کیونکر چند سالوں کے اندر ہی اندر یہاں ایک مخلص اور فعّال جماعت پیدا ہوگئی، یہ ایک مخلص اور فدائی داعی الی اللہ کی تعبیر کے مطابق ’خدا کے فضل اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولولہ انگیز قیادت، رہنمائی اور شبانہ روز گریہ وزاری کا نتیجہ ہے‘۔ اور اب اسی داعی الی اللہ کے الفاظ میں

’یہاں خدا کے فضل سے ایک ایسا روحانی انقلاب رونما ہو چکا ہے جس کی نظیر چشم فلک نے اس سے پہلے نہیں دیکھی اور جسکے سامنے صدیوں سے قائم مسیحیت کی بنیادیں ڈگمگانے لگ گئی ہیں‘۔

یہ داعی الی اللہ جن کو اس داستانِ دلستاں کا مرکزی کردار ہونے کا فخر حاصل ہے، ہمارے قابل صد احترام بزرگ بھائی، مکرم ڈاکٹر افتخار احمد صاحب ایاز، ہیں۔ آپ اپنے طوالو جانے کی روئداد بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ کس طرح ایک آسمانی تحریک کی بدولت طوالو کا نام حضورؒ کی خصوصی توجہ کا مرکز بنا اور پھر کس طرح ایک دوسری آسمانی تحریک کے نتیجے میں اسکے معاً بعد خود آپ کے وہاں جانے کے اسباب پیدا ہوگئے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

”۱۹۸۴ء کے آخر میں اس عاجز کا بسلسلہ ملازمت طوالو جانے کا پروگرام بن گیا۔ اس واقعہ کا ذکر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ یو۔ کے (انگلستان) منعقدہ ۱۹۸۶ء کے دوسرے دن کے خطاب میں یوں فرمایا:

’طوالو ایک جزیرہ ہے..... اس جزیرے کے متعلق ایک بہت ہی دلچسپ بات یہ بتانے کے قابل ہے کہ ایک دن مجھے ایک ایسا خط فجی (پیسیفک جزائر میں واقع ملک جہاں پہلے سے جماعت احمدیہ قائم ہے۔ ناقل) سے موصول ہوا

جس میں بتایا گیا کہ فلاں فلاں جزیرے ایسے ہیں جن میں کوئی بھی مسلمان نہیں ہے اور ان میں ہمیں ضرور اسلام کو پھیلانے کا منصوبہ بنانا چاہئے۔ اور اس میں خصوصیت سے طوالو کا ذکر تھا۔ چنانچہ میری نظر طوالو پر پڑی اور مَیں نے سوچا کہ اس جزیرے میں لازماً اس سال انشاءاللہ ہم کوشش کریں گے''

پھر اللہ تعالیٰ نے جس طرح بالکل اچانک اور غیر متوقع طور پر اس کے سامان پیدا فرما دئے، اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضورؒ نے فرمایا کہ

''افتخار احمد صاحب ایاز ایک ہمارے دوست ہیں جو یونائیٹڈ نیشنز' (United Nations) میں کام کرتے ہیں۔ وہ میرے پاس تشریف لائے اور مجھے کہا کہ ایک ضروری مشورہ کرنا ہے۔ وہ مشورہ یہ ہے کہ مجھے پہلی نوکری سے جواب مل چکا ہے اور ایک دُور دراز ملک میں پیشکش ہوئی ہے۔ اس کا نام طوالو ہے (Tawalu) ہے۔ آپ بتائیں کہ میں یہ نوکری قبول کروں یا نہ کروں''

فرمایا، آپ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ اُس وقت میرے دل کی حالت کیا تھی۔ یوں لگتا تھا کہ آسمان سے خدا تعالیٰ نے اس تمنا کا جواب دیا ہے۔ مَیں اُٹھ کر ان سے گلے لگ گیا اور میں نے کہا، 'نیکی اور پوچھ پوچھ، میں تو انتظار کر رہا تھا کہ کب خدا تعالیٰ راستہ پیدا کرے۔ آپ جائیں اور آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے (وہاں کے) پہلے مبلغ ہیں'۔

مکرم ڈاکٹر افتخار احمد صاحب ایاز نے طوالو پہنچ کر اپنے مفوضہ کام کے ساتھ ساتھ جس لگن، کوشش اور فدائیت کے جذبہ سے دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دیا اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی مخلصانہ کوششوں کو شیریں ثمرات سے نوازا، یہ اسی کا فیض ہے کہ تھوڑے عرصہ کے اندر ہی وہاں ایک مخلص اور فعّال جماعت کا قیام عمل میں آ گیا۔ سب سے پہلا شخص جو آپ کے وہاں پہنچنے کے ایک سال کے اندر اندر اسلام قبول کر کے احمدیت میں داخل ہوا، اس کا اسلامی نام حضورؒ نے عطاء الاول رکھا۔

مکرم ڈاکٹر صاحب موصوف اس بارے میں حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں اور بصیرت افروز رہنمائی کا خصوصی طور پر ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میرے طوالو میں قیام کے دوران حضورؒ کی طرف سے دعاؤں اور حوصلہ افزائی کے

خطوط کے ساتھ ساتھ ایسی قیمتی ہدایات اور ارشادات بھی موصول ہوتے رہے جو ہر داعی الی اللہ کے لئے مشعل راہ ہیں.....آپ کی طرف سے جو ہدایت اور نصیحت بار بار موصول ہوئی، وہ یہ تھی کہ

"تبلیغ کے ساتھ ساتھ نفل اور دعا کا اہتمام بہت بابرکت ہے"

تاہم فرماتے ہیں کہ جوں جوں کام بڑھا اور آس پاس کے جزائر تک تبلیغی وسائل وسیع ہونے لگے حضور کی طرف سے بھی تفصیلی ہدایات ملنے لگیں۔ان میں بعض مندرجہ ذیل تھیں:

۔'جب بھی کسی نئے علاقہ میں جائیں، تو سب سے پہلے اس علاقہ کا جائزہ لیں اور ساتھ دعا اور نوافل شروع کر دیں'

۔'عام جائزہ کے ساتھ ساتھ تبلیغی پلاننگ بھی کریں اور مکمل منصوبہ بنائیں'۔'پرانے احمدیوں کو بھی تبلیغ کرنے کا سلیقہ سکھائیں۔'جتنی قوت بڑھے گی، اتنا کام وسیع ہوگا'

۔'نو بیعت کنندگان کو ہر لحاظ سے مکمل کریں اور جو خامیاں رہ گئی ہیں، انہیں دور کریں'

۔'تعلیم و تربیت کے لئے ایک ایسا سیل قائم کریں جو سارا سال موجود نو مبائعین اور نئے آنے والوں کی تربیت میں مصروف رہے'

۔'یہ کوشش بھی ہو کہ یہ لوگ داعیان الی اللہ بن جائیں اور پھر آگے ثمر آور ہوں'

آپ فرماتے ہیں، اس آخری ہدایت پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ نے بہت برکت عطا کی اور جب طوالو کے اردگرد کے جزائر ممالک میں تبلیغ کا کام شروع ہوا تو بہت جلد کامیابی عطا ہوئی۔ بلکہ ایک مقامی داعی الی اللہ کی مخلصانہ کوششوں کے نتیجہ میں ایک جزیرہ میں بیک وقت چھ خاندان اسلام قبول کر کے جماعت میں شامل ہو گئے۔

اوپر بتایا جا چکا ہے کہ حضور کی اِن زرّیں نصائح اور مکرم ایاز صاحب کی دعاؤں اور مخلصانہ تگ و دَو کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ کے طوالو پہنچنے کے ایک سال کے اندر اندر اللہ تعالیٰ نے جماعت کو وہاں کا پہلا شیریں پھل عطا فرمایا۔اب جب بیعت کرنے والوں میں مزید افراد کا اضافہ ہونے لگا تو حضورؒ کی جانب سے یہ ہدایت موصول ہوئی کہ جماعت کو وہاں رجسٹرڈ کرانے کی کوشش کی جائے۔اس کی راہ میں کیا کیا روکیں پیدا ہوئیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے ازالہ کی کیا تدبیریں فرمائیں، یہ دلچسپ

روئداد بھی جس طرح مکرم ایاز صاحب کے حوالے سے حضورؒ نے جلسہ سالانہ انگلستان منعقدہ اگست ۱۹۸۷ء کے موقع پر اپنے خطاب میں بیان فرمائی، قارئین کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ حضورؒ نے دنیا بھر میں جماعت کی تبلیغی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''اب طوالو کا ذکر کرتا ہوں۔ طوالو میں جیسا کہ مَیں نے پہلے بیان کیا تھا کہ جون ۱۹۸۵ء کے مہینہ میں پہلی بیعت ہوئی ہے۔ ۱۹۸۶ء میں ہمارے رضا کار مبلغ افتخار ایاز صاحب رخصت پر تشریف لائے۔ مَیں نے کہا کہ باقاعدہ جماعت رجسٹر کرائیں تا کہ ہم تیزی کے ساتھ کام شروع کریں، مشن ہاؤس تعمیر کریں، مسجد بنائیں۔ تو انہوں نے کہا کہ قانون ہے کہ جب تک پچاس بالغ ممبر نہ ہوں، اس وقت تک گورنمنٹ رجسٹر نہیں کرتی۔ چنانچہ یہاں سے جب وہ گئے، تو ان کی وہاں سے اطلاع آئی کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے آتے ہی نئی بیعتیں ہوئی ہیں اور باون افراد جماعت میں داخل ہو گئے ہیں اور ہم نے رجسٹری کے لئے درخواست دے دی ہے''

اب مومن کی غلطی بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتی ہے۔ اُدھر شیطان تاک میں ہوتا ہے کہ جہاں تک اس کا بس چلے، مومنوں کے کام میں روڑے اٹکائے۔ یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ مکرم ایاز صاحب نے درخواست دینے میں ایک غلطی کی۔ اِدھر چرچ کی مخالفت بھی شروع ہو چکی تھی۔ تو خدا کی تقدیر نے اُس غلطی کو احمدیت کے حق میں ڈھال کر اسے ایک ایسے خوشگوار سانحہ میں تبدیل کر دیا کہ چرچ منہ دیکھتا رہ گیا۔ اِس دلچسپ ماجرا کی روئداد بھی سننے کے لائق ہے۔ حضورؒ فرماتے ہیں:

''چونکہ وہاں جماعت احمدیہ کو خدا تعالیٰ کے فضل سے تیزی سے کامیابی حاصل ہو رہی ہے، اس لئے چرچ نے مخالفت شروع کر دی اور جو محکمہ رجسٹری کروانے کے لئے مقرر ہے، اس کے کلرک پر بھی اس مخالفت کا اثر تھا۔ قانون یہ تھا کہ پچاس افراد کی ہی درخواست دی جائے۔ افتخار صاحب نے غلطی سے باون (۵۲) آدمیوں کے نام لکھ دیئے۔ اس کلرک کو چونکہ قانون کا پتہ تھا، اس لئے جب منسٹر کے سامنے یہ درخواست پیش کی گئی، تو ان میں سے دو پر اعتراض لگایا گیا اور منسٹر کو کہا گیا کہ پورے پچاس نہیں ہو رہے، اڑتالیس رہ گئے ہیں، اسلئے رجسٹریشن نہیں ہوسکتی۔ اس پر منسٹر نے افتخار صاحب کو

فون کیا اور ان کو بلایا اور کہا کہ دیکھو، میں مجبور ہوں۔ کوئی مخالفت کی بات نہیں، یہ قانونی وقت ہے۔ انہوں نے کہا، فہرست گِنیں تو سہی، وہ باون تھے جو میں نے لکھے تھے، دو نکل گئے تو پچاس باقی رہ گئے ہیں۔ چنانچہ اسی وقت منسٹر نے اس کی منظوری دے دی''

جس سرعت اور حیرت انگیز رفتار کے ساتھ طوالو اور اس کے اردگرد کے جزائر میں جماعت ترقی کرنے لگی، اسے دیکھ کر عیسائیت تو پہلے ہی بوکھلا اٹھی تھی۔ اب جماعت کے رجسٹرڈ ہو جانے پر مخالفین پہلے سے بھی زیادہ تلملا اٹھے۔ چنانچہ انہوں نے واویلا کرنا شروع کر دیا کہ کیوں اسے رجسٹر کیا گیا ہے۔ انکے اس شور وغل کا کیا نتیجہ نکلا اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے خود وہاں کی حکومت کو جماعت کی نصرت کے لئے کھڑا کر دیا، یہ بھی ایک دلچسپ اور روح افزا داستان ہے جسکا ذکر کرتے ہوئے حضورؒ فرماتے ہیں:

''طوالو میں جماعت کی رجسٹریشن کے بعد مخالفت کا ایک شور برپا ہو گیا اور اسمبلی میں عیسائیوں کی طرف سے شدید اعتراضات اٹھائے گئے اور حکومت پر نقطہ چینی کی گئی کہ آپ نے کیوں ایک نئے مذہب کو یہاں لا کر فتنہ اور فساد کا سامان پیدا کیا ہے۔ جب یہ بات پارلیمنٹ میں حزب اختلاف کی طرف سے اٹھائی گئی تو وزیر اعظم نے بڑی مضبوطی کے ساتھ جماعت کی تائید میں کہا کہ میرا اپنا مذہب بھی عیسائیت ہے۔ اور جیسے عیسائی عیسائیت کی پیروی کرتے ہیں، ہم بحیثیت حکومت طوالو کے قانون کی پیروی کریں گے اور اس میں عیسائیت کو دخل نہیں دینے دیں گے۔ اس لئے جماعت ٹھیک رجسٹر ہوئی ہے اور قائم رہے گی''

حکومت کے اس جرأت مندانہ اقدام پر حضورؒ نے خوشنودی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ جہاں اللہ تعالیٰ کامیابیاں عطا فرماتا ہے، وہاں فرشتوں کے ذریعے دلوں کو انصاف پر قائم ہونیکی بھی قوت بخشتا ہے۔

اس سلسلے میں مکرم ایاز صاحب کی لکھی ہوئی ایک اَور دلچسپ بات کا ذکر کرنا یقیناً ازدیادِ ایمان کا موجب ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب طوالو کے اردگرد کے ممالک میں احمدیت کے پودے لگ گئے اور ان کو سنبھالنے کا فکر ہوا اور حضورؒ کی خدمت میں خاص دعا کے لئے لکھا گیا تو حضورؒ کی طرف سے نہایت حوصلہ افزا جواب موصول ہوا جس میں حضور نے فرمایا:

’’آپ گھبرائیں نہ! ہمت بڑھائیں اور خدا تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے اپنے قدم کو آگے بڑھائیں۔ تبلیغ میں علم کا سوال نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تاریخی خدمت کے لئے چن لیا ہے اور نوازا ہے۔ الحمد للّٰہ. اللّٰھم زد و بارک‘‘

اس حوصلہ افزا اور شاہانہ عزم سے مرصع جواب میں حضورؒ کا بیان کردہ معرفت کا یہ نکتہ کہ

**’تبلیغ میں علم کا سوال نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے‘**

جماعت احمدیہ کے ہر داعی الی اللہ کے لئے ایک عظیم مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

آخر پر ایک اَور بات کا ذکر کرنا خاکسار ضروری سمجھتا ہے اور وہ یہ کہ طوالو میں نہ صرف جماعت کی افرادی قوت میں اضافہ ہو رہا ہے، بلکہ ان نئے شامل ہونے والوں میں بڑے بڑے افسرانِ حکومت اور اعلیٰ عہدوں پر فائز لوگ بھی ہیں۔ چنانچہ اسی جلسہ میں جس کا اوپر ذکر آیا ہے، حضور نے بتایا کہ جو نئے لوگ شامل ہو رہے ہیں، ان میں خدا کے فضل سے اچھے تعلیم یافتہ اور بااثر لوگ بھی ہیں۔ اس مرحلہ پر حضورؒ نے وہاں کے پبلک سروس کمیشن کے پریذیڈنٹ اور پولیس کے ایک بہت بڑے افسر کو جو جماعت کی نمائندگی میں جلسہ پر آئے ہوئے تھے، کھڑا ہونے کا ارشاد فرمایا، تاکہ حاضرین جلسہ بھی انہیں دیکھ لیں۔ آخر الذکر کے بارے میں بتایا کہ جب سے انہوں نے اسلام قبول کیا ہے، وہ مسلسل خدمتِ دین کے لئے وقف ہیں۔ انہیں نہایت اعلیٰ درجہ کی انگریزی زبان اور مقامی زبان پر عبور حاصل ہے اور یہ کہ جب سے انہوں نے احمدیت قبول کی ہے، وہ جماعت کے لٹریچر کا مقامی زبان میں ترجمہ کر رہے ہیں۔

(خطاب حضورؒ بر موقع جلسہ سالانہ، انگلستان، یکم اگست ۱۹۸۷ء)

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن، ۱۷؍اکتوبر ۲۰۰۳ء)

........☆........

## طوالو میں دعوت الی اللہ اور آسمانی بشارات کا نزول

جب اس عاجز راقم الحروف نے مکرم برادرم ڈاکٹر افتخار احمد صاحب ایاز کے قلمبند کئے ہوئے یہ ایمان افروز واقعات اخبار الفضل انٹرنیشنل میں پڑھے، تو خاکسار کو خیال آیا کہ اگرچہ اس دُور افتادہ ملک (طوالو) میں کھلنے والی تبلیغی راہیں حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کو دی جانے والی اسی آسمانی خوشخبری کی تعبیر ہیں جس میں حضورؑ کو **ینصرک رجالٌ نوحی الیھم من السماء** کے الفاظ میں نصرت سماوی کا وعدہ دیا گیا تھا، تاہم یہاں معیّن رنگ میں کسی ایسی رؤیا وغیرہ کا ذکر نہیں جو وحی جلی یا خفی کے رنگ میں اس الہام کی عملی صداقت کی مظہر ہو۔ چنانچہ خاکسار نے اس غرض کے لئے ایک عریضہ بزرگوارم ڈاکٹر ایاز صاحب کو لندن لکھا کہ اگر انہیں یا وہاں کے کسی مقامی دوست کو ایسی کوئی خواب آئی ہو، تو وہ ضرور تحریر فرماویں۔ یقیناً وہ اس مضمون کو نورٌ علیٰ نور کر دے گی۔ میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، جب چند دنوں کے بعد ہی انکی طرف سے جیسا کہ میں یقین کرتا تھا، متعدد خوابوں پر مشتمل ایک مکتوب موصول ہوا جس میں انہوں نے پہلی خواب تو اسی دوست کی تحریر فرمائی، جسے طوالو کا سب سے پہلا احمدی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اور عجیب تر یہ کہ وہ خواب اس امر پر بھی واضح دلالت کر رہی تھی کہ انہیں سب سے پہلے اسلام میں داخل ہونا نصیب ہوگا۔ چنانچہ آپ (اپنے اس مکتوب مورخہ ۲۹ جولائی ۲۰۰۴ء میں) فرماتے ہیں:

### پہلی خواب

”طوالو میں سب سے پہلے جو احمدی ہوئے، ان کا نام حضور نے عطاء الاول رکھا تھا۔ یہ احمدی ہونے سے پہلے Seventh Day Adventist چرچ کے پادری تھے۔ انکی بیعت کا واقعہ بھی ایمان افروز ہے۔ مارچ ۱۹۸۵ء میں جب مَیں طوالو گیا تو شروع میں میرا قیام ہوٹل میں تھا۔ اور مجھے حکومت کی طرف سے ہدایت تھی کہ میں نے قطعاً تبلیغ نہیں کرنی اور نہ ہی کسی مذہبی تقریب میں حصہ لینا ہے چنانچہ میں نے وہاں جاتے ہی دعا شروع کردی کہ اللہ تعالیٰ خود ہی وہاں احمدیت کے قیام کے سامان پیدا فرمائے“

اللہ تعالیٰ نے آپکی یہ دعا کیسے سنی اور کس قدر جلد اسے بپایۂ قبولیت جگہ عطا فرمائی، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''ایک شام مَیں سیر سے واپس آ رہا تھا تو یہ صاحب میرے پیچھے تیزی کے ساتھ چلتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ میں نے آپ کی آمد کی خبر ریڈیو پر سنی ہے اور میری خواہش ہے کہ آپ مجھے انگریزی پڑھائیں اور مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے مشورہ دیں۔ میں نے کہا، آپ شوق سے میری قیام گاہ پر تشریف لائیں، مَیں آپ کو انگریزی بھی پڑھا دیا کروں گا اور جو رہنمائی کر سکوں گا، ضرور کروں گا۔ اس طرح پر ان کے ساتھ رابطہ ہوا۔ انہوں نے باقاعدہ آنا شروع کر دیا۔ چند دنوں میں ہی ان سے بے تکلفی ہوگئی اور ان کو اسلام سے دلچسپی پیدا ہونی شروع ہوگئی۔ یہ دلچسپی بڑھتی چلی گئی''

آگے فرماتے ہیں:

''ایک دن انہوں نے اپنا خواب سنایا۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک بڑی کلاس ہے جس کو مَیں پڑھا رہا ہوں اور یہ بھی اس میں طالب علم ہیں۔ کلاس کے آخر میں یہ کھڑے ہو کر اعلان کرتے ہیں کہ سب ان سے فائدہ اٹھائیں، یہ بہت اچھے ٹیچر ہیں، میں نے ان سے پڑھ کر امتحان پاس کر لیا ہے اور میں اوّل آیا ہوں''

فرماتے ہیں، ان کا یہ خواب اس رنگ میں پورا ہوا کہ ان کو سب سے پہلے احمدی ہونے کی سعادت نصیب ہوئی اور انہوں نے خود اپنا خواب حضور رحمہ اللہ کی خدمت میں لکھا اور حضور نے ان کا نام عطاء الاول رکھا۔ سبحان اللہ۔

## دوسری خواب

دوسری خواب آپ نے اس دوست کی لکھی جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے کہ انہیں طوالو سے باہر ایک اور جزیرہ ناؤرو (Nauru) میں چھ خاندانوں کو احمدیت کی آغوش میں لانے کی توفیق ملی۔ چنانچہ فرمایا:

''ان کا نام کاسی کنانوآگا (Kasi Kananoaga) تھا۔ انہوں نے طوالو میں بیعت کی تھی۔ بہت اخلاص کے ساتھ اسلام، احمدیت کا مطالعہ کیا اور قرآن پڑھنا سیکھا ایک دفعہ ایک خواب سنایا کہ انہوں نے ایک نیا مکان تعمیر کیا ہے اور اس کے چھ ستون ہیں۔ عام طور پر وہاں جو مکان بنائے جاتے ہیں، ان کے چار ستون ہوتے ہیں۔ تو یہ چھ ستونوں والا مکان خواب میں دیکھکر بہت حیران ہوئے۔ بعد میں تبلیغ کے شوق میں

Nauru چلے گئے اور وہاں تھوڑے ہی عرصہ میں چھ خاندانوں کو احمدیت کی آغوش میں لانے کی توفیق ملی اور جماعت کا نفوذ ہوا۔ الحمد للہ۔ بعدہٗ ان کی وہاں ہی وفات اور تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت کرے۔ آمین!''

## تیسری خواب

تیسری خواب ڈاکٹر ایاز صاحب نے اپنی تحریر فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں:

''۱۹۵۷ء میں اس عاجز کو افریقہ کے سب سے اونچے پہاڑ جس کا نام ''کلے منجارو'' ہے (Kilimanjaro)، اس کی چوٹی سر کرنیکی توفیق ملی۔ اب جب ۱۹۷۲ء دسمبر میں مَیں قادیان گیا تو وہاں خواب میں دیکھا کہ مَیں ایک پہاڑ پر چڑھ رہا ہوں اور میرے ہاتھ میں 'لوائے احمدیت' [ا] ہے اور مَیں اپنے اندر ایک جوش اور خوشی محسوس کرتا ہوں کہ مَیں نے لوائے احمدیت کو پہاڑ کی چوٹی پر جا کر گاڑنا ہے۔ لیکن وہ پہاڑ کوئی اَور لگتا ہے، Kilimanjaro نہیں لگتا۔ اور پھر مَیں بالآخر چوٹی پر پہنچ جاتا ہوں۔ وہاں کچھ لوگ میرے انتظار میں ہیں اور وہ میرا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور پھر ہم سب مل کر وہاں جھنڈا (لوائے احمدیت) گاڑتے ہیں اور میں اللہ کا بہت شکر ادا کرتا ہوں کہ کام جو میرے سپرد تھا، وہ اللہ تعالیٰ نے پورا کرنے کی توفیق دی''

یہ خواب بھی جیسا کے آپ نے دیکھی تھی، عین آپ کی ذات میں طوآلو میں آپ کے پیغامِ حق پہنچانے اور وہاں احمدیت کا جھنڈا گاڑنے کی صورت میں پوری ہوئی۔ اس اعتبار سے گویا آپ کا طوالو میں جانا اور آپ کے ذریعے وہاں جماعت کا قیام ایک تقدیر الٰہی تھی، جس کی اطلاع آپ کو آسمانی ذرائعِ ابلاغ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے ہی مل چکی تھی۔ صرف اس کا نفاذ باقی تھا۔ اور اُوپر جو آپ کے حق میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے الفاظ quote کئے گئے ہیں کہ 'اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ وہاں کے پہلے مبلغ ہیں' اور 'اللہ تعالیٰ نے آپ کو تاریخی خدمت کے لئے چن لیا ہے'، یہ بھی قریباً قریباً اسی خواب کے اندر دیئے گئے آسمانی پیغام کی ترجمانی کر رہے تھے۔

[ا] جماعت کا وہ خصوصی جھنڈا جو خلافتِ ثانیہ کے دَور میں صحابہ اور صحابیات کے ہاتھوں تیار کروایا گیا۔

## چوتھی خواب

چوتھی خواب جو مکرم ایاز صاحب نے تحریر فرمائی اور جو طوآلو کے حوالے سے عین اسی تفصیل کے ساتھ پوری ہوئی، حسب ذیل ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''۱۹۸۴ء دسمبر میں جب میں تنزانیا سے ریٹائر ہو کر لندن آیا، تو حضور رحمہ اللہ کی خدمت میں آئندہ پروگرام کے لئے حاضر ہوا۔ جنوری ۱۹۸۵ء میں خواب دیکھا کہ مَیں ایک جزیرے پر کھڑا ہوں ۔ کچھ اَور لوگ بھی ہیں اور ہم حضور رحمہ اللہ کی آمد کے منتظر ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ حضور ہوائی جہاز سے تشریف لا رہے ہیں۔ لیکن وہاں کوئی باقاعدہ رن۔ وے (Run Way) نظر نہیں آ رہا۔ اور گھاس کا میدان ہے اور میری طبیعت میں فکر ہے اور مَیں دعائیں کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضور کو خیر و عافیت کے ساتھ لے آئے۔ اس اثنا میں میں ایک چھوٹا سا جہاز آتا ہے اور اس گھاس کے میدان میں اترتا ہے۔ میں آگے بڑھتا ہوں کہ جہاز کا دروازہ کھولوں اور حضور کو خوش آمدید کہوں۔ لیکن جب جہاز کا دروازہ کھلتا ہے، تو اس میں سے حضور رحمہ اللہ کی بجائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اترتے ہیں، اور حضور علیہ السلام کو دیکھ کر مَیں والہانہ انداز میں میدان میں بھاگتا ہوں اور بلند آواز سے اعلان کر رہا ہوں:

'The Promised Messiah has come',

'The Promised Messiah has come'

اور یہ کہتے ہوئے میری آنکھ کھل جاتی ہے''

اب دیکھیں، آپ کو خواب میں نظر آنے والے یہ جملہ تصویری مناظر کیسی خوبصورتی کے ساتھ ایک ایک کر کے صرف دو ماہ بعد عالم وجود میں آ گئے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

''جب مارچ ۱۹۸۵ء میں مَیں طوآلو گیا، تو فجی سے ایک چھوٹا سا جہاز وہاں جاتا تھا۔ اس میں صرف ۶ سیٹیں تھیں اور طوآلو کا جزیرہ اتنا چھوٹا ہے کہ لگتا تھا، جہاز سمندر میں ہی اترے گا۔ اور جب اُترا، تو گھاس کے ایک میدان میں، جہاں کوئی رن۔ وے (Run Way) نہ تھا اور وہاں چند لوگ مسافروں کے انتظار میں کھڑے تھے۔ حکومت کی

طرف سے میرے استقبال کے لئے ایک افسر بھی موجود تھا‘‘

یہاں معرفت کا ایک عظیم نکتہ دیکھنے اور غور کرنے کے قابل ہے۔ برادرم ایاز صاحب نے خواب کے اندر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اترتے دیکھا تھا۔ یہ منظر خود آپ کے وجود میں پورا ہوا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے آپ (حضرت مسیح موعودؑ) نے دیکھا کہ

**’’مَیں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں‘‘**

اور اس کی تعبیر آپ نے یہ فرمائی کہ

**’’اگرچہ مَیں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے‘‘**

تو یہاں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طوالو میں اترنے کا تصویری منظر جو آپؑ کے ایک غلام کو دکھایا گیا تھا، اس کے اپنے وجود میں پورا ہوا۔ اس عاجز کے نزدیک اس میں ایاز صاحب کے منہ سے جو انگریزی زبان میں الفاظ نکلے (جن کا ترجمہ یہ ہے کہ ’مسیح موعود آ گئے ہیں‘)، ان کے اندر جزیرہ طوالو کے لئے ایک مخفی خوشخبری پائی جاتی تھی اور وہ یہ کہ آپکے اس ملک ،طوالو، میں جانے سے انشاء اللہ اس جزیرہ کے اندر احمدیت کے حق میں ایک انقلابِ عظیم بپا ہوگا جیسا کہ عملاً اسی طرح ظہور میں آیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس انقلاب کو اس ملک میں اسلام کی فتح کا پیش خیمہ بنائے اور جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی تمنا ظاہر فرمائی،

**یہ جزیرہ پہلا جزیرہ ہو، جہاں احمدیت کی آزاد حکومت قائم ہو اور اسے اشاعتِ اسلام کیلئے بنیاد بنایا جاسکے۔ آمین!**

(مکتوب حضورؒ بنام محترم افتخار احمد صاحب ایاز، بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۱۷/ اکتوبر ۲۰۰۳ء)

## پانچویں خواب

مکرم ایاز صاحب اپنی مرسلہ آخری خواب میں تحریر فرماتے ہیں:

’’۱۹۸۸ء میں مَیں طوالو میں تھا اور میری بیگم، امۃ الباسط صاحبہ، بنت حضرت مولانا ابو العطاء صاحب مرحوم ،لندن میں تھیں۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک سیڑھی پر

کھڑے ہو کر ایک دیوار پر یہ کلمات لکھ رہی ہیں: نصرٌ من اللّٰہ و فتحٌ قریب ۔اَور بھی کچھ آیات اور دعائیں لکھیں جو یاد نہ رہیں''

اس کی تعبیر بھی ایسے حیرت انگیز طور پر ظاہر ہوئی کہ خدا کی قدرتوں کو دیکھ کر دل خدا کی حمد سے بھر جاتا ہے۔جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''۱۹۹۱ء میں جب طوالو میں مسجد تعمیر ہوئی تو میری بیگم بھی وہاں تھیں اور انہیں مسجد کے اندر اور باہر عربی میں کلمات اور دعائیں لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ان کا عربی کا خط بہت اچھا ہے۔ چنانچہ وہاں سیڑھی کے اوپر کھڑے ہو کر انہوں نے کلمہ اور دوسرے دعائیہ کلمات لکھے۔ فالحمدللّٰہ''

اس عاجز کے نزدیک آپ کی بیگم صاحبہ کا یہ خواب بھی طوالو کی نسبت سے بہت سی خوش خبریاں اپنے اندر لئے ہوئے تھا: یہ کہ انہیں بھی طوالو میں جانا نصیب ہوگا،اور وہاں ان کی موجودگی میں مسجد تعمیر ہوگی، اس مسجد میں انہیں قرآن کریم کی آیات لکھنے کی سعادت حاصل ہوگی۔ نیز انہیں تصویری زبان میں یہ بشارت بھی بہم پہنچائی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کے نتیجے میں وہاں جلد اسلام کی فتح کے سامان پیدا ہو جائیں گے۔ انشاءاللہ العزیز

☆

## ڈاکٹر افتخار احمد ایاز صاحب کا تعارف

مکرم ڈاکٹر افتخار احمد ایاز صاحب ۱۹۳۴ء میں میانی (ضلع سرگودھا کا ایک چھوٹا سا قصبہ جو بھیرہ۔ملکوال ریلوے لائن پر واقع ایک اہم ریلوے سٹیشن ہے) میں پیدا ہوئے۔تاہم آپکا بچپن قادیان کے پاکیزہ ماحول میں گذرا۔ اس طرح آپ کو کئی کبار صحابہ کی صحبت حاصل رہی۔۱۹۴۶ء میں آپ اپنے والد مکرم، چودھری مختار احمد صاحب ایاز، کے پاس ٹانگانیکا (حال تنزانیا) تشریف لے گئے۔اور ثانوی تعلیم وہیں مکمل کی۔ پھر ٹیچرز ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد آپ ایک لمبا عرصہ محکمہ تعلیم سے وابستہ رہ کر مختلف انتظامی عہدوں پر فائز رہے۔۱۹۶۹ء میں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے مشورے پر تنزانیا کی شہریت حاصل کر لی جس کی بدولت آپ کو اعلیٰ تعلیم کے لئے سرکاری اخراجات پر انگلستان جانے کے مواقع میسر آ گئے ۔وہاں آپ نے بی۔ ایڈ (B.Ed.) اور ڈپلوما ،اِن،انگلش (Diplom-in-English) کرنے کے ساتھ ایم۔اے، انگلش اور پی ،ایچ ،ڈی بھی کر لیا۔اس کے نتیجے میں تنزانیا حکومت نے آپکو ایک سال کیلئے دولت مشترکہ کے خصوصی ادارہ برائے تعلیم سے منسلک کر دیا۔اور یوں آپکو ۱۹۸۵ء تا ۱۹۹۵ء دس سال دولت مشترکہ اور ادارہ اقوام متحدہ کے مشیر کی حیثیت سے طوالو میں کام کرنے کا موقع مل گیا۔یہی وہ

عرصہ ہے جس کے دوران اسلام کے ایک کامیاب سپاہی کے طور پر آپ کو وہ خدمات بجالانے کی سعادت حاصل ہوئی جن کا اوپر متن میں ذکر آیا ہے۔

دیگر جماعتی سرگرمیوں کے لحاظ سے بھی آپکو اللہ تعالیٰ کے فضل سے نمایاں خدمات کی توفیق ملتی رہی ہے۔ مثلاً تنزانیا میں عرصہ قیام کے دوران آپ کو سواحیلی زبان میں ترجمہ قرآن کریم کے سلسلہ میں مکرم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب مرحوم (رئیس التبلیغ ،مشرقی افریقہ) کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ تنزانیا کی مختلف جماعتوں میں آپ جنرل سیکرٹری، سیکرٹری تبلیغ اور صدر جماعت بھی رہے۔ پھر انگلستان میں نائب سیکرٹری تبلیغ۔ قائد تبلیغ مجلس انصار اللہ۔ صدر مجلس انصار اللہ۔ صدر بورڈ دار القضاء اور آخر پر امیر جماعت انگلستان رہے۔ علاوہ ازیں آپ تا حال مجلس افتاء مرکزیہ کے اعزازی ممبر۔ ڈائریکٹر، طاہر فاؤنڈیشن کمیٹی اور ممبر سنٹرل کمیٹی برائے تراجم کتب حضرت مسیح موعودؑ ہیں۔ دنیاوی خدمات کے لحاظ سے آپ کو کامن ویلتھ فیلوشپ اور برٹش کونسل فیلوشپ کے اعزازات کے علاوہ امریکہ کی انٹرنیشنل اکیڈمی کی طرف سے ڈاکٹر آف ایجوکیشن کی اعزازی ڈگری اور الفریڈ نوبل تمغہ (پسماندہ ممالک کی خدمات کے صلہ میں) ملا ہوا ہے۔

اسی طرح دولت مشترکہ کی خدمات کے صلہ میں آپ کو ملکہ برطانیہ کی طرف سے او، بی، ای (OBE) یعنی (Officer of the Excellent Order of the British Empire) کا اعزاز۔ عالمی سلامتی کی انٹرنیشنل فیڈریشن کی طرف سے ''پیس ایوارڈ''۔ نیز بھارت کی طرف سے ''ہندرتن گولڈ میڈل ایوارڈ'' ملا ہوا ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل اور خلفاء وقت کی دعاؤں کے طفیل اس وقت بھی کامن ویلتھ ایسوسی ایشن، یو۔ کے کے وائس پریذیڈنٹ۔ Indian Intellectual Conference کے وائس پریذیڈنٹ اور فارن انڈین ویلفئر سوسائٹی کے وائس پریذیڈنٹ ہیں۔ اسی طرح آپ اقلیتوں کے حقوق کے لئے قائم کردہ اقوام متحدہ کی کمیٹی کے ممبر اور پیسیفک پیس مشن کے وائس پریذیڈنٹ بھی ہیں۔ نیز ناظرین کو یہ معلوم کر کے بھی خوشی ہوگی کہ محترم ڈاکٹر افتخار احمد صاحب ایاز کو طوالو میں قیام کے دوران، باوجود مسلمان ہونے کے اس عیسائی ملک کا جو اعزازی ''کونسل جنرل'' برائے دولت مشترکہ مقرر کیا گیا تھا، یہ اعزاز ابھی تک قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی کوششوں میں مزید برکت ڈالتے ہوئے اس سارے ملک کو جلد احمدیت کے نور سے منور فرمادے۔ آمین!

☆ ☆ ☆

# باب ششم

# متفرقات

اس باب کے اندر تین فصلوں کے تحت بعض ایسے واقعات بیان کئے جا رہے ہیں جو گذشتہ ابواب میں آنے والے واقعات سے کسی قدر ہٹ کر اپنی الگ خصوصیت رکھتے ہیں، تاہم وہ بھی سب کے سب اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال کی ایک دلچسپ تصویر اور اس کی بے انتہا قدرتوں کی ایک ایمان افروز داستان ہیں ۔ کیونکہ ان سے پتہ لگتا ہے کہ خدا کے فرشتے حضرت بانی سلسلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو کامیاب بنانے اور اسے دنیا پر غالب کرنے کے لئے کس طرح دن رات کام کر رہے ہیں ۔

........☆........

## فصل اوّل

### ...مخالفت میں برکت...

مخالفین احمدیت کا وجود اس لحاظ سے باعث رحمت ہے کہ ان کی مخالفانہ باتیں جو وہ تقویٰ اور خدا ترسی سے عاری ہو کر محض ضد اور تعصب کی بنا پر کرتے ہیں، بعض اوقات احمدیت کے حق میں کھاد کا کام دے جاتی ہیں ۔ اس اعتبار سے مخالفین کا وجود بھی ایک رحمت ہے جسکا ساتھ ساتھ رہنا خود حق کے پنپنے اور بار آور ہونے کیلئے ضروری ہے ۔ چنانچہ جب ایک بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں مخالفین کا ذکر ہو رہا تھا کہ وہ کہتے ہیں، اگر ہم جھوٹے ہیں تو ہم ہلاک کیوں نہیں ہو جاتے تو آپ نے فرمایا:

”مخالف اگر جلدی مر جاویں تو پھر خاتمہ ہی ہو جاوے ۔ ان مخالفوں کی ہی وجہ سے تو انوار و برکات و خوارق کا نزول ہوتا ہے اور ہوگا ۔ ابھی بعض کو ہدایت بھی ہوگی اور خدا

تعالیٰ کا قانون اسی طرح پر چلا آتا ہے''

اسی طرح ایک اَور موقع پر مخالفت کی برکات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''حق اپنے زور اور قوت سے چلتا اور اس کے ساتھ باطل بھی ضرور چلتا ہے۔ لیکن باطل اپنی قوت اور طاقت سے نہیں چلتا بلکہ حق کے پرتو سے چلتا ہے کیونکہ حق چاہتا ہے کہ ساتھ ساتھ کچھ باطل بھی چلے تا کہ تمیز ہو۔ کاذبوں اور منکروں کے وجود سے بہت سی تحریکیں ہو جاتی ہے''

پھر فرمایا:

''اگر آنحضرت ﷺ کی بعثت کے دن ہی سارا ملّہ آمنّا و صدقنا کہہ کر ساتھ ہو لیتا تو پھر قرآن شریف کا نزول اسی دن بند ہو جاتا اور وہ اتنی بڑی کتاب نہ ہوتی۔ جس قدر زور سے باطل حق کی مخالفت کرتا ہے، اسی قدر حق کی قوت اور طاقت تیز ہوتی ہے۔ زمینداروں میں بھی یہ بات مشہور ہے کہ جتنا ہاڑھ تپتا ہے، اسی قدر ساون میں بارش زیادہ ہوتی ہے۔ یہ ایک قدرتی نظارہ ہے۔ حق کی جس قدر زور سے مخالفت ہو، اسی قدر وہ چمکتا اور اپنی شوکت دکھاتا ہے''

**(ملفوظات جلد ۵ ص: ۳۰۸ و ۳۱۰)**

اب ذیل میں چند واقعات پیش کئے جا رہے ہیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ کسی اشد مخالف کے منہ سے نکلا ہوا کلمہ کس طرح ایک نیک فطرت انسان کی آنکھیں کھولنے کا موجب بن گیا اور وہ نُور احمدیت سے منور ہو کر ایک ایسے آسمانی قلعہ کے اندر آ گیا، جسکے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

صدق سے میری طرف آؤ ، اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف مَیں عافیت کا ہوں حصار

........☆........

# پہلا واقعہ

''مجھے ان کے جواب سے سخت مایوسی ہوئی''

## حضرت ملک برکت علی صاحبؓ کا قبول احمدیت

اس سلسلے کا پہلا واقعہ جو حضرت ملک برکت علی صاحبؓ سے مروی ہے، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے جلسہ سالانہ، انگلستان، منعقدہ ۲۰۰۰ء کے آخری دن کے خطاب میں بیان کرتے ہوئے اس بات کا خاص طور پر ذکر فرمایا کہ اس کی ایک بڑی غرض یہ ہے کہ ان سب کی اولادیں جو اس وقت دنیا میں ہر طرف پھیلی پڑی ہیں، ان کو معلوم ہو کہ وہ کن بزرگ آباء کی اولاد ہیں اور وہ اپنے بچوں میں بھی ان کے تذکرے کرتے رہیں۔

اب اصل واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے، جو بتاتا ہے کہ کس طرح انہیں (ملک برکت علی صاحبؓ کو) اپنے پیر کی مخالفانہ باتوں کے باعث قبول احمدیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی بیعت میں آنے سے قبل آپ پیر جماعت علی شاہ کے مرید تھے [ا] جب آپکو حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے دعاوی کا پتہ چلا تو آپ پیر صاحب کے پاس گئے اور ان سے اس کا ذکر کیا۔ پیر صاحب نے پہلے تو آپ کو کہا کہ 'ہم مرزا صاحب کو نہ اچھا کہتے ہیں، نہ برا'، لیکن جب آپ دوسری مرتبہ ان کے پاس گئے اور ان سے گفتگو کی تو پیر صاحب کہنے لگے کہ 'نہ مرزا صاحب کی کوئی کتاب پڑھو، نہ وعظ سنو'۔ اب یہ بات ایسی تھی کہ حضرت ملک صاحب فرماتے ہیں:

> ''مجھے پیر صاحب کی یہ بات بہت عجیب لگی، چنانچہ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے مرزا صاحب کی کوئی کتاب پڑھی ہے۔ میرے اس سوال پر پیر صاحب جوش میں آ گئے اور کہنے لگے: 'ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ان کی کتب کا مطالعہ کریں، علماء نے جو اُن پر کفر کا فتویٰ لگا دیا ہے' ''

حضرت ملک صاحب فرماتے ہیں، پیر صاحب کا یہ جواب پہلے سے بھی عجیب تر تھا۔ چنانچہ میں ان سے بدظن ہو گیا اور اپنے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت سے متعلق تحقیقات کرنے لگا۔

---

[ا] پیر جماعت علی شاہ پیر مریدی کا سلسلہ رکھتے اور حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے اشد ترین مخالفوں میں سے تھے۔

میں نے عبداللہ آتھم اور پھر لیکھرام [ا] کے متعلق فریقین کے اشتہارات اور تحریرات کو ایک فائل میں محفوظ کرنا شروع کر دیا اور پھر ان واقعات کے گذر جانے کے بعد جب میں نے ان سب کا بنظر غائر مطالعہ کیا تو فرماتے ہیں، حضور کی صداقت کے بارے میں مجھے مکمل اطمینان ہو گیا اور میں نے آپ کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ یہ ۱۸۹۷ء کی بات ہے۔ اس کے بعد آپ نے ۱۹۰۱ء میں دستی بیعت کرنے کی بھی سعادت پائی۔

........☆........

**تعارف:** حضرت ملک برکت علی صاحب اپنے خاندان کے پہلے احمدی تھے۔ آپ ۱۸۶۹ء میں گجرات میں پیدا ہوئے۔ گجرات میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ محکمہ نہر میں ملازم ہو گئے ۱۹۲۷ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد آپ عرصہ دراز تک جماعت احمدیہ شہر گجرات کے جنرل سیکرٹری اور پھر امیر رہے۔ حضرت ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم، ایڈووکیٹ، جنہوں نے حضرت المصلح الموعودؓ سے ''خالد احمدیت'' کا خطاب پایا، آپ ہی کے فرزند اکبر تھے۔ دیگر اولاد میں ملک فیض الرحمٰن صاحب فیضی، سابق پروفیسر تعلیم الاسلام کالج، لاہور (حال امریکہ) ہیں۔

---

[ا] یہ ہر دو اشخاص وہ تھے جو حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے مقابل پر آ کر ہلاک ہوئے۔ اوّل الذکر (ڈپٹی عبداللہ آتھم) ایک مرتد تھا۔ عیسائی ہو کر اس نے اسلام کے خلاف ایک دلآزار کتاب ''اندرونہ بائیبل' کے نام سے لکھی۔ ویسے بھی وہ دن رات اسلام کے خلاف بدزبانی کرتا رہتا۔ پھر یہ وہی تھا جو حضرت بانیٔ سلسلہؑ اور عیسائیوں کے مابین بمقام امرتسر ہونے والے مشہور مناظرہ میں عیسائیوں کی طرف سے مناظر بن کر سامنے آیا۔ آپؑ نے خدا سے علم پا کر یہ پیشگوئی فرمائی کہ اگر اس نے حق کی طرف رجوع نہ کیا تو پندرہ ماہ کے اندر ہلاک ہو جائے گا۔ یہ پیشگوئی سنتے ہی اس کا رنگ فق ہو گیا اور وہ دیوانوں کی طرح رہنے لگ گیا اور اس سارے عرصہ میں اس نے اسلام کے خلاف ایک لفظ تک منہ سے نہ نکالا۔ بلکہ جو کچھ کہا، اس سے خود عیسائیت کے عقائد پر زد پڑتی تھی۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کا یہ عمل اس کے رجوع حق کے مترادف سمجھا گیا۔ چنانچہ وہ پندرہ ماہ کے اندر تو نہ مرا مگر بعد میں حق کو چھپانے کی پاداش میں خدا نے اسے ایک سال کے اندر اندر دنیا سے اٹھا لیا۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھیں کتاب ''انجام آتھم''، روحانی خزائن جلد ۱۱)

دوسرا شخص (پنڈت لیکھرام) ایک آریہ تھا جو اسلام اور حضرت بانیٔ اسلام کی ذات بابرکات پر ہمیشہ گند اچھالتا رہتا تھا۔ آخر حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام کی بددعا کے نتیجہ میں وہ خدا کے غضب کا نشانہ بن کر ہلاک ہوا۔ آپؑ نے خدا سے علم پا کر اس کے چھ سال کے اندر اندر کسی دردناک عذاب سے ہلاک ہو جانے کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ پیشگوئی بھی بڑی ہیبت کے ساتھ پوری ہو کر اسلام اور آریہ مذہب کے درمیان ایک فیصلہ کن نشان ثابت ہوئی۔

☆ ☆ ☆

# دوسرا واقعہ

## ''بھلا مہدی اور قادیان کے مغلوں میں!''

## حضرت حکیم نواب علی فاروقیؓ کا قبول احمدیت

اس سلسلے کا دوسرا واقعہ ایک ایسے شخص کا ہے جن کے بڑے بھائی تو احمدی ہو کر حضرت بانی سلسلہ علیہ السلام کے مریدوں میں شامل ہو چکے تھے، مگر ان پر 'ملا ازم' اس قدر غالب تھا کہ کہا کرتے: 'بھلا مہدی اور قادیان کا مغل، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟' مگر پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایسی دستگیری فرمائی کہ ایک غیر احمدی دوست کا برسبیل تذکرہ دیا ہوا مشورہ ان کی ہدایت کی موجب بن گیا، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا فضل یہ ہوا کہ آسمان سے بھی آپکو ایک واضح اشارہ ملا، جس نے بالآخر آپ کو حضرت مہدی علیہ السلام کے غلاموں میں لا ڈالا۔ اس واقعہ کی دلچسپ اور ایمان افروز روئداد بیان کرتے ہوئے (آپ کے بھتیجے) مکرم میاں محمد نذیر صاحب فاروقی، ضلعدار نہر، رقمطراز ہیں کہ

''جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا تو والد صاحب قبلہ جو حکیم صاحب (حکیم نواب علی فاروقی صاحب) کے برادرِ کلاں تھے، نے ۱۸۹۳ء یا ۱۸۹۴ء کے قریب بیعت کر لی۔ بیعت کرنے کے بعد والد صاحب نے (حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب) 'براہین احمدیہ' اپنے برادر خورد کو پڑھنے کے لئے دی۔ مگر چچا صاحب قبلہ کے دل و دماغ پر 'ملا ازم' کا بھوت کچھ اس طرح سوار تھا کہ آپ نے نہایت زور وشور سے مخالفت کی اور کتاب کو پڑھنا گوارا نہ کیا مگر کہا کرتے تھے کہ یہ قبول احمدیت کی سعادت مجھے بھائی صاحب کی کوشش سے عطا ہوئی ہے۔ چونکہ وہ مجھ سے بیعت کرنے میں سبقت لے چکے تھے، اس لئے میری مخالفت کے باوجود وہ کوئی نہ کوئی نسخہ حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیفات کا یا کوئی اشتہار یا اخبار کا کوئی پرچہ دے دیا کرتے تھے۔ لیکن مجھے یہ ضد تھی کہ بھلا 'مہدی اور قادیان کا مغل'، یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ قادیان جیسی چھوٹی سی بستی کا رہنے والا مغل، مہدیٔ دوراں بن کر آجائے؟ میں ان کتابوں کو نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھتا اور اگر مطالعہ بھی کیا تو اپنے نظریہ کو ہمیشہ بحال رکھا''

مکرم فاروقی صاحب آگے فرماتے ہیں:

''اس ضد میں ۱۹۰۳ء کا زمانہ آگیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جہلم آنے کی افواہیں گرم ہونے لگیں[ا] چونکہ محترم چودھری کریم بخش صاحب مرحوم سے حکیم صاحب کے برادرانہ تعلقات تھے اور یہ تعلقات عاشقانہ حد تک پہنچے ہوئے تھے، اور چودھری موصوف بھی حضرت والد صاحب کے ساتھ ہی بیعت سے مشرف ہوئے تھے، اس لئے چودھری صاحب نے حکیم صاحب کو دعوت دی کہ جہلم چلیں تا کم از کم حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت سے تو مشرف ہوں''

اس سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے مکرم فاروقی صاحب بتاتے ہیں کہ حکیم صاحب موصوف نے چودھری صاحب مرحوم کی اس دعوت کو تو قبول نہ کیا مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے اس بندے کو اپنے مسیح کی غلامی میں لانا منظور تھا، اس لئے واقعات نے کچھ ایسی شکل اختیار کر لی کہ ان کو جہلم جانا ہی پڑا۔ اس کی تقریب کیسے پیدا ہوئی، اس بارے میں مکرم فاروقی صاحب رقمطراز ہیں:

''(چچا جان یعنی حکیم صاحب) نماز جمعہ پڑھنے سیالکوٹ تشریف لے گئے اور ایک دوست، مولوی محمد شفیع، سے ملاقات کی (اور کہا) کہ چند یوم سے کچھ قبض و بسط کی حالت ہے، نمازوں میں سرور نہیں آتا۔ اس نے فوراً کہا کہ 'مرزا صاحب جہلم آرہے ہیں، ان سے ملیں''

فرماتے ہیں، یہ مولوی صاحب غیر احمدی تھے اور حضرت مسیح موعودؑ سے انکو بدرجہ غایت اختلاف و عناد تھا۔ مگر نہیں معلوم، انہوں نے یہ مشورہ کیسے دے دیا۔ چونکہ یہ جواب حکیم صاحب کی توقعات کے خلاف تھا، حکیم صاحب نے سن کر کہا کہ کیا آپ صحیح مشورہ دے رہے ہیں؟ وہ کہنے لگے، میرا یہ مطلب نہیں کہ آپ جا کر وہاں پھنس جائیں، بلکہ میرا مطلب تو یہ ہے کہ آپ تحقیق کے طور پر ان سے ملیں اور انکے دعاوی کی پڑتال کریں۔ لیکن اگر آپ کو یہ مشورہ پسند نہیں تو بہتر ہے، آپ وہاں نہ جائیں۔

---

[ا] یہ وہ سفر تھا جو حضور اقدس علیہ السلام نے ضلع جہلم کے ایک مولوی کرم الدین کی طرف سے آپ پر کئے جانے ایک مقدمہ کے سلسلہ میں قادیان سے جہلم تک بذریعہ ریل کیا۔ اس مبارک سفر کی دلچسپ اور ایمان افروز روئداد خاکسار راقم الحروف کی تالیف ''درویشانِ احمدیت'' کی جلد سوم بعنوان 'حفاظت سماوی' میں بیان کی گئی ہے۔

آ گے وہی ہوا جس کیلئے خدا کے پاک فرشتے دن رات کام کر رہے ہیں اور آسمان سے اتر اتر کر سعید روحوں کو خدا کے مامور کی طرف کھینچ کر لا رہے ہیں۔ چنانچہ فاروقی صاحب بیان کرتے ہیں:

"حکیم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مجھے مولوی محمد شفیع کے چہرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجھے مشورہ دیکر پریشان تھے اور اب کنایۃً مجھے روک رہے تھے۔ رات کو گھر پہنچا لیکن بار بار یہ خیال ستاتا تھا کہ دنیا دن بدن اس انسان کی طرف جھک رہی ہے، اگر یہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے تو اس کا معاملہ خدا سے ہے اور اگر یہ سچا ہے، تو ہمارا کیا حشر ہوگا۔ رات کو اسی خیال میں پریشان تھے کہ خواب میں دیکھا کہ

'ایک ندی یا نالہ ہے، جس کے ایک کنارہ پر بہت سے لوگوں کا مجمع ہے اور وہ کچھ شوروغل کر رہے ہیں۔ دوسرے کنارے پر تھوڑے سے اشخاص ایک ٹیلہ پر امن و سکون سے کھڑے ہیں۔ میں خود تو کثرت کی طرف شوروغل کرنے والوں میں ہوں اور بھائی صاحب (یعنی راقم الحروف کے والد مرحوم) قلت کی طرف دوسرے کنارے پر کھڑے ہیں اور میرا نام لے کر آوازیں لگا رہے ہیں کہ 'اس طرف آ جاؤ۔ جس طرف تم کھڑے ہو، یہ اشخاص کُلّھُم غرق ہونے والے ہیں'۔ میں یہ آواز سن کر بغیر حیل و حجت کے ندی کو عبور کر کے بھائی صاحب کی طرف چلا گیا اور آنکھ کھل گئی'

اس خواب کا اثر آپ کی طبیعت پر ایسا خوشگوار پڑا کہ فرماتے ہیں:

"میری طبیعت میں اب ایک اطمینان وسکون تھا۔ جب صبح ہوئی اور بعد نماز فجر مسجد سے فارغ ہو کر گھر پہنچا تو مَیں نے گھر والوں سے کہا کہ میں جہلم جانا چاہتا ہوں۔ گھر میں میرے رعب کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کوئی بات چیت تو نہیں ہوا کرتی تھی مگر چونکہ بھائی صاحب ہمیشہ متعلقین کی بیماریوں اور دنیاوی مشکلات کیلئے حضرت صاحب کے حضور دعا کے لئے خط لکھا کرتے تھے اور مشکلات کا حل ہو جایا کرتا تھا، لہٰذا گھر والوں پر احمدیت کے بارے میں درپردہ ایک اچھا اثر تھا"

اس اچھے اثر کی وجہ سے ہی جب حکیم صاحب نے گھر میں اپنے جہلم جانے کا اعلان کیا تو آپ کی

اہلیہ صاحبہ نے لطیفہ کے رنگ میں ایک ایسی بات کہی جس سے سارے گھر کی فضا کشت زعفران بن گئی اور جس کے نتیجے میں خود حکیم صاحب کیلئے احمدی ہو جانے کا مرحلہ آسان ہو گیا۔ جیسا کہ فاروقی صاحب بتاتے ہیں کہ جونہی چچا جان نے کہا کہ مَیں جہلم جا رہا ہوں تو:

''حکیم صاحب کی اہلیہ (یعنی میری خالہ) نے ہنس کر کہا کہ جب خود بیعت کریں تو میری طرف سے بھی بیعت کرنا، اور (پھر) جلد جلد ان کی روانگی کا بندوبست کرنے لگیں۔ غالباً یہ وہ تاریخ تھی کہ (جب) حضرت صاحب نے وزیر آباد سے جہلم کی طرف گزرنا تھا اور حکیم صاحب سیالکوٹ ریلوے سٹیشن یا چھاونی سیالکوٹ سے سوار ہوئے اور جہلم پہنچ کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ کہا کرتے تھے کہ جہلم جس کوٹھی میں حضور ٹھہرے ہوئے تھے، اس کے گرد پہرہ تھا اور تھوڑی تھوڑی مقدار میں بیعت کنندگان یا دوسرے ملاقاتی اندر جاتے تھے۔ جب میری باری آئی تو اس وقت تک بیعت کا ارادہ نہ تھا لیکن حسن اتفاق سے جو آٹھ شخص اندر گئے، ان میں دوسرے نمبر پر مَیں تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آنکھیں خوابیدہ تھیں اور بند تھیں۔ جب جا کر کھڑے ہوئے اور السلام علیکم کہا تو حضرت نے پوری آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا اور ہاتھ اٹھا کر مصافحہ کے لئے میری طرف کیا۔ میں نے مصافحہ کیا۔ بس پھر کیا تھا، میری حالت متغیر ہو گئی''

(ملخص از رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱۲، صفحہ ۲۳۶)

☆ ☆ ☆

# تیسرا واقعہ

## ''کیا میں ان کو جا کر قتل نہ کر آؤں؟''

# چودھری غلام حسین صاحب کا قبول احمدیت

اب اسی سلسلہ کا ایک تیسرا واقعہ بیان کیا جاتا ہے جو بتاتا ہے کہ کس طرح حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے اشد ترین مخالف، مولوی محمد حسین بٹالوی، کی ایک دشمنی پر مبنی اور تقویٰ سے عاری بات نے ان کے ہی ایک مرید کو ہدایت کے رستہ پر گامزن کر دیا۔ اس کی روئداد یوں ہے کہ ضلع جھنگ کے پیدائشی اور ایک متمول زمیندار گھرانے کے چشم و چراغ، جن کا نام چودھری غلام حسین تھا، اور جو مولوی محمد حسین صاحب کے مریدوں میں شامل تھے[ا]، جب ایک بار بٹالہ آئے اور باتوں باتوں میں بڑے جوش سے کہہ دیا کہ

**'دل چاہتا ہے کہ یہ روز روز کا قصہ پاک ہو۔ اگر آپ اجازت دیں تو قادیان جاؤں اور موقع پا کر مرزا کو قتل کر آؤں.....'**

تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی یہ سن کر بولے:

**'میاں! ہم اس کی بھی کوشش کر چکے ہیں مگر کامیابی نہیں ہوئی'**

بس یہ جواب تھا جو اپنا کام کر گیا۔ یعنی آپ نے خیال کیا کہ یہ کس قسم کا مولوی ہے جو اپنے مخالفین کے خلاف ایسی مجرمانہ کاروائیاں کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ آپ کا دل مولوی محمد حسین کی طرف سے اچاٹ ہو گیا اور پھر احمدیت کی طرف ایسا مائل ہوا کہ آپ بالآخر حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی غلامی میں آ کر رہے، اگرچہ کچھ وقت کے بعد۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپ پر احمدی ہونے کے بعد تقویٰ اور طہارت کا ایسا رنگ چڑھا کہ آپ کے بارے میں آتا ہے، جب آپ بسلسلہ مُلازمت (آپ محکمہ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز تھے) ڈیرہ غازیخان میں ملازم تھے، تو اس ضلع کی ایک قریبی بستی ''بستی رنداں'' کو دریائے سندھ نے کٹاؤ لگانا شروع کر دیا۔ چنانچہ بعض احمدی دوستوں نے آپکی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی۔

[ا] مراد مولوی محمد حسین بٹالوی، جو اپنی عمر بھر حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی مخالفت کرتے رہے مگر ہر بار ہی خائب و خاسر رہے۔

آپ فوراً بستی میں تشریف لائے اور دریائے سندھ کے کنارے پر پہنچ کر سجدہ میں گر گئے اور اس وقت تک سر نہ اٹھایا، جب تک دریا کا رخ بستی سے دور ہونا شروع نہ ہو گیا۔ آپ کی دعا خدا کے حضور ایسی مقبول ہوئی کہ آج بھی بستی کو دریا برد ہونے کا کوئی خطرہ نہیں۔

(بحوالہ اخبار الفضل انٹرنیشنل ڈلندن، مورخہ ۲۱ جون ۱۹۹۶ء)

........☆........

تعارف: چودھری غلام حسین صاحب، مولوی محمد حسین بٹالوی کے مرید ہونے کے علاوہ، مخالفت کا ایسا رنگ رکھتے تھے کہ اپنے زمانہ طالب علمی میں انہوں نے منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ، لاہور، (جو اوائل میں حضرت بانئ سلسلہؑ کے معتقد تھے لیکن بعد میں مرتد ہو گئے اور ملہم ہونیکا دعویٰ کرنے لگے۔ پھر حضرت بانئ سلسلہؑ کے خلاف ایک کتاب ''عصاء موسیٰ'' کے نام سے لکھی) اور ان کے ایک ساتھی سے مل کر حضرت بانئ سلسلہؑ کے خلاف ایک کتاب لکھی، جس سے حضورؑ کو اس قدر تکلیف پہنچی کہ آپ نے اسے ''الٰہی بخش کے تیر'' سے موسوم فرمایا۔ اسکے بعد منشی الٰہی بخش اور ان کا وہ ساتھی تو حضرتؑ کی زندگی میں ہی طاعون سے ہلاک ہو گئے اور چودھری صاحب کو شدید ہیضہ ہو گیا۔ مگر شاید اس لئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے مامور کی غلامی میں لانا چاہتا تھا، اس نے آپ کو شفا بخشی اور پھر حضرت مصلح موعودؓ کے دورِ خلافت میں آپ کو اور آپ کے بھائی، چودھری محمد حسین صاحب (والد ماجد پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب مرحوم) کو احمدیت قبول کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔

☆ ☆ ☆

# چوتھا واقعہ

## ''میں تیرا گریبان پکڑ کر کہونگا کہ تو نے مجھے قادیان بھیجا تھا''

## مستری غلام محمد صاحب شاہ کوٹی کا قبول احمدیت

مذکورہ بالا واقعہ میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح ایک معاند مولوی کی تقویٰ سے عاری گستاخانہ گفتگو نے ان کے ایک مرید کی دنیا بدل کر رکھ دی، جسکے نتیجے میں وہ حضرت بانئ سلسلہؑ کے غلاموں میں شامل ہو گئے۔ ذیل میں ایک ایسے معاند احمدیت کا ذکر کیا جاتا ہے، جس کا خدا کے مامور اور اس

کے قائم کردہ سلسلے کے خلاف غم و غصہ ایک پورے کے پورے خاندان کو احمدیت کی آغوش میں لانے کا موجب بن گیا۔ چنانچہ شاہ کوٹ کے میاں محمد صدیق [۱] تحریر فرماتے ہیں:

''قصبہ شاہ کوٹ، ضلع شیخوپورہ، میں ایک بہت بڑا خاندان اہلِ حدیث مسلک، پیشہ جن کا لوہار تھا، سکونت رکھتا تھا۔ اس خاندان کے سربراہ مستری غلام محمد تھے۔ انہیں میرے تایا، میاں محمد مراد صاحب مرحوم، سکنہ پنڈی بھٹیاں، اکثر تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ آپ (تایا جان مرحوم) نے مستری صاحب موصوف کے احمدی ہونے کا مندرجہ ذیل دلچسپ واقعہ خاکسار کو سنایا:

''میں اپنے غیر احمدی عزیزوں کو ملنے گاہے بگاہے شاہ کوٹ آیا کرتا اور انہیں تبلیغ کرتا رہتا تھا۔ اس دوران مستری غلام محمد صاحب کو بھی مل لیتا اور ان سے بھی احمدیت پر گفتگو ہوتی۔ جب ایکبار شاہ کوٹ آیا تو اتفاقاً مستری صاحب مجھے اپنے گھر کے دروازہ پر ہی مل گئے اور بڑی خندہ پیشانی سے پیش آئے اور کہنے لگے کہ میں کل امرتسر جا رہا ہوں، اگر وہاں سے کوئی چیز منگوانی ہو، تو بتائیں۔ خاکسار نے عرض کیا، منگوانی تو نہیں، البتہ بھیجنی ہے، اگر آپ لے جائیں تو۔ مستری صاحب نے جواباً کہا، میں لے جاؤں گا۔ اس پر میں نے کہا، امرتسر میں ایک مشہور مولوی ثناء اللہ صاحب ہیں۔ آپ ان سے ملیں اور ان سے قرآن مجید کی دو آیات کا ترجمہ پوچھ کر آئیں۔ اس پر مستری صاحب نے کہا کہ میرا اصل مقصد تو امرتسر سے کوئی سودا سلف لانا ہے۔ لیکن مولوی صاحب سے ملنے کی خواہش بھی ہے کیونکہ وہ اہلِ حدیث مسلک کے مشہور عالم ہیں'' [۲]

آگے یہ کہ مستری غلام محمد صاحب کے امرتسر جانے اور مولوی ثناء اللہ صاحب سے گفتگو کرنے پر ان پر کیا بیتی اور کس طرح وہ ایک احمدی اور حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے غلام بن کر واپس لوٹے، یہ دلچسپ واقعہ میاں محمد صدیق صاحب نے اپنے تایا جان موصوف کے حوالے سے یوں بیان فرمایا ہے:

---

[۱] مراد مکرم میاں محمد صدیق صاحب، سابق صدر جماعت احمدیہ شاہ کوٹ، حال جرمنی، برادرم عزیزم ظفر اقبال منیب صاحب، قائد مال، مجلس خدام الاحمدیہ، جرمنی، کے والد بزرگوار ہیں اور گذشتہ کئی سالوں سے جرمنی میں مقیم ہیں۔

[۲] مولوی ثناء اللہ صاحب اہلِ حدیث فرقہ کے بہت بڑے مولوی اور حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے اشد ترین مخالف تھے۔

''جب وہ ( میاں غلام محمد صاحب۔ناقل ) سفر سے واپس آئے تو مجھے ملے اور مبارکباد دی اور فرمایا، میں امرتسر سے ہو آیا ہوں اور قادیان حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت بھی کر آیا ہوں۔میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔میں نے تفصیل پوچھی تو مستری صاحب نے بتایا کہ میں امرتسر پہنچ کر مولوی ثناء اللہ صاحب سے ملا، وہ بڑے تپاک سے پیش آئے۔میں نے اپنا خاندانی تعارف کروایا، اپنا مسلک بھی بتایا۔ مجھے کچھ علیحدگی کا وقت میسر آ گیا تو میں نے آپکی دی ہوئی دونوں آیات ان کے روبرو پیش کر کے ان کا ترجمہ اور مطلب پوچھا۔(ان میں سے ایک آیت سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۴۵، دوسری، سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۷۶ تھی[ا] )۔میرے یہ آیات پیش کرتے ہی مولوی ثناءاللہ صاحب کا چہرہ متغیر ہو گیا اور (وہ) تمام اخلاقی حدود پھلانگتے ہوئے کہنے لگے، او بے غیرت، تو مرزائی ہے؟ یہ دیکھ کر میں بہت پریشان ہو گیا کہ میں نے اپنا تعارف بھی کرایا، اپنا عقیدہ بھی بتایا اور ان سے اپنی عقیدت کا اظہار بھی کیا۔مگر انہوں نے تمام تعلقات بالائے طاق رکھتے ہوئے صرف ان آیات کا ترجمہ پوچھنے پر اس قدر برہمی کا اظہار کیا ہے۔میں نے عرض کیا، جناب مولوی صاحب! میں تو اہلحدیث عقیدہ رکھتا ہوں، ہمارا سارا خاندان اہل حدیث ہے لیکن آپ نے مجھے فی الفور مرزائی بنا دیا۔اس پر مولوی صاحب کہنے لگے، 'پھر تمہیں کسی مرزائی نے بھیجا ہوگا' اس پر میں نے بڑی نرمی سے ان سے دریافت کیا کہ جناب مولوی صاحب! یہ بتائیں کہ کیا یہ آیات مرزائیوں کے قرآن کی ہیں؟ مگر مولوی صاحب تھے کہ بدستور غصہ سے بھرے ہوئے تھے۔بولے :'ان آیات کا ترجمہ پوچھنا ہے تو مرزا محمود (مراد اُس وقت کے جماعت احمدیہ کے امام اور خلیفہ ،حضرت مرزا محمود احمد صاحبؓ۔ناقل ) سے جا کر پوچھ' ''

---

[ا] پہلی آیت یہ ہے: وما محمد الّا رسول قد خلت من قبله الرسل (سورۃ آل عمران)
(یعنی، حضرت محمدؐ تو صرف اللہ کے رسول ہیں، آپ سے پہلے تمام انبیاء وفات پا چکے ہیں)
دوسری آیت یہ ہے: ما المسیح ابن مریم الّا رسول قد خلت من قبله الرسل (سورۃ المائدۃ)
(یعنی، حضرت مسیحؑ صرف اللہ کے رسول ہیں، آپ سے پہلے تمام رسول وفات پا چکے ہیں)

آگے فرمایا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی یہ بات سن کر میری دینی غیرت بھی جوش میں آ گئی، میں اٹھ کھڑا ہوا اور میں نے بھی اسی طرح تلخ لہجے میں انہیں کہا کہ

**"اے مولوی! اب تو میں قادیان جاؤنگا اور نہ صرف ترجمہ پوچھوں گا بلکہ بیعت کر کے بھی آؤں گا۔ اور اگر خدانخواستہ قیامت کے دن میری اس پر جواب طلبی ہوئی کہ تو نے مرزا محمود کی بیعت کیوں کی، تو میں تیرا گریبان پکڑ کر کہوں گا کہ اس مولوی نے مجھے قادیان بھیجا تھا"**

فرماتے تھے، اس کے بعد میں اٹھ کر چلا آیا، نماز بھی میں نے سٹیشن پر آ کر پڑھی اور پھر قادیان پہنچ کر اور حضرت خلیفہ ثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے واپس شاہکوٹ آ گیا۔

(بحوالہ "الناصر"، ماہنامہ مجلس انصار اللہ، جرمنی، ماہ ستمبر ۱۹۹۸ء)

........☆........

نوٹ:۔ میاں محمد صدیق صاحب نے گذشتہ جلسہ سالانہ جرمنی، منعقدہ ۲۰ تا ۲۲ راگست ۲۰۰۴ء کے موقع پر ایک ملاقات کے دوران عاجز راقم الحروف کو یہ ساری روئداد زبانی بھی سنائی۔ مزید یہ ایمان افروز بات بتائی کہ میاں غلام محمد صاحب کے قبول احمدیت کی خبر سن کر آپ کے گاؤں والے آپ کے سخت خلاف ہو گئے اور آپ کا بائیکاٹ کر کے آپ سے کام کروانا بند کر دیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرنی شروع کر دیں۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ آپ ایک دن صبح بازار میں سے گذر رہے تھے کہ ایک تحصیلدار نے جو شاہکوٹ کے نواہی گاؤں کا رہنے والا تھا اور آپکو جانتا تھا، آپکو آواز دی: "او گامیاں، ٹھہر گل سن!" آپ ٹھہر گئے۔ وہ کہنے لگا، "تمہارے گاؤں والے سارے بہاولپور چلے گئے ہیں، وہاں میں زمین آباد کروا رہا ہوں۔ انہیں وہاں تیرے کام کی ضرورت ہے، کل ٹرک آئے گا، تم بھی اپنا سامان لیکر آ جانا، وہ سب تمہیں جانتے ہی ہیں" چنانچہ دوسرے دن ٹرک آیا اور مستری غلام محمد صاحب بہاولپور پہنچ گئے اور زمینداروں کے ہل، کڑ اور پھالے بنانے شروع کر دئے، اس طرح ایک سال تک انہیں خوب کام مل گیا۔ اگلے سال وہی تحصیلدار صاحب آئے اور کہنے لگے، "گامیاں! میں نے ایک مربع زمین تمہارے نام بھی الاٹ کر دی ہے"۔ مستری صاحب نے حیران ہو کر کہا کہ جناب، میں زمیندارہ جانتا تک نہیں، یہ زمین لیکر کیا کرونگا۔ انہوں نے جواب دیا: "بس تم صرف مالک بن جاؤ، باقی کام مَیں خود کرادوں گا"۔ اس سے اگلے سال اس نے ایک مربع زمین اَور مستری صاحب کے نام الاٹ کر دی اور گاؤں کی نمبرداری بھی انہیں دیدی۔ اس طرح پر ہوتے ہوتے آپ پورے پانچ مربع زمین کے مالک بن گئے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے احمدیت کی برکت سے انہیں ایک ادنیٰ مزدور سے مربعوں کا مالک بنا دیا۔ سچ ہے، اللہ جب دیتا ہے تو چھپت پھاڑ کر دیتا ہے۔ و ذٰلک فضل اللہ یؤ تیہ من یشاءُ.

# پانچواں واقعہ

## ’’آج ثابت ہو گیا کہ احمدی مسلمان ہیں‘‘

اب اس سلسلے (یعنی مخالفت کے شیریں اثمار) کے آخری واقعہ کے طور پر حضرت امام جماعت احمدیہ، حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ (جماعت کے چوتھے امام اور خلیفہؒ) کا بیان کردہ نائیجیریا کے ملک سے تعلق رکھنے والا ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے کہ کس طرح وہاں کے ایک مخالف مولوی کے جھوٹے پراپیگنڈا نے احمدیت کے حق میں ترقی کی راہیں کھول دیں۔ حضورؒ نے امیر صاحب نائیجیریا کے حوالے سے وہاں ابیوکوٹا (Abeokuta) سرکٹ کے علاقہ میں ہونے والے اس واقعہ کی تفصیل بتاتے ہوئے فرمایا:

’’اس سرکٹ کے ایک گاؤں ٹیبو (Tibu) میں ہمارا ایک تبلیغی پروگرام تھا۔ دو روز کی تبلیغی کوششوں کے نتیجہ میں گاؤں کے پانچ سرکردہ مسلمانوں نے احمدیت قبول کر لی جمعہ کا دن تھا۔ انہوں نے احمدی مبلغ سے درخواست کی کہ جمعہ آپ پڑھائیں۔ اس دوران کسی نے شہر میں غیر احمدیوں کو خبر دے دی کہ ’ٹیبو‘ (Tibu) میں لوگ احمدی ہو رہے ہیں اور یہ کہ وہاں آج احمدی امام نے ہی جمعہ پڑھانا ہے۔ چنانچہ ایک (غیر از جماعت) مولوی عین جمعہ شروع ہونے سے چند منٹ پہلے وہاں پہنچ گیا۔ اسنے خود ہی اذان دی اور اعلان کیا کہ جمعہ میں پڑھاؤں گا، کسی دوسرے کو یہاں جمعہ پڑھانے کی اجازت نہیں۔ اس نے یہ بھی کہا کہ احمدی مسلمان نہیں ہیں، ان کا قرآن اَور ہے، رسول اَور ہے، کلمہ اَور ہے۔ اس پر ہمارے مبلغ نے ان سب اعتراضات کے جواب دیئے، تو مخالف مولوی حیران رہ گیا کہ اچھا! آپ کا کلمہ، قرآن اور رسول ہمارے والا ہی ہے؟ آج ثابت ہو گیا کہ احمدی مسلمان ہیں، ہم سب احمدی امام کے پیچھے ہی نماز پڑھیں گے۔ چنانچہ اس موقع پر مسجد میں موجود تمام افراد نے بیعت کر لی‘‘

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، بر موقع جلسہ سالانہ انگلستان، بتاریخ ۲۶ راگست ۲۰۰۰ء

بحوالہ اخبار الفضل انٹرنیشنل، لندن، مورخہ ۸ ستمبر ۲۰۰۰ء)

☆ ☆ ☆

# فصل ثانی

## ...عبرت میں ہدایت...

حدیث شریف میں آتا ہے السعیدُ مَن وُعِظَ بغیرِہٖ کہ سعادت مند وہ ہے جو غیروں سے نصیحت حاصل کرے یعنی کسی دوسرے شخص کی عبرتناک حالت کو دیکھ کر نصیحت پکڑ لے اور اپنی اصلاح کر لے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کو بہت سے دیگر نشانوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑا نشان یہ بھی عطا فرمایا تھا کہ جو شخص آپ کی تکذیب اور مخالفت میں اس حد تک بڑھ جائے گا کہ وہ آپ کی توہین کرنے لگ جائے گا، تو اللہ تعالیٰ بھی اسے نہیں چھوڑے گا جب تک اس کو اس توہین کی سزا نہ دے لے[ا] چنانچہ ایسے کئی واقعات رونما ہوئے کہ جب کسی بد بخت شخص نے آپ کی توہین کی، تو وہ آپ کے اسی الہام انی مهین من اراد اهانتک کا نشانہ بن کر ہلاک ہو گیا یا کسی اَور رنگ میں خدا کے غیظ و غضب کے نیچے گیا۔ اگرچہ یہ اپنی ذات میں ایک بہت بڑا نشان ہے جو حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی صداقت کے اظہار میں اب تک ظاہر ہوتا چلا آ رہا ہے۔ تاہم بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ وہ عبرتناک نشان کسی اَور سعید روح کی ہدایت کا موجب بن گیا۔ ذیل میں چند ایک واقعات اس قسم کے درج کئے جاتے ہیں، جو بتاتے ہیں کہ کس طرح ایسے نشانوں کو دیکھ کر بعض سعید الفطرت لوگوں پر احمدیت کی صداقت واضح ہو گئی اور وہ جماعت سے وابستہ ہو کر حضرت مامور من اللہ کے غلاموں میں شامل ہو گئے۔

### پہلا واقعہ

### قرآن کریم میں تحریف کی ناپاک کوشش اور
### حکیم مولوی نظام الدین صاحب سیالکوٹی کا قبول احمدیت

ذیل میں پہلے ایک ایسے مولوی کے عبرتناک انجام کا ذکر کیا جاتا ہے جس کا حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے خلاف بغض و کینہ اس حد تک بڑھ گیا تھا کہ وہ قرآن کریم پر بھی ہاتھ ڈالنے سے باز نہ آیا۔

چنانچہ اسے اپنے اس ناپاک عمل کی ایسی عبرتناک سزا ملی کہ اپنے اور پرائے اسے دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ دوسری طرف یہی واقعہ ایک خداترس انسان کے حضرت مسیح پاکؑ کی غلامی میں آنے کا موجب بن گیا۔ یہ دلچسپ مگر عبرت انگیز داستان اسی دوست، حکیم مولوی نظام الدین صاحب سیالکوٹی، کی زبانی ذیل میں بیان کی جاتی ہے۔آپ بیان فرماتے ہیں:

''میرے رشتہ داروں میں اسی علاقہ کے ایک گاؤں میں ایک مولوی صاحب رہتے تھے، جو واعظ بھی تھے اور حیاتِ مسیح کے عقیدہ کے اس قدر حامی تھے کہ شب وروزان کی بحث اور وعظ اسی موضوع پر ہوتا تھا۔ جب انکی خدمت میں آیت یا عیسیٰ اِنّی مُتوفیک پیش کر کے استدلال کیا جاتا، تو وہ نہایت جوش سے تقدیم وتاخیر کے ساتھ متوفیک کو وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ کے بعد رکھتے۔ کچھ عرصہ تو وہ اپنے جذبہ وجوش میں متوفیک کو زبانی مؤخّر کرتے رہے۔ پھر انہوں نے اسی جذبہ کی شدّت سے علماء سے یہ مشورہ کرنا شروع کر دیا کہ کیوں نہ قرآن کریم کے تازہ ایڈیشن میں اس فقرہ کو مؤخّر طبع کیا جائے۔ علماء نے کہا کہ بے شک یہ لفظ ہے تو مؤخّر ہی، لیکن اگر اس کو طباعت میں پیچھے کیا گیا تو لوگوں میں شور پڑ جائیگا۔ اور بڑا سخت اعتراض ہوگا''

اس پر مولوی صاحب اپنے اس مکروہ اور ناپاک ارادہ کی تکمیل کیلئے یہاں تک ضلالت پر اتر آئے کہ کہنے لگے، کچھ بھی ہو، میں یہ کام خود کروں گا۔ چنانچہ مولانا نظام الدین صاحب فرماتے ہیں:

''انہوں نے وعظ کر کے بہت سارا روپیہ جمع کیا اور امرتسر پہنچے۔ لیکن وہاں کے تمام مطبع والوں نے اس طرح تحریف سے قرآن کریم طبع کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر وہ ایک سکھ (مطبع والے) کے پاس گئے اور بہت سارو پیہ اس غرض کے لئے پیش کیا۔ لیکن اس نے بھی مسلمانوں کے ڈر سے جرأت نہ کی اور انکار کر دیا''

مگر مولوی صاحب مذکور کے سر میں کچھ ایسا جنون سمایا ہوا تھا کہ مکرم مولانا نظام الدین صاحب کا بیان ہے کہ:

''انہوں نے (اس مولوی نے) اس غرض کے لئے مطبع کے پتھر وہاں سے خرید لئے۔ اور

یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنے گاؤں میں طباعت کا انتظام کر کے تحریف کے ساتھ قرآن کریم طبع کرائیں گے۔ لیکن انکے گھر پہنچنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عجیب پُر ہیبت نشان ظاہر ہوا۔ مولوی صاحب اور ان کے اہل وعیال یکا یک طاعون کی لپیٹ میں آ گئے، اور ایک ہی رات میں گھر کے سب نفوس موت کی نذر ہو گئے‘‘

صبح جب لوگوں کو معلوم ہوا تو شور قیامت بپا ہو گیا۔ مولوی نظام الدین صاحب بتاتے ہیں کہ ہم بھی تعزیت کیلئے انکے گھر گئے۔ وہاں بہت سے لوگ جمع تھے۔ گھر میں طباعت کے پتھر پڑے ہوئے تھے اور لوگ باتیں کر رہے تھے کہ مولوی صاحب اور انکے اہل وعیال کی تباہی دراصل اس بے ادبی کی وجہ سے ہوئی ہے کہ وہ مرزا صاحب کی مخالفت میں قرآنی آیات کو آگے پیچھے کر کے چھاپنا چاہتے تھے۔

مولوی نظام الدین صاحب مزید بتاتے ہیں کہ جب میں نے یہ بات سنی تو میرے دل میں بہت خوف اور ہیبت پیدا ہوئی۔ اور اس ہولناک اور دہشت انگیز واقعہ سے خدا تعالیٰ نے میری سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف رہنمائی کی اور اس طرح مجھے آپ کے زمرۂ اتباع میں شامل ہونے کی توفیق بخشی۔

(بحوالہ حیات قدسی۔ حصہ چہارم 5-124)

........☆........

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہاں حق کے طالبوں کیلئے سوچنے کا ایک بہت بڑا مقام ہے: ایک طرف حضرت مرزا صاحب ہیں جنہوں نے مخالفینِ احمدیت کے کہنے کے مطابق کلمہ بدل ڈالا، ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالا اور قرآن کریم کے خلاف عقیدہ گھڑ کر گویا شریعت کو ہی بدل ڈالا (نعوذ باللہ من ذٰلک)۔

دوسری طرف ایک بے چارہ مولوی ہے جو صرف ایک آیت بدلنا چاہتا تھا۔ اب چاہیئے تو یہ تھا کہ خدا حضرت مرزا صاحب کو پکڑتا اور طاعون سے آپ اور آپ کے خاندان کو ہی تباہ کر ڈالتا۔ کیوں خدا کے غضب کی لاٹھی اس مولوی پر چل گئی جو سراسر ’’ثواب‘‘ اور ’’دین کی بھلائی‘‘ کی نیت سے قرآن میں تھوڑی سی تبدیلی کرنا چاہتا تھا؟ کیا صرف یہی ایک نشان آج کل کے مولویوں کیلئے کافی نہیں؟

فاعتبروا!

☆ ☆ ☆

## دوسرا واقعہ

## ''یہ جا کران سے معافی کیوں نہیں مانگ لیتے؟

# حضرت بانئ سلسلہؑ کی انذاری پیشگوئی کا کرشمہ

حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی پادری عبداللہ آتھم کے بارے میں کی گئی اندازی پیشگوئی کس طرح دوسعید روحوں کو آپ کی غلامی میں لانے کا موجب بن گئی، اس کی دلچسپ روئداد جیسا کہ جماعت کے ایک ماہنامہ میں شائع ہوئی، درج کی جاتی ہے۔

''خُدا کے نزدیک سچا مذہب اسلام ہے یا عیسائیت''، اس موضوع پر 1893ء میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام (بطور نمائندہ اسلام) اور ڈپٹی عبداللہ آتھم (بطور نمائندہ عیسائیت) کے مابین بمقام امرتسر ایک مباحثہ ہوا۔ یہ مباحثہ جس کی مکمل روئداد ''جنگ مقدس'' کے عنوان سے شائع ہوکر سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر کا حصہ بن چکی ہے، پندرہ روز تک جاری رہا۔ آخری روز حضرت بانیٔ سلسلہؑ نے خُدا تعالیٰ سے الہام پا کر اپنے مدمقابل کے حق میں ایک پیشگوئی فرمائی جس کے الفاظ یہ تھے:

**''اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خُدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خُدا بنا رہا ہے، وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی 15 ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائیگا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے''** (جنگ مقدس، صفحہ 210)

اس انذاری پیشگوئی کا عبداللہ آتھم پر کیا اثر ہوا، یہ ایک عبرتناک داستان ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم پر یہ پیشگوئی سنتے ہی انتہائی خوف طاری ہوگیا۔ وہ نیم بیہوش ہوکر گر پڑا، جس پر اس کے ساتھیوں نے اسے بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اوپر اٹھایا۔ اس کے بعد مسلسل وہ خوف و ہراس کی حالت میں رہنے لگ گیا۔ اس کی راتوں کی نیند اڑ گئی اور کئی قسم کے متوحش مناظر اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دکھائی دینے لگے۔ کبھی وہ دیکھتا کہ بندوقوں سے مسلح آدمی اس پر حملہ کرنے کیلئے آرہے ہیں۔ کبھی وہ سانپ دیکھتا جو اسے کاٹنے کیلئے دوڑے چلے آرہے ہیں۔ اس حالت میں وہ اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا رہا۔ مگر جہاں جاتا یہ حالت اس کا پیچھا نہ چھوڑتی۔ یہاں

تک کہ اس کی حالت نیم دیوانوں کی سی ہوگئی۔

ان ایام میں کہ جب وہ اپنے سسرال کے پاس فیروز پور میں مقیم تھا، تو اس کی یہی حالت دوسعید روحوں کی ہدایت کا موجب بن گئی۔ اس دلچسپ روئداد کی تفصیل یوں ہے کہ اندازاً 1894ء کی بات ہے کہ ایک صاحب فیروز پور میں محکمہ پی۔ ڈبلیو۔ ڈی میں بطور ایس۔ ڈی۔ او متعین تھے۔ انکے بنگلہ پر ایک مالی ملازم تھا۔ وہ ہر جمعہ کو نماز جمعہ کی ادائیگی کیلئے ان سے رخصت لیتا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ

”ایک دن جو وہ رخصت لینے آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ تم جمعہ کہاں پڑھتے ہو۔ وہ کہنے لگا، یہاں قریب ہی ایک چوبارے میں پڑھتا ہوں۔ وہ پہلے ہی حیران تھے کہ ایک غریب آدمی ہوتے ہوئے باقاعدہ جمعہ کی نماز پڑھتا ہے۔ اس کے یہ کہنے پر کہ وہ کسی چوبارے میں نماز پڑھنے جاتا ہے، وہ اَور بھی حیران ہوئے اور پوچھنے لگے کہ تم کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ جناب میں احمدی ہوں۔ وہ ایس۔ ڈی۔ او جو خود بھی مسلمان تھے، کہتے ہیں کہ اُس کے اِس جواب نے مجھے اَور بھی متاثر کیا کہ ایک ان پڑھ آدمی ہے، احمدی ہے اور نمازیں باقاعدگی سے پڑھتا ہے، اسکو کس چیز نے احمدیت کی طرف مائل کیا۔ اِدھر مَیں پڑھا ہوا ہونے کے باوجود نہیں جانتا کہ احمدیت کیا ہے۔ آخرانھوں نے اس سے پوچھ ہی لیا کہ تم کیا دیکھ کر احمدی ہوئے۔ اسنے جواب دیا:

”جناب۔ میں یہاں فیروز پور میں ہی ایک عیسائی کے ہاں بطور مالی ملازم تھا۔ ان کے ہاں عبداللہ آتھم نامی ایک شخص آیا ہوا تھا۔ میں اسے روزانہ بڑبڑاتے اور اس قسم کی باتیں کرتے سُنتا کہ 'میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا، پھر مجھے یہ سانپ کیوں کاٹنے کو آتے ہیں'۔ وغیرہ وغیرہ۔ میں کئی دن تک اس کی اس طرح کی باتیں اور حرکتیں دیکھتا اور سنتا رہا اور حیران تھا کہ یہ شخص کیوں یوں بُڑبُڑاتا رہتا ہے، اسے کیا تکلیف ہے جو یہ سارا دن ایسی باتیں کرتا رہتا ہے“

وہ ایس۔ ڈی۔ او۔ صاحب بتاتے ہیں کہ اس احمدی مالی نے آگے بتایا:

”آخر ایک دن میں نے آتھم کی ساس سے پوچھ ہی لیا کہ ان صاحب کو کیا ہے۔ اس عیسائی عورت نے بتایا کہ یہ میرا داماد ہے، اس کے بارے میں مرزا قادیان والے

(یعنی حضرت بانیٔ سلسلہؑ۔ ناقل) نے کوئی پیشگوئی کی ہے کہ یہ اتنے عرصہ کے اندر مرجائیگا اور اس خوف سے یہ اس طرح ہوگیا ہے اور ایسی باتیں کرنے لگ گیا ہے۔ اس پر میں نے اس عیسائی خاتون سے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو یہ جا کر ان سے معافی کیوں نہیں مانگ لیتے۔ میرا اتنا کہنا تھا کہ وہ عورت سخت ناراض ہوگئی اور اسی وقت میری تنخواہ کا حساب کر کے مجھے ملازمت سے فارغ کردیا''

آگے یہ کہ وہ مالی خود کیسے احمدی ہوئے، اس بارے میں انہوں نے بتایا کہ

''میں ملازمت سے فارغ تو ہوگیا لیکن یہ بات میرے دل میں گھر کرگئی اور میں سوچنے لگا کہ جس شخص نے اتنی بڑی پیشگوئی کی ہے، وہ معمولی انسان نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ یہی چیز مجھے احمدیت کی طرف لانے کا موجب بن گئی''

اِن ایس۔ڈی۔او صاحب کی بیان کردہ اس روایت کے راوی مکرم چودھری محمد اسداللہ صاحب ،امیر جماعتِ احمدیہ، لاہور، پاکستان، ہیں، جواُن صاحب کے بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ مالی کی اس بات نے خود ان پر بھی گہرا اثر چھوڑا اور اگرچہ وہ اُس وقت احمدی نہ ہوئے، مگر تقسیم ملک اور قیام پاکستان کے بعد لاہور آجانے پر وہ نہ صرف خود احمدیت سے متمتع ہوئے بلکہ انکا سارا خاندان احمدیت کی آغوش میں آگیا۔

خاکسار راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ ان دو خاندانوں پر ہی اکتفا نہیں بلکہ یہ نشان اہل اسلام کے ایک عظیم طبقہ کے لئے ہدایت اور رہنمائی کا باعث بنا اور وہ سنجیدگی سے حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے دعویٰ کی صداقت پر غور کرنے لگے۔

(بحوالہ ''ایک عینی شہادت''، از مکرم شیخ عبدالوہاب صاحب۔ امیر جماعت احمدیہ۔ اسلام آباد)

(مطبوعہ مجلّہ انصاراللہ، ربوہ۔ اپریل 1972ء)

☆ ☆ ☆

# عبرت کے بعض ایسے نشانات جو ممالک غیر میں ظاہر ہوئے

اسی قسم کے عبرت کے نشانات بعض دیگر ممالک میں بھی ظاہر ہو کر مخالفین کی آنکھیں کھول رہے ہیں، جس کے نتیجے میں اگر وہ احمدیت کو قبول نہیں کر رہے تو کم از کم اتنا ضرور ہے کہ وہ مخالفت کو ترک کر کے حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے دعویٰ پر سنجیدگی سے غور کرنے لگ گئے ہیں۔ گویا ان ممالک میں مخالفت ،جماعت احمدیہ کی ترقی کو روکنے کی بجائے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے کھاد کا کام دے رہی ہے۔ مثلاً ۲۰۰۱ء کے جرمنی کے جلسہ سالانہ کے موقع پر اپنے خطاب میں جماعت کے چوتھے امام ،حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے گیمبیا میں جو اس وقت سعودی عرب اور پاکستانی ملاؤں کی انگیخت کے نتیجہ میں پاکستان کے بعد احمدیت کی مخالفت کا سب سے بڑا اڈہ بنا ہوا ہے، ظاہر ہونے والے دو نشانوں کا خاص طور پر تذکرہ فرمایا۔ جنہیں ناظرین کی تفریح طبع اور ازدیاد ایمان کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

## (۱)

### ''طوفان نے فصلوں کو تباہ و برباد کر دیا''

## جماعت کے خلاف بددعا کرنے کا وبال

چنانچہ حضورؒ نے ایک خاص علاقہ ''اپر وولٹا ڈویژن'' کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ

''اس سال مولود النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر ایک تقریب کے دوران اس علاقہ کے بڑے امام ،الحاجی شیخو بارو، نے ایک قرارداد پیش کی کہ تمام شرکاء اس ضلع میں جماعت احمدیہ کے لئے بددعا کریں۔ یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور کی گئی اور جماعت کے خلاف بددعا کی گئی اور لعنت ڈالی گئی۔ (اب) خدا تعالیٰ کی تقدیر اس طرح ظاہر ہوئی کہ اس علاقہ پر بارش کا ایک ایسا طوفان آیا جس نے ان کی فصلیں، درخت، گھر اور سب کچھ تباہ و برباد کر دیا۔ اس قسم کا طوفان گیمبیا کی تاریخ میں پہلے کبھی نہیں آیا۔ (چنانچہ) قصبہ کے

چیف اور امام نے نیشنل میڈیا پر اس طوفان کو طاعون اور خدا کی طرف سے سزا اور لعنت قرار دیا''

فرمایا، اس کے نتیجے میں وہی مخالفین جو اس سے قبل احمدی مبلغین کی بات تک سننے کے لے تیار نہ تھے، اب جماعت کی تبلیغی مجالس میں شریک ہونے لگے ہیں۔

## (۲)

''مخالف امام کا گھر مٹی کا ڈھیر بن گیا''

## دوسرا عبرت کا نشان

اسی طرح عبرت کے ایک دوسرے نشان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''امسال جولائی کے وسط میں جب بارشیں شروع ہوئیں تو امام ابراہیم فاٹی جو سعودی عرب کا نمائندہ ہے اور وہاں کا سب سے بڑا فسادی مولوی ہے، اس نے بہت خوشی کا اظہار کیا کہ اب احمد یہ مسجد کے دن گنے جا چکے ہیں، اب خدا خود اس مسجد کو مٹا دے گا۔ وہ یہی کہتا رہا کہ یہ مسجد کھلی جگہ پر ہے اور ہوا کیلئے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اس لئے اس مسجد کو تباہ کرنے کے لئے تو صرف ایک تیز ہوا اور بارش ہی کافی ہے۔ اسی ہفتہ وہ ہوا کا طوفان جس کا وہ امام انتظار کر رہا تھا، آیا۔ اس نے ہماری مسجد کو تو چھوڑ دیا لیکن خود اس امام کے گھر (جو گاؤں کے انتہائی محفوظ مقام پر تھا) پر نازل ہوا اور اس کی چھت اڑا دی اور اس کا نہایت پختہ مکان دیکھتے ہی دیکھتے ملبے کا ڈھیر ہو گیا''

فرمایا، یاد رہے کہ باقی گاؤں بھی محفوظ رہا۔ صرف اس امام کے مکان کو نقصان پہنچا۔ اسکا مخالفین پر بڑا اثر ہوا اور وہ برملا کہنے لگے کہ یہ بات یقینی ہے کہ احمدیوں کے ساتھ خدا تعالیٰ ہے۔

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، بر موقعہ جلسہ سالانہ جرمنی، بتاریخ ۲۵ اگست ۲۰۰۱ء
بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن، مورخہ ۱۲/۱۰ کتوبر ۲۰۰۱ء)

# فصل ثالث

## فعلی شہادت...

اس فصل کے تحت کچھ لکھنے سے قبل سلسلہ احمدیہ کے تاریخی پس منظر کے حوالے سے اسکے عنوان کی وضاحت کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ ۱۹۰۸ء میں حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کی وفات پر آپ کے رسالہ ''الوصیت'' کے مطابق حضرت مولانا حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ کے وجود میں بطور خلیفۃ المسیح جس نظام خلافت کا آغاز ہوا، اس میں جملہ اہل بیت (مراد جملہ افراد خاندان مسیح موعودؑ) ممبران صدرانجمن احمدیہ نیز حاضر الوقت احمدی احباب کی اتفاق رائے سے یہ قرار پایا تھا کہ

**''اب حضرت مولوی صاحب کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا''**

لیکن اس کے جلد بعد بعض اکابر ممبران صدر انجمن احمدیہ [۱] یہ سوچنے لگے کہ کسی طرح خلیفۃ المسیح کے اختیارات کو کم کر دیا جائے۔ اس کیلئے انہوں نے یہ ترکیب سوچی کہ خلیفۃ المسیح کو 'صدرانجمن'، جس کے ممبران کی اکثریت ان کے اپنے ہم خیالوں کی تھی، کے ماتحت قرار دے دیا جائے۔ چنانچہ وہ اس خیال کو بڑی شدومد کے ساتھ جماعت کے سامنے پیش کرنے لگے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اصل جانشین 'صدرانجمن' ہے نہ کہ خلیفہ۔ اس صورتِ حال کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیحؓ نے جماعت کے بااثر اور چیدہ چیدہ افراد کو مرکز (قادیان) میں جمع ہونے کی دعوت دی۔ اُدھر قادیان آنے سے قبل لاہور کے ایک سرکردہ ممبر، خواجہ کمال الدین صاحب، پلیڈر، جو یہ سوال اٹھانے میں پیش پیش تھے، نے لاہور کی جماعت کے سب افراد کے سامنے یہ دلیل دے کر کہ صدرانجمن خود حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی قائم کردہ ہے جبکہ خلیفہ کو صدرانجمن نے بنایا ہے، ان سے اس خیال کے حق میں دستخط لینے شروع کر دیئے۔ تاہم دو دوستوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ خلافت کے قائم ہو جانے کے بعد اور پھر خلیفۂ وقت

---

[۱] 'صدرانجمن احمدیہ' اس انتظامی کمیٹی کا نام ہے جسے حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام نے جماعت کے انتظامی امور کی سرانجام دہی کے لئے قائم فرمایا تھا۔ اس کے ممبران کی اکثریت انہی اکابران پر مشتمل تھی۔

کے ہاتھ پر باقرار اطاعت بیعت کر لینے کے بعد ایسا سوال اٹھانا بغاوت کا طریق ہے اور اس سے ہر سچے احمدی کو بچنا چاہیئے۔اس پر باقی مخلصینِ جماعت نے بھی جو اس سے قبل دستخط کر چکے تھے، اپنے دستخط واپس لے لئے۔ یوں خواجہ صاحب اور ان کے چند ہمنوا تنہا رہ گئے۔

قادیان پہنچ کر کیا ہوا، یہ ایک لمبی اور المناک داستان ہے، جس کا خوشکن پہلو یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ؓ نے اس رجحان کا کہ خلیفہ، صدر انجمن کے ماتحت اور اس کے فیصلوں کا پابند ہے، بڑی سختی سے رد فرمایا اور ان لوگوں کو جو یہ سوال اٹھانے میں پیش پیش تھے، دوبارہ بیعت کرنے کا حکم دیا۔اس طرح پر یہ فتنہ وقتی طور پر تو دب گیا، مگر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ کی وفات پر اس فتنہ نے دوبارہ سر اٹھایا، جس کی معین شکل یوں سامنے آئی کہ وہی لوگ جو اس سے قبل یہ کہتے تھے کہ خلیفہ 'صدر انجمن' کے ماتحت ہے، اب زور وشور سے یہ پراپیگنڈا کرنے لگے کہ اب کسی خلیفہ کی ضرورت نہیں، صرف 'صدر انجمن' ہی جوانکی رائے میں حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی اصل جانشین ہے، جماعت کے جملہ امور کی سرانجام دہی کے لئے کافی ہے۔اور جب انکے اس پراپیگنڈا کے علی الرغم قادیان میں جو جماعت کا اصل مرکز تھا، حضرت مرزا محمود احمد صاحب (حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے سب سے بڑے فرزند) کے وجود میں خلافت ثانیہ کا انتخاب عمل میں آ گیا، تو یہ لوگ قادیان سے اپنا بوریا بستر باندھ کر لاہور آ گئے اور وہاں مولوی محمد علی صاحب (سابق ایڈیٹر ''ریویو آف ریلیجنز''، قادیان) کی قیادت میں ایک الگ جماعت قائم کر کے افراد جماعت احمدیہ کو اپنی طرف کھینچنے لگے۔علیحدگی پسندوں کا یہ ٹولہ جو جماعت کے اندر ''لاہوری گروپ'' کے نام سے مشہور ہوا، اب برملا یہ دعویٰ کرنے لگا کہ جماعت کا ۹۵ فیصد طبقہ ان کا ہم خیال اور انکے ساتھ ہے۔

اس 'لاہوری گروپ' نے عامۃ المسلمین میں اپنی مقبولیت حاصل کرنے کے لئے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے بعض واضح ارشادات اور اقوال کی بھی خلاف ورزی کرنی شروع کر دی۔مثلاً جماعت کے بنیادی عقیدہ سے انحراف کرتے ہوئے یہ اعلان کر دیا کہ حضرت بانیٔ سلسلہؑ کا دعویٰ صرف مجدد ہونے کا تھا، نبی ہونے کا نہ تھا (جبکہ حضرت بانیٔ سلسلہؑ نے اپنے بارے میں بڑی وضاحت کے ساتھ ''نبی'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور اس کی وجہ اور حکمت بھی بیان فرمائی ہے۔تفصیل کے لئے دیکھیں آپ کی تصنیفات: ''ایک غلطی کا ازالہ'' اور ''حقیقۃ الوحی'')۔دوسرے، غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے اور غیر احمدیوں کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت کی بھی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے،

ان کے پیچھے نماز پڑھنے اور ان کی نماز جنازہ پڑھنے کی کھلی چھٹی دے دی (ان ہر دو امور کے بارے میں حضرت کے اپنے ارشادات کے لئے ملاحظہ ہوں مضمون کے آخر پر دیئے گئے اقتباسات)

اب قادیان میں ہونے والے جلسہ ہائے سالانہ کے مقابل پر ان کے بھی جلسے ہونے لگے۔ اسی طرح بیرون ملک بھی ان کی تبلیغی کاروائیاں شروع ہو گئیں۔ جرمنی میں برلن شہر کے اندر انہوں نے ایک مسجد تعمیر کی۔ انگلستان میں مسجد تو تعمیر نہ کر سکے، البتہ 'ووکنگ' کے علاقہ میں ایک انگریز کی بنائی ہوئی مسجد پر حقوق مالکانہ حاصل کر کے اسے اپنا مرکز ظاہر کرنا اور وہاں سے اپنا لٹریچر شائع کرنا شروع کر دیا (ان کے اس مذعومہ مرکز کا کیا حشر ہوا، اسکی تفصیل ملاحظہ نمبر۲ میں دی گئی ہے)۔ ایک مشن انہوں نے فجی آئی لینڈ میں بھی کھولا، جو اَب تک کسی نہ کسی شکل میں کام کر رہا ہے۔ غرض قادیان میں خلافت کے جھنڈے تلے جمع ہونے والی مبائعین کی جماعت کے مقابل پر غیر مبائعین کی اس جماعت نے دنیا میں یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی کہ گویا مسیح موعود کی اصل جانشین یہی جماعت ہے۔ دوسری طرف خدائی تقدیروں اور آسمانی نوشتوں کے مطابق قائم ہونے والا سلسلۂ خلافت، تائیدات سماویہ کی جگمگاتی روشنی میں ترقی کرتے کرتے رفعتوں کے ایسے بلند مینار پر جا پہنچا کہ اکناف عالم اس کی ضیاء پاشیوں سے منور ہونے لگے اور قومیں اس سے برکت پانے لگیں۔

ان تائیدات سماویہ کے عملی ثبوت کے طور پر اگرچہ وہ تمام واقعات پیش کئے جا سکتے ہیں جو پچھلے صفحات میں بیان کئے گئے ہیں اور جو بتاتے ہیں کہ خدا کی جلی اور خفی وحی دنیا کی سعید روحوں کو کس طرح کھینچ کھینچ کر حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی غلامی میں لا رہی ہے، تاہم چند ایسی معین مثالیں بھی پیش کی جاتی ہیں، جن سے پتہ لگتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی اس فعلی شہادت سے متاثر ہو کر کس طرح غیر مبائعین کی ایک کثیر تعداد اپنے سابقہ خیالات سے توبہ کر کے خلافت حقہ احمدیہ سے وابستہ ہوگئی۔

........☆........

## ملاحظات

۱) حضرت بانیٔ سلسلہؑ نے بڑے واضح اور غیر مبہم الفاظ میں غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے جیسا کہ آپ کی ذیل کی عبارت سے پتہ چلتا ہے۔ فرمایا:

''اپنی جماعت کے غیر کے پیچھے نماز مت پڑھو، بہتری اور نیکی اسی میں ہے اور اسی میں تمہاری نصرت اور

فتح عظیم ہے اور یہی اس جماعت کی ترقی کا موجب ہے''

(ملفوظات، جلد۲،ص۳۲۱)

اسی طرح ایک اَور موقع پر کسی دوست کے غیروں کے پیچھے نماز پڑھنے کے سوال پر فرمایا:

''ان لوگوں کے ساتھ ہرگز نہ پڑھو، اکیلے پڑھ لو۔ جو ایک ہوگا، وہ جلد دیکھ لیگا کہ ایک اَور اس کے ساتھ ہو گیا ہے۔ ثابت قدمی دکھاؤ۔ ثابت قدمی میں ایک کشش ہوتی ہے''

(ملفوظات، جلد۵،ص۷۷)

بلکہ ایک بار تو بڑی سختی سے فرمایا:

''خدا تعالیٰ اس وقت چاہتا ہے کہ ایک جماعت تیار کرے۔ پھر جان بوجھ کر ان لوگوں میں گھسنا جن سے وہ الگ کرنا چاہتا ہے، منشاء الٰہی کے مخالف ہے''

(ملفوظات، جلد ۵،ص:۳۹۔حاشیہ)

جہاں تک نمازہ جنازہ کا تعلق ہے تو ایک اصولی فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا:

''اگر اس سلسلہ کا مخالف تھا اور ہمیں بُرا کہتا اور سمجھتا تھا، اس کا جنازہ نہ پڑھو اور اگر خاموش تھا اور درمیانی حالت میں تھا تو اس کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے، بشرطیکہ نماز جنازہ کا امام تم میں سے کوئی ہو۔ ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ تاہم فرمایا ''اگر کوئی ایسا آدمی جو تم سے نہیں اور اس کا جنازہ پڑھنے اور پڑھانے والے غیر لوگ موجود ہوں اور وہ پسند نہ کرتے ہوں کہ تم میں سے کوئی جنازہ کا پیش امام بنے اور جھگڑے کا خطرہ ہو تو ایسے مقام کو ترک کرو''

(ملفوظات، جلد۳،ص:۷-۲۷۶)

۲) 'ووکنگ' کی مسجد جسے غیر مبائعین سالہا سال تک اپنے تبلیغی مرکز کے طور پر استعمال کرتے چلے آرہے تھے، ۱۹۶۸ء میں ڈرامائی انداز میں ان کی تحویل سے نکل کر انگلستان میں مقیم پاکستانی سفارتخانہ کے تحت ایک ایسی کمیٹی کے سپرد کر دی گئی جس کی تشکیل و تنظیم میں غیر مبائعین کا کوئی عمل دخل نہ تھا اور نہ ہے۔ جہاں تک برلن کی مسجد کا تعلق ہے، تو ۱۹۸۰ء کی دہائی تک تو وہ غیر مبائعین کی تحویل میں رہی۔ لیکن (غالباً ان میں اسے بحال رکھنے کی سکت نہ ہونے کے باعث) اب جرمن حکومت نے اسے لے کر محکمہ آثار قدیمہ کے سپرد کر دیا ہے۔ اب وہی محکمہ اس کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ غیر مبائعین کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں، نہ ہی ان کا کوئی مبلغ وہاں موجود ہے۔

# پہلا واقعہ

## ”میں اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت کا انکار نہیں کرسکتا“

## حضرت مولوی غلام حسن صاحب پشاوریؓ کا بیعت خلافت کرنا

سب سے پہلے ایک ایسے دوست کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے جو خاندان مسیح موعود علیہ السلام سے رشتہ صہریت میں منسلک ہونے کے باوجود عرصہ دراز تک غیر مبائعین کے ساتھ منسلک رہے لیکن آخر کار خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت کے سامنے انہیں سر جھکانا پڑا۔ ان کا نام مولوی غلام حسن صاحب تھا۔ آپ پشاور کے رہنے والے اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے خسر تھے۔ چنانچہ آپ کے نواسے، صاحبزادہ میاں مظفر احمد صاحب (حضرت میاں بشیر احمدؓ کے سب سے بڑے صاحبزادے) آپکے بارے میں ایک لطیف واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں (یہ ۱۹۴۲ء کی بات ہے) کہ میں نے ایک دن نانا جان سے پوچھا کہ آپ تیس سال تک جماعت مبائعین سے علیحدہ رہے، اب کس طرح بیعت کر لی تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

”دیکھو! ہم جب علیحدہ ہوئے تو جماعت میں زیادہ با اثر اور معتمد شمار ہوتے تھے۔ پھر اپنا ہیڈ کوارٹر لاہور چنا، جہاں لوگوں کو ملنے یا ان کو بلانے کی بڑی سہولت تھی۔ کیونکہ وہ اہم شہر تھا اور صوبہ کا دارالخلافہ۔ اُدھر قادیان جانے کے لئے خاص مشقت کرنا پڑتی تھی۔ ریلوے سٹیشن گیارہ میل کے فاصلے پر تھا اور یکوں پر سفر تین گھنٹوں سے زائد کا تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم نے جو عقیدہ پیش کیا، وہ بہت نرم تھا یعنی یہ کہ حضرت مرزا صاحب کو صرف مجدّد مان لو۔ لیکن اس کے باوجود ہم دن بدن کمزور اور تعداد میں کم ہوتے گئے لیکن خلافت سے وابستہ حصّہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا چلا گیا۔ میں نے سمجھا کہ میری سمجھ کا قصور ہوسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہوسکتی“

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ،۲۴؍اگست ۲۰۰۱ء ص:۲۸)

☆ ☆ ☆

# دوسرا واقعہ

## ’’کیا آپکو بھی کشف یا خواب میں کوئی تسلی ملی؟‘‘

## مکرم شیخ عبدالواحد صاحب کی بیعت خلافت

اب دنیاوی حیثیت کے مالک مگر فطرت کے ایک نیک انسان کی داستان بیان کی جاتی ہے، جسے کوئی علمی دلیل تو قائل نہ کر سکی مگر خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت نے اسے ایسا گھائل کیا کہ وہ اسکے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اس دلچسپ واقعہ کی تفصیل جیسا کہ حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ (المعروف سبز پگڑی والے)، نے بیان کی ہے، درج ذیل کی جاتی ہے۔ آپ یکے از صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہونے کے علاوہ ایک قدیمی صحابی کے بیٹے بھی تھے۔ اسی طرح آپ کا سارا بچپن قادیان کے پاک اور مقدس ماحول میں گذرا۔ یہ واقعہ اسوقت کا ہے جب آپ اپنی ملازمت کی تلاش میں پہلی بار قادیان سے نکلے اور برطانوی فوج میں سویلین کے طور پر بھرتی ہو کر بصرہ کے فوجی کیمپ میں مقیم تھے۔ آپ کی تعلیم تو زیادہ نہ تھی مگر مامور من اللہ کی چند سال کی صحبت نے آپ کو سونے سے کندن بنا دیا تھا۔ چنانچہ بصرہ میں ملازمت کے دوران باوجود اس کے کہ وہاں مذہبی مباحثات کی اجازت نہ تھی، آپ کے نیک نمونہ اور پابندی صوم وصلوٰۃ کو دیکھ کر بہت سے مسلمان ملازمین احمدیت میں داخل ہو گئے تھے۔ زیر بحث واقعہ کے سلسلے میں آپ فرماتے ہیں:

’’انہی ایام میں شیخ عبدالواحد صاحب انسپکٹر خفیہ پولیس بھی وہیں تھے۔ آپ چونکہ جماعت لاہور کے جوشیلے ممبر تھے، لہٰذا اتوار کا سارا دن بابو محمد عبداللہ صاحب کے ساتھ مباحثہ میں گذر جاتا۔ طرفین حوالہ جات انکارِ نبوت، اقرارِ نبوت دیتے رہتے مگر کوئی فیصلہ بھی نہ ہو پاتا۔ میں نے تنگ آ کر ایک دن بابو محمد عبداللہ صاحب سے عرض کیا کہ خدا کے واسطے اس بحث کو بند کریں اور آئندہ اتوار کو میں شیخ صاحب سے کسی ایک جگہ پر نصف گھنٹہ کے لئے بات کرنی چاہتا ہوں۔ شیخ صاحب نے بھی اس تجویز کو منظور کر لیا‘‘

آگے فرماتے ہیں:

’’جب اگلے اتوار شیخ صاحب پھر حاضر ہوئے تو مَیں انہیں ایک الگ مکان میں لے گیا اور عرض کی کہ خدا کے لئے میری عرض کو غور سے سنیں۔ میں آپ سے اس وقت بحث

نہیں کرنا چاہتا، صرف یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ سلسلہ احمدیہ کا قیام صرف باتونی بنانے کے لئے ہوا ہے یا کچھ روحانیت حاصل کرنے کے لئے بھی ہے؟ شیخ صاحب نے کہا کہ یہ روحانی سلسلہ ہے۔ میں نے کہا، جزاک اللہ! میرا بھی یہی عقیدہ ہے۔ مگر آپ یہ بتائیں کہ اب ۱۹۲۰ء ہے اور ۱۹۱۴ء سے یہ اختلاف، خلافت سے شروع ہوا ......اب اس کا تصفیہ مَیں روحانی طور پر کروانا چاہتا ہوں۔ آپ کو اُس خدا کی قسم دیتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کیا اس چھ سات سالہ اختلافی عرصہ میں آپ کو کسی کشف یا خواب کے ذریعہ اشارۃً یا کنایۃً خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی تسلی دی گئی ہے کہ مولوی صاحب کا مسلک صحیح ہے اور میاں صاحب کا مسلک صحیح نہیں ہے؟''

فرماتے ہیں، میرے اس سوال کا جواب مکرم شیخ صاحب نے مومنانہ دلیری سے یہ کہکر دیا کہ ''نہیں''۔ مگر یہی سوال انہوں نے ویسی ہی قسم دیکر مجھ پر کیا اور کہا کہ کیا آپکو اس سلسلہ میں کوئی تسلی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوئی؟ تو فرماتے ہیں:

''میں نے انہی الفاظ میں حلف اٹھا کر اپنا ۱۹۱۳ء کے ماہ رمضان کی ستائیسویں تاریخ کا خواب بیان کیا اور بتایا کہ ۱۹۱۳ء کے رمضان شریف کے آخری عشرہ میں جب ہم اعتکاف بیٹھے تو مسجد اقصیٰ میں بہت رونق تھی اور کافی اصحاب اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے.....جب ستائیسویں رات آئی تو آسمان ابر آلود تھا اور حضرت خلیفۃ اوّلؓ نے بعد نماز عشاء وتراویح پیغام بھیجا کہ آج معتکف حضرات دعاؤں میں زور لگا لیں۔ چنانچہ خدا کے فضل سے بہت دعائیں کی گئیں۔ اس رات خواب میں مختلف احباب نے مختلف خوابیں دیکھیں مگر میں نے جو خواب دیکھا وہ یہ تھا کہ

'جس جگہ اب مولوی شیر علی صاحب کی کوٹھی ہے، وہاں ایک وسیع میدان تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں خلیفہ اول قرآن کریم کا درس فرما رہے ہیں۔ غالباً پچیسواں پارہ تھا۔ قطب کی طرف حضور کا چہرہ مبارک تھا اور ہم سب لوگ قرآن کریم کھولے درس سن رہے ہیں۔ (اتنے میں) حضرت میاں محمود احمد صاحب بڑی تیزی کے ساتھ سائیکل پر وہاں پہنچتے ہیں اور سب لوگوں نے آپ سے مصافحہ کیا۔ میں نے بھی کیا

اور پھر حضرت خلیفہ اول نے اپنے ہاتھ سے قرآن کریم میاں محمود احمد صاحب کے ہاتھوں پر رکھکر انگلی سے بتایا کہ میاں، یہاں تک میں نے درس دیا ہے، اس کے آگے آپ شروع کر دیں۔ (یہ کہکر) آپ ایک بنچ پر بیٹھ گئے اور حضرت میاں صاحب آپ کی کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں اور وہاں سے درس دینا شروع کر دیتے ہیں جہاں سے حضرت مولوی صاحب نے چھوڑا تھا"

آپ فرماتے ہیں، یہ نظارہ دیکھنے کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں تہجد میں مشغول ہو گیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ شیخ صاحب نے یہ سارا خواب سن کر اپنی جیب میں سے ایک کاغذ نکالا اور اس پر کچھ لکھنا شروع کر دیا۔ ایک لمبا خط لکھنے کے بعد اسے ایک سادہ لفافہ میں ڈال کر میرے حوالہ کر دیا۔ اس خط میں انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نور اللہ مرقدہ سے معافی مانگ کر بیعت قبول کرنے کی درخواست کی تھی جسے پڑھ کر میرا دل باغ باغ ہو گیا اور ہم دونوں خوشی سے بغلگیر ہو کر مجلس میں چلے گئے۔ مجلس والوں نے کہا، ہمیں بھی اپنے فیصلہ سے آگاہ کریں۔ میں نے وہ لفافہ بابو محمد عبداللہ صاحب کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے اسے ساری مجلس میں پڑھ کر سنایا تو سب احباب نے شیخ صاحب کو اور مجھے مبارکباد دی اور مٹھائی منگوا کر تقسیم کی گئی۔

(ملخص از میری یادیں، ص: ۱۹۔۱۸ و ۴۲۔۴۱)

........☆........

## حضرت مولوی محمد حسین صاحب کا تعارف

آپ حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے ایک قدیمی صحابی، حضرت میاں محمد بخش صاحبؓ بٹالوی، کی اولاد تھے۔ یہ وہی میاں محمد بخش صاحب ہیں جو پہلے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مرید تھے مگر مقدمہ ڈاکٹر مارٹن کلارک کے وقت بٹالہ میں حضورؑ کا چہرہ دیکھتے ہی آپکے ایسے عاشق ہوئے کہ آپکی بیعت کر کے ہی واپس لوٹے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کے نیچے سے اپنی چادر کھینچنے کا واقعہ انہی کا ہے۔ اسکے بعد وہ اپنے بیوی بچوں کو لے کر ہمیشہ کیلئے قادیان آ گئے۔ حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ کو اس اعتبار سے ایک لمبا عرصہ حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی پاک صحبت میں رہنے کا موقع ملا۔

☆ ☆ ☆

## تیسرا واقعہ

### ''جاؤ! جا کر بیعت کر لو''

# حکیم محمد حسین صاحبؓ (مرہم عیسیٰ والے) کی بیعت خلافت

اب ذیل میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کا بیان کردہ ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے جو جہاں حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے الہام: **یَنصُرک رِجالٌ نُوحِی اِلیھم من السّماء** کی صداقت پر ایک اور چمکتا ہوا نشان مہیا کرتا ہے، وہاں یہ بھی بتاتا ہے کہ آپؑ کی وفات کے بعد ''خلافت احمدیہ'' کے نام سے جو سلسلۂ خلافت جاری ہوا، وہی سچا اور منشاءِ ایزدی کے عین مطابق تھا، برخلاف اس سلسلہ کے جو قادیان میں جاری ہونے والی خلافت ثانیہ کے مقابل پر غیر مبائعین نے لاہور میں قائم کیا اور جو 'لاہوری' یا 'پیغامی' (احمدیہ) جماعت' کے نام سے مشہور ہوا۔ چنانچہ حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے ایک صحابی، حکیم میاں محمد حسین صاحب (المعروف چٹھی مسیح) کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے بیان کیا:

''1920ء میں جب میرے والد ماجد حضرت میاں چراغ دین صاحبؓ (یکے از صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۔ناقل) کی وفات ہوئی تو میں اُس وقت احاطہ مدراس میں مولوی محمد علی صاحب مرحوم (امیر غیر مبائعین ۔ ناقل) کی طرف سے بطور مبلغ متعین تھا۔ تقریباً تین صد روپیہ مجھے مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے مشاہرہ ملتا تھا اور اتنی ہی رقم مدراس کے ایک سیٹھ ادا کرتے تھے۔ اس رقم سے میں بسہولت گذر اوقات کر رہا تھا''

آگے یہ بتاتے ہوئے کہ وہ وہیں تھے، جب انہیں اپنے والد صاحب، میاں چراغ دین صاحب (یکے از صحابہ حضرت مسیح موعودؑ) کی وفات کی اطلاع ملی، انہوں نے فرمایا:

''جب مجھے مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے میرے والد صاحب کی وفات کی اطلاع بذریعہ تار ملی اور ساتھ ہی لاہور پہنچنے کی ہدایت، تو میرا دل اچاٹ ہو گیا اور میں واپس لاہور آنے کیلئے بے تاب ہو گیا۔ مدراس کے سیٹھ صاحب نے مجھے کہا کہ اب واپس لاہور پہنچنے کا کوئی فائدہ نہیں، جنازہ میں تو آپ شریک نہیں ہو سکتے۔ لیکن میری طبیعت میں بے چینی تھی، میں وہاں مزید نہ ٹھہرا اور سیدھا لاہور پہنچا۔ گھر سے مجھے معلوم ہوا کہ میرے والد محترم کی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں

ہوئی ہے۔میں غمزدہ حالت میں اسی وقت قادیان کیلئے روانہ ہوگیا۔قادیان پہنچ کر سیدھا بہشتی مقبرہ گیا اور وہاں اپنے والد صاحب مرحوم کی قبر دریافت کر کے اس پر دُعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ دُعا کرتے ہوئے ابھی مجھے ایک دو منٹ ہی گذرے تھے کہ مجھ پر کشفی حالت طاری ہوگئی اور میں نے دیکھا کہ والد صاحب، حضرت میاں چراغ الدین، قبر کے سرہانہ کے پاس کھڑے ہیں اور بلند آواز سے مجھے پکارتے ہیں، ''محمد حسین۔محمد حسین''۔میں ان کی آواز سُن کر اور ان کو سامنے زندہ دیکھ کر حیرت میں آ گیا اور ان کو کچھ جواب نہ دے سکا۔آخر جب انہوں نے تیسری مرتبہ مجھے زور سے پکارا، تو میں نے جواباً عرض کیا،'میاں جی! حاضر ہوں، فرمایئے!' آپ نے نہایت پُر جلال الفاظ میں فرمایا:

'جاؤ، جا کر بیعت کرلو!'

میں نے عرض کیا،'اچھا! میاں جی، میں تیار ہوں'۔جونہی میں نے یہ جواب دیا، میری کشفی حالت جاتی رہی اور میں نے دیکھا کہ میں قبر کے پاس کھڑا دُعا کر رہا ہوں''

اس کشفی نظارہ نے آپ پر کونسا مقناطیسی اثر چھوڑا کہ آپ افتاں وخیزاں خلافتِ حقہ کے دامن سے وابستہ ہوگئے، اس بارے میں حکیم صاحب موصوف نے بتایا:

''دُعا کے بعد مجھے اس کشفی نظارہ نے عجیب حیرت اور تذبذب میں ڈال دیا میں نہ صرف یہ کہ غیر مبائعین میں شامل تھا اور مولوی محمد علی صاحب کا تنخواہ دار ملازم تھا بلکہ جماعت مبائعین سے مجھے سخت اختلاف تھا اور سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اس طرح اچانک بیعت کرنے کیلئے اپنے آپ کو تیار نہ پاتا تھا، لیکن کشفی حالت میں اپنے والد ماجد سے بیعت کرنے کا وعدہ کر چکا تھا۔میں چند منٹ تک تذبذب کی حالت میں رہا''

اس پر آپ نے کونسا فیصلہ کن قدم اٹھایا، اس بارے میں انہوں نے فرمایا:

'آخر میرے دل نے فیصلہ کیا کہ خواہ کچھ بھی ہو، وعدہ کے مطابق حضرت سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کرنی ضروری ہے۔چنانچہ میں بہشتی مقبرہ سے گول کمرہ (یہ وہ کمرہ ہے جو حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے وقت سے ہی آپ کے مکان کا حصہ چلا آتا ہے اور جہاں اکثر مہمان ٹھہرائے جاتے تھے۔ناقل) میں حضور ایدہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب ماجرا بیان کر کے بیعت کیلئے درخواست کی۔حضور نے از راہِ شفقت فرمایا کہ'اختلافات آہستہ آہستہ مٹ جائیں گے، آپ

ہمارے پاس آ جائیں۔ چنانچہ میں حضور کی بیعت میں شامل ہو گیا اور مولوی محمد علی صاحب کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا''

حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ آخر پر فرماتے ہیں کہ

''مندرجہ بالا واقعہ جناب حکیم صاحب نے جب وہ اپنی وفات سے کچھ عرصہ پیشتر ربوہ میں تشریف لائے تھے، سنایا تھا۔ اَللّٰھُمَّ اغفِرہُ وَ اَحسِن مَثوٰہُ''

(حیات قدسی حصہ پنجم صفحہ 66-165)

.......☆.......

## حضرت میاں محمد حسین صاحبؓ کا تعارف

آپ، حضرت میاں چراغ دین صاحبؓ، رئیس لاہور کے صاحبزادے تھے۔ خلافت ثانیہ کے انتخاب کے وقت آپ غیر مبائعین کے ساتھ مل گئے اور ان کے مبلغ کے طور پر کام کرنے لگے۔ اس زمانے میں آپ کا صرف حق کی خاطر ایک معقول مشاہرہ (قریباً چھ صد روپیہ ماہوار) کو چھوڑنا ایک بہت بڑی قربانی تھی۔ یہی وہ حکیم محمد حسین ہیں جو 'مرہم عیسیٰ' کے لقب سے مشہور ہوئے (''مرہم عیسیٰ'' کے بارے میں کتب سابقہ میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے اسے آپکے صلیبی زخموں کے علاج کیلئے تیار کیا تھا اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے، کیونکہ مردہ جسم کو مرہم پٹی کی ضرورت نہیں ہوتی)۔ یہ تحقیقی کام کرنے اور اسکی پنجاب بھر میں تشہیر کرنے کی بنا پر آپ خود بھی ''مرہم عیسیٰ'' کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ اس دلچسپ واقعہ کا مفصل ذکر باب اول میں حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب لاہوریؓ (اکیسواں واقعہ) واقعہ کے قبول بیعت کی ضمن میں آیا ہے۔

☆ ☆ ☆

# چوتھا واقعہ

''یا اللہ! تُو ہی بتا، تیرے مسیح کا سچا جانشین کون ہے؟''

## ڈاکٹر عبد العزیز اخوند کی بیعت خلافت

ڈاکٹر عبد العزیز اخوند صاحب کے قبول احمدیت کا واقعہ پچھلے ابواب میں بیان کیا جا چکا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ آپ نے کس طرح دلائل علمیہ وعقلیہ کے زور پر احمدیت کو ایک حقیقت کے طور پر

قبول کیا۔مگر اس پر ابھی ایک سال بھی گذرنے نہ پایا تھا کہ آپ اس وسوسہ میں پڑ گئے یا یہ کہ کسی شخص نے آپ کو اس وسوسہ میں ڈال دیا کہ قادیانی جماعت یعنی خلافت کے جھنڈے تلے جمع ہونے والی مبائعین کی جماعت نعوذ باللہ غلط راستے پر ہے اور صحیح راستہ وہ ہے جو لاہوری جماعت (غیر مبائعین) نے اختیار کیا ہے۔اور عجیب تر یہ کہ یہ وسوسہ ڈالنے والا شخص لاہوری جماعت کا کوئی فرد نہ تھا بلکہ اہل حدیث مسلک رکھنے والا، انگریزی وضع قطع کا دلدادہ، علی احمد خان نامی، عدن کا ایک اوورسیئر تھا۔اس کے یوں بہکانے سے آپ کی خلافت سے وابستگی پر کیا اثر پڑا، اور بالآخر آپ اس دلدل سے کیسے نکلے، یہ دلچسپ روئداد بھی جس طرح آپ نے اپنے قلم سے بیان کی ہے، درج ذیل کی جاتی ہے۔آپ فرماتے ہیں:

''میں نیا نیا احمدی ہوا تھا، مجھ سے پہلا سوال انہوں (علی احمد خان) نے یہ کیا کہ آپ قادیانی جماعت سے ہیں یا لاہوری؟ اب مجھے کیا علم کہ لاہوری جماعت کیا ہے۔لیکن میں نے انکو یہ جواب دیا کہ میں قادیانی جماعت سے ہوں۔پھر مجھ سے پوچھا، کیا آپ کے پاس 'الفضل' آتی ہے؟ میں نے کہا، جی ہاں۔اس پر کہنے لگے کہ آپ 'پیغام صلح' اگر پڑھیں تو میں آپ کو بھجوادوں''

('الفضل' اور 'پیغام صلح' کے بارے میں نوٹ آخر پر ملاحظہ فرمائیں)

آپ فرماتے ہیں، انہوں نے یہ محسوس کر کے کہ مجھے اختلاف کا کچھ علم نہیں، مجھے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی وفات پر جماعت میں پھوٹ اور مولوی محمد علی صاحب کا مع ''اکثریت'' الگ ہو جانا اور لاہور میں جا کر اپنا الگ اڈہ قائم کرنا، افتراق کی وجہ، عقائد کا اختلاف وغیرہ سنا کر تلقین کی کہ آپ اتنے تعلیم یافتہ ہیں، ڈاکٹر ہیں، آپ کو تو مولوی محمد علی صاحب کے ساتھ ہونا چاہئے تھا۔مرزا محمود تو غالی ہیں، مرزا صاحب کو نبی بناتے ہیں۔یہ سب کچھ سنا کر پوچھا کہ کیا خاتم النبیین کے بعد نبی آسکتا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔اور اس طرح کی دیگر اختلافی باتیں بتا کر کہنے لگے کہ آپ کو تو مولوی محمد علی صاحب کی بیعت کرنی چاہئے تھی۔ڈاکٹر صاحب موصوف فرماتے ہیں:

''یہ باتیں کر کے وہ تو چلے گئے۔مگر مجھے ایسے چکر میں ڈال گئے اور میرے دماغ میں اس قدر الجھن پیدا کر گئے کہ احمدی ہونے کی ساری خوشیاں غارت ہوگئیں۔اور میں اس قدر بے دل ہوا کہ گھر جا کر چارپائی پر اپنے آپ کو گرادیا۔کچھ بھی سمجھ میں نہ آتا تھا

کہ کیا کروں۔اتنی کتابیں میں نے مطالعہ کی تھیں، وہ سب دھری کی دھری رہ گئیں اور میرے کام نہ آئیں کہ میں اِن کو سمجھا سکوں یا کوئی جواب دے سکوں۔ یہاں تک کہ میں تیار ہو گیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیعت فسخ کر کے مولوی محمد علی صاحب کی بیعت کے لئے لکھ دوں''

لیکن فرماتے ہیں، میں نے قدرے توقف کِیا، رات گذاری اور صبح یہ سمجھ کر کہ مرزا صاحب 'مسیح موعود' تو ضرور ہیں، باقی کونسی جماعت حق پر ہے، یہ میں دیکھ لوں گا، مجھے کچھ اطمینان سا ہو گیا۔اور پھر اپنے طور پر تحقیق میں لگ گیا۔لیکن فرماتے ہیں، 'افسوس! پیارے محمود، خلیفۃ المسیح الثانی، میرے دل سے بالکل اتر گئے۔فی الحال میں سمجھا کہ وہ حق پر نہیں ہیں'

آگے فرماتے ہیں:

''اب میں تحقیق میں لگا ہوا تھا لیکن ایک سال تک بھی میں فیصلہ نہ کر سکا کہ کونسا فریق حق پر ہے۔اُنکے اخبار اور رسالے اور کتابیں پڑھوں تو سمجھوں کہ وہ ٹھیک کہتے ہیں، یہی حق پر ہیں۔قادیان والوں کی اخبار اور رسالے اور کتابیں پڑھوں تو سمجھوں کہ یہ حق پر ہیں۔مجھ سے کوئی قطعی فیصلہ نہ ہو سکا''

اب خدا تعالیٰ نے آپ کی کیسے رہنمائی فرمائی، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ جمعہ پڑھ کر مَیں واپس آیا تو ڈاکٹر علی بھائی صاحب[ا] نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں گئے تھے؟ میں نے کہا، مسجد میں نماز پڑھنے۔انہوں نے چونکہ میری دی ہوئی سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب والی کتاب بنام 'احمد' بزبان انگریزی (AHMAD) پڑھی ہوئی تھی، فرمانے لگے، 'آپکے مرزا صاحب نے تو آپ کو منع کیا ہے کہ جو مُجھ کو نہیں مانتا، اس کے پیچھے تمہاری نماز نہیں ہو سکتی، پھر آپ کیوں جاتے ہیں؟ دیکھو، اگر ان کو مانتے ہو، تو ساری باتیں ان کی مانو، کچھ ماننا اور کچھ نہ ماننا یہ کوئی مذہب نہیں' ''

[ا] ڈاکٹر علی بھائی، عدن کے ہسپتال میں ہی کام کرنے والے آپکے ساتھی ڈاکٹر تھے، جنکے ساتھ آپ کی اکثر مذہبی بحثیں ہوا کرتی تھیں اور وہ احمدیت کی تعلیم اور اس کی امتیازی خصوصیات سے اچھی طرح واقف ہو چکے تھے۔تاہم انہیں آخر وقت تک احمدیت قبول کرنیکی توفیق نہ ملی۔باب چہارم میں خواب کے اندر تھپڑ کھانے کا واقعہ انہی کا ہے۔

آپ فرماتے ہیں، نماز کے سلسلے میں ڈاکٹر علی بھائی کی یہ راہ نمائی میرے لئے بڑی کام کی ثابت ہوئی۔ میں نے سوچا کہ مرزا صاحب ایک قسم کی نبوت کا دعویٰ کرتے تو ضرور ہیں، تو پھر یہ کیا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کچھ مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے۔ یہ ضرور غلطی پر ہیں۔ آگے فرماتے ہیں:

''اب رمضان شریف آ گیا۔ مَیں نے کہا، کتابیں تو ہر فریق کی مَیں نے پڑھ لیں۔ اب دعا کروں کہ یا اللہ! تُو نے ہی ہدایت بخشی، اب فضل فرما اور بتا کہ تیرے مسیح کا سچا جانشین کون ہے، صحیح عقائد کس کے ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پر کون پُورا ہے؟ میں نے یہ دعائیں کیں اور ہر رات کیں اور بہت کیں''

آپ کی یہ دردمندانہ دعائیں اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول ہوئیں جس کے نتیجے میں آپ نے ایک ایسا نظارہ دیکھا کہ اسے دیکھنے کے بعد دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''کیا دیکھتا ہوں کہ حیدر آباد ضلع میں اپنے گاؤں میں (جو اَب ہم چھوڑ چکے ہیں اور حیدر آباد میں سکونت پذیر ہیں) اپنے مکان کے دروازے پر بیٹھا ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ دُور سے اونٹوں کی ایک قطار چلتی آ رہی ہے۔ سامنے والے اونٹ پر ایک نورانی صورت شخص بیٹھا ہے اور اونٹوں پر دوطرف بوریاں ہیں جو لٹک رہی ہیں۔ جب یہ قطار قریب ہوئی تو چال سست ہونے لگی، یہاں تک کہ پہلا اونٹ جب میرے سامنے آیا تو بیٹھ گیا اور سوار اترنے لگا۔ میں نے یہ دیکھا تو وہ حضرت خلیفۃ المسیح سیدنا محمود ہیں۔ میں بڑھ کر حضور سے مصافحہ کرتا ہوں۔ حضور نے فرمایا، یہ بوریاں اترواؤ، جو اتروائی گئیں۔ میں نے دیکھا کہ کسی بوری میں آم ہیں، کسی میں سیب ہیں، کسی میں انار ہیں، کسی میں کیلے ہیں، کسی میں شہتوت ہیں۔ غرض کہ میووں کا ایک انبار لگ گیا۔ پھر حضور نے فرمایا کہ اپنے گاؤں والوں کو یہ تقسیم کر دو۔ جس پر میں نے پلیٹیں بھر بھر کر لوگوں میں تقسیم کیں۔ پھر مَیں حضور کو اپنے مکان میں اندر لے گیا۔ حضور نے جیب سے اپنی گھڑی نکال کر وقت دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک سوئی ٹوٹ گئی ہے۔ اس پر مَیں نے اپنی گھڑی نکال کر حضور کو دی، جو حضور نے اپنی جیب میں رکھ لی''

فرماتے ہیں، اس رؤیا کے دیکھنے پر مجھے اتنا تو یقین ہو گیا کہ ہے تو یہ فریق (یعنی خلافت سے تعلق

رکھنے والا فریق) حق پر۔ مگر میں چاہتا تھا کہ علمی رنگ میں بھی اگر میری تسلی ہو جائے تو کتنا اچھا ہو اور یہ امر دل کے اطمینان اور ایمان کی پختگی کا باعث ہو گا۔ چنانچہ فرماتے ہیں، میں تحقیق میں لگا رہا۔ آخر وہ وقت بھی آ گیا کہ آپ کا یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ یعنی بالکل اچانک ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے علمی طور پر بھی آپ کی تسلی کے سامان پیدا فرما دئے۔ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''اس رؤیا کے آٹھ دس دنوں کے بعد ایک دن شام کو (مَیں) اپنے کوارٹر کے باہر آرام کرسی پر بیٹھا تھا اور اس خیال میں تھا کہ وقت گزاری کے لئے چلو کوئی کتاب ہی سہی، مَیں اٹھا اور جس کتاب پر ہاتھ پڑا، اسی کو نکال لیا اور باہر لے آیا۔ کھولا تو معلوم ہوا کہ وہ 'حقیقۃ الوحی' ہے اور صفحہ وہ سامنے آیا جس نے قطعی فیصلہ کر دیا اور شکوک وشبہات سب رفع ہو گئے اور...... پورا اطمینان قلب حاصل ہو گیا''

فرماتے ہیں، یہ کتاب وہ تھی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پوری شرح وبسط کے ساتھ اپنے دعوی نبوت کی تصریح فرمائی ہے اور لکھا ہے:

**''اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی، اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا''**

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲، ص: ۱۵۳-۱۵۴)

ڈاکٹر صاحب موصوف فرماتے ہیں، بس یہ پڑھنے کے بعد میری ساری الجھنیں دُور ہو گئیں۔ غیر مبائعین کی طرف سے پیش کئے جانے والی (حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی) عبارات میں نبوت سے انکار ضرور تھا مگر یہ آپکی اُس وقت کی تحریرات تھیں، جب خود آپ پر اپنا مقام واضح نہیں ہوا تھا۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر آپکا مقام واضح فرما دیا تو آپ اپنے پہلے عقیدہ پر قائم نہ رہے۔ حقیقت الوحی میں یہی حقیقت آپ نے کھول کر بیان کر دی ہوئی تھی۔ نیز یہ بھی کہ لفظ 'خاتم النبیین' کی اصل تعریف کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں، کہ اس مسئلہ کے یوں واضح ہو جانے پر

''میں نے حضور کو خط لکھا جس میں دوبارہ بیعت کی۔ سارا قصہ جدائی کا کہ کس طرح

ایک اہل حدیث مجھے ملا، کس طرح میں گمراہ ہوا، کتنی میں نے تحقیق کی، کس قدر میں ابتلاء میں گھر گیا تھا، اور پھر کس طرح اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی۔ سال بھر بھٹکنے اور کتابیں پڑھنے کے بعد بھی مَیں ہنوز گم کردہ راہ تھا، پھر آخر دعا کس طرح کام آئی۔ وہ رؤیا من وعن مَیں نے حضور کو لکھا''

فرماتے ہیں، حضور کی طرف سے ۲۷/۱/۵ کا لکھا ہوا خط مجھے ملا جس میں حضور نے پہلے تو اس امر پر خوشی کا اظہار کیا تھا کہ مجھے دوبارہ اطمینان نصیب ہوا ہے اور آخر پر رؤیا کی تعبیر لکھی تھی۔ حضور کی بیان کردہ تعبیر کے الفاظ یہ تھے۔ فرمایا:

''اونٹ کی سواری سے مراد اسلام کی تعلیم ہے۔ اسلام اُس ملک میں آیا جس میں اونٹ پر سواری کی جاتی ہے۔ اور سیب اور انگور جنت کے میوے ہیں۔ ان کی تقسیم کے یہ معنی ہیں کہ ایسی تعلیم دینا جس کے نتیجہ میں انسان کو جنت ملے''

اور گھڑی کے ٹوٹنے کی تعبیر میں حضور نے تحریر فرمایا تھا:

''گھڑی کا ٹوٹنا درمیانی مشکلات پر دلالت کرتا ہے اور اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب انسان اپنی ذات اور اس کے ماحول سے منقطع ہوتا ہے، تب جا کر اللہ تعالیٰ اس کو ایسا زمانہ عطا کرتا ہے کہ جس میں اسے غلبہ اور نصرت ملتی ہے۔ جیسا کہ آپ کے کام سے ظاہر ہے۔ مرزا محمود احمد''

........☆........

## حضورؑ کے دعویٰ نبوت کے بارے میں
## ایک ضروری وضاحت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ نبوت کی تشریح میں فرمایا ہے:

''یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سن کر دھوکہ کھاتے ہیں کہ گویا میں نے اُس نبوّت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے۔ لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ میرا ایسا دعویٰ نہیں ہے، بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ رُوحانیہ کا کمال ثابت کرنے کیلئے یہ مرتبہ بخشا

ہے کہ آپؐ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوّت کے مقام تک پہنچایا۔اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلاسکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔اور میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت۔اسی وجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا، ایسا ہی میرا نام امّتی بھی رکھا ہے، تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد۲۲، صفحہ۱۵۴)

..........☆..........

## ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب اخوند کا تعارف

الحاج ڈاکٹر عبدالعزیز اخوند، ٹمیاری (صوبہ سندھ) کے اخوند نجم الدین صدیقی قریشی (مغل بادشاہ اکبر کے دربار کے ایک قاضی، جن کو اخوند کا خطاب اکبر بادشاہ نے دیا۔ بعد میں یہی خطاب ان کے خاندان کے ناموں کا حصہ بن گیا) کی اولاد اور ایک اعلیٰ دینی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ نے ۱۹۲۵ء میں احمدیت قبول کی۔ آپ ایک ماہر ڈاکٹر ہونے کے علاوہ اچھا ادبی و علمی ذوق بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ آپکو احمدیت کے میدان میں کئی کتب کا مصنف ہونے اور کئی دیگر کتب کا سندھی زبان میں ترجمہ کرنے کا فخر حاصل ہے۔ اسی طرح آپکی ذات میں کئی ایسے نشان ظاہر ہوئے جو احمدیت کی صداقت پر زندہ گواہ اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر شاہد ناطق ہیں۔ ان میں سے بعض کا ذکر آپ نے اپنی خودنوشت داستان حیات 'نشان کبیر' میں کیا ہے۔ آپ بلاد عرب اور پاکستان میں سالہا سال تک طبی خدمات ادا کرنیکے بعد ربوہ، میں آباد ہو گئے اور (۱۹۸۲ء میں) اپنی وفات تک فضل عمر ہسپتال، ربوہ، میں بطور ہوس سرجن کام کرتے رہے۔ خاکسار راقم الحروف سے آپ کا تعلق یہ ہے کہ آپ کی دو بیٹیاں خاکسار کی بھاوجائیں ہیں

...... ☆ ......

’’پیغام صلح‘‘، غیر مبائعین کے لاہور سے شائع ہونے والے اس اخبار کا نام ہے جس میں وہ ان دنوں بڑے زور و شور سے اپنے ترمیم شدہ عقائد کا پرچار کرتے رہے۔ دوسری طرف یہی اخبار خلافت کے جھنڈے تلے جمع ہونے والی جماعت کے خلاف محاذ آرائی کیلئے استعمال ہو رہا تھا۔

’’الفضل‘‘، قادیان سے نکلنے والا وہ اخبار جس میں حضرت بانیٔ سلسلہؑ کی تعلیمات کے بارے میں پیدا کی جانے والی جملہ غلط فہمیوں کا جواب دیا جا رہا تھا۔ اِس وقت یہی اخبار سلسلہ احمدیہ کے مرکزی ترجمان کے طور پر جماعت کے عالمی مرکز (ربوہ) سے شائع ہو رہا ہے۔ اسی کی اقتداء میں ایک ہفتہ وار اخبار، ’’الفضل انٹرنیشنل‘‘ کے نام سے لندن سے شائع ہو رہا ہے۔

## پانچواں واقعہ

### ''کشف میں حضرت اقدسؑ نمودار ہوئے''

## نواب اکبر یار جنگ صاحب کا سلسلہ ٔخلافت سے منسلک ہونا

مکرم مولانا محمد اعظم صاحب اکسیر، مربیٔ سلسلہ احمدیہ، اپنے ''سیرۃ مسیح موعود علیہ السلام'' پر روزنامہ ''الفضل''، ربوہ، میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں، جس میں آپ نے حیدر آباد دکن (انڈیا) کی ایک مقتدر شخصیت کے سلسلہ ٔخلافت سے منسلک ہونے کی دلچسپ اور روحانی شیرینی سے لبریز داستان کی روئداد پیش کی ہے، بیان فرماتے ہیں کہ

''حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات پر جب چند بڑے اختلاف کر کے لاہور جا بسے تو حیدر آباد دکن کے ہوم سیکرٹری، نواب اکبر یار جنگ صاحبؓ، کو بھی اختلاف کی خبر ملی۔ اس پر آپ بیعت کرنے سے رک گئے اور سوچا کہ خود قادیان جا کر تحقیقات کریں گے۔ ۱۹۱۶ء میں آپ لاہور کے راستہ قادیان روانہ ہوئے۔ لاہور میں اختلاف کرنے والے عمائدین کی باتیں سنیں۔ ان کے منع کرنے کے باوجود آپ قادیان پہنچے۔ تین چار دن وہاں رہے۔ لیکن تسلی نہ ہوئی، یعنی یہ کہ اتنے بڑے مشن کو ایک کم عمر، کم تجربہ لڑکا کس طرح چلا سکتا ہے[۱]۔ مگر فرماتے ہیں:

> ''جس روز میری واپسی تھی، اس روز ایک نماز کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مقتدیوں کی طرف رخ کر کے تشریف فرما ہوئے اور مختلف باتیں ہونے لگیں۔ اچانک میری نظریں حضورؓ کی پیشانی پر جم گئیں اور ایسے میں مجھ پر کشفی حالت طاری ہوگئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ پیچھے محراب میں حضرت مسیح موعودؑ جلوہ گر ہوئے ہیں...... اور پھر ہوتے ہوتے آپ کا وجود حضرت مصلح موعودؓ کے وجود میں سما گیا ہے''

---

[۱] خلافت پر متمکن ہونے کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی عمر پچیس (۲۵) سال تھی۔ آپ کی اسی ''کم عمری'' کو غیر مبائعین عذر بنا کر آپؓ کے خلاف جماعت کو بھڑکا رہے تھے، حالانکہ جیسا کہ اس عنوان کے شروع میں بتایا گیا ہے، غیر مبائعین کا بیعتِ خلافت نہ کرنا اس وجہ سے نہ تھا۔ وہ تو سرے سے خلافت کی ضرورت کا ہی انکار کر رہے تھے۔

فرماتے ہیں، جب کشف ختم ہوا تو شرح صدر ہو چکا تھا۔ اور میں نے بلا توقف بیعت کر لی۔

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل، لندن، ۲۱ مارچ ۲۰۰۳ء)

☆

تعارف: نواب اکبر یار جنگ صاحب، سابق جج ہائی کورٹ، حیدر آباد دکن، حیدر آباد کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے اور جماعت کے ساتھ بڑا اخلاص رکھتے تھے۔ آپ ضلع فرخ آباد (یو۔ پی) کے اصل باشندے تھے۔ آپ نے خلافتِ اولیٰ کے دور میں احمدیت قبول کی۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کی دعا سے آپ کو نامساعد حالات کے باوجود نظام حیدر آباد کی طرف سے دو سال کی بطور جج توسیع ملنے کا ایمان افروز واقعہ ''درویشان احمدیت''۔ جلد سوم، میں بیان ہو چکا ہے۔

☆ ☆ ☆

# چھٹا واقعہ

## ''دو شاہراہیں''

## حاجی ماسٹر امیر عالم صاحب کا قبول احمدیت

حاجی ماسٹر امیر عالم صاحب کوٹلی (آزاد کشمیر) کے پہلے احمدی تھے۔ احمدی ہونے سے قبل ۱۹۱۸ء میں جب آپ راولپنڈی میں تھے، تو وہاں آپ نے مولوی عبدالحق ودیارتھی (غیر مبائع) اور ایک آریہ پنڈت رامچند ردہلوی کے مابین اسلام اور آریہ مذہب پر مناظرہ سنا۔ آپ نے دیکھا کہ غیر مبائع مبلغ نے اپنے مدّ مقابل کے کیسے دانت کھٹے کیئے۔ بعد میں جب آریہ متنّاد کوٹلی میں بھی پہنچ گئے اور اسلام پر شدید نکتہ چینیاں کرنے لگے تو حاجی امیر عالم صاحب لاہور پہنچے اور مولوی محمد علی صاحب سے مل کر انہیں (مولوی عبدالحق صاحب کو) کوٹلی بھجوانے کیلئے کہا۔ جنہوں نے وہاں پہنچ کر آریوں کی خوب خبر لی۔ اس سے متاثر ہو کر حاجی امیر عالم صاحب نے دعا کرنی شروع کی کہ ’اے اللہ! اگر حضرت مرزا صاحب سچے ہیں تو میری رہنمائی فرما‘۔ اس دعا کے نتیجے میں آپ نے خواب میں دیکھا کہ

**''ایک بہت بڑی شاہراہ ہے جس پر یورپین اور دوسرے لوگ چل رہے ہیں، کچھ پیدل**

ہیں، کچھ سوار ہیں، کچھ موٹروں اور اس قسم کی دوسری سواریوں پر ہیں۔ پھر آپ ایک اَور راستہ دیکھتے ہیں جو کہ تنگ و تاریک ہے اور وہاں جگہ جگہ گڑھے اور درندے نظر آتے ہیں۔ گویا بہت ہی بھیانک راستہ ہے"

آپ فرماتے ہیں، مجھے خواب کے اندر ہی تفہیم ہوئی کہ حضرت مرزا صاحب کو ماننے والے پہلی شاہراہ پر گامزن ہیں اور یہ سڑک بلا روک ٹوک منزل مقصود تک پہنچانے والی ہے، اور دوسرا راستہ وہ ہے جو درندوں سے بھرا ہوا اور خطرات سے پُر ہے۔

اس پر آپ نے مولوی محمد علی صاحب کی بیعت کر لی اور اس طرح آپ غیر مبائعین کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ انہی دنوں آپ کا تعارف ایک مبائع احمدی دوست، مستری الہ دین صاحب، سے ہوا جو اُن دنوں کوٹلی میں ٹھیکے کا کام کر رہے تھے۔ انہوں نے گاہے بگاہے آپ کو الفضل بھیجنا شروع کر دیا اور ساتھ قادیان جانے کی بھی تحریک کرنے لگے۔ اس پر آپ نے پھر دعائیں شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اب کیسے رہنمائی فرمائی، اس بارے میں فرماتے ہیں:

"۱۹۲۵/۲۶ء کے دوران مَیں نے کئی بار اس قسم کی خوابیں دیکھیں کہ میں کسی مسجد میں گیا ہوں، وضو کر کے گیا ہوں تو نماز ختم ہو چکی تھی۔ کبھی یہ کہ نماز ہو رہی ہے اور میں مسجد سے باہر ہوں۔ کبھی یہ کہ کوئی وعظ ہو رہا ہے اور میں اس کے سننے سے محروم ہوں۔ اس پر میں نے پھر تحقیق شروع کر دی۔ الفضل بھی لگوا لیا۔ اس دوران مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔

ابھی خط کا جواب نہیں ملا تھا کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ

"میں وضو کر رہا ہوں اور جمعہ کی نماز ہو رہی ہے۔ بیشمار لوگ امام کے پیچھے کھڑے ہیں۔ اتنے میں امام صاحب کو کسی نے قرأت میں لقمہ دیا۔ ادھر مَیں نے بھی اونچی آواز سے وہی لفظ کہا۔ اور خواب ہی میں کہتا ہوں کہ آج انشاءاللہ جماعت مل جائے گی، امام نے کافی لمبی سورۃ شروع کر رکھی ہے"

فرماتے ہیں، اس خواب سے مجھے یقین ہو گیا کہ جو بیعتِ خلافت کا خط مینے لکھا ہے، وہ درست لکھا ہے اور یہ کہ مَیں اب سچی جماعت میں شامل ہو گیا ہوں۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جموں و کشمیر، ص: ۱۵۴-۱۵۲)

# ساتواں واقعہ

## ''یہ میاں محمود کا رسّہ ہے''

## حضرت مرزا رسول بیگ صاحبؓ کا بیعت خلافت کرنا

حضرت مرزا رسول بیگ صاحبؓ ابن حضرت مرزا نیاز بیگ صاحبؓ کی بیعت خلافت کا واقعہ بھی اسی قسم کی فعلی شہادت کا آئینہ دار ہے۔ چنانچہ آپ کے متعلق آتا ہے کہ جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات پر جماعت میں اختلاف پیدا ہوا، تو آپ اپنی ملازمت کے سلسلے میں ریاست بہاول کے ایک شہر منچن آباد میں تھے۔ آپ فرماتے ہیں:

''مجھے ایک طرف مولوی علی احمد صاحب حقّانی جو اُس وقت راولپنڈی میں تھے، کے خلافتِ ثانیہ کی تائید میں خط آنے شروع ہو گئے۔ دوسری طرف میرے اپنے بھائی، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے خلافت کے خلاف اور مولوی محمد علی صاحب کی تائید میں خط آنے لگے۔ میں نے ایک رات استخارہ کیا اور دعا کی کہ جو فریق بھی حق پر ہے، اللہ تعالیٰ میری اس طرف رہنمائی فرمائے۔ صبح ہوئی تو میں نے اپنے اہل خانہ سے کہا کہ 'لو جی! ہمارا فیصلہ تو ہو گیا، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آسمان سے ایک رسّہ لٹک رہا ہے۔ میں اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اس پر اپنا بوجھ ڈالتا ہوں، یہ دیکھنے کے لئے کہ رسّہ مضبوط ہے یا نہیں، تو غیب سے ایک آواز آتی ہے کہ

'اسے مضبوطی سے پکڑ لو، یہ میاں محمود کا رسّہ ہے'''

آپ فرماتے ہیں، یہ سن کر میرے اہل خانہ نے مجھے مبارکباد دی اور دن چڑھنے پر میں نے اپنی بیعت کا خط حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لکھ دیا۔

اس سلسلے میں آپکے بارے میں ایک لطیفہ بھی بیان ہوا ہے، جو خلافت پر آپکے ایمان کی پختگی پر دلالت کرتا ہے۔ ہوا یوں کہ جب اسی سال یعنی ۱۹۱۴ء میں خلافت ثانیہ کا پہلا جلسہ سالانہ منعقد ہوا، اور آپ قادیان آئے تو ایک صاحب نے جو آپکو جانتے تھے، آپ سے کہا کہ مرزا صاحب، آپ کہاں؟ آپ نے جواب دیا، قادیان، اور کہاں! وہ کہنے لگے، ڈاکٹر صاحب (مراد آپ کے بھائی ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب) تو لاہور کی طرف ہیں۔ آپ نے فرمایا، کیا میں ان کا ذمہ وار ہوں؟ اس کے بعد

آپ کو ایک اَور دوست ملا۔ اس نے بھی حیران ہو کر آپ سے یہی سوال کیا۔ اس پر آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ نے غصہ سے کڑک کر اس کو کہا کہ کیا میں ایمان فروش ہوں، مجھے اس سے کیا کہ ڈاکٹر صاحب کہاں ہیں؟ اس پر وہ دوست بے تکلف ہنستے ہوئے آپ سے لپٹ گئے، جیسے وہ اپنی غلطی پر نادم ہوں۔ مگر اس چیز کا آپکی طبیعت پر اتنا شدید اثر تھا کہ آپکے چہرے پر اسکے باوجود بشاشت نہ آئی۔ پھر خلافت سے آپ کی وابستگی اور عقیدت کا یہ حال تھا کہ آپ اپنی چھوٹی ہمشیرہ، صدیقہ بیگم (اہلیہ سید ناصر شاہ صاحبؓ) جو مبائعہ تھیں، کی نسبت بڑی محبت سے فرمایا کرتے تھے کہ 'یہ میری دینی بہن ہے'۔ کیونکہ آپ کی دوسری بہنیں خلافت سے وابستہ نہ ہوئی تھیں۔

(بحوالہ ''اصحاب احمد'' جلد اوّل، حصہ اوّل، صفحہ:۱۷۲)

.........☆.........

تعارف: حضرت مرزا رسول بیگ صاحبؓ نے قریباً ۱۸۹۳ء میں حضرت بانیٔ سلسلہؑ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ آپ مرزا نیاز بیگ صاحبؓ کے سب سے بڑے فرزند اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے بڑے بھائی تھے۔ (افسوس ہے کہ آپ کے یہ بڑے بھائی، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، خلافت ثانیہ کے بعد غیر مبائعین سے مل گئے) آپ ریاست بہاولپور میں ایک لمبا عرصہ تک ضلعدار نہر رہے۔ ۱۶ جون ۱۹۱۷ء کو وفات پائی۔ مرزا اعظم بیگ صاحب جو سلسلہ کی اراضی واقع سندھ کے انتظام وانصرام پر مقرر تھے، آپ ہی کے صاحبزادے تھے۔

## آٹھواں واقعہ

### ''حضورؓ کے چہرہ سے ایک نُور کا شعلہ نکلا ہے''

## حضرت حافظ محمد حسین صاحب قریشیؓ کی بیعت خلافت

اب اس سلسلے کے آخری واقعہ کے طور پر حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ السلام کے ایک اَور رفیق، حضرت حافظ محمد حسین صاحب قریشیؓ کی بیعتِ خلافت کی دلچسپ اور روح پرور روئداد درج کی جاتی ہے۔ آپ کے سوانح، جو آپ کی لائق صد افتخار پوتی، مکرمہ سعیدہ احسن صاحبہ، ایم۔ اے (سابق لیکچرار نصرت کالج، ربوہ) کے تحریر کردہ ہیں، کے مطابق آپ کے خودنوشت رؤیا وکشوف میں آتا ہے کہ:

''جس روز حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا انتقال ہوا ہے، اسی رات حالانکہ احقر کو قطعاً کوئی

وفات کا علم نہ تھا اور نہ ہی لاہوری فتنہ کی کسی قسم کی کوئی اطلاع تھی، میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان پر درمیان آسمان کے یعنی عین سر پر چاند ہے اور اس کے ارد گرد سیاہ بادل ہیں۔ معاً مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چاند حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہیں اور وہ روحانی چاند حضور کا چہرہ مبارک ہے۔ آپکے چہرہ سے ایک نور کا شعلہ نکلا ہے اور اس نے ان بادلوں کو پاش پاش کر دیا ہے اور وہ پھٹ کر دُور دُور جا پڑے ہیں اور آہستہ آہستہ جمع ہو کر پھر حضور کا نورانی مکھ جو چاند کی طرح نظر آتا ہے، اسکے گرد جمع ہو گئے ہیں۔ پھر اسی طرح نور کا شعلہ نکلا ہے اور اس نے سیاہ بادلوں کو پاش پاش کر کے دُور پھینک دیا ہے۔ وہ بادل پھر اکٹھے ہو کر چاند کے گرد جمع ہونے لگ گئے ہیں اور ایسا کوئی چار بار ہوا۔ پھر میں بیدار ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات کی خبر ملی، تو خواب کا معاملہ سمجھنے میں بالکل آسانی ہوگئی''

آپکی سوانح میں اسی قسم کی ایک اَور روایت بھی حضرت قاضی عبدالرحمٰن صاحب (محرر نظارت اعلیٰ، قادیان) کی زبانی بیان ہوئی ہے۔ جس میں حضرت قاضی صاحب موصوف بیان فرماتے ہیں کہ

''جب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا وصال ہوا تو (مکرم حافظ محمد حسین صاحبؓ نے) خاکسار سے فرمایا کہ میرا ہاتھ تو خدا تعالیٰ نے خود پکڑ کر محمود (مراد حضرت مرزا محمود احمدؓ) کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ تفصیل اس کی یوں بیان فرمائی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے وصال سے کچھ عرصہ پہلے مَیں نے کشف میں حضرت صاحبزادہ صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) کو دیکھا۔ حضور نے میرے سامنے کھڑے ہو کر آیت استخلاف (یعنی قرآن کریم کی سورۃ النور کی ۵۶ ویں آیت کریمہ جس میں اللہ تعالیٰ کا مومنوں سے وعدہ ہے کہ وہ ان میں ضرور خلافت کا سلسلہ جاری کریگا۔ ناقل) زور سے پڑھی اور لیستخلفنّھم کے لفظ پر خاص زور دیا۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ اب وفات پانے والے ہیں اور حضورؓ کے بعد آپ (حضرت میاں محمود احمد صاحب) ہی جماعت کے امام ہونگے''

(بیان حضرت قاضی عبدالرحمٰن صاحب، مطبوعہ روزنامہ الفضل، قادیان، ۲۹ دسمبر ۱۹۳۳ء)

## حضرتِ محمود ( حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب ۔ خلیفۃ المسیح الثانیؓ ) کا روحانی مقام ظاہر کرنے والے دو اَور خواب

اس مضمون کی مناسبت سے حضرت حافظ محمد حسین صاحبؓ کے بیان کردہ دو اَور خواب درج کئے جاتے ہیں، جو اُس وجود کے روحانی مقام کو ظاہر کرنے والے ہیں، جو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات کے بعد جماعت کے اندر سب سے زیادہ اختلاف کا مرکز بنا، یعنی حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحبؓ کا وجود باجود ۔ یہ خاص طور پر ان اصحاب کے لئے درج کئے جا رہے ہیں جو تا حال خلافتِ حقہ احمدیہ سے اختلاف کرتے ہوئے جماعت کے ''لاہوری فرقہ'' کے ساتھ منسلک ہیں اور اسے ہی حق پر سمجھتے ہیں۔

### پہلا خواب

یہ خواب جو حضرت حافظ صاحبؓ نے اپنے خود نوشت حالات میں تحریر فرمایا ہے، اس وقت کا ہے جب خلافت ثانیہ قائم ہو چکی تھی اور آپ بیعتِ خلافت کر کے جماعت مبائعین میں شامل ہو چکے تھے۔ آپ فرماتے ہیں:

**''ایک دن اخبار الفضل آیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی (بیان کردہ) تفسیر سورۃ جمعہ اس میں درج تھی ۔ ابھی حضور کی خلافت کا بالکل ابتدائی زمانہ تھا۔ دوپہر کا وقت تھا اور مَیں لیٹا ہوا اخبار پڑھ رہا تھا۔ جوں جوں تفسیر پڑھتا جاتا تھا، اسی قدر لذت محسوس ہوتی تھی کہ وہ وقت کبھی کبھی مولا کریم عطا فرمایا کرتا ہے۔ یکا یک سو گیا اور اسی حالت میں حضرت خلیفۃ المسیح کو دیکھتا ہوں۔ خواب میں عرض کیا کہ حضور، یہ راز اور اسرار اور یہ علم حضور نے کہاں سے حاصل فرمایا ہے۔ حضور نے اپنے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی اٹھائی اور فرمایا: لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ۔ فرمایا، دیکھو، خدا ہی سب کچھ فرماتا ہے۔ (پھر) یکا یک حالت بدل گئی اور وہی اخبار الفضل میرے ہاتھ میں تھا اور میں اسے پڑھ رہا تھا''**

(بحوالہ سوانح ''حافظ محمد حسین''، ص: ۲۵ تا ۲۶)

### دوسرا خواب

دوسرا خواب آپکے سب سے بڑے بیٹے، قریشی محمد احسن صاحب مرحوم، کا بیان کردہ ہے۔ وہ اللہ

تعالیٰ کی قسم کھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ خواب آپ نے (والد صاحب نے) مجھے اپنی زندگی میں خود سنایا تھا۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ والد محترم نے مجھے سنایا کہ

"جس روز چوہدری رستم علی کا جنازہ آیا تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جنازہ دفنانے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک پر دعا کیلئے تشریف فرما ہوئے تو اکثر دوست حضورؓ کے ہمراہ تھے۔ حضورؓ دعا فرما رہے تھے کہ خاکسار کو حضور (مراد حضرت مسیح موعودؑ۔ناقل) کا چہرہ مبارک دکھائی دیا۔ فرمانے لگے، محمود کے آجکل بہت دشمن ہیں مگر خدا کے فرشتے ہر وقت ان کے ہمراہ ہوتے ہیں۔ ضرورت کے وقت تو بیشمار ہوتے ہیں مگر پانچ فرشتے ہر وقت ہمراہ ہوتے ہیں۔ اتنے میں حضور دعا سے فارغ ہوئے اور مجھ سے بھی وہ حالت جاتی رہی"

سوانح "حافظ محمد حسین"، بحوالہ بشارات رحمانیہ، جلد اوّل، ص ۲۳۲)

........☆........

تعارف: حافظ محمد حسین صاحبؓ اپنے والد، میاں محمد اشرف (المدفون جلالہ افغاناں، تحصیل شکر گڑھ، ضلع نارووال) جو اپنے علاقہ کے ایک معزز اور درویش صفت بزرگ تھے، کے سب سے چھوٹے فرزند اور صاحب کشوف و رؤیا بزرگ تھے۔ آپ ۱۹۱۶ء میں اپنے بڑے بھائی، قاضی میر حسین صاحب، کیساتھ مستقل طور پر قادیان آ گئے اور پھر اپنے پوتے، پوتیاں دیکھ کر ۱۹۳۳ء میں فوت ہوئے اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔ قریشی محمد افضل صاحب (مبلغ سلسلہ، مغربی افریقہ) اور قریشی محمد اکمل صاحب (مالک افضل برادرز، قادیان، بعدہٗ ربوہ) آپ کے ہی فرزندان ارجمندان ہیں۔ آپ کے سب سے بڑے بیٹے، قریشی محمد احسن صاحب، جنہوں نے ۱۹۴۰ء میں قادیان ہی میں وفات پائی۔ کی اولاد میں مولانا قریشی محمد اسلم شہید (مبلغ سلسلہ) اور مکرمہ سعیدہ احسن صاحبہ (سابق لیکچرار جامعہ نصرت، ربوہ، و حال پرنسپل عائشہ دینیات اکیڈمی، ربوہ) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

☆ ☆ ☆

# فہرست مضامین

## باب اول

### (اکابر صحابہ کے واقعات)



## باب دوم

### (دیگر مخلصین کے واقعات)



## باب سوم

### (اللہ تعالیٰ کی جلالی صفت کے نظارے)

## ملک مصر



## ہالینڈ



## جرمنی



## فرانس

(تمہیدی بیان)



# براعظم افریقہ

## آئیووری کوسٹ



## کانگو



## سنیگال



## گیمبیا



## نائیجیریا



## غانا (گولڈ کوسٹ)

تمت بالخیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# قارئین کرام سے ایک ضروری گذارش

کتاب ھٰذا، **درویشان احمدیت** ،جلد اول، میں ایسے واقعات لائے گئے ہیں، جو حضرت بانیٔ سلسلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام:

**یَنصُرُکَ رِجَالٌ نُوحِی اِلَیھِم مِنَ السَّمَاءِ**

کی عملی تعبیر میں آپ کے دعویٰ ماموریت کے بعد سے لے کر اب تک ظاہر ہوئے اور جو خاکسار کے علم میں آئے۔ظاہر ہے کہ بہت سے ایسے بھی ہونگے ، جو ان سے زیادہ عظمتِ شان کے حامل ہوں مگر خاکسار کی نظر سے نہ گذرے ہوں۔لہٰذا خاکسار ہر اس احمدی بھائی اور بہن سے، جسے خود یا جس کے آباءواجداد میں سے کسی کو بذریعہ خواب، کشف یا الہام احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہو، درخواست کرتا ہے کہ وہ ایسا واقعہ سلسلہ کے کسی اخبار یا رسالے میں شائع کرا دے، تا کہ یہ مقدس امانت اور یہ روحانی خزانہ، جس کا محفوظ ہو جانا ازبس ضروری ہے، آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے محفوظ ہو جائے۔

خاکسار

فضل الٰہی انوری

(مؤلف کتاب ہٰذا)

# کتابیات

## (سلسلہ احمدیہ کی وہ کتب، اخبارات اور رسائل ، جن سے اس مجموعہ کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہے)

تفسیر کبیر: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد، امام جماعت احمدیہ وخلیفۃ المسیح الثانیؓ، کی وہ تفسیر قرآن جو ادارہ وکالت تصنیف لندن کی طرف سے ۱۹۸۶ء میں دس جلدوں میں شائع ہوئی۔

روحانی خزائن: (حقیقۃ الوحی، ازالہ اوہام وغیرہ) حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی تالیف کردہ وہ کتب جو ادارہ وکالت تصنیف، لندن، کی طرف سے ۱۹۸۴ء میں ۲۳ جلدوں میں شائع ہوئیں۔

ملفوظات: حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے ان کلمات کا مجموعہ جو حضرت نے اپنی مامورانہ زندگی کے دوران ارشاد فرمائے، جو آپ کی زندگی میں ہی ضبط تحریر میں آگئے تھے اور جو ادارہ وکالت تصنیف، لندن، کی طرف سے ۱۹۸۴ء میں دس جلدوں میں شائع کئے گئے۔

رجسٹر روایات صحابہ: صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روایات کا قلمی مجموعہ، جو خلافت لائبریری، ربوہ، میں مجلد رجسٹروں کی صورت میں محفوظ ہے۔

اخبار الحکم: البدر: قادیان سے نکلنے والے وہ دو اخبار جن کا سلسلہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ہی شروع ہو گیا تھا۔

اخبار الفضل: جماعت احمدیہ کا اردو زبان میں نکلنے والا مرکزی روزنامہ، جس کا سلسلہ اشاعت خلافت ثانیہ سے لے کر اب تک جاری ہے۔

الفضل انٹرنیشنل: لندن سے نکلنے والا سلسلہ احمدیہ کا ہفتہ روزہ اردو اخبار

تاریخ احمدیت: سلسلہ احمدیہ کی متعدد جلدوں میں شائع ہونے والی مستند تاریخ از مولانا دوست محمد صاحب شاہد

تاریخ احمدیت جموں وکشمیر: مصنف مولوی اسد اللہ قریشی کشمیری (یکے از مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ)

اصحاب احمد: مؤلفہ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے، (یکے از درویشان قادیان)

روح پرور یادیں: مؤلفہ مولانا محمد صدیق فاضل امرتسری (یکے از مبلغین سلسلہ عالیہ احمدیہ)

فیوض ربانی: خودنوشت حالات زندگی سید عباس علی شاہ رضوی۔

سوانح بیگم شفیع: حالات زندگی سیدہ قریشہ سلطانہ صاحبہ (المعروف بیگم شفیع) مؤلفہ سیدہ نسیم سعید صاحبہ ایم اے۔

تحدیث نعمت: خودنوشت حالات زندگی چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ، ۱۹۸۱ء

سیرۃ مہدی: مجموعہ روایات صحابہ متعلقہ سیرت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام، مؤلفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد

صاحب ایم۔اے۔

سیرۃ احمد: مجموعہ روایات صحابہ حضرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مؤلفہ حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوریؓ

میری والدہ: مختصر حالات زندگی حضرت حسین بی بی صاحبہؓ، والدہ چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ

ماہنامہ انصار اللہ: مرکز احمدیت ربوہ سے نکلنے والا مجلس انصار اللہ پاکستان کا ماہانہ رسالہ

الناصر: جرمنی سے نکلنے والا مجلس انصار اللہ، جرمنی، کا ماہانہ رسالہ

احمدیہ گزٹ: جماعت احمدیہ، کینیڈا، کا سہ ماہی گزٹ

النساء: جماعت احمدیہ کینیڈا کی لجنہ اماء اللہ کا ششماہی رسالہ

اخبار احمدیہ: جماعت احمدیہ جرمنی کا ماہانہ گزٹ

عظیم زندگی: خودنوشت حالات زندگی مؤلفہ مسٹر بشیر احمد آرچرڈ (جماعت احمدیہ کے پہلے انگریز مبلغ اسلام) (ترجمہ از انگریزی منجانب زکریا ورک صاحب، کینیڈا)

میرا حج بیت اللہ: پہلے اطالوی نومسلم احمدی، الحاج ڈاکٹر محمد عبدالہادی اطالو کیوسی صاحب، کی خودنوشت داستان سفر برائے قادیان اور ربوہ نیز عمرہ اور حج (ترجمہ از جرمن منجانب مولانا فضل الٰہی صحاب انوری)

سوانح حافظ محمد حسینؓ: حضرت حافظ محمد حسین صاحبؓ (یکے از صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کے حالات زندگی مؤلفہ سعیدہ احسن صاحبہ، ایم۔اے (سابق لیکچرار جامعہ نصرت، ربوہ)

نشان کبیر: خودنوشت حالات زندگی ڈاکٹر عبدالعزیز اخوند صاحب

برہان ہدایت: ایما افروز واقعات، مؤلفہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر

مشکوٰۃ: مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کا قادیان دارالامان سے نکلنے والا ماہوار رسالہ

تذکرۃ المہدی: سیرۃ حضرت مسیح موعودؑ، مؤلفہ پیر سراج الحق نعمانیؓ (یکے از صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

احمدیہ بلٹین: جماعت احمدیہ جرمنی کا مرکزی ماہانہ خبرنامہ

حیات نور: سوانح حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب، خلیفۃ المسیح الاول، مصنفہ شیخ عبدالقادر صاحب (یکے از مبلغین سلسلہ احمدیہ)

مکتوبات: احباب جماعت احمدیہ کے اپنی خوابوں پر مشتمل خطوط جو انہوں نے خاکسار کے ۱۹۷۸/۷۹ء میں اخبار الفضل میں شائع ہونے والے ایک اعلان کے جواب میں خاکسار کو بھجوائے۔

........☆........